

رسالہ

لکھنو

النجم

1330ھجری

PDF

مضمون نگاری کے قواعد

النجم کو بھی مضمون نگارون کی بہت ضرورت ہے مگر النجم کی مضمون نگاری کے لیے حسب ذیل قواعد کی پابندی ضروری ہے۔ بوجہ ان قواعد کی پابندی نہونے کے جن صاحب کا مضمون درج نہو وہ براہ کرم معاف فرمائین اور عدم اندراج کی جوابدہی مین بھی دفتر کا عزیز وقت ضایع ہونا چاہیے۔ مضمون کی واپسی کا صرف دفتر کے ذمہ نہ ہونا چاہیے۔

وہ قواعد یہ ہین

(۱) مضمون علمی یا مذہبی ہو۔ اور مضمون نگار اُس مبحث مین کافی واقفیت و مہارت رکھتا ہو۔

(۲) جو مضامین فِرَقِ مخالفہ کے رد مین ہون اُنمین تحقیق و الزام دونون چیزون سے کام لیا گیا ہو اور الزام مین مخالف کے مذہب پر پوری اطلاع کا ثبوت ملے۔ تہذیب و متانت کا پورا لحاظ ہو گالیون کا جواب بھی دعاو ثنا کے ساتھ ہو۔ اور مضمون نگار اسکا بھی ملتزم ہو کر مخالف کے جواب بجواب کا سلسلہ جب تک چلے اپنا قلم نہ روکے۔

(۳) عبارت مین گنجلک و طول بالکل نہو صاف سلیس اردو ہو عربی فارسی کی عبارت مین اگر منقول ہون تو اُن کا ترجمہ بھی حاشیہ پر ہو۔

(۴) خط صاف ہو کر پڑھنے والے کو کسی مقام پر اشتباہ نہ پیدا ہو۔

(۵) مضمون النجم کے موجودہ پیمانہ پر آٹھ صفحہ سے زائد نہو کبھی کبھی کسی اشد ضروری مضمون کو سولہ صفحہ تک دیے جا سکتے ہین۔

(۶) مضمون نگار صاحبان دفتر ہذا سے کسی صلہ و معاوضہ کے آرزومند نہ ہون۔ ان اجرهم الا علی الله۔

(۷) جن صاحب کا مضمون پسند آ جائیگا اور وہ ہر ماہ مین ایک مضمون دینے کا وعدہ کرینگے تو انکے نام النجم مفت جاری کر دیا جائیگا اور انعامی کتابین جو خریداران النجم کے لیے تجویز ہوا کرینگی انکو بھی ملتی رہینگی۔

(۸) جو مضمون حسن و افادہ کی اس حد مین آ جائیگا جس کا اعلان پشت صفحۂ ہذا پر ہے اسکے لکھنے والے کو ہر فروخت کی قیمت کا خمس بذریعۂ منی آڈر (نہ بہ نیت معاوضہ) بھیجدیا جایا کریگا۔

(۹) اگر کسی صاحب کی نظر سے مخالف کا کوئی مضمون جو اسلام پر حملہ آور ہو گذرے اور وہ واقفیت یا فرصت نہ رکھتے ہون تو اس مضمون کو بعینہ یا اگر انگریزی زبان مین ہو تو مع ترجمہ کے دفتر ہذا مین بھیجدین یہ مضمون زائد از زائد ایک ماہ کے اندر ہی اندر اسکی ضرورت کو ملحوظ رکھکر شایع ہو جایا کریگا اور اگر کوئی عائق قوی پیش آ جائیگا تو مضمون نگار کو اطلاع دیجائیگی۔

التماس ضروری

جسوقت سے النجم موجودہ پیمانہ پر آیا ہی تمام مضامین کی عمدگی کا لحاظ پہلے سے بہت زیادہ کیا گیا ہی اور اُسکے لیے غیر معمولی اہتمام ہوا ہی. لہذا جن ناظرین کو خدا نے کچھ مقدرت دی ہو اور وہ اپنے بھائیوں کو علمی و مذہبی فوائد پہونچانا چاہیں اُنکی خدمت مین گذارش ہی کہ جب کوئی مضمون النجم کا حسن و خوبی کی اس حد تک پہونچ جائے کہ عام طور پر لوگوں کو اُس سے باخبر بنانا مفید سمجھا جائے تو آپ حضرات اس مضمون کی کچھ کاپیاں بغرض اشاعت سالانہ دفتر النجم سے خرید کر مواقع ضرورت مین مفت تقسیم کر دیں ایسے مضامین کی بابت اکثر و بیشتر خود ہی دفتر النجم سے ناظرین کی خدمت مین سفارش کر دی جایا کریگی ایسے مضامین کے رسائل بہ نیت مذکور خریدنے والوں کو فی روپیہ ۶۴ جز کے حساب سے دیے جایا کرینگے لہذا کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ جس قدر مطلوب ہوں خرید کیجیے اور اپنے بھائیوں مین تقسیم کر دیجیے مگر جب ایسا ارادہ کسی مضمون کی نسبت ہو تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتے کے اندر اندر جس قدر رسائل مطلوب ہوں انکی قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجکر دفتر سے طلب کر لینا چاہیے۔

منیجر دفتر النجم لکھنؤ پاٹا نالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

النجم - لکھنؤ

محرم - روز جمعہ سنہ ۱۳۳۰ ہجری نبوی

سال گذشتہ کا مرثیہ

جب نیا سال شروع ہوتا ہی تو ہمارے معاصرین تہنیت مضامین لکھتے ہین مگر مین اس وقت سال گذشتہ فوت پر تعزیت کرنے کے لیے بیٹھا ہون۔

کچھ آپ جانتے ہین کہ آخر یہ کیا موقع تعزیت ی۔ اس موقع کے پہنچوانے کیلیے مین بزرگان سلف سے ایک بزرگ کا نتیجہ خیز واقعہ سناتا ہون۔

ایک بزرگ تھے اُنکی عادت تھی کہ ہمیشہ باسی ایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن سے باصرار پوچھا حضرت اس مین کیا حکمت ہی؟ فرمایا اصل بات یہ باسی کھانے کو بہ نسبت تازہ کھانیکے حضرت سید الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد سے قرب حاصل ہی اس سبب سے مجھے بہ نسبت تازہ کھانے کے باسی اچھا معلوم ہوتا ہی۔

احادیث صحیحہ مین زمانے کے بُرا کہنے کی ممانعت وار ہوئی ہی مگر ایک زمانہ کو دوسرے زمانہ پر ترجیح دینا ممنوع نہین ہی بلکہ ماثور ہی۔ میرا خیال یہ ہی کہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا مقصد بھی زمانہ سابق کو لاحق پر ترجیح دینا ہی اور بس۔ وہ فرماتے ہین۔

ای کہ اُمید بہی می طلبی از ایام
خشک تن ست کہ ہر روز بتری بینیم

زہد و رقائق

(نمبر ۳)

حضرت والد مرحوم کے حالات جواب مین تحریر کرنا چاہتا ہون انکی زندگی مین کیون نہ شائع کیے اسکی وجہ ایک یہ ہی کہ حضرت مرحوم ہرگز اسکو پسند نہ کرتے اس قدر دوست رکھتے تھے کہ یہ بھی گوارا کسی تالیف مین انکی ذات کا رشتہ ظا گمنامی کا فن انھون نے خاص طور رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا تھا - دوسر

حضرت کنیفٌ[1] العلم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین "جسکو اقتدا کرنا ہو وہ اُن صالحین کی اقتدا کرے جو مرچکے، کیونکہ زندہ شخص فتنہ سے مامون نہین "

مطلب یہ ہی کہ زندہ شخص کی نسبت یقین نہین ہو سکتا کہ اُسکا مستقبل کیسا ہوگا اور اُسکی صلاحیت عنداللہ مقبول ہی یا نہین مرنے کے بعد خاتمہ بالخیر ہونے سے ان خیالات سے امن ہو جاتا ہی۔ لہذا صالحین کے حالات سے جو فوائد متوقع ہین وہ بعد اُنکی موت کے حاصل ہو سکتے ہین۔ اور سب سے بڑی وجہ تو یہ ہی کہ حضرت مولنا جامی رحمۃ اللہ نے اپنے ان اشعار مین فرماتے ہین۔

اشعار

درین فیروزہ کاخ دیر بنیاد عجب غافل نہادست آدمی
بنا شد داب و نعمت شناسی علامتہا اجزنا سپاسی
بہ نعمت گرچہ عمرے بگذراند نہ اند قدر او تا در نماند

خیر کچھ ہی وجہ کیون ہو گذشت انچہ گذشت اب مین اللہ کا نام لیکر تیسرے عنوان کو شروع کرتا ہون

حالات دین داری وسلوک باطن

اس عنوان مین سب سے پہلے مین حضرت والد مرحوم کے مرشد کا ذکر خیر باختصار تمام کرتا ہون محض تبرک مقصود ہی ورنہ اُن کی تعریف تو مین کیا کر سکون گا۔ ؎

ہچو او ئے سبز و معروف او
در جہان لیک ہیچ او ئے کو

حضرت مولنا سید محمد عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی

آج النجم کو بے انتہا فخر ہی کہ ایک ولی اللہ کا تذکرہ اُس مین ثبت ہو رہا ہی، آج وہ اپنے منبع نور کا نام نامی لیکر اپنے کام جان کو متلذذ کر رہا ہی و نا ہیک لذۃ و سرارا۔

[1] کنیف کے معنی ایک ایسا ظرف جس مین چیز بحفاظت و رازداری رہ سکے یہ لقب حضرت عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا ہی۔ یہ قول حضرت ابن مسعود کا کتب رد المختار مین بطرق متعددہ بھیجو منقول ہی۔
[2] ... حیات زندگی مین بھی مقتدا بنائے گئے مثل حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ فتنہ سے مامون ہو حضرت صادق و المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوچکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انکے مقتدا بنانے کی نوبت سے اماد ہوچکی تھی ورنہ ... ہی ہوا ہی کہ جتنا لکھے بھی مقتدا ... ومرنے کے بعد ہی بنائے گئے یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ ... رجح ... کی نعمات کے رائج ہوئی واللہ تعالی اعلم
... یہ شبہ متقیہ ہوتا ہی کہ کسی تقلید و اقتدا ... بھی کرنا ہر شخص نفل نہین ہی اور فتنہ سے ... کے مقتدا بناتے نہین کیون جائز ہو ... تے اسکی اقتدا ترک کردی جا سکتی ہی ... علم

حضرت ممدوح نے اپنے کو گوشۂ گمنامی مین ایسا رکھا اور اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری کا ایسا کامل مصداق بنایا کہ ان کے پورے پورے حالات کا معلوم کرنا سخت دشوار ہے۔ ایک کتاب شعلۂ جان سوز انکے تذکرۂ وفات مین چھپی ہے۔ لیکن وہ کتاب اس وقت میرے پاس نہین ہے۔ دوسرے میرے خیال مین اُن حالات پر جنکو مین لکھنا چاہتا ہون شاید کچھ روشنی اس کتاب سے نہ پڑسکے۔ لہذا مین اُن حالات کو لکھتا ہون جو حضرت والد مرحوم سے مجھے معلوم ہوے کیونکہ اُن سے زیادہ باخبر اور صدوق راوی ان حالات کا مجھے کیا معنی اب کسی کو نصیب نہین ہوسکتا۔ نیز وہ حالات بھی لکھونگا جو مجھے ان کے پیران طریقت یا دوسرے بزرگان خاندان نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ عنہم کی تحریرات سے معلوم ہوئے میری آنکھون کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ حضرت مولنٰنا سید محمد عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے فائز ہوچکی ہین اور میرے کانون کو بھی یہ عزت حاصل ہے کہ وہ ان کے کلام دل نواز کی حلاوت اُٹھا چکے ہین۔ رأیتہ بہاتین والا نعمتا وسمعتہ بہاتین والا فصمتا۔

مگر مین اُس زمانہ مین کمسن تھا اور کمسن نہ ہوتا تو بھی وہ تمیز کہان جنکے ذریعہ سے آج مین اُنکے چشم دید حالات روایت کرتا۔ حضرت والد مرحوم تو ہمہ تن اُنکا تذکرہ ہوے تھے اور یوجہ بڑی نعمت ہونیکے ایسا ہونا ضروری تھا حدیث شریف مین آیا ہے کہ جس نے انسان کا شکر نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شکر نہ کیا۔ مگر بخیال عظمت وجلالت اور برائے برکت وتیمن ابتدا اُن مکتوبات شریفہ سے کرتا ہون جو حضرت مولنٰنا سید محمد عبد السلام صاحب کے ولی مرشد حضرت مولنٰنا شاہ احمد سعید صاحب (مجددی نسباً ونسبتاً) دہلوی مہاجر مدنی نے اور انکے بھائی مولنٰنا شاہ عبد الغنی صاحب (مجددی نسباً ونسبتاً) دہلوی مہاجر مکی نے میرے ممدوح کو مدینہ منورہ سے بھیجے۔

یہ دونون بزرگوار اپنے زمانہ مین خاندان نقشبندیہ مجددیہ کے چشم وچراغ تھے۔ اول الذکر بزرگ کی عظمت

لہ حدیث قدسی ہے۔ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ میرے دوست میری قبا کے نیچے ہین انکو میرے سوا کوئی نہین جانتا۔

لہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جبکہ احادیث حضرت سید الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی بیان فرماتے

یعنی اسکے یہ معنی ہین کہ مین نے انکو ان دونون سے دیکھا ہے نہ دیکھا ہو تو یہ دونون آنکھین اندھی ہوجائین اور مین نے انکی باتین ان دونون سے سنی ہین نہ سنی ہون تو یہ دونون بہرے ہوجائین۔ ناظرین یہ خیال نہ کرین کہ اسمین کچھ سوء ادب ہے کہ جو جملہ ایک صحابی نے حضرت انبیا صلی اللہ علیہ کی نسبت عرض کیا ہے وہ کسی دوسرے کی نسبت استعمال کیا جائے۔ کیونکہ سلف صالحین برابر نائبان حضرت رسالت کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے چلے آئے ہین جو صحابہ نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا علاوہ آداب مخصوصہ بارگاہ رسالت کے۔ دیکھو حضرت مولنٰنا جلال الدین رومی مثنوی شریف مین اپنے پیر سے یون خطاب کرتے ہین ای مرا چون مصطفٰے من چون عمر + از برائے خدمتت بندم کمر

اسی سے ظاہر ہو کہ انکی نسبت حضرت خلیفۂ خدا ناب خیر البشر مجدد مأۃ ثالث عشر قیوم طریقۂ احمدیہ مجی سنن نبویہ جناب شاہ غلام علی صاحب (جنکے نام سے دہلی کی خانقاہ عالی جاہ موسوم ہی) فرماتے ہین -

چہار کس ازین ناکس بظہور آمدند - ابو سعید

اسعدہ اللہ سبحانہ و احمد سعید جعلہ اللہ احمد‌وا

و رؤف احمد رافہ اللہ بہ و بشارت اللہ

جعلہ اللہ مبشرا بالقبول“

اور ثانی الذکر بزرگ بھی ایک عجیب پایۂ رتبہ رکھتے ہین - ان دونون بزرگون کے دستِ مبارک کے لکھے ہو خط مجھے مولوی حکیم سید عبدالحی صاحب سے (جو پہلے ندوۃ العلما کے نائب ناظم تھے اور میرے ممدوح کے ہمشیرزادہ ہونے کی عزت رکھتے ہین) ملے ہین ان دونو بزرگون کے ایک ایک خط کا فوٹو اس وقت ہدیۂ ناظرین کرتا ہون - اسکو آپ لوگ نعمت غیر مترقبہ سمجھیے اور حق تعالی کا شکر اور اس ناچیز کیلیے دعای خیر کیجیے -

حضرت مولنا شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب شریف کا فوٹو اس رسالہ مین دیا جاتا ہی اور حضرت مولینا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نامۂ نامی کا فوٹو انشاءاللہ تعالی آیندہ رسالہ مین دیا جائیگا -

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ

من نیز حاضر می شوم تصویر جانان در بغل

له اسی مجموعۂ خطوط مین کئی خط مولنا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم کے دست مبارک کے ہین جو انھون نے بنام جناب مولوی ابو القاسم صاحب برادرزادہ مولنا السید محمد عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھیجے تھے ایک خط مین انھون نے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حضرت شاہ احمد سعید صاحب و حضرت مولنا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت مین اپنی شاگردی کا تعلق ظاہر کیا ہو اس خط کی نقل بلفظہ حسب ذیل ہے -

”از احقر العباد بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بگرامی خدمت بابرکت جناب مولوی ابو القاسم صاحب مد ظلہم بعد سلام مسنون التماس عرض کرتا ہی کہ جناب مخدوم کے ہدیہ بھیجے مکتوب البشارت اور احسن مساعی سے مسرور کیا مولوی رحمت علی صاحب مد فیضہم کے عزت بخش ہوا حق تعالی آپ کو کامیاب بمقاصد دارین فرمائے اور اس پریشان پر بھی ظل عاطفت سایۂ فگن رحمت رہے آپ کے حسب ارشاد مولوی رحمت علی صاحب کے رویا کو اور قصہ کو بھی - رویا صالحہ ہی انشاءاللہ تعالی اور تعبیر بھی درست ہی اور رسالہ بھی عمدہ یادگار ہی کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ اس عاجز کے استاد حدیث ہین اور اُن کے خدمت عالیہ مین بندہ کو عقیدت ہی اور شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہٗ انکے بھائی بندہ کے سرمایۂ مفاخرۃ استاد عالی جاہ ہین اب یہ انہار اربعہ کا خلاصہ بھی یادگار بندہ کے استاد بزرگوارکا سایۂ فگن ہوا تو بہت موجب سرور کا ہوا اور خاندان عالی شان عزیزیہ کا خوشہ چین ہون اور سارا بھی اسی خاندان کے ہین انکو بھی ذخیرۂ عقبیٰ جانتا ہون آپ صاحبون کے احسان کا شکرگزار دعاگو ہو کر امید کرتا ہون کہ اپنی دعاے خیر سے اسی طرح مشرف فرمایا کرین گے کہ آپ کے اس توجہ اور دعاے غائبانہ کو وسیلۂ نجات جانتا ہون اور شاہ عبدالحق صاحب مد فیضہم کی خدمت مین بھی بعد سلام مسنون کے یہی عرض ہو فقط

والسلام

حافظ محمد آفاق تندرست ہین سلام عرض کرتے ہین

نقل تاریخ از لفافہ ۱۸ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۳ھ

مرزائی صاحبان کے ساتھ ایک مفید سلسلہ بحث کا آغاز

کل ایک دستی خط مع ایک زبانی پیغام کے انجمن مرزائیہ لکھنؤ کے لائق سکریٹری جناب مولوی کبیرالدین صاحب کی طرف سے جو باقاعدہ انجمن مذکور سے اس ناچیز کو بھیجا گیا ہے دفتر النجم مین پہونچا۔

قبل اسکے کہ وہ خط اور اُسکا جواب درج کیا جائے اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ غالباً میری واپسی بنارس کے بعد جناب حسام الدین صاحب مرزائی مقیم فیض آباد کا ایک خط میرے پاس آیا تھا اس کے جواب مین مین نے ایک خط انکو لکھا تھا جسکا جواب انھون نے مجھے نہین عنایت فرمایا۔ بلکہ میرا وہ خط اپنی انجمن واقع لکھنؤ مین بھیجدیا۔

ناظرین النجم خوش ہون کہ اگر خدا نے چاہا تو اب النجم مین اس اچھوتی بحث کا آغاز ہوگا جو شاید اب تک اس قاعدہ کے ساتھ فریقین مین نہ ہوئی ہو۔

خط مولوی کبیرالدین صاحب

جناب من مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر اخبار النجم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپکا کارڈ مرزا حسام الدین احمد نے مقام فیض آباد سے ملفوف بلفافہ کرکے میرے پاس بھیجا ہے جو انجمن مین فائل ہے۔ اقتباس مضمون کارڈ ذیل مین ہے ملاحظہ فرمایئے گا۔

عنایت نامہ ملا۔ آپ اپنے مضامین بدر ہی مین چھپوائین۔ جواب النجم مین دیا جائیگا جب تک یہ سلسلہ ہے اُسوقت تک کے لیے النجم و بدر کا مبادلہ قائم کرلیا جائے۔ موت و حیات مسیح علیہ السلام سے بہتر یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعاوی پر روشنی ڈالیے کہ وہ اپنے کو کیا کہتے تھے اور کیا کہلوانا چاہتے تھے اور اسپر کیا دلائل انھون نے پیش کیے یہ ایک بات کام کی ہوگی ورنہ بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور وہ مرگئے تو اس سے مرزا صاحب کے دعاوی کو کیا تعلق فقط

دستخط محمد عبدالشکور مدیر النجم از لکھنؤ عمدۃ المطابع

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ اگر النجم کے ایک کالم مین آپکا مضمون اور ایک مین اُسکے اس خاکسار کا مضمون ہو۔ تو نہایت خوبصورت فوٹو نظر آئیگا۔ تم اس

النجم کے خریدار ہونگے اور بہت سے برادران
سلسلۂ احمدیہ کے خریدار بنیں گے نمونہ کا نمبر
ملاحظہ فرمائیے گا۔

خاکسار۔ کبیرالدین احمد احمدی اکبرآبادی
سکرٹری انجمن احمدیہ محلہ بشیرت گنج لکھنؤ۔

جواب از مدیر النجم

جناب من مولوی کبیرالدین صاحب۔ بعد ما ہو المسنون عرض ہے کہ آپکا عنایت نامہ مجھے ملا۔ مجھے بحث مذکور (یعنی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کیا دعاوے اپنی نسبت کیے اور ان دعاوی پر کیا دلائل انھوں نے پیش کیے) کا النجم میں جاری رکھنا بسر و چشم منظور ہے کیونکہ میرے خیال میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بحث ہر منصف کیلئے بہت فائدہ بخش ثابت ہوگی۔

لیکن آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ النجم کے ایک کالم میں میرا مضمون اور دوسرے میں آپکا رہے۔ غالباً اس صورت میں ایک غیر محفوظ طریقہ سے کام لینے کی ضرورت پیش آجائیگی وہ یہ کہ آپکا قلمی مضمون میرے پاس آیا کرے لہذا میرے نزدیک مناسب بلکہ ضروری امر یہ ہے کہ آپ یا جو صاحب اس بحث میں اس ناچیز کو اپنے مخاطب بنانے کا شرف عطا فرمائیں وہ اپنا مضمون بدر میں چھپوائیں اور وہ مضمون بدر سے النجم میں منقول ہوکر مع جواب شائع ہو جایا کرے۔ یہ طریق النجم سے بہتر ہیں امید ہے کہ آپ پسند کریں گے یہ بحث ہر دو مضمون کے ناظرین کو محظوظ و مستفید کریگی

میں آپ کو یہ بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ میرے قلم سے کوئی لفظ خلاف تہذیب نہ نکلے گا اور میں اپنے مخاطب کو کسی ناواجب تنگی میں ڈالنا پسند نہ کرونگا بلکہ اصول مناظرہ جہاں تک مجھے اجازت دینگے میں اپنے مخاطب کو ہمیشہ ایک وسیع میدان دینا پسند کروں گا۔ شاید دو ہی ایک تحریروں میں آپ کو میری یہ عادت محسوس ہو جائیگی۔ نیز میں یہ بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ ہر فریق کی تحریر کیلیے کچھ مقدار مقرر کردیجائے مثلاً یہ کہ ایک صفحہ النجم کے دو صفحے یا جو مقدار آپ کی رائے میں مناسب ہو۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس بحث کو فریقین کیلیے مبارک کرے اور طرفین کو حق کہنے کی توفیق دے اور اخفائے حق یا حمایت باطل سے محفوظ رکھے آمین بالنبی الامین۔

اخبار بدر قادیان کے دفتر میں مبادلہ کی درخواست بھیجدی گئی ہے امید ہے کہ اس درخواست کو شرف قبول حاصل ہوگا۔ یہ درخواست محض اسی ضرورت سے بھیجی گئی ہے۔ فقط

گذشتہ رسالہ کے مضامین

(۱) پردہ کے مضمون مین جو دو آیتین نقل کیگئی ہین ان مین سے دوسری آیت کے یہ الفاظ سہوا کاتب چھوٹ گئے اور انکا ترجمہ بھی چھوٹ گیا۔ صحیح آیت اس طرح ہے " ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا ولیضربن بخمرہن علی جیوبہن ولا یبدین زینتہن " الفاظ متروکہ یہ ہین۔ ولیضربن بخمرہن علی جیوبہن۔ ترجمہ انکا یہ ہے کہ مومنہ عورتون کو چاہیے کہ اپنی چادرین اپنے گریبانو نپر ڈالے رہین فقط۔ ان الفاظ مین بھی اسی حکم غض بصر کی تعمیل کا ایک قوی طریقہ تعلیم فرمایا گیا ہے۔

(۲) پردہ کے مضمون کو جدید النظر علما نے پسند فرمایا اور الحمد للہ کہ ان پسند کرنے والون مین بعض حضرات وہ ہین جنکی پسند کو یہ ناچیز سرمایۂ مفاخرت تصور کرتا ہے

(۳) پردہ کے مضمون کا رسالہ بیرنگ رجسٹری کرا کے مدراسی صاحب کی خدمت مین لندن بھیجدیا گیا لیکن لطف یہی ہے کہ انکا عمدہ ترجمہ انگریزی مین کر کے یورپ کے اخبارون مین شائع کرایا جائے اگر کوئی صاحب ناظرین النجم مین سے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیلین تو بہت مناسب ہے

(۴) حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے فتوے کی اشاعت کو بھی اکثر حضرات علما وغیرہم نے پسند کیا کیونکہ حضرت ممدوح کی طرف تعزیہ داری کے متعلق جو غلط انتسابات کیے گئے ہین سب اس فتوے سے مسترد ہو گئے۔

حضرت ممدوح کے تین اصلی فتوے مجھے ملے ہین ایک تو یہی تھا جو تعزیہ داری کے متعلق ہے اور دوسرا سماع موتی کے متعلق ہے۔ وہ بھی بہت بسیط فتوے ہے تیسرا ایصال ثواب کے متعلق ہے یہ بہت ہی مختصر ہے ان تینون فتوون پر خاص انکی مہر مبارک ہے۔ عبارت مہر کی یہ ہے۔ ہو العزیز الولی الرحیم۔

گذشتہ سال مین جو سلسلہ ترجمہ اسد الغابہ کی جلد نہم کا اور مناظرہ حصہ ششم کا چل رہا تھا وہ اسی مہینہ مین کامل کر کے ان قدیم خریداران النجم کو ہدیتا دیا جائیگا جو آیندہ پرچہ کا ویلیو وصول کر لینگے۔

راقم مدیر النجم

اعمال عاشورا

عاشورا محرم کی دسوین تاریخ کو کہتے ہین - یہ دن اسلام سے پہلے بھی معظم و محترم تھا - یہود و نصاریٰ بھی اسکی عظمت کرتے تھے اور کفار قریش بھی اسکو مانتے تھے اسلام نے بھی اسکی عظمت سابقہ کو قائم رکھا بلکہ اور کچھ زیادہ کر دیا -

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مین اس دن کی عظمت اس وجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اُنکے طفیل مین تمام بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجۂ ظلم سے ہمیشہ ہمیش کے لیے رہائی عطا فرمائی تھی اور فرعون کو اور آلِ فرعون کو دریا مین غرق کر دیا تھا - یہ مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد مین ہے -

کفار قریش اس دن کی عظمت اس سبب سے مانتے تھے کہ کعبۂ مکرمہ کی پوشش ابتداءً جب تیار ہوئی اور پہنائی گئی تو وہ یہی مبارک دن تھا - یہ مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات مین ہے -

علاوہ مذکورۂ بالا اسبابِ عظمت کے اور اسباب بھی روایات مین وارد ہوے ہین - مثلاً یہ کہ حضرت آدم کی توبہ اسدن قبول ہوئی تھی اور حضرت نوح کی کشتی جودی پہاڑ پر اسی دن لگی تھی اور حضرت یونس کی توبہ اسی دن مقبول ہوئی تھی - حضرت ابراہیم اور حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام اسی دن پیدا ہوے تھے - مگر ان مضامین کی روایتین اس درجہ صحت مین نہین پہونچین بلکہ بعض مشکوک ہین حتی کہ اکابر محدثین کی ایک جماعت نے انکی صحت سے قطعی انکار کیا ہے واللہ اعلم -

اسلام سے پہلے اسدن کے ساتھ کیا عظمت کا برتاؤ کیا جاتا تھا - اسکی کیفیت یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ و نیز کفار قریش اس دن کو عید کا دن سمجھتے تھے اور اس مین اپنی ہر امکانی زینت و آرایش سے اپنے کو آراستہ کرتے تھے اور اس دن روزہ رکھتے تھے خاص کر یہود کو اسدن کے روزہ کا سخت تر اہتمام تھا -

اسلام نے اسدن کے ساتھ کیا عظمت کا برتاؤ تجویز کیا - اسکے معلوم کرنے سے پہلے ایک سرسری نظر اس امر پر ڈالنا چاہیے کہ اسلام نے اگر زمانہ کے کسی جز کو خواہ دن ہو یا رات اگر معظم و محترم قرار دیا ہے تو اسکے ساتھ کس برتاؤ کا حکم دیا ہے - تتبع سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اسلام نے کسی دن کی عظمت کے اظہار کا طریقہ عبادت الٰہی سے خالی نہین رکھا - عیدین کے دن ہین تو اُن مین اگر زینت و تجمل کا حکم دیا ہے تو نماز بھی واجب کر دی ہے - قربانی بھی لازم قرار دی ہے - جمعہ کا دن ہے - اسمین بھی غسل و تزئین کے ساتھ ایک خاص نماز بھی فرض فرمائی ہے - لیلۃ القدر مین

بھی اسی کی رعایت ملحوظ ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ کسی مین عبادت کے ساتھ زینت کی بھی تاکید فرمائی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب دیکھیئے کہ یوم عاشوراء کی عظمت کے اظہار کے لیے حضرت شارع علیہ الصلواۃ والسلام نے کیا طریقہ مقرر فرمایا اور کون کون اعمال کا حکم دیا۔

اعمال یوم عاشوراء

واضح ہے کہ شریعت حقہ نے اس دن کے لیے دو اعمال تجویز کیے ہین۔

اول روزہ **دوم** توسعہ علے العیال

ان دو اعمال کے سوا اور اعمال کا ذکر جن روایات مین ہے اُن روایات کی بابت اکابر محدثین نے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ نہ کوئی خاص نماز اسدن کیلیے صحت کو پہنچی ہے اور نہ اسدن زینت کا حکم کسی صحیح حدیث مین دیا گیا ہے

ان دونوں اعمال کے سوا اور اعمال کا ارتکاب جو لوگ اسدن مین کرتے ہین وہ شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہین۔ یا انھون نے شارع اسلام علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کو اپنا شارع بنا لیا ہے وما جاء بعد الحق الا الضلال۔

روزہ اسکا حکم جن روایات مین ہے وہ صحت کے اعلے درجہ مین ہین۔ روزہ اسدن کا پہلے فرض تھا۔ مگر فرضیت رمضان کے بعد اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی سنت اب بھی ہے اور بڑے بڑے فضائل اس روزہ کے صحیح احادیث مین وارد ہوے ہین۔ جامع ترمذی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہین۔ صیام یوم عاشوراء انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ عاشوراء کے روزہ کے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ سال گزشتہ کے گناہون کا کفارہ ہوجائے۔

محدثین نے لکھا ہے کہ صغیرہ گناہون کیلیے کفارہ ہوجانا تو متیقن ہے اور کبیرہ کے لیے بھی امید رکھنا چاہیے۔

چونکہ یہ روزہ یہود مین رائج تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر مین سال آیندہ مین زندہ رہا تو نوین تاریخ کو بھی روزہ رکھون گا۔ یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ انکی (یہود کی) مشابہت سے بچنے کیلیے جو شخص عاشوراء کے روزہ کا ارادہ کرے اسکو چاہیے کہ ایک روز قبل یا ایک روز بعد بھی روزہ رکھے قبل افضل ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیحین مین مروی ہے کہ وہ عاشوراء کا روزہ نہ رکھتے تھے۔ ایک شخص نے اُنسے پوچھا تو انھون نے کہا کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے یہ روزہ تھا پھر متروک ہوگیا فقط

لیکن یا تو متروک ہوجانے سے نسخ فرضیت مراد ہے یا حضرت ابن مسعود کی عدم واقفیت پر محمول ہے۔

توسعہ علی العیال یعنی اسدن اپنے متعلقین کے کھانے پینے مین وسعت کرنا معمول سے زائد کچھ چیزین

کھانے پینے کی مہیا کر دین۔

توسعہ کی فضیلت مین احادیث مین آئی ہو انکی بابت محدثین کا اختلاف ہی۔ بعض موضوع کہتے ہین بعض حسن ابن حبان وغیرہ حسن کہنے والے ہین اور ابن جوزی ابن تیمیہ ابن قیم وغیرہم موضوع کہنے والون مین ہین۔ مگر تحقیق یہ ہی کہ ان روایات کا رتبہ حسن لغیرہ سے کم نہین ہی اور حسن لغیرہ حجت ہی جیسا کہ اصول حدیث مین ثابت ہی دو ثبت بالسنہ

توسعہ کی فضیلت مین سنن بیہقی کے الفاظ یہ ہین

من وسع علی عیالہ و اہلہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنتہ

یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عاشورا کے دن اپنے متعلقین اور بال بچون کے کھانے مین وسعت کرے اللہ اسپر تمام سال وسعت رکھے گا۔

اِن دو اعمال کے علاوہ چونکہ اس تاریخ مین ابن رسول فرزند بتول سیدنا حسین بن علی سلام اللہ علیہم کی اور اُنکی اہل بیت کی شہادت کا واقعۂ ہائلہ بھی پیش آیا ہی۔ لہذا جب یہ تاریخ آتی ہی تو اس واقعہ کو یاد دلاتی ہی اور حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ جب کوئی مصیبت اپنی انسان کو یاد آئے خواہ وہ کتنی ہی پرانی کیون نہ ہو گئی ہو تو اُسکو چاہیے کہ کلمۂ طیبہ انا للہ و انا الیہ راجعون کی تلاوت کرے لہذا ایک تیسرا عمل اس دن کیلیے اور ثابت ہو گیا یعنی اس کلمۂ طیبہ کا پڑھنا وقت تذکرِ شہادت مذکورہ۔

ابلیس جو انسان کا عدو مبین ہی ہمیشہ اس کوشش مین رہتا ہی کہ حضرات انبیا علیہم السلام کی تعلیم اور انکی ہدایت جاری نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اپنے اس مقصد کو وہ عموماً طرح طرح کے مکر و فریب سے حاصل کر رہا ہی۔ بہت سے لوگ ہین جو اپنے کو انبیا علیہم السلام کا پیرو گمان کرتے ہین مگر در حقیقت وہ ابلیس کے فریب مین گرفتار ہین اور جس چیز کو وہ انبیا علیہم السلام کا طریقہ سمجھتے ہین وہ در اصل اسی دشمن کا بنایا ہوا طلسم ہی ایسے لوگ فی الواقع ہم یحسبون انھم یحسنون صنعا کے مصداق ہین۔

یہ دشمن ایسا ہمارے پیچھے پڑا ہی کہ ہمارے مالک کی دی ہوئی نعمتون مین سے جو مال عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی تھے اُنھین کو اُسنے خراب کر دیا۔ اسی معاملہ سے اور قیاس بھی ہو سکتا ہی۔ دیکھیے یوم عاشورا کیسا بابرکت دن تھا اور اسکے لیے نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم نے کن اعمال کی ہمکو تعلیم دی تھی کہ اگر ہم اُن تعلیمات پر عمل کرتے تو ہمکو اس دن کی برکات سے پورا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر اس رہزن نے وہ تعلیمین تو ہم سے چھین لین اور بجائے اُن بیش بہا جواہرات کے کچھ خاردار سنگریزے ہمین دیدیے اور ہم اپنی سادہ لوحی سے انھین سنگریزون کو جواہر سمجھ رہے ہین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب یہ دن ہمارے حق مین بجائے

سنت کے نقش بگڑ گیا اور اس میں بجائے ثواب کے عذاب آنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرا روئے سخن اس مقام پر شیعوں کی طرف نہیں ہے بلکہ میں اپنے ایمانی بھائیوں سے کہتا ہوں کہ وہ میری عرض کو بغور ملاحظہ فرما کر ایک سرسری نظر ذرا اُن اعمال پر ڈال جائیں جو انہوں نے اس دن کیلیے معمول کر رکھے ہیں۔ تو امید ہے کہ انہیں ساری حقیقت کھل جائیگی۔

اُن اعمال کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ورنہ میں اسکو فروگذاشت نکرتا تاہم نمونہ کے طور پر چند باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ تعزیہ رکھنا یا بنانا۔ یا اسکو سیدنا حسین کی قبر کی شبیہ یا واقعہ کربلا کی یادگار سمجھکر قابل زیارت یا لائق تعظیم خیال کرنا۔ علم وغیرہ رکھنا۔ مصنوعی کربلا میں جانا اور جو خرافات وہاں ہوتے ہیں انکا ارتکاب کرنا یا ان کو پسندیدگی سے دیکھنا۔ اپنی معمولی زینت کا بہ نیت ماتم ترک کرنا مثل اسکے کہ عورتیں زیور اتار ڈالیں یا پان کھانا چھوڑ دیں وغیرہ وغیرہ۔ ذکر شہادت کے وقت سینہ کوبی کرنا۔ حضرات حسنین اور حضرت علی کا نام لیکر رونا جسکو نوحہ کہتے ہیں۔ اُن مرثیوں کا پڑھنا یا سننا جنمیں علاوہ جھوٹ کے بزرگان دین کی توہین بھی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب ابلیس کی تعلیم نہیں تو کیا نبی نے جیسے صلعم علیہ وسلم کی تعلیم ہے؟ اگر حضرت کی تعلیم ہے تو حدیث کی کتابوں میں دکھاؤ۔ حدیث کی کتابوں میں تو ان تمام افعال اور انکے مثل دوسرے افعال کی شدید ممانعت مذکور ہے جسکا نمونہ آپ لوگ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کے فتوے میں جو گذشتہ رسالہ میں شائع ہو چکا دیکھ چکے ہیں۔

نتیجہ اِن اعمال کا جو ہمارے حق میں کچھ ہوگا وہ ہوگا مگر صد افسوس کہ ہمارے ان اعمال کی بازپرس اُن حضرات سے بھی ہوگی جنکے نام پر ہم یہ حرکات کرتے ہیں صد حیف کہ ہماری بدکرداری کی وجہ سے سیدنا حسین میدان حشر میں بلائے جائیں اور اُن سے احکم الحاکمین پوچھے کہ کیا تم نے ان اعمال شنیعہ کا حکم دیا تھا؟ اور وہ عذر خواہی کریں کہ اے پروردگار۔ میں بالکل بے قصور ہوں مجھکو ان حرکات کی خبر بھی نہیں"

اِس سے زیادہ مصیبت اور کیا ہوگی۔ کہ جو اعمال اس متبرک دن کیلیے تعلیم کیے گئے تھے اگر ہم انکا ارتکاب بھی کرتے ہیں تو اپنی فاسد نیت اور اسکے ساتھ شامل کرکے اُسکی صورت بگاڑ دیتے ہیں جس سے وہ عمل بالکل مسخ ہو جاتا ہے۔ مثلاً روزہ۔ جسے ہم نے اور اُسکا نام فاقہ رکھتے ہیں اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ اپنے کو شہدائے کربلا کا مشابہ بنائیں اور بعضی حضرا

تو دن لیے اِس روزہ کو توڑ ڈالتے ہین تاکہ افطار کا اطلاق نہونے پائے بلکہ فاقہ شکنی کہلائے۔

اب اُن لوگون کی حالت دیکھو جو لفظاً ہر خرافات مذکورہ سے بالکل پاک ہین، انکو بھی ایک عجیب غریب حالت مین پاؤگے۔ وہ نہ تعزیہ رکھتے ہین نہ علم۔ نہ دلدل نکالتے ہین نہ تابوت۔ نہ ترک زینت کرتے ہین نہ سینہ کوبی نہ نوحہ کرتے ہین نہ ماتمداری۔ مگر یہ ضرور کرتے ہین کہ ذکر شہادت کیلیے محافل و مجالس کا انعقاد کرتے ہین اور زبانی یا کسی کتاب سے واقعات شہادت بیان کرتے ہین۔

کاش وہ اُن محافل و مجالس کو اُن آداب و قواعد کا پابند رکھتے جنکے بغیر بدعات و محرمات سے اجتناب ناممکن ہو تو کچھ مضائقہ نہوتا۔ بلکہ یہ محافل و مجالس اُنکے لیے مثل حلقہ ہاے ذکر الٰہی کے موجب ہزاران ہزار برکات و خیرات ہوتین۔

بہت سے لوگ ان آداب و قواعد کا علم نہین رکھتے۔ مگر اُنکو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ عدم علم کا عذر نہین سنا جائیگا۔ جس طرح مثلاً بشبیہ کوئی شخص تعزیرات ہند کے کسی جرم کا ارتکاب کرے اور کچہری مین حاکم کے سامنے اپنی ناواقفیت کا عذر کرکے سزا سے برات نہین حاصل کرسکتا۔ اسی طرح جو مرتکب بدعت کا مرتکب بھی جہل کا عذر کرکے عذاب الٰہی سے نہین بچ سکتا۔

آداب محافل و مجالس

جب سلسلۂ کلام یہان تک پہونچا تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً کچھ آداب بھی ان محافل و مجالس کے بیان کردیے جائین

واضح رہے کہ (۱) اسراف تو بالکل حرام ہے لہذا اس سے اس محفل کو کیا معنی ہر محفل کو پاک رہنا چاہیے۔ زائد از حاجت روشنی وغیرہ نہ ہو۔

(۲) واقعات وہی بیان کیے جائین جو صحیح یا کم از کم حسن روایتون سے ثابت ہون۔ یہ ایک بڑی مشکل بات ہے کیونکہ اس واقعہ کی روایات مین تنقید اسانید سے بالکل کام نہین لیا گیا اور جس قدر تفاصیل اس واقعہ کی مروی ہین ان مین باستثناے قدر قلیل کوئی درجۂ صحت یا حسن کو نہین پہونچتی۔ ایسا کیون ہوا؟ اسکے بیان کیلیے بہت طویل تقریر کی ضرورت ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ یہ عنایت بھی حضرات شیعہ کی ہے۔ (۳) کوئی ایسا مضمون نہ بیان کیا جائے جس سے کسی صحابی کی طرف سے سوء ظن پیدا ہو (۴) ایسی کوئی بات نہ ہو جس سے عوام کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ شہادت اس اُمت مین تمام شہادتون سے اشرف و اعلیٰ ہے۔

خرالذکر دونون باتین کچھ کم خوفناک نہین مین یہ کہ

اگر کسی صحابی سے سوء ظن پیدا ہو گیا تو نجات مشکوک ہو گئی بہت سی احادیث صحیحہ کی تصریحات اور بہت سی آیات کی تلمیحات سے انحراف ہو گیا۔ دوسرا گروہ اس شہادت کو تمام سابقہ واقعہ شہادتوں سے افضل سمجھ لیا تو اس میں بھی زیادہ قباحت ہے کیونکہ یہ نص قرآنی کا انکار ہو گیا جسکا صریح مضمون یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد جسقدر جہاد ہوئے انکا رتبہ اُن جہادوں سے کم ہے جو فتح مکہ سے پہلے ہو چکے قولہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیۃ اسکے علاوہ بہت سی احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ یہ خرابی ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ جاہلوں کا کیا ذکر اکثر خواندہ لوگ اس سے خالی نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہنا اسی عقیدۂ فاسدہ کی بنا پر ہے۔ ان دونوں خرابیوں کا سدباب اس طرح ہو سکتا ہے کہ جب کوئی شخص واقعہ شہادت بیان کرے تو تیسری خرابی کے دفعیہ کے لیے اسپر لازم ہے کہ جو صحابۂ کرام اسوقت تک موجود تھے اور باوجود حسین رضی اللہ عنہ کے عزم کربلا کی اطلاع ہوئی مگر وہ شریک نہ ہو سکے۔ مثل حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابو سعید خدری و حضرت ابو واقد لیثی و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کے شریک نہ ہونیکے واقعی عذر جو نہایت قوی و صحیح تھے بیان کیے جائیں

اور ان حضرات کو جو تعلق حضرت ممدوح سے تھا اور اس واقعہ سے جو صدمہ انکو پہونچا سب بیان ہوں۔ افسوس کہ کوئی شہادت نامہ ایسا نہیں موجود ہے جس میں یہ تمام باتیں بیان کی گئی ہوں ورنہ میں اسکا نام اس مقام پر لکھدیتا۔ میں نے شوال میں ارادہ کیا تھا کہ ایک شہادت نامہ لکھوں۔ جسمیں میں نے تبرکاً بعدد عشرۂ مبشرہ دس باب قائم کیے تھے اور ہر باب ایک نہایت ضروری اور مفید عنوان پر مشتمل تھا مگر ام للانسان ما تمنیٰ حضرت والد مرحوم کی علالت نے مہلت نہ دی اب اگر زندہ رہا تو انشاءاللہ سال آیندہ میں دیکھا جائے گا

اور چوتھی قباحت کے سدباب کے لیے لازم ہے کہ جن شہادتوں کی افضلیت بنص قرآنی ثابت ہے مثل شہادت بدر و شہادت احد کے پہلے انکا ذکر کیا جائے اور انکی افضلیت بیان کر دیجائے اور خلفای راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کی صحیح روایتیں بیان کی جائیں

یہ آداب جو میں نے ذکر کیے بہت مختصر ہیں جزئیات کی تفصیل اسوقت دشوار ہے۔ اب میں اس مضمون کو اس نصیحت پر ختم کرتا ہوں کہ اس زمانہ محرم میں حضرات شیعہ نے جس قدر چیزیں رائج کر رکھی ہیں ان میں اکثر چیزیں وہ ہیں جو یزید یا اسکے اعوان و انصار کی یادگار ہیں۔ ان سے ہم لوگوں کو احتراز کرنا چاہیے

غالباً اس مقام پر یہ سوال ہوگا کہ یزید سے تو شیعونکو نفرت ہے اسی یادگار انھون نے کیون قائم کی؟

تو مین اسکا جواب مناظرہ حصہ اول پر حوالہ کرتا ہون جسمین یہ امر ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بلانیوالے انکو خط لکھکر فریب دینے والے۔ یزیدیون کے ساتھ مل کر ان کے اور انکے اہلبیت کے قتل کرنے والے یہی حضرات شیعہ ہین۔ اسی وجہ سے انکے بانیان مذہب نے اپنے قدما کی یادگار قائم کی۔ مگر عوام شیعہ ان مقاصد سے بے خبر ہین۔ کیونکہ انکے علما اپنے عوام سے اِن اسرار کو بے حد مخفی رکھتے ہین۔ اور اسکی سخت تاکید انکے مذہب مین ہے۔

اب مین اِس مضمون کا خاتمہ چند علمای اعلام کی پاکیزہ عبارتون پر کرنا چاہتا ہون۔ جو اس مضمون کی موید ہین۔ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ مین لکھتے ہین

"وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل فی یوم عاشوراء ببدع الرافضة من الندب والنیاحة والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی بذلک واحرے"

ترجمہ - خبردار خبردار یوم عاشورا مین رافضیون کی بدعتون مین مشغول نہونا یعنی رونے پیٹنے چلانے کے اور ماتم و غم کرنے کے کیونکہ یہ باتین مومنون کے اخلاق سے نہین ہین۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن اِن باتون کیلیے زیادہ سزاوار تھا"

اور علامہ ابوالرجا زاہدی امام برہان الدین بخاری سے ناقل ہین کہ اُن سے کسی نے فتویٰ پوچھا کہ واعظ لوگ جو یوم عاشورا مین ذکر شہادت حسین کے وقت اُن کی مصیبت پر افسوس ظاہر کرنے کیلیے کپڑے پھاڑ ڈالتے ہین اور لوگون کو کھڑے ہوجانے اور ماتم کرنے کا حکم دیتے ہین۔ آیا حکام وقت پر لازم ہے کہ ان امور سے ممانعت کرین تو امام ممدوح نے اسکا جواب لکھا کہ "یمنع ذلک" یعنی یہ افعال روک دیے جائین۔

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی صواعق محرقہ مین حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی ایک عبارت نقل کرکے اُسکی شرح اس طرح کرتے ہین۔

"غزالی و نیز اور ائمہ نے کہا ہے کہ واعظ وغیرہ پر حرام ہے کہ بیان کرے شہادت حسن و حسین کو اور اس شہادت کے حالات کو اور نیز اُن واقعات کو جو صحابہ مین باہم پیش آئے۔ کیونکہ ان واقعات سے صحابہ کے ساتھ بغض و سوء ظن پیدا ہوتا ہے اور اُن پر طعن کرنے والا خود اپنی ذات مین اور اپنے دین مین طعن کرنے والا ہے۔ غزالی کا کلام ختم ہوا (ابن حجر لکھتے ہین کہ) غزالی نے جو ذکر شہادت وغیرہ کو حرام کہا وہ منافی اسکے نہین جو مین نے

اس کتاب مین بیان کیا۔ کیونکہ وہ ایسے بیانات ہین جنکا اعتقاد ضروری ہے جنمین صحابہ کی جلالت و تمام نقائص سے بری ہونا مذکور ہے بخلاف اس بیان کے جو جاہل واعظ کیا کرتے ہین کہ جھوٹی روایتین بیان کر ہین یا سچے واقعات کا اصلی مطلب نہین بیان کرتے اور جو مقاصد حقہ ہین ان کو نہین بیان کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام جہّال کو صحابہ سے بغض و سوء ظن پیدا ہوجاتا ہے۔ (اسی قسم کے بیان کو غزالیؒ نے حرام کیا ہے نہ مطلق ذکر شہادتین وغیرہ کو)

ترجمہ دوسری عبارت کا:۔

مُلّا احمد رومی مجالس الابرار مین لکھتے ہین کہ جو لوگ یوم عاشورا مین واقعۂ شہادت بیان کرتے وقت کپڑے پھاڑ ڈالتے ہین۔ ننگے سر ہوجاتے ہین۔ اور حاضرین محفل کو کھڑے ہوجانے اور ماتم کرنے کی ترغیب دیتے ہین۔ تاکہ حضرت حسین کے مصائب پر غم ظاہر ہو ان حرکات سے منع کرنا حکام وقت پر واجب ہے اور اس قسم کے بیانات کا سننے والا ہرگز معذور نہین۔ امام غزالی اور نیز دوسرے ائمہ فرماتے ہین کہ واعظین اسلام پر کہ قتل حسین کی روایت اور مشاجرات صحابہ کے واقعات کو بیان کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اس سے صحابہ کے ساتھ بغض اور سوء ظن پیدا ہوجاتا ہے حالانکہ وہ لوگ علامت دین ہین۔ ہمارے پیشواؤن نے دین انھین سے حاصل کیا۔ اور ہمنے اپنے پیشواؤن سے حاصل کیا۔ پس صحابہ پر طعن کرنا خود اپنے اوپر اور اپنے دین پر طعن کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ کے احکام کا لحاظ میرے صحابہ کے حق مین کرنا۔ انکو میرے بعد نشانۂ ملامت نہ بنانا، جو شخص ان سے محبت رکھے گا وہ میرا محب ہے اور جو ان سے دشمنی رکھے گا وہ میرا دشمن ہے جو انکو ایذا دے اُسنے اللہ کو ایذا دی۔

پس اس حدیث کی وجہ سے مومن پر صحابہ کرام کی تعظیم اور انکا ذکر خیر واجب ہوگیا اور ان کے مطاعن سے زبان کو بند رکھنا ضروری ہوگیا۔ حضرت عثمان اور حضرت حسین کی شہادت کے سبب سے بہت سے فتنے پھیلے اور بہت سی جھوٹی روایتین مشہور ہوگئین۔

ان روایتون کا جانچنا ہر شخص کا کام نہین لہذا ہر کس و ناکس کو اس وادی مین آنا ہی نہ چاہیے

فقط

شہادت امیر المومنین
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت ممدوح نے ۲۶ ذیحجہ چارشنبہ کو زخمی ہو کر یکم محرم ۲۴ھ کو بروز یکشنبہ وفات پائی اور ایک روایت میں ۲۹ ذیحجہ تاریخ وفات ہے۔ خاص اُسی شہر میں جو حسب شہادت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے نزدیک احبّ البلاد ہے رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے اور اپنے صاحبین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص اُسی مقدس قبۂ خضراء میں جسکا ایک حصۂ زمین عرش اعظم پر بھی شرف رکھتا ہے استراحت فرمائی رضی اللہ تعالی عنہ۔ ط

حضرت فاروق اعظم کی اس دعا کو سنکر کہ اللّٰھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک[ا] صحابۂ کرام متعجب ہوتے تھے کہ بظاہر ایک امر محال کی آرزو معلوم ہوتی ہے۔ مدینۂ طیبہ میں جہاں کسی دشمن اسلام کا نام و نشان نہیں۔ جاں نثاران اسلام کی موجودگی میں کسکا زہرہ ہے کہ اس راہ اسلام پر دست درازی کرے اور سبب شہادت بنے۔ مگر جب واقعہ واقع ہوگیا تو حیرت نے سب کے تعجب کو رفع کر دیا اور معلوم ہوگیا کہ انکی اجابت دعا کا ایک ادنی کرشمہ ہے میں چاہتا ہوں کہ قبل اسکے کہ شہادت کے جانکاہ واقعہ کو لکھوں مختصراً کچھ تذکرہ انکے فضائل کا بھی کردوں تاکہ یہ مضمون بھی اپنے موضوع میں مستقل رہے۔

اگرچہ حضرت ممدوح کے مناقب کا احصاء دشوار ہے کیا سچا مقولہ ہے

وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ
یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

لیکن "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ"

اس مقام پر میں زیادہ فضائل کلیہ کو بیان کرونگا جزئیات کی تفصیل اور انکی روایات کا بسط ایک دفتر کو چاہتا ہے جسکو دیکھنا ہو کتاب ازالۃ الخفا کو دیکھے۔

(۱) اسلام سے پہلے بھی قریش میں انکی بڑی عزت تھی۔ بڑے بڑے مہمات میں سفارت کے عہدہ پر مقرر کیے جاتے تھے اور معاملات کا حل و عقد انکے ہاتھ میں دیا جاتا تھا

(۲) انکا اسلام محض تدبیر غیبی کا نتیجہ اور بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعای مقدس کا ثمرہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعای ابراہیمی کے ثمرۂ مقصود تھے تو یہ دعا کے نخل مراد۔ المختصر مراد تھے مرید نہ تھے مطلوب تھے طالب نہ تھے۔ دونوں مرتبوں کا فرق ظاہر ہے

[ا] ترجمہ - یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت دے۔

[۲] باوجودیکہ ان کی توصیف کرنیوالے مختلف پیراؤں میں انکی توصیف میں عمر بھر بھی زمانہ ختم ہوجائیگا اور نہیں بیان ختم ہونگے اوصاف ایسے جو بیان میں نہیں آ سکے۔ [۳] یعنی تدبیر غیبی کے یہ آثار تھے کہ اسلام کے پہلے اسلام کی طرف راغب کرنیوالے بہت سے عجائب واقعات پر پیش آئے جو ازالۃ الخفا میں مذکور ہیں ۱۲

(۳) جب اسلام لائے تو خاص اہتمام سے جناب نبوی نے اپنا دست شفقت انکے سینہ پر پھیرا اور انکے لیے تکمیل ایمان کی دعا فرمائی۔

(۴) اسلام لاتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کیا اور اس اعلان کی بدولت جو مصائب پیش آئے انکو شیر و شکر کی طرح پی گئے۔

(۵) انکے اسلام لاتے ہی مسلمانون کو غلبہ کی صورت حاصل ہوئی اور وہ آناً فاناً ترقی کرتی گئی اور انھین مبارک ہاتھون سے انکی خلافت کے زمانہ مین تکمیل کو پہونچ گئی۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ گویا انکی ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تمہید تھی۔ ہجرت کے وقت بھی عجیب جان بازی سے کام لیا۔ کعبہ کا طواف کیا اور کفار قریش جو وہان اسوقت جمع تھے فرمایا کہ "مین اسوقت جاتا ہون یہ کہنا کہ عمر بھاگ گیا، تم مین سے جسکو اپنی بی بی کا بیوہ کرنا اور بچون کا یتیم کرنا منظور ہو وہ حرم سے باہر چلکر مجھے روک لے"۔

(۷) تمام غزوات مین اور تمام مشاہد خیر مین ہمرکاب جناب نبوی رہے اور کارہائے نمایان ان سے ظہور مین آئے مثلاً بدر مین اپنے کافر ماموں کو قتل کیا اور جب اسلام پر اس قرابت غالب نہ آیا۔ اور اساری بدر کے متعلق ایسا کافر شکن مشورہ دیا کہ اس مشورہ کی پسندیدگی بالائے عرش سے نازل ہوئی۔ یعنی حق تعالی نے قرآن کریم

اسکو ذکر فرمایا[۱]۔ اور احد مین جب حضرت پہاڑ پر تشریف فرما ہوے اور کافرون نے پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو انھون نے اور انکے رفقا نے انکو وہان سے ہٹایا اور نیز ابو سفیان کو ایسے عمدہ اور پرشوکت جوابات دیئے[۲] جسکی ہیبت انھین کافرون کے دل سے پوچھنا چاہیے۔

ابو سفیان سے اور حضرت فاروق اعظم سے جو سوال جواب ہوے انھین ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا محمد زندہ ہین؟ کیا ابو بکر زندہ ہین؟ کیا عمر زندہ ہین؟ حضرت فاروق اعظم نے کہا کہ اے دشمن خدا۔ یہ سب بحمد اللہ زندہ ہین"۔ ابو سفیان نے ان کی بات کو اپنی قوم کی بات سے زیادہ معتبر سمجھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر بھی اس بات سے واقف تھے کہ اسلام کی ارکان یہ حضرات ہین۔ باقی سب مثل اعضا و جوارح کے ہین۔

[۱] بدر کے قیدیون کے متعلق حضرت صدیق اکبر کا مشورہ یہ تھا کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیے جائین اور حضرت فاروق کی غرض یہ تھی کہ سب قتل کیے جائین اور ہر کافر اپنے رشتہ دار مسلمان کے ہاتھ سے مقتول ہو۔ عقیل کو قتل کرین [illegible] فلان کا فلان کو [illegible] قتل کرون [illegible] مین وہی پہلا رحیمانہ مشورہ قبول ہوا۔ حق تعالی نے اسپر یہ آیت نازل فرمائی۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔ یعنی اگر اللہ نے تمھارے لیے اپنی رحمت نہ لکھدی ہوتی تو اس فدیہ لینے پر عذاب عظیم ہوتا۔ حضرت سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عذاب اترتا تو عمر کے سوا کوئی نہ بچتا۔ [۲] ابو سفیان نے کہا اعل ہبل۔ یعنی اے ہبل تیرا نام بلند ہو۔ حضرت فاروق نے فرمایا اللہ اعلی واجل۔ ابو سفیان نے کہا لنا العزی ولا عزی لکم۔ آپ نے جواب دیا۔ اللہ مولانا ولا مولی لکم۔ [illegible]

اور مثلاً غزوہ خندق مین ایک بہت بڑا کام انھون نے کیا کہ خندق کے ایک جانب کی حفاظت انکے متعلق تھی اس خدمت کو انھون نے اس خوبی سے انجام دیا کہ بایدو شاید۔ مسلمانون نے اس خدمت کی یادگار مین خندق کے اس جانب حضرت ممدوح کے نام ایک مسجد بنا دی جو اب تک وہان موجود ہے۔ دوسرا کام انھون نے یہ کیا کہ حضرت زبیر کو اپنے ہمراہ لے کر ایک روز کافرون کی ایک جماعت پر حملہ کیا۔ انھین کافرون مین انکے بھائی ضرار بن خطاب بھی تھے مگر وہ ان کی زد سے بچ گئے۔

اور مثلاً غزوہ بنی مصطلق مین آپ نے یہ کیا کہ کافرون سے ایک جاسوس کو گرفتار کر کے کافرون کے ~~سب اندرونی~~ راز اس سے پوچھ لیے اور اس جاسوس کی گرفتاری کر کافرون پر بڑا رعب پڑا۔ نیز اسی غزوہ مین مقدمۃ الجیش کا عہدہ حضرت ممدوح ہی کے سپرد تھا۔

اور مثلاً غزوہ خیبر مین یہ کیا کہ جس رات کو لشکر کی حراست کیلیے انکی باری آئی۔ انھون نے ایک یہودی کو گرفتار کر لیا اور اسکو حضور نبوی صلی اللہ علیہ مین لیگئے۔ اس سے سب حالات خیبر کے معلوم ہو گئے اور یہی ذریعہ فتح خیبر کا ہوا۔ اور نیز اسی غزوہ مین میمنۂ لشکر بھی انھین کے سپرد تھا اور بعض بعض روز لشکر کے سردار بھی بنائے گئے۔

اور مثلاً غزوہ تبوک مین انھون نے اپنا نصف مال مجاہدین کا سامان درست کرنے کیلیے حضور نبوی مین حاضر کر دیا۔ اس قسم کی خدمات تمام غزوات میں بیشمار ان سے ظاہر ہوئین مین نے اس تذکرہ کو بوجہ ضیق مقام کے مختصر کر دیا۔

(۸) حضرت صدیق کی خلافت کیلیے جو باعث اسلام کیلیے باعث صد ہزار رحمت تھی سب سے زیادہ ساعی یہی تھے ان کے عہد مین اسلام کی وزارت کے ساتھ مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہے۔

(۹) جب خود خلیفہ ہوے تو ایسی شایستہ خدمات اسلام ان سے ظہور مین آئین جنکے بیان کے لیے بڑے بڑے دفتر کفایت نہین کر سکتے۔ مگر پھر بھی علماے اسلام نے اپنے لیے ذریعۂ آخرت سمجھکر مجلدات ضخیمہ مین اس مقصد کو بیان کیا ہے جنمین سے بہتر حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی ازالۃ الخفا ہے مناسب ہے کہ اس مقام پر مین کتاب مستطاب کی ایک عبارت کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرون۔ وہو ہذا:-

"آپ بعد حضرت صدیق اکبر کے والی خلافت ہوے جس روز حضرت صدیق کی وفات ہوئی اسی سنہ ۱۳ ہجری مین انکے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی پس نہایت عمدہ روش اختیار کی اور اپنا حصہ بیت المال مین سے اسیقدر رکھا جسقدر ایک عام مسلمان کا ہونا چاہیے اللہ نے انکے ہاتھ پر بہت فتوحات ظاہر کین ملک شام اور مصر میں اور عراق مین۔ اور بعض وظائف اعمال و مجاہدین وغیرہم کے دفتر قائم کیے اور ہر ایک کی ترتیب انھی اسلامی قواعد کے موافق بھی

اسد کی راہ مین کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے وہی ہین جنھون نے ماہ صیام کو نماز تراویح سے منور کیا۔ اور تاریخ ہجری جو آجتک لوگون کے پاس ہے قائم کی۔ وہ اول شخص ہین جو امیر المومنین کہلائے اور وہ اول شخص ہین جنھون نے درہ ہاتھ مین لیا۔ انکی انگوٹھی کی مہر یہ تھی۔ (کفی بالموت واعظا یا عمر) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اے عمر موت نصیحت دینے کے لیے کافی ہے۔

حضرت فاروق کی خدمات اسلامیہ جو انھون نے اپنے عہد خلافت مین کین اسقدر ہین کہ اگر گنتی گنانے کیلیے بھی ذکر کیا جائے تو ضخیم کتاب بھی کفایت نہین کر سکتے۔ انکی عدالت کا ذکر کیا جائے کہ انکے فتوحات کا انکے نظم مملکت کا حال لکھا جائے یا انکی ترویج ملت کا۔ ترویج ملت مین جمع قرآن کا ذکر کیا جائے یا اشاعت و تنقید احادیث کا یا تعلیم مسائل فقہیہ کا۔ انکے نصائح و مواعظ و خطبات بلیغہ کا بیان کیا جائے یا انکے مکاتیب فرامین ہدایت آگین کا انکی کس بات کو ذکر کیا جائے شریعت الدین جو چیزین معار وصف قرار دیگئی ہین انمین سے کون چیز ہے جو بدرجہ کمال انمین نہین پائی جاتی۔ ازالۃ الخفا مین انکی اسی جامعیت کو کیسی خوبصورت عبارت مین ادا کیا ہے کہ سینہ فاروق اعظم را بمنزلہ خانہ تصور کن کہ درہا ے مختلف دارد و در ہر درے صاحب کمالے نشستہ در یک در مثلا اسکندر ذوالقرنین با آن ہمہ سلیقہ ملک گیری و جہان ستانی و جمع جیوش و برہم زدن جنود اعداء و در در دیگر نوشیروانے با آن ہمہ نرمی و لین و رعیت پروری و داد گستری اگرچہ ذکر نوشیروان در صحبت فضائل حضرت فاروق سوء ادب است و در در دیگر امام ابوحنیفہ یا امام مالکی با آن ہمہ قیام بعلم فتاوی و احکام و در در دیگر مرشدے مثل سید عبدالقادر یا خواجہ بہاء الدین قدس سرہما و در در دیگر محدثے مانند مولانا جلال الدین رومی یا شیخ فرید الدین عطار و مردمان گرداگرد این خانہ ایستادہ اند و ہر محتاجے حاجت خود را از صاحب فن خود درخواست می نماید و کامیاب میگردد چون از انبیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہم گذشتی کدام فضیلتے خواہد بود کہ ازین فضیلت بالاتر باشد۔

(۱۱) حضرت سید الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان وحی ترجمان سے جیسے مناقب انکے وارد ہوئے ہین کسی صحابی کیلیے انکے مثل ثابت نہین باستثناء حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے احادیث بھی بکثرت ہین سب کا یا انمین سے ایک معتد بہ مقدار کا ذکر بھی اس مقام پر ناممکن ہے۔ لہذا صرف تین حدیثون پر اس مقام مین قناعت کیجاتی ہے اول حدیث قلیب دوم حدیث میزان سوم حدیث نبوت۔

حدیث قلیب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز بعد نماز فجر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج شب کو مین نے خواب مین دیکھا کہ مین ایک قلیب یعنی کنوین پر ہون اور پانی بھر رہا ہون جسقدر اللہ کو منظور تھے مین نے نکالے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا انھون نے ایک یا دو ڈول نکالے اور کچھ کمزور طریقہ سے نکالے پھر عمر نے انکے ہاتھ سے ڈول لے لیا انکے ہاتھ مین جاتے ہی وہ ڈول چرس ہوگیا مین نے کسی زور آور کو نہین دیکھا کہ وہ اس قوت کے ساتھ پانی بھرتا ہو جس قوت کے ساتھ عمر بھرتے تھے پھر انھون نے لوگون کو اسقدر سیراب کر دیا کہ سب چھک گئے۔

حدیث میزان یہ ہے کہ ایک صحابی نے حضرت صلعم

کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اور حضورؐ نے اسکی تصدیق کی وہ خواب یہ تھا کہ ایک ترازو آسمان سے اتری اسکے پلہ میں حضرت بٹھلائے گئے اور دوسرے پلہ میں تمام مخلوق حضرت ہی کا پلہ بھاری رہا بعد اسکے حضرت کے پلہ میں بجاے حضرت کے ابوبکر صدیق بٹھلائے گئے اور دوسرے پلہ میں بدستور سب مخلوق تو ابوبکر صدیق کا پلہ بھاری رہا اسکے بعد یہی معاملہ حضرت عمر کے ساتھ ہوا اور انکا پلہ بھاری رہا بعد ازاں حضرت عثمان کے ساتھ یہی ہوا اور انکا پلہ بھاری رہا اسکے بعد وہ ترازو آسمان پر اٹھ گئی۔

حدیث نبوت یہ ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد اگر کوئی نبی ممکن ہوتا تو (حضرت) عمر بن خطاب ضرور نبی ہوتے۔

اس مختصر اور نہایت مختصر تذکرہ فضائل کے بعد حضرت فاروق اعظم کی شہادت کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے مفصل واقعات کے ذکر کرنیکی گنجایش نہیں لہذا صحیح بخاری کی ایک حدیث کا ترجمہ اس مقام پر درج کیا جاتا ہے وھو ھذا۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں اس روز نماز فجر میں میں بھی موجود تھا میرے اور حضرت عمر کے درمیان میں صرف ایک صف تھی صف اول میں میرے محاذاۃ میں عبداللہ بن عباس تھے حضرت عمر کی عادت شریف تھی کہ جب جماعت تیار ہوتی تو ہر دو صف کے درمیان میں کھڑے ہوکر دیکھتے اگر صف سیدھی نہ ہوتی تو اسکی سیدھی کرنیکا حکم دیتے اسیطرح جب سب صفوں کو سیدھا کر لیتے تو اپنی جگہ پر تشریف لاتے اور تکبیر تحریمہ کہتے اور اکثر سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا اسکے مثل کوئی سورہ پہلی رکعت میں پڑھتے چنانچہ اسروز بھی انہوں نے ایسا ہی کیا جیسے ہی تکبیر تحریمہ انہوں نے کہی کہ میں نے انہیں فرماتے ہوے سنا کہ مجھے کتے نے قتل کیا یا کاٹ کھایا[1] اسکے بعد وہ عاقر دو دھاری چھری ہاتھ میں لیے ہوے دہنے بائیں جسکو پاتا تھا زخمی کرتا چلا جاتا تھا یہانتک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جنمیں سے سات درجہ شہادت پر فائض ہو گئے ایک مسلمان نے اس کیفیت کو دیکھکر کمبل اسپر ڈال دیا اس کافر نے جب دیکھا کہ اب میں گرفتار ہوگیا تو خودکشی کرکے جہنم میں ہو چلا بعد اسکے حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر کر دیا انہوں نے امامت کی بہت مختصر نماز پڑھا دی[2] بعد ختم نماز حضرت فاروق نے ابن عباس سے کہا کہ دیکھو مجھے کس نے قتل کیا وہ دیکھکر آئے اور بیان کیا کہ مغیرہ کے غلام نے حضرت فاروق نے پوچھا وہی کاریگر غلام؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت فاروق نے فرمایا اللہ اسکو غارت کرے میں نے تو اس سے ایک واجبی بات کہی تھی اللہ کا شکر ہو کہ اُس نے میری موت کسی مدعی اسلام کے ہاتھ پر نہ کی پھر حضرت ممدوح کو انکے گھر میں اٹھا لائے اس روز مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ گویا اس سے پہلے کبھی کوئی مصیبت انکو ہوئی ہی نہ تھی کوئی کہتا تھا کچھ اندیشہ نہیں (اچھے ہو جائیں گے) کوئی کہتا تھا اندیشہ کی حالت ہے۔ اسکے بعد لوگ آنے لگے اور سب حضرت ممدوح

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ میں ہو کہ ابو لؤلؤ نے زہر آلود تین زخم لگائے تھے ۱۲

[2] نماز کا کیسا اہتمام تھا اسکی کیسی عظمت تھی خلیفہ ممدوح سلام جو شہید ہو گئے [illegible] اور مسلمان بھی شہید ہو رہے ہیں مگر کوئی نماز نہیں توڑتا یہ بخاری کی [illegible] ۱۲ [illegible] کہ غلاموں کو اجازت [illegible] جانی اور [illegible] مقرر کر دیا جاتا چنانچہ اس غلام پر بھی کچھ [illegible] مقرر تھا [illegible] شکایت [illegible] جناب ممدوح نے فرمایا کہ تو بہت [illegible] اور [illegible] نہیں [illegible] روز [illegible] معلوم ہوا کہ ابو لؤلؤ مجوسی [illegible] آنحضرت [illegible] اس وجہ سے بھی حضرت فاروق کی شہادت حضرت [illegible] کی شہادت سے افضل ہے۔

کی ثنائے جمیل کرتے تھے اتنے مین ایک نوجوان آیا اور اُسنے کہا یا امیر المومنین آپ خوش ہو جایئے اللہ کیطرف سے آپکو بشارت ہے آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور قدیم الاسلام ہین اسکو آپ خود جانتے ہین پھر آپ خلیفہ بنائے گئے تو آپنے خوب انصاف کیا پھر آپکو رتبۂ شہادت ملا حضرت ممدوح نے فرمایا کاش مین برابر چھوٹ جاؤن نہ عذاب ہو نہ ثواب[ك۱] اسکے بعد وہ نوجوان واپس چلا تو اسکی ازار زمین سے مل رہی تھی حضرت ممدوح نے فرمایا اسکو میرے پاس لاؤ اور فرمایا کہ اے میرے بھائی مسلمان کے بیٹے ذرا اونچی ازار رکھو اسمین کپڑے کی صفائی ہے اور پروردگار کی اطاعت ہے۔

بعد اسکے فرمایا اے عبداللہ بن عمر دیکھو مجھپر کسقدر قرض[ك۲] ہے حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار یا اسکے قریب ہے فرمایا کہ اگر میرا مال کفایت کرجائے تو فبہا ورنہ میرے قبیلہ کے لوگونسے مانگ کر اسکو ادا کر دینا انسے بھی پورا نہ ملے تو قریش سے مانگنا اور کسی سے نہ مانگنا پھر فرمایا ام المومنین عائشہ رض کے پاس جاؤ اور اُنسے عرض کرو کہ عمر آپکو سلام عرض کرتا ہے میرے نام کیساتھ امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ مین امیر المومنین نہین ہون اور عرض کرنا کہ میری خواہش یہ ہے کہ مین اپنے صاحبین کیساتھ دفن کیا جاؤن حضرت صدیقہ نے اسکو منظور فرمایا پھر ام المومنین حفصہ رض کیمینا آئین تو مرد ہٹا دیے گئے پھر تھوڑی دیر مین گریہ کو ہجوم زیادہ ہوا تو وہ پردہ مین چلی گئین۔ لوگون نے کہا کسی کو خلیفہ بنا جائیے تو آپنے فرمایا ان چھ آدمیون سے کسی کو بنا لینا۔ علی طلحہ زبیر سعد عبدالرحمن عثمان۔ عبداللہ کا عیادہ بھی موجود ہو مگر اسکو ہرگز کچھ حصہ اس معاملہ مین نہین ہے پھر فرمایا مین اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہون کہ مہاجرین و انصار

اور نیز تمام اہل اسلام کی حق شناسی کرے اور ہر ایک سے اُسکے مرتبہ کے موافق معاملہ کرے اور اعراب کیساتھ بھی نیک سلوک کرے کیونکہ وہ اصل عرب اور مادۂ اسلام ہین اور مین وصیت کرتا ہون اہل ذمہ مسلم توام سے بھی نیک سلوک کرنا جنسے کوئی معاہدہ خدا و رسول کی جانب سے ہو چکا ہے اسکے بعد ان کی روح اقدس اطہر قبض[ك۳] ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خاتمہ اُسی مقدس چارپائی پر جسپر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اُٹھایا گیا تھا حضرت ممدوح کا جنازہ بھی اٹھایا گیا اور مسجد امام الانبیاء مین نماز جنازہ پڑھائی گئی جنازہ مسجد نبوی مین رکھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے نہایت غمگین آواز مین جس سے رونے کی کیفیت محسوس ہو رہی تھی یہ کہنا شروع کیا کہ اے عمر ابن خطاب اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپکے بعد کوئی شخص نہین ہے کہ مین اپنے نامۂ اعمال کے لیے اُسکے اعمالنامہ کے مشابہ ہونیکی آرزو کرون واللہ مجھے پہلے سے یقین تھا کہ حق تعالیٰ آپکو آپکے صاحبین کے ساتھ دفن کی جگہ دیگا کیونکہ مین نے اکثر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا ہے کہ اپنے ذکر کے ساتھ آپکا اور حضرت ابوبکر کا ذکر فرمایا کرتے تھے حضرت ابن عباس کہتے ہین مین نے پھر کر دیکھا تو یہ بیان کرنیوالے علی ابن ابی طالب تھے۔ فقط

ك۱ یہ بات انہین کا ظرف تھا کہ باوجود اس رتبہ عالی کے اپنے کو کچھ نہ سمجھتے تھے شعر۔ این ست سعدی کہ مردان راہ خدا بزرگی نکردہ سر خود نگاہ۔
ك۲ یہ قرض وہی ہے جو بیت المال سے اُنہون نے اپنا وظیفہ لیا تھا ۱۲
ك۳ اس مقام کو پڑھکر تمام اہل اسلام انا للہ پڑھین کیونکہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے زیادہ اسلام اور مسلمانون کو صدمہ پہونچانے والی کوئی مصیبت نہین پیش آئی۔
ك۴ یہ مضمون اسد الغابہ کا ہے ۱۲
ك۵ یہ مضمون صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت کا ہے ۱۲

اعجاز قرآنی کیطرف خاص توجہ کی ضرورت

اسمین شک نہین کہ قرآن کریم کی خدمت مین مسلمانون نے بہت کوشش کی اور ایسی کوشش کی کہ کسی نبی کی امت سے ویسی کیا معنی اسکی عشر عشیر بھی ظاہر نہین ہوئی۔ سال گذشتہ مین جب لفرے صاحب[1] بالقابہ جو لکھنؤ مین پادری ہین ممالک اسلامیہ کی سیاحت سے واپس آئے تو اس ناچیز سے ملنے کیلیے بھی آئے برسبیل تذکرہ قرآن کی خدمات کا ذکر نکلا مین نے کہا ایک ادنی بات یہ ہے کہ ہر ایک حدیث کی سند جسطرح ہم رسول خدا صلعم تک بیان کر سکتے ہین اور اس کی سند کے تمام راویون کی صداقت و دیانت کا ثبوت علم تاریخ سے دے سکتے ہین آپ ویسی سند انجیل مقدس کے لیے نہین بیان کر سکتے حضرت مسیح علیہ السلام تک تو کجا جامعین انجیل لوقا مرقس متی یوحنا ہی تک آپ کوئی سند کہلا دیجیے تو صاحب ممدوح نے مسلمانون کے دینی خدمات کے علم و اشتغال ہونیکا اعتراف کیا لیکن پھر بھی کیا کوئی کہسکتا ہے کہ قرآن کریم کے علوم و معارف ختم ہو گئے اور صحابہ کرام کے عہد سے لیکر صدیون تک جو خدمات قرآن عظیم کی کی گئین قرآنی حقائق و دقائق کا استیعاب ان مین ہو گیا؟ میرا خیال ہے کہ قرآن پاک کی جسنے کبھی اس نظر سے زیارت کی ہے وہ ہرگز ایسا نہ کہیگا۔

قرآنی علوم مین سے ایک علم اسکے اعجاز کا ہے اور اعجاز کی بھی صدہا قسمین قرآن پاک مین موجود ہین منجملہ انکے ایک اعجاز اسکی پیشین گوئیون کا ہے اسکے متعلق مین ایک مثال ذکر کرتا ہون کہ اب تک خیال اسکو کسی مفسر نے ذکر نہین کیا اور ایسی بہت مثالین خود اس ناچیز کے ذہن مین ہین سورۂ احزاب کی آیت ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم[2]

ترجمہ۔ نہین ہین محمد باپ کسی ایک کے تمہارے مردون مین سے یعنی محمد کی کوئی اولاد ذکور نہین ہے آیت کا سیاق گو اسلیے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی زید بن حارثہ کی منکوحہ مطلقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مناکحت کا جواز ظاہر کیا جاوے مگر ضمنا اس سے اس امر کی پیشین گوئی بھی نکلتی ہے کہ آیندہ بھی حضرت کے اولاد ذکور نہین ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ اس پیشین گوئی کیلیے کوئی قرینہ نہین ہو سکتا لہذا اسکے اعجاز ہونے مین شک نہین رہا کاش کوئی بندۂ خدا اپنی عمر عزیز کا کچھ حصہ قرآن کریم کی اس خدمت کی نذر کرے

---

[1] پادری صاحب ممدوح کی قابلیت خصوصا عربی دانی کی دربار اعلی حکام مین بہت شہرت ہے چنانچہ زمانہ [illegible] مین پیکٹ صاحب پریسیڈنٹ نے کہا تھا کہ افسوس لفرے صاحب سفر گئے ہین ورنہ عربی عبارت کے ترجمہ کے لیے انسے بہتر کون تھا

[2] مختصر تقریر اسکی یہ ہے کہ لفظ کان کلام عرب مین دوام و استمرار کے لیے آتا ہے اسی وجہ سے قرآن مین اوصاف الہی اس صیغہ سے بیان ہوے ہین پس اگر فرضا بعد نزول اس آیت کے حضرت کے اولاد ذکور ہو جاتی تو آیت پر ایک بیجا اعتراض ہوتا جسکا جواب اعتراض کی قوت ثبوت کے برابر نہ ہوتا کیونکہ اولاد ذکور کا ہونا قطعیات سے ثابت ہوتا جیسا کہ اس قسم کے امور مین ہوا کرتا ہے اور اولاد ذکور کی تاریخ ولادت کا نزول آیت سے موخر ہونا ظنیات سے ثابت ہوتا جیسا کہ تواریخ نزول آیات و تواریخ ولادت و وفات بزرگان دین مین مشاہد ہے

شیعہ ایڈیٹروں کی دلیری

ناظرین کو یاد ہوگا کہ شیعوں کے قبلہ و کعبہ فخر الحکما ایڈیٹر اصلاح نے ایک مضمون میں نہایت کھلے الفاظ میں یہ دعوی کیا کہ "ایڈیٹر النجم نے خود اقرار کیا ہے کہ سُنیوں کی کتابوں میں بھی تحریف قرآن کی روایتیں موجود ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ سنیوں کا عمل ان روایات پر نہیں ہے۔"

النجم میں اس بدیہی البطلان دعوے پر مواخذہ کیا گیا اور انکو لکھا گیا کہ اگر آپ کو اپنے مذہب میں سچائی کے شائبہ کا بھی گمان ہو تو اپنے اس دعوے کو ثابت کیجیے اور میری وہ عبارت نقل کیجیے جسمیں میں نے کتب اہل سنت میں وجود روایات تحریف کا اعتراف کیا ہو۔

النجم کے ایک پرچہ میں نہیں بلکہ دو تین کئی پرچوں میں ان سے انکے اس دعوی کے اثبات کا مطالبہ کیا گیا اور انکو بہت غیرت دلائی گئی کہ وہ کیوں اس قدر خود دروغ گو ہیں اور یوں ایسے کذب صریح کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے ہیں

جس زمانہ میں حضرت والد مرحوم کی علالت کا سلسلہ بہت زیادہ ہو گیا تھا اور اکثر میں کاکوری رہتا تھا دوسرے تیسرے روز دو ایک گھنٹے کے لیے لکھنؤ جاتا تھا۔ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایڈیٹر اصلاح نے آپکے اس مطالبہ کا جواب دیا ہے اور اپنے دعوے کا ثبوت پیش کیا ہے چنانچہ نور الحسن صاحب کاتب شیعہ (معین و ناصر مقبول احمد صاحب) نے اصلاح کا پرچہ مجھے دیا ہے اور مجھ سے خاص طور پر فرمایش کی ہے کہ آپ کو وہ پرچہ دکھا کر اسکا جواب حاصل کروں۔"

میں نے اسوقت بوجہ اپنی پریشان خاطری کے اور نیز بوجہ اس اطمینان کے کہ خود میرے دفتر میں بھی اصلاح آیا ہوگا۔ بعد ان پریشانیوں کے دفع ہونیکے انشاء اللہ جواب دے دونگا، اُسوقت رسالہ اصلاح کو نہ دیکھا۔ بعد ان پریشانیوں کے دور ہونیکے اب جو میں نے دیکھا تو رسالہ اصلاح کا وہ نمبر دفتر اصلاح سے میرے پاس آیا ہی نہیں۔ بہت کوشش کی گئی کہ کہیں دستیاب ہو جائے۔ منشی نور الحسن صاحب کو جب کے پاس کئی روز متواتر آدمی بھیجا گیا مگر شاید وہی پرچہ دیکھنے کیلئے جاتا تھا اس بار کو دینے تحریر اصلاح نہ دیا۔ اگر وہ نہ ملا بھی ایسا ہوا ہو تو ایڈیٹر صاحب اصلاح اس تحریر کو دیکھتے ہی وہ پرچہ میرے پاس بھیجدینگے اور میں انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں انکے ثبوت کی حالت ظاہر کردونگا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں۔ اور اگر انھوں نے ایسا کیا ہے جیسا اور بھی کئی بار ہوا ہے اور ظاہر کرنے کیلئے ایڈیٹر اثنا عشری نے تو بہت کمال اپنا اس گنا میں کھلایا کہ ہمیشہ کیلئے سباولی بند کر دیا۔ تو مجھے شکایت نہیں۔ کوشش میں ہوں اگر پرچہ دستیاب ہوا تو جواب دونگا۔ ورنہ کچھ حاجت نہیں۔

ایران کی دادرسی

ایران کے متعلق جو خطرناک خبرین اِس طرف پہونچین جنکا خلاصہ یہ تھا کہ روس ایران پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ اِن خبرون سے ہندوستان کے مسلمانون کو رنج ہوا۔ نہ صرف شیعون کو بلکہ سنیون کو بھی۔ بلکہ بیک سنی شیعون سے زیادہ سنیون کو۔ چنانچہ ایک جلسہ ایران کی ہمدردی کے لیے لکھنؤ مین منعقد ہوا جس طرح سلطنت ترکی کے لیے منعقد ہوا تھا۔

جسوقت سلطنت ترکی کیلیے اِس قسم کے جلسہ کا انعقاد زیر تجویز تھا اُسوقت شیعون کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا کہ شیعون کو اس جلسے سے علیحدہ رہنا چاہیے ہمین کوئی ضرورت سلطان ترکی سے ہمدردی کی نہین ہے بلکہ اُنسے ہماری قوم کو سفر کربلا وغیرہ مین تکلیفین پہونچتی رہتی ہین ٭ اس مضمون کو ایسے ناگوار الفاظ مین ادا کیا تھا کہ اسکے نقل کرنے سے سوا سنیون کی دل آزاری کے اور کوئی فائدہ متصور نہین۔ الغرض کچھ لوگ اس اشتہار کہ ایرانی ہمدردی کے جلسے مین گفتگو اور انھون نے کہا۔ جبکہ شیعون کی طرف سے ایسا اشتہار ہوچکا ہے تو ہمکو کیا ضرورت تھی کہ ہم اُنکی ہمدردی کرین۔

ان لوگون کو سمجھایا گیا کہ ہمارے اس جلسہ کا مقصد لکھنؤ کے شیعون کی ہمدردی نہین ہے لکھنؤ کے شیعون نے جو برے برتاو سنیون کے ساتھ کر رکھے ہین اسکا اثر تمام دنیا کے شیعون پر نہین پڑ سکتا۔ ایک دوسرے صاحب نے اپنی تقریر تفہیم کو یون ادا کیا کہ ہمکو نہ لکھنؤ کے شیعون کے ساتھ ہمدردی ہے نہ ایران کے شیعون سے بلکہ ہمکو اس ملک سے ہمدردی ہے جسکو حضرت فاروق اعظم نے فتح کیا تھا۔

غرضکہ یہ جلسہ بہت کچھ اختلافات کا مجمع تھا لیکن جمہور مسلمان ایران کی مظلومیت کے واقعات سے بہت متاثر او اوران حالات پر بہت متاسف ہین اور دعا کرتے ہین کہ حق تعالے اسکو اغیار سے محفوظ رکھے۔

گورنمنٹ انگلشیہ سے بھی استدعا کی گئی ہے کہ وہ روس کے اثر کو روک دے اور اس نازک حالت مین ایران کی مدد کرے۔

رویت ہلال محرم کے متعلق کوئی اختلاف اس مرتبہ واقع نہین ہوا اور بالاتفاق یکم محرم یوم شنبہ کو قرار پائی۔

اللہ تعالے ایسا کرے کہ مسلمانون سے وہ بدعات جو اس مہینے مین کیا کرتے ہین متروک ہو جائین۔

آمین آمین آمین

قربانی کیلیے فریادین

عنوانِ مذکور کو دیکھکر کوئی صاحب یہ خیال نکرین کہ یہ فریادین اُن جانورون کی ہین جنکی قربانی کیجاتی ہے۔ کیونکہ اُن جانورون کیلیے تو اس سے زیادہ عزت ہو نہین سکتی کہ اپنے خالق کے نام پر اُسکے حکم کے موافق وہ ذبح کر دیے جائین۔ جانورون پر منحصر نہین بلکہ ہر مخلوق کیلیے جنمین اشرف المخلوقات انسان بھی داخل ہے۔ اعلی درجہ کا شرف یہی ہے کہ اللہ تعالے کی راہ مین اسکے حکم کے موافق اسکی زندگی ختم ہو جائے۔ کیونکہ زندگی کوئی دائمی چیز نہین ہے ایک نہ ایک روز اسکو فنا ہونا لازم ہے پھر مذکورۂ بالا طریقہ سے بہتر فنا کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔

بلکہ یہ فریادین اُن لوگون کی ہین جو احکام الٰہی کے مطابق فریضۂ قربانی کی تعمیل کرنا چاہتے ہین اور اُنکو اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے مین طرح طرح کی دقتین پیش آ رہی ہین اور روز بروز بڑھتی جاتی ہین۔

اسوقت دفتر مین بہت سے خطوط اطراف و جوانب کے مسلمانون کے جمع ہین جن مین انھون نے لکھا ہے کہ سال گذشتہ عید کے موقع پر کیسے کیسے مصائب اُن کو پیش آئے اور پھر بھی اکثر مقامات پر ناکامی کے سوا انھین کچھ حاصل نہ ہوا نہایت بیدردی اور بیرحمی کے ساتھ انکے اس مذہبی فریضہ یعنی قربانی مین دست اندازی کی گئی اور رواج قدیم کا بھی کچھ پاس و لحاظ نہ کیا گیا۔

اِن خطوط مین زیادہ قابل ذکر دو خط ہین۔

اول۔ رمضانپور ڈاکخانہ بیریگیہ ضلع مونگیر کا اور

دوسرا۔ موضع نہرون ڈاکخانہ ٹوک پور ضلع [illegible] کا

پہلے خط کی عبارت متعلقہ حسب ذیل ہے۔

"اطراف بہار ضلع پٹنہ مین بہتیری بستیان ہین کہ کثرت اُمرا و غربا مسلمان آباد ہین تعداد کی مردم شماری کے دفتر سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جن بستیون کا نام لکھے دیتے ہین منجملہ ان کے ہین انا نجملہ موضع رمضانپور اور اسکے ہر چہار جوانب دو کوس کے اندر مشہور مواضع کو سنئے۔ مقصود پور تیشیہ۔ بیگسرئی رغیا چک۔ مرگانوان۔ گیلانی سونی۔ ڈمراوں۔ جانوان دنیاو۔ شکرانوان۔ کوری گیمہ۔ مگانوان۔ چردانوان۔ سیدپور زین پورہ۔ ملک چک۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان مواضع مین بکثرت گائین قربانیان دیجاتی ہین۔ ان بستیون پر بہت دنون سے ہندوون کے دانت لگے ہوئے ہین۔ وہان مواضع کی قربانیون کو ہنود ترچھی نظرون سے دیکھ رہے ہین۔ مگر تعداد مسلمانون کی ہنود سے کچھ زیادہ ہے خدا نے تعالی نے ابھی تک محفوظ رکھا ہے۔ سنہ گذشتہ مین بموضع جگنندی ہنود نے جدید مندر مسجد کے قریب تیار کرنا چاہا مگر اللہ تعالی نے مسلمانون کو

کمیٹی فیصلہ ہے اور تمام باتین اسمین باسن وجو دبیان کیگئی ہین نمبر ۲۸ اس رسالہ کو دیکھا ہی۔

ہنود دیہ فتحیاب کریا فلانہ الحمد۔ قصبہ بریگہہ۔ رضا نپور سے یک کوس فاصلہ پر واقع ہے۔ وہان ڈاک خانہ۔ تھانہ۔ ڈاک بنگلہ ہے۔ گرچہ بریگہہ چھوٹا قصبہ ہے مگر وہان تین حصے ہنود اقوام کا یست۔ باہمن۔ ماہوری۔ مارواڑی۔ کوری۔ پاسی۔ کُرمی لوہار۔ بس پھوڑ۔ دوسادھ۔ چمار۔ تیلی۔ وغیرہم خوشحال اور اکثر مشغول۔ تجارت پیشہ آباد ہین اور بازار کا رونق انہین سے ہے۔ اور چہارم حصہ مسلمانان زیادہ تر غربا از قسم نوربافت اور کنجڑے اور کلال اور سادات وپٹھان آباد ہین تین مسجدین ایک قصبہ پر دوم محلہ پر اور سوم فیض آباد مین ہین۔ گر قصبہ اور محلہ کے قریب کچہری زمینداری راجہ ہر پرشاد سنگھہ صاحب وغیرہ کی ہے۔ عرصہ چند سال کا ہوا کہ ایک کایستھ نے قصبہ کی قربانی کو رد کرنے چاہا تھا۔ مگر بعد مقدمہ تحقیقات کے افسر نے آکر مولوی ظہور الحق۔ مولوی عبدالباسط مرحومان و حسمت مبجھلی مسماۃ وغیرہم کے ہان قربانیان کرادی جو آج تک بلا مزاحمت جاری ہے۔ امسال ... کو۔ دسویں ... کا قربانی کا فیصلہ صرف قصبہ والون کے حق مین کامیابی کا ہوا ہے۔ بزعم زمینداری کارندہ و عمال کچہری زمینداری ہنود بریگہہ نے باعانت ہنود اطراف و جوانب یعنی موضع سانوس۔ وبید ولی۔ وبہادرپور۔ وبہیرہ دیکھہ۔ ودارادن۔ دستوبس۔ ونرائن پور۔ وسنتڈاری۔ ونوروزپور۔ وسادا۔ و ... ۔ وکورہ۔ وگلبیہ۔ وفیض اللہ پور۔ وبھتن گہیہ۔ وکوٹوت۔ وٹھوڑی وغیرہا اور ایک مسلمان کلال کی دکان جسمین تین ہزار کا مال جو تا غیرہ

تھا۔ لوٹا۔ بعدہ مسلمانون کے مکانات مین گھسکر خوب لوٹا اور بجوست کیا۔ تھانہ سے مسلمان جمعدار جو انسداد کیلئے چلا اُسکو زدوکوب کیا۔ اور ہنود نے چارو طرف سے شہر کا محاصرہ کیا رستہ بند کردیا کوئی نہ تو اندر گھر سے باہر نکلنے پاتا تھا نہ باہر سے کوئی آدمی اندر شہر بریگہہ کے جانے پاتا تھا۔ سب انسپکٹر صاحب کہین دوسری جگہ گیا ہوا تھا " باقی اینده ان شاء اللہ تعالیٰ "

اور دوسرے خط کا ملخص یہ ہے کہ عید سے پہلے ایک حکم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع بارہ بنکی کا بدین مضمون نافذ ہو کہ جس مسلمان کو بروز عید قربانی گاؤ منظور ہو تو بذریعہ درخواست اجازت حاصل کرلے۔ چنانچہ اکتالیس درخواستین گزرین اور یہان مقامات کی تھین جہان ہمیشہ سے گاؤ قربانی ہوتی تھی۔ درخواستون کا گزرنا تھا کہ ہندوون نے بھی مخالفت کی کوشش کی اور خوب روپیہ خرچ کیا مسلمانون کا بھی روپیہ خرچ ہوا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ منجملہ اکتالیس درخواستون کے صرف آٹھ منظور ہوئین باقی نامنظور۔

حکام کا اسمین کچھ قصور نہین جو کچھ قصور ہے ہمارا ہے۔ ہم اگر حکام کو اپنی اس فریضہ کی اہمیت سے اور نیز اس امر سے کہ اس سے ہندوون کی دل آزاری ہمین مقصود نہین ہے نہ انکی دل آزاری ہوتی ہے بلکہ محض بیجا تعصب کی وجہ سے وہ اسکو دل آزار کہتے ہین آگاہ کرین تو انشاء اللہ ان مصائب کا سامنا انکو نہ ہوے

مناظرہ - اور - اظہار حق

حصۂ ہفتم

شیعہ سنی کا مناظرہ - قرآن کریم اور عقل سلیم کی شہادت سے حق کا فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

خدا اور انتظار حمد ما نیست محمد چشم بر راہ ثنا نیست

محمد حامد حمد خدا بس خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس

اللّٰھم صل علےٰ سیدنا محمد و علےٰ ال سیدنا محمد کما صلیت علیٰ سیدنا ابراہیم و علیٰ ال سیدنا ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی (سیدنا) محمد و علی آل سیدنا محمد کما بارکت علیٰ سیدنا ابراہیم و علی ال سیدنا ابراہیم انک حمید مجید -

الحمد للہ کہ اس مناظرہ کے چھ حصے ختم ہو گئے - پہلے دونوں حصوں میں قرآن کریم کی بحث بعونہ تعالےٰ ایسی کامل ہو چکی ہے کہ کوئی شیعہ انصاف و حیا کو ساتھ لیکر (گو اسکی توقع شیعوں سے ایک آنے محال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی) کسی طرح نہیں کہہ سکتا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر ہو سکتا ہے بلکہ اس کے اقرار سے کوئی مفر نہیں کہ

سلہ یہ درود شریف وہی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے باسانید صحیحہ کثیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بعض شیعہ ناواقف سنیوں پر یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ آل کا رتبہ اصحاب سے زیادہ ہونا یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں آل پر درود پڑھنے کی تعلیم ہوئی اصحاب پر نہیں ہوئی - حالانکہ یہاں لفظ آل سے اولاد یا اہل خاندان مراد نہیں ہیں - بلکہ وہ تمام لوگ مراد ہیں جنھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا - جن میں اصحاب فرد کامل و اکمل ہیں قرآن مجید میں کئی جگہ آل کا لفظ بمعنی متبعین مستعمل ہوا ہے اور بمعنی اولاد و اہل خاندان کہیں نہیں مستعمل ہوا - قولہ تعالیٰ و اغرقنا آل فرعون " البتہ آل کا اطلاق اور نیز لفظ آل کی جمع (دیکھیے صفحہ ۲)

قرآن کریم پر ایمان رکھنا مخصوصاتِ اہلِ سنت سے ہے۔

مناظرہ کے اِن دونوں حصوں مین بتائیدِ الٰہی ہاں محض بتائیدِ الٰہی یہ دَس باتین ثبوت کے اُس اعلیٰ پیمانے پر پہونچا دیگئی ہین کہ دنیا مین آج تک کوئی مقصد اُس سے اعلیٰ پیمانہ کے ثبوت پر نہ پہونچا ہے نہ پہونچ سکتا ہے[1] وہ دَس باتین حسبِ ذیل ہین۔

(۱) شیعہ تحریفِ قرآن کے معتقد ہین۔

(۲) تحریفِ قرآن کا عقیدہ ائمہ معصومین سے منقول ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) یعنی لفظ اہل کا اطلاق زوجہ پر آیا ہے قولہٗ فالتقطہٗ آلِ فرعون "کیونکہ یہ اٹھانیوالی حضرت موسیٰ کی باتفاق جمیع مفسرین واہلِ سیر آسیہ زوجۂ فرعون تھین وقولہٗ تعالیٰ قال لاھلہ امکثوا" وقولہٗ تعالیٰ وسار باھلہ یہان بھی جمیع مفسرین ومورخین کا اجماع ہے کہ اس سفر مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ سوا انکی بی بی کے کوئی نہ تھا۔ دوسری دلیل یہان لفظ آل سے تبعین مراد ہونیکی یہ ہے کہ اگر آل سے اولاد یا اہلِ خاندان مراد ہون تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آلِ ابراہیم مین بلاشبہہ داخل ہون گے اور جب حضرت بھی داخل ہوگئے تو معاذ اللہ یعنی اس درود شریف کے خبط ہوجائین گے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ ایک ہوجائینگے وھو غیر جائز ہٰذا ما المعنی ربی۔ [1] ان دَس باتون کا ثبوت تو بالاستقلال پیش کیا گیا ہے اور ضمناً جس قدر مطالب نفیسہ ابتدای مناظرہ حصہ اول سے اسوقت تک بیان ہوچکے ہین وہ بیشمار ہین مثلاً شیعون کے امام مولوی حامد حسین صاحب کے عجیب وغریب لطائف بحث قدحِ احادیث وتیز دوسرے مباحث مین انکی ایسی لطیف لطیف کارروائیان ہین جنکو دیکھکر بے اختیار یہ بات زبان سے نکل جاتی ہے کہ یا خدا یہ کیسے دماغ کا شخص تھا کیا علمای یہود ونصاریٰ کی حق پوشی وباطل پروری جو تونے اپنی کتاب مقدس مین بیان فرمائی ہے وہ اس سے بھی بڑھی ہوئی تھی؟ اور مثلاً شیعون کا انبیا علیہم السّلام کی اہانت وتذلیل کرنا حضرت آدم کو حاسد کہنا انکی ذات اقدس مین حصول کفر کا پایا جانا معاذ اللہ منہ۔ اس بحث مین مولوی دلدار علی سے لیکر مولوی حامد حسین صاحب تک جن جن حضرات نے طبع آزمائی کی تھی سب کی قلعی کھولدی گئی ہے اور مثلاً شیعون کا قاتل امام حسین ہونا۔ یہ بحث بھی نہایت لطیف ہے اس بحث کے دیکھنے کے بعد کوئی شخص شیعون کے قاتل امام حسین ہونے مین ذرہ برابر شک نہین کرسکتا۔ الغرض ضمناً جو مطالب بیان ہوے ہین وہ بہت ہین دیکھو مناظرہ حصۂ اول۔

(۳) عقیدۂ تحریف کی نقل ائمہ معصومین سے قطعی[۱] ہے۔

(۴) شیعون مین گنتی کے دو چار آدمی جو تحریف کی تمام اقسام[۲] کے منکر ہین۔ وہ اہل سنت کے دامن کی پناہ گزین ہوے ہین اپنے عقیدہ کی کوئی سند ائمہ تک نہین پہونچا سکے نہ پہونچا سکتے ہین۔

(۵) شیعون کی تمام روایتین تحریف قرآن پر نص صریح ہین۔[۳]

(۶) تحریف قرآن کے خلاف شیعون کے یہان کوئی روایت نہین ہے۔[۴]

---

[۱] اس کے قطعی ہونے کے بہت وجوہ ہین جنکو ہم سابقًا بیان کر چکے ہین انکا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ معتقد تحریف ہین وہ شیعون کے اکابر محدثین سے ہین اور ان مین سے بعض نے بلا واسطہ ائمہ معصومین سے تعلیم پائی ہے اور انھون نے اس عقیدہ کی روایتین اپنی اُن کتابون مین درج کی ہین جنمین معمول بہا احادیث کے لکھنے کا التزام کیا ہے اور زمانہ ائمہ مین اور نیز اُنکے بعد غیبت صغریٰ کے اختتام تک کسی شیعہ نے عقیدہ تحریف مین اختلاف نہین کیا۔

[۲] شیعون کے یہان قرآن کریم مین معاذ اللہ کئی قسم کی تحریف ہوئی ہے جیسا کہ ہم کئی جگہ بیان کر چکے ہین (۱) باعتبار کمی کے (۲) باعتبار زیادتی کے (۳) باعتبار تبدیل و تغیر کے (۴) باعتبار نقص ترتیب کے۔ ان چارون قسم کی خرابیون کو مولوی دلدار علی صاحب نے تحریف کہا ہے۔ سلف سے آجتک کوئی شیعہ ان چارون قسمون کی تحریف سے قرآن کو پاک نہین کہتا سوا شریف مرتضی اور صاحب مجمع البیان و شیخ طوسی و ابن بابویہ کے اور شاید بڑی تلاش سے دو ایک آدمی اور نکل آئین۔

[۳] چنانچہ خود انکے علما نے اس کا اقرار کیا ہے۔ مولوی حامد حسین و مولوی دلدار علی و صاحب تفسیر صافی و علامہ خلیل قزوینی وغیرہ کا اعتراف نقل کیا جا چکا ہے۔

[۴] چنانچہ مولوی دلدار علی صاحب نے اساس الاصول مین عقیدہ تحریف کو گو اصول مذہب مین شمار کیا ہے گو ان اصول مین جو ضروریات دین سے نہین ہین۔ اور ہمارے معاصر اڈیٹر الشمس بھی لکھ چکے ہین "کہ مثبت تحریف خاطی ہے منکر تحریف خاطی" نیز صاحب مجمع البیان وغیرہ بھی اپنے اُن پیشوایان قدیم کو کافر نہین کہتے جو معتقد تحریف تھے۔ اگر قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات دین سے ہوتا تو ضرور منکر قرآن کافر کہا جاتا۔ آج جس شیعہ کو حوصلہ ہو وہ اپنے علما سے پوچھ کر دیکھ لے معتقد تحریف کے کافر کہنے سے کس درجہ وہ گریز کرتے ہین اسی سے وہ تمام سبز باغ کا پتہ لگا سکتا ہے۔

(۷) شیعون کا متفقہ اصول ہے کہ تمام صحابہ عموماً باستثناے دو چار او حضرات خلفاے ثلثہ خصوصاً در پردہ اسلام کے مخالف تھے۔ قرآن کی بے اعتباری ثابت کرنے کیلیے یہ بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ یہ انھین کے انتظام سے جمع ہوا ہے۔

(۸) جو شیعہ منکر تحریف قرآن ہین وہ بھی قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات دین سے نہین جانتے۔

(۹) اہل سنت مین سلف سے آج تک کوئی تحریف قرآن کا قائل نہین ہوا وہ قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات[۶] دین سے جانتے ہین منکر قرآن کو کافر کہتے ہین۔

(۱۰) اہل سنت کی کتابون مین کوئی روایت تحریف قرآن کی نہین ہے بلکہ انھون نے صبح صادق سے بھی زیادہ قرآن کے کامل و مکمل ہونے کو دکھا دیا ہے کسی معاند و مکابر کی بھی مجال نہین ہے کہ قرآن شریف مین تحریف کا خفیف سا احتمال بھی نکال سکے۔ جن لوگون کو حب باطل نے اندھا کر دیا تھا اور انھون نے اہل سنت کی کچھ روایتین اثبات تحریف مین پیش کی تھین وہ روایتین تحریف سے کوسون دور ہین اور عجب یہ کہ خود انھین کے علمانے انکا تحریف پر نہ دلالت کرنا بیان کر دیا ہے۔[۵]

تلک عشرۃ کاملہ

چھ سال سے زائد ہوے کہ یہ مضامین عامہ مخلوق کے سامنے پیش ہو چکے درحقیقت ہندوستان کا کوئی گوشہ نہین جہان انجم کی آواز نہ پہونچی ہو۔ بلکہ اگر سننے والے کان کسی کے پاس ہون تو وہ سن سکتا ہے کہ پہاڑون کی چٹانین بھی اسکی آواز سے گونج رہی ہین اور سمندر کی لہرین بھی اسی آواز کی زمزمہ سنجی کر رہی ہین۔ لیکن وا حسرتا کہ شیعون مین کسیکو توفیق نہ ملی کہ ان پاکیزہ مباحث پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا اور انجم کا کوئی

---

[۵] اس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ مولوی حامد حسین صاحب نے بڑی بحث تحریف مین اسکے اقرار پر مجبور ہو کر لکھا ہے "مصحف عثمانی کہ حضرات اہل سنت آنرا قرآن کامل اعتقاد کنند معتقد نقصان آنرا ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام پندارند" اور صاحب مجمع البیان کی عبارت بھی مناظرہ حصہ دوم مین نقل ہو چکی ہے جسمین انھون نے ان روایتون کو جنکو مولوی حامد حسین صاحب و مولوی دلدار علی صاحب تحریف پر نص صریح کہتے تھے نسخ تلاوت کی مثال مین ذکر کیا ہے اور ایک سرمو اہل سنت کی تحقیق انیق سے اختلاف نہین کیا۔ [۶] دیکھو مناظرہ حصہ اول و دوم کہ یہ سب مضامین عماد حسین صاحب کے دلائل ہو رہے ہین۔

کہ کوئی معقول جواب دیتا یا اعتراف حق کو اپنے دل[1] سے زبان پر لاتا الا شاذ و نادر و النادر کالمعدوم۔

مناظرہ کے تیسرے حصہ سے قول معصوم کی بحث شروع ہوئی ہے اور اس بحث مین حسب ذیل امور پر روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

(۱) معصوم سے فریقین کی کیا مراد ہے۔ اور ہر فریق اپنی مراد پر کیا دلیل پیش کرتا ہے؟[2]

(۲) معصوم سے اخذ احادیث کا کیا طریقہ ہے یعنی شیعون کی اخذ احادیث کا طریقہ زیادہ قابل اعتبار ہے یا سنیون کا

(۳) احادیث سے اخذ احکام کا کیا طریقہ ہے۔

ان امور مین سے امر اول کے متعلق تو کامل تنقیح ہو چکی اور تیسرے حصہ مین اسکی بحث جیسی چاہیے تھی ختم ہو گئی اور بعونہ تعالیٰ یہ بحث بھی ایسی کامل ہوئی کہ اب کسی ناحق شناس کی جرأت نہین ہو سکتی کہ باوجود ادعائے اسلام کے حضرت سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا آپ کی اُمّت مین سے کسی کو معصوم واجب الاطاعۃ کہے اور اُس ہوئی نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوان فیض کے چند خوشہ چینون کو اُسکا ہمسر و ہم رتبہ قرار دے (نعوذ باللہ)

امر دوم کے متعلق چوتھے حصہ مین بحث شروع ہوئی مگر اس حصہ مین صرف شیعون کے اخذ حدیث کے طریقہ پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے اور جو جو نقائص ان کے طریقۂ اخذ حدیث مین ہین انپر بحث کیگئی ہے اس بحث کی نسبت میرا خیال اس قدر ضرور ہے کہ شاید اس جامعیت کے ساتھ اور کسی کتاب مین نہ ملے۔ پوری بحث کے دیکھنے کے بعد ہر شخص انصاف کر سکتا ہے۔ اس مقام پر مین خلاصہ اس بحث کا جو ایک نقشہ کی صورت مین دیا گیا تھا ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔

لہ اسپر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اگر کسیکو معلوم ہو جائے کہ میرا مذہب حق نہین ہے بلکہ فلان مذہب حق ہے تو وہ ہرگز اپنے مذہب پر قائم نہ رہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم مین خبر دی ہے کہ بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہین کہ اُن کو معرفت حق حاصل ہو جاتی ہے اور قبول حق سے منحرف رہتے ہین چنانچہ فرمایا۔ " یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم " اور فرمایا۔ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ پس حضرات شیعہ خصوصاً انکے علما اسی قسم کے انسانون مین ہین کہ باوجود معرفت حق کے زبان سے اعتراف نہین کرتے یہی وجہ ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے جب شیعون کے کفر کی بابت پوچھا گیا تو انھون نے فرمایا کہ خواص کافر ہین عوام فاسق ہین ۱۲

لہ جیسے ممتاز حسین صاحب کہ انھون نے اپنے سنی ہو جانیکا اعلان انجم مین شایع کرایا تھا اور اپنے سنی ہو جانیکے وجوہ بتفصیل لکھے تھے اس اعلان کا شیعہ صاحبون کو آج تک داغ ہے۔ کچھ جواب تو نہ دے سکے۔ ہان فرضی قصے بہت سے انکے خانہ تصنیف کر چکے مگر جنکا کذب بھی بحمد اللہ علی الفور ظاہر ہو گیا اور مصنفین کو سوا ذلت کے کچھ حاصل نہ ہوا ۱۲   لہ دیکھو کتاب تذکرۃ الرشید ۱۲

احادیث شیعہ کی بے اعتباری کے وجوہ

نام وجہ	طریق استدلال
(۱) عدم ثبوت عصمت ائمہ	شیعون کی احادیث کا سلسلہ چونکہ باستثنائے شاذونادر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نہین پہونچتا بلکہ انکی امت کے چند بزرگون تک پہونچتا ہی جو بالاتفاق معصوم ہین اور جنکا قول وفعل بنص قرآنی حجت شرعی ہی جو شیعون کے نزدیک مثل رسول کے ہین معصوم ہین انکا قول وفعل بھی مثل رسول کے قول وفعل کے حجت شرعیہ ہے۔ لہذا شیعون کی حدیثون کا شرعًا قابل اعتبار ہونا عصمت ائمہ پر موقوف ہی جسکو کسی شیعہ نے آج تک ثابت نہین کیا نہ تاقیامت کرسکتا ہی۔ شیعون نے جس قدر دلائل عصمت ائمہ کے پیش کیے ہین اور انکے بڑے بڑے منطقیون نے مثل انکے امام اعظم حلّی وغیرہ کے جیسے بے سروپا مقدمات ترتیب دیے ہین۔ انکی حالت دیکھنا ہو تو النجم کا مناظرہ حصہ سوم ملاحظہ فرمائیے۔
(۲) عدم تیقن اصحاب ائمہ	علمائے شیعہ نے مثل علامہ مرتضیٰ و مولوی دلدار علی صاحب وغیرہ کی تصریح کی ہی۔ اور اس تصریح پر واقعات نے ان کو مجبور کردیا ہی۔ ان کو صاف صاف کہنا پڑا ہی کہ اصحاب ائمہ نے ائمہ سے نہ فروع دین یقین کے ساتھ حاصل کیے تھے نہ اصول دین۔ بلکہ علمای شیعہ نے یہان تک لکھدیا ہی کہ اصحاب ائمہ تحصیل یقین کے لیے مکلّف بھی نہ تھے بلکہ انکو حکم تھا کہ فاسق وفاجر سے بھی احکام دین سیکھ لیا کرو اور اُنپر عمل کیا کرو چنانچہ اصحاب ائمہ کی یہ حالت تھی کہ امام موجود ہوتے تھے مگر اُن سے مسائل دینیہ کی تحقیق نہ کرتے تھے۔ مسائل مین باہم لڑتے جھگڑتے تھے مگر امام سے جاکر کوئی بھی فیصلہ نہ کراتا تھا علمای شیعہ کی تصریحات اس بارے مین مع واقعات کے مناظرہ کے حصۂ چہارم مین منقول ہوچکی ہین لہذا جب اصحاب ائمہ کی یہ حالت بے احتیاطی کی تھی اور احادیث ائمہ سے اُنکی بے رغبتی اس حد تک پہونچی ہوئی تھی تو کیونکر اطمینان کرلیا جائے کہ جو حدیثین ائمہ کے نام سے وہ بیان کرتے ہین وہ درحقیقت انھون نے ائمہ سے سنی ہین۔ اور اگر سنی ہین تو انکے یاد رکھنے کی کوشش کی ہی۔ جب ایک چیز کا شوق

نام وجه	طریق استدلال
	نہین ہوتا تو وہ انسان کو یاد نہین رہتی اور شوق کی حالت مین جو بات سنی جاتی ہی وہ مدتون یاد رہتی ہی۔ اسکے مقابل مین اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق و ذوق کی حالت دیکھو جسکا نمونہ ہم مناظرہ کے شروع حصہ چہارم مین لکھ آئے ہین۔ جب کوئی مسالہ پیش آتا سفر کرکے حضور نبوی مین حاضر ہوتے اور اس مسالہ کی تحقیق کر لیتے۔ مہینون کا سفر صرف ایک ایک حدیث کے لیے برداشت کر لیتے جب انکو مسائل پوچھنے کی ممانعت ہو گئی تھی تو یہ آرزو کیا کرتے تھے کہ کوئی اعرابی آئے اور مسائل پوچھے۔
(۳) صداقت	اصحاب ائمہ مین صداقت اور امانت اور وفا بالکل نہ تھی۔ جیساکہ اصول کافی کی روایت مین مذکور ہی خود ائمہ نے اپنے اصحاب کے کاذب ہونے کی شہادت دی ہی بعض کا نام بھی بتا دیا ہی مثلاً زرارہ کہ اُسکو امام نے قسم کھا کر فرمایا کہ جھوٹا ہی مجھپر جھوٹ جوڑتا ہی اور مثل ابو الجارود کے کہ امام نے اسکو کذاب مکذب کہا۔ مگر حضرات شیعہ ان اصحاب کو اب تک مانتے ہین اور امام کے قول کا اعتبار نہین کرتے۔ ائمہ کو اپنے اصحاب کے کثرت کذب پر خود بھی تعجب ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ "گویا اللہ نے انپر فرض کر دیا ہی کہ ہمپر جھوٹ جوڑا کرین"۔ بخلاف اسکے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھو کہ ان مین ایک بھی کاذب نہ تھا بڑے صادق القول تھے ان کی صداقت کی یہ حالت تھی کہ ان کے دشمنون کو اسکا اعتراف کرنا پڑا خود شیعون نے اپنے ائمہ سے روایت کی ہی کہ اصحاب رسول صادق تھے۔ یہ تمام روایتین مناظرہ کے حصہ چہارم مین منقول ہو چکی ہین۔
(۴) تناقض	ائمہ کے اقوال جو شیعون نے روایت کیے ہین ایک دوسرے کے متعارض متناقض ہین حتیٰ کہ خود ایک ہی امام کے اقوال مین باہم تعارض و تضاد ہی اس اختلاف کی شدت سے محدثین شیعہ کے ہوش و حواس درست نہین ہین۔ باتین تو بہت بنائی گئی ہین۔ مگر زمانہ کے بگاڑے ہوے کو کون بنا سکتا ہی۔ محدثین شیعہ نے اس اختلاف کے بہت سے اسباب بیان کیے ہین۔ (۱) یہ کہ ائمہ کے اوپر جھوٹ بہت جوڑا گیا ہی یہ اختلاف اسکے سبب سے ہے (۲) ائمہ تقیہ کی حالت مین خلاف اپنے مذہب کے فتوے دیدیا کرتے تھے یہ اختلاف اسکے سبب سے ہی (۳) ائمہ نے فرمایا ہم کبھی علانیہ [illegible]

طریق استدلال	نام وجہ
ڈال دیا اس مصلحت سے کہ اگر وہ سب ایک بات پر متفق ہو جاتے تو لوگ انکو ہم سے روایت کرنے مین سچا سمجھینگے اور ہمارے شیعون کا روایت مین سچا سمجھا جانا خود انکے لیے بھی مضر ہے اور ہمارے لیے بھی۔ الغرض خواہ سبب اس اختلاف کا کچھ ہی کیون نہ ہو مگر شیعون کی روایتین قابل اعتبار نہ رہین۔ شیعون کی احادیث کا اختلاف اس حد تک پہونچا ہوا ہے کہ انکے محدثین اپنی کتابون مین اسکا رونا بہت روئے ہین۔ مولوی دلدار علی صاحب اساس الاصول (صفحہ ۵۱) مین لکھتے ہین "عن احادیث الماثورة عن الائمة مختلفة جدا لا یکاد یوجد حدیث الا وفی مقابلته ما ینافیه لا یتفق خبر الا وبازائه ما یضاده حتی صار ذلک سببا لرجوع بعض الناقصین عن اعتقاد الحق" یعنی حدیثین جو ائمہ سے مروی ہین بہت مختلف ہین کوئی حدیث ایسی نہین ہے جسکے مقابلہ مین اسکی منافی حدیث نہ ہو، کوئی خبر ایسی نہین ہے جسکے ساتھ اسکی منافی خبر نہ ہو یہانتک کہ یہ اختلاف بعض ناقص لوگون کے مذہب حق سے پھر جانیکا سبب ہو گیا۔ پھر مزید بران یہ کہ اس اختلاف کا دفعیہ اصول شیعہ پر ناممکن ہے اسکی تصریح بھی علمائے شیعہ کر چکے ہین جسکو ہم اوپر لکھ چکے ہین۔	
تقیہ کی بحث مناظرہ کے حصۂ چہارم مین ایسی کامل ہو چکی ہے کہ بحول اللہ وقوتہ اب کسی مکابر و مجادل کی بھی مجال نہین ہے کہ اسمین کچھ چون و چرا کر سکے۔ جتنی تاویلات بلکہ تسویلات حضرات شیعہ کیا کرتے تھے سب خاک مین ملا دی گئین۔ اور یہ تین باتین آفتاب بے سحاب کی طرح روشن کر کے دکھا دی گئین (۱) تقیہ کے معنی جھوٹ بولنا یا خلاف اپنے اعتقاد کے کوئی بات کہنا کوئی کام کرنا۔ (۲) تقیہ ہر شیعہ پر فرض عین ہے جو نہ کرے وہ بے دین و بے ایمان ہے۔ (۳) تقیہ ہر ضرورت کے موقع پر ضروری ہے۔ ضرورت کی تشخیص ہر شخص کی رائے پر محول ہے۔ تیسری بات کے متعلق تقریباً چالیس مواقع ائمہ کے تقیہ کرنیکے شیعون کی صحیح ترین کتب سے نقل کیے گئے ہین۔ جنمین ذرہ برابر ضرورت تقیہ کی نہین معلوم ہوتی۔ کسی شیعہ کے	(۵)

ایم جے برادران کا مشہور

"اصل سلیمانی نمک"

قیمت

فی شیشی	۱۲/
فی بوتل	۱/۱۲ للعہ

مصدقہ کیمیکل اکزامنر مشہور ڈاکٹر سی سکلین صاحب بہادر بی - ایچ - دی - ایف - سی - ایس

محصولڈاک ۴/ و ۱۲/ ایک بوتل مین ۲ شیشی نمک رہتا ہی

اس اصل سلیمانی نمک کے فوائد کا شہرہ تمام عالم مین ہو رہا ہی اور عام طور پر لوگ اسکو بدہضمی اور ضعف معدہ کی تمام بیماریونمین استعمال کرکے فائدہ اٹھاتے ہین

عرصہ پچیس سال سے ہندوستان مین رائج ہی تمام نقلی سلیمانی نمک جو اسکی تقلید مین چلائے گئے اسکے مصدقہ فوائد کا مقابلہ نہین کر سکتے اسمین کوئی ڈاکٹری یعنی انگریزی دوا نہین ملائی گئی ہی اور اسکے استعمال سے ہمیشہ بلا ضرر فائدہ خاطر خواہ ہوتا ہے

تمام امراض شکم جو معدہ کی خرابی اور ضعف ہاضمہ سے پیدا ہوتے ہین جیسے بدہضمی - سودہ شکم - بادگولہ - کمی اشتہا بہوک نہ لگنا - کھٹی ڈکارین آنا - سینہ جلنا - پاخانہ صاف نہ آنا - گرانی رہنا - غذا ہضم نہ ہونا - دست و قے ہونا - بلاہاد جی متلانا - ریاح کی زیادتی ہونا - قبض رہنا - ہضم کے وقت تبخیر ہونا - اور سر درد کرنا - **و دیگر شکایات مثل اسہال** پیچش - ہیضہ - تخمہ - درد قولنج - پیٹ مین کیڑیان پڑنا - بواسیر - استسقاے کھانسی - پیشاب زیادہ ہونا - گٹھیا نقرس اور جلدی امراض - داد - سوزاک - بچہو کے کاٹے کا زہر - **بچونکو دانت نکلنے کی تکلیف وغیرہ مین** تیر بہدف فائدہ بخشتا ہی -

سرٹیفکیٹ { **عالیجناب نواب محمد اسحاق خانصاحب سشن جج بہادر** نے ارقام فرمایا ہی کہ ایم جے برادران کا اصل سلیمانی نمک بہت بہی ہاضم ہی **جناب** ایم - این سانیال صاحب منصف نے ارقام فرمایا ہی کہ ایم جے برادران کا اصل سلیمانی نمک ضعف ہاضمہ کا علی علاج ہی - **جناب** مسٹر دبی ڈپٹی پاسٹ ماسٹر انسپکٹر صاحب **جناب ڈاکٹر** معین الدین صاحب اسپتال اسسٹنٹ **جناب حکیم** محمد ابو جعفر صاحب معالج مہاراجہ بنارس **جناب حکیم** محمد عین صاحب سنیاتہ و مشہور طبیب بنارس اور ہزارہا معزز اشخاص نے اسکے بارہ مین سرٹیفکیٹ لکھے ہین

مِلنے کا پتہ

قادر بخش بخشی، مقام قادری بلڈنگ بنارس چھاونی

رسائل مختصرہ مفیدہ

تصنیف حضرت مولانا السید محمد حسین صاحب قاضی القضاۃ عم فیضہ

حصر النواہی عن ارتکاب الملاہی

یہ رسالہ مسئلہ غناء کے متعلق ہے ایک مستفتی کا جواب ہے عبارت نہایت صاف و سلیس ہے اور یہ حرمت غناء کو دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے اور آیۂ کریمہ لہو الحدیث میں اسکا داخل ہونا بالکل واضح کر دیا ہے قیمت صرف ۱/

محصول ڈاک اور فیس ویلو ہر حال میں ذمہ خریدار ہوگا

الاغناء فی تحریم الغناء

یہ رسالہ بھی مسئلہ غناء کے متعلق ہے آیۂ کریمہ قرآنیہ سے حرمت غناء کا قطعی ثبوت دیکھنے کے قابل ہے اور عمدہ نیا طرز استدلال جو اس رسالہ میں ہے شاید اہل علم کے مزید لطف کا باعث ہوگا - زبان اردو قیمت (۱/)

یہ رسائل حضرت مولانا ممدوح کی تصنیف ہیں مختلف فیہ اور کثیر الآرا مسائل کے متعلق ہیں جنکی بابت آجکل بہت شور ہے ان رسائل میں ان مسائل کا ایسا قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے اور ایسے دلائل سے حق کی حقیت اور باطل کا بطلان ظاہر کیا گیا

التحقیق المجتبیٰ فی غیب المصطفیٰ

عربی زبان میں ایک مستفتی کا جواب ہے مستفتی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہنا کس طرح جائز ہے یا نہیں حضرت ممدوح نے دلائل شرعیہ سے اسکا عدم جواز ثابت فرمایا ہے قابل دید ہے قیمت صرف (۱۰/)

ابراز المکنون فی مبحث العلم ما کان وما یکون

اس رسالہ میں حضرت ممدوح نے محققانہ اور ناقدانہ طور سے اس عقیدۂ فاسدہ کی تردید کی ہے کہ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم حاصل تھا نیز بعض خیالات کا ابطال مد نظر ہے زبان عربی قیمت صرف (۶/)

کہ جواب دیکر اگلی تحریر باقی نہیں رہی شائقین اگر ان رسائل کی تلاش کرتے تھے اور ناکام رہتے تھے تو اس ناچیز نے کوشش کرکے ان سب رسائل کو طبع کرایا ہے اور قیمت بغرض تعمیم نفع بہت قلیل رکھی ہے جو صاحب یکمشت سب رسائل خرید فرماوینگے انسے بجائے (۱۲/) کے (۱۰/) لیے جاوینگے

ایضاح الصائب فی تفسیر علم الغائب

یہ رسالہ بھی مسئلہ علم غیب کے متعلق ہے علم غیب کے معنی کی تحقیق فی الواقع قابل دید ہے اس معنی کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علم غیب ذات پاک باریتعالیٰ کے مختصات سے ہے زبان عربی قیمت ڈیڑھ آنہ (۱۰/)

ازاحۃ العیب عن مبحث علم الغیب

یہ رسالہ مسئلہ علم غیب میں تمام رسائل سابقہ کے بعد حضرت مصنف ممدوح نے آخر میں تحریر فرمایا اور علمائے حرمین شریفین نے اسکو بہت پسند کیا - اصل رسالہ عربی زبان میں ہے اردو ترجمہ کے ساتھ چھپا ہے قیمت (۱/)

المشتہر حکیم سید حافظ احمد و سید خلیل احمد محلہ کٹرہ حیدر حسین خان شہر لکھنؤ



نمبر ۳ | فہرست مضامین | جلد

قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ مین دو بار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷ و ۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ تعالی شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خالص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور بعند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	ے
ششماہی	عمہ
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کرلیا جائیگا۔

(۴) چندہ بہر حال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب درمیان سال مین خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت مین محرم سے اسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائین اور چاہے صرف بقیہ دنون کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدین۔

(۷) جو صاحب مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہین ایکسال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کرائین چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے بطلبین۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۱ روپیہ قیمت کی انعام مین دیجائیگی۔

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے۔ مسلمانون کے عقائد و خیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہین۔

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ مین مضامین تصوف کہا جاتا ہے۔ اس ذیل مین انشاء اللہ تعالی بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح و حالات ہدیہ ناظرین ہونگے۔

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص خاص ضروری مسائل سے متعلق ہو۔

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملون سے اسلام کی حفاظت اسلام کی حقیت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ مین کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبرون کا بھی ہوگا خبرین جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی۔

(۵) ہر سال جو کتاب انعام مین تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالی بیشتر و اکثر سلف صالحین مین سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی۔

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	[illegible]	[illegible]	للعہ	للعہ
ایک کالم	لعہ	للعہ	عہ	[illegible]
پورا صفحہ	لعہ	[illegible]	صہ	[illegible]

اتفاقی اشتہار فی سطر ۲ کم ۴ راجرت ضمیمہ فیصدی ۸ بشرطیکہ قواعد ڈاکخانہ کے خلاف نہو

اعلیحضرت ملک معظم جارج پنجم و علیا حضرت ملکہ معظمہ دام اقبالہما کی تشریف آوری تاجپوشی کی خوشی مین

دیش اپکارک اوشدھالیہ کی تمام ادویات و کتب

معہ مشہور و معروف دوائی

"امرت دھارا" (رجسٹرڈ)

(رجسٹری شدہ)

۳۱ جنوری ۱۹۱۲ء تک ¼ قیمت پر ملینگی گویا روپیہ مین ۴ آنہ کی رعایت ہوگی

اِس حساب سے امرت دھارا کی بڑی شیشی کا دام ۱۲ آنہ اور چھوٹی شیشی کا ۱۰ آنہ اور نمونہ کا ۶ آنہ ہوگا

ایک پیسہ کا کارڈ بھیجکر مکمل فہرست ادویات جلدی طلب فرماوین

یاد رہے کہ رسالہ کام شاستر جسکے اندر ۴۲۵ دستی اور ۵۰ فوٹو بلاک کی تصاویر درج ہین بجائے پانچروپیہ کے چار روپیہ مین ملیگا - اور اخبار دیش اپکارک ہندی و اردو کی قیمتوں مین کوئی رعایت نہیں ہوگی

خط و کتابت و تار کا پتہ اتنا کافی ہے } "امرت دھارا" (۲۰) برانچ لاہور

المشتہر

ٹھاکردت شرما ویدایڈیٹر اردو و ہندی دیش اپکارک و مصنف متعدد رسالہ جات طبی موجد امرت دھارا - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

النجم لکھنؤ ۔ یوم جمعہ

۲۱ ۔ محرم ۱۳۳۰ھ

سالانہ چندہ کے وی پی روانہ ہو گئے ۔ سوا اُن قدر قلیل اصحاب کے جنھوں نے اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا اور نیز سوا اُن صاحبوں کے جنھوں نے وی پی کی مد سے مطلع ہو کر خریداری سے انکار کر دیا باقی سب صاحبوں کے نام وی پی بھیجے گئے ہیں اور بنظر مزید احتیاط ایک ایک اطلاعی کارڈ بھی ہر وی پی کے ساتھ بھیجا گیا ہے ۔

اِن وی پیوں کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ النجم میں برابر شائع ہوتا رہیگا جس قدر وصول ہونگے وہ بھی اور جسقدر واپس آئینگے وہ بھی ۔ غرض سب نام شائع ہو جائینگے بعد اسکے جسقدر وی پی واپس آجائینگے ان کے نام خارج کر دیے جائینگے ۔

چھ سات سال کے تجربے نے کامل سبق دیدیا ہے کہ بغیر پیشگی قیمت لیے ہوئے پرچہ ہرگز نہ جاری ہونا چاہیے اور میعاد ختم ہوتے ہی فوراً وی پی کر دینا چاہیے ۔ جسقدر ہمدردی اور معاونت کی توقع النجم کیلئے کیجاتی بیجا نہ تھی مگر افسوس کہ انقلاب طبائع نے معاملہ برعکس کر دیا ہے ۔

زہد و رقائق

نمبر ۲

اس سلسلے کو بعض حضرات نے بہت پسند کیا کیونکہ اس سلسلے سے جسقدر فائدہ مسلمانوں کو ہو سکتا ہے وہ فی الحقیقت نہایت قیمتی ہے قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام و نیز دوسرے صلحاء و صالحین کے قصص بیان فرمائے اور ان قصص کو بار بار بعنوانات مختلفہ و عبارات متنوعہ نازل کر کے اسی امر کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وعظ و نصیحت کا بہترین و موثر طریقہ یہی ہے کہ صالحین کے حالات لوگوں کو سنائے جائیں سچ فرمایا کہ

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں بہت سے مطالب قرآن و حدیث کے بیان ہونگے اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی بہت کچھ اصلاح ہو جائیگی ۔

حضرت مولانا شاہ ابو سعید صاحب کے ایک کرامت نامہ کی شبیہ شائع ہو چکی ہے یہ کرامت نامہ خاص اُنکے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے شاید بوجہ گھسیٹ ہونے کے بعض اصحاب کو اُسکے پڑھنے میں دقت ہوئی ہو لہٰذا اولاً اسکی نقل کیجاتی ہے بعد ازاں ان کے ایک کرامت نامہ کی نقل اور بھی منظور ہوگی ۔

کرامت نامہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم مولوی محمد ... صاحب
... عزیز بجان ... سلمہ السلام ... صاحب

سلمہ اللہ تعالی - از فقیر احمد سعید بعد از سلام مسنون مطالعہ نمایند رقیمۂ کریمہ بورود مسعود مسرت ما رسانید - از جمعیت اوقات افادت طالبان دل بسیار محظوظ گردید انشاء اللہ تعالی طالبان کامیاب خواہند شد - بکار خود مشغول باشند - و عمر عزیز را در اہم مہام کہ رضای حق سبحانہ ست صرف نمایند - کارے نیست غیر این ہیچ

یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

مطالعہ مکتوبات و کتب تصوف لازم شناسند والسلام

کرامت نامۂ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی صاحب مہربان عزیز از جان مولوی عبد السلام صاحب سلمہ اللہ تعالی از فقیر احمد سعید بعد از سلام مسنون مطالعہ فرمایند الحمد للہ کہ تا تحریر احوال فقرا ے این حدود مستوجب حمد است والمسؤل من اللہ سبحانہ سلامتکم و عافیتکم و استقامتکم علی الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ فان الاستقامۃ فوق الکرامۃ وفقنا اللہ سبحانہ وایاکم علیہا - بندہ را از امتثال اوامر و اجتناب از نواہی مولی تعالی کہ مولی نعم ظاہرہ و باطنہ است چارہ نیست الا از بندگی می برآید نعوذ باللہ منہ - خوش گفت

داغ غلامیت ساخت رتبۂ خسرو بلند
میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید

اللہم ثبتنا علیہا والسلام - خط مفوف را بدانجا رسانید -

(نقل عبارت کتاب مناقب احمدیہ)

مولوی سید عبد السلام سسوی سلمہ اللہ تعالی

از اعظم خلفای حق آگاہ حضرت ایشان اند عالم و عامل صوفی کامل خوش استعداد ظاہری و باطنی و در علم فرائض ممتاز بود اکثر مسائل فرائض را حضرت قبلہ با ایشان سپردند بجہت جواب نویسی و کمال شفقت و عنایت بر ایشان داشتند می فرمودند مولوی صاحب ما دنیا بوئے کہ بدست مبارک خویش از خاصہ بجہت ایشان طعام می آوردند و بتوجہات قویہ و انظار ہای کثیرۂ خود تمام سلوک طے کنانیدند و باجازت و خلافت ممتاز گردانیدہ بوطن خویش رخصت فرمودند و در انجا در زاویۂ گمنامی باستقامت بر شریعت و طریقت و عزلت از اغیار و توکل بر خالق غفار جل جلالہ و عم نوالہ و افادۂ بعضی طلبای مخصوص اوقات خوش دارند - بارک اللہ فیہما اعطاہ و اوصلہ الی غایۃ متمناہ (مناقب احمدیہ تالیف حضرت مولوی شاہ محمد مظہر صاحب فرزند اصغر حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہما

نقل مکتوب حضرت مولوی شاہ محمد مظہر صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ از فقیر محمد مظہر احمدی کان اللہ لہٗ اخوی اعزی ارشدی جامع کمالات صوری و معنوی مولوی سید عبد السلام صاحب - خیر انجام و دعای استقامت و حسن ختام قبول فرمایند در مکتوب حضرت عم استشارہ

ماندن و برآمدن ازان دیار فرموده بودند۔ مخدوما مکرما عزیمت در ہجرت است و تحمل شدائد دران و رخصت برای ضعیفان در سکونت آنجا ہم ہست۔ اما بنظر فقیر واجب آن است کہ در صورت اختیار رخصت سکونت دہلی در خانقاہ شریف کہ مہبط انوار و برکات و محفظ از شرا شرار است لازم باید گرفت علی قدم سابقۃ المشائخ الکرام رضی اللہ عنہم اجمعین فان اللہ تعالی قال فان لم یصبہا وابل فطل۔ والسلام والاکرام

(اس خط کی قلمی اصل میرے پاس ہے)

نقل مکتوب حضرت مولوی شاہ محمد عمر صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از فقیر محمد عمر نقشبندی کان اللہ تعالی لہ عوضا عن کل شیئ اخی اعزی ارشدی جامع کمالات صوری و معنوی حضرت مولوی عبد السلام صاحب۔ بعد سلام مسنون ادعیۂ تحیات ظاہری و باطنی شئون مطالعہ فرمایند۔ الحمد للہ سبحانہ فقیر بخیریت بودہ مدام صحت و تندرستی آن مکرم از حضرت حق مسئلت می نماید صحیفہ شریفہ رسید فرحت ہا رسانید وصلکم اللہ تعالی الی غایۃ متمناکم۔ در باب آرزوی حرمین شریفین نوشتہ بودند۔ مخدوما نزد فقیر در یں وقت بودن ایشان در ہندوستان ہم برای ایشان و ہم برائے نفع عباد انسب و اولی است و معلوم شما است کہ مقصود از زندگانی جز عبادت چیزی دیگر نیست و عبادتے بہتر از تعلیم طریقہ مر بندگان خدا تعالی را چہ خواہد بود۔ بحمد اللہ سبحانہ شما از شرف حج و زیارت روضہ شریف سید البشر المطہر عن زیغ البصر علیہ و علی آلہ و صحبہ من التسلیمات اجلہا و من التحیات اکملہا شرف شدہ اید و ہم در آنجا جمعیت دارید معلوم نیست کہ جای دیگر چنان جمعیت باشد یا نہ۔ بہرحال اوقات خود را بعبادت معبود برحق مصروف داشتہ در تعلیم طریقہ کوشش فرمایند و این مقصر را نیز در دعوات یاد فرمایا شند والسلام اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

تحریر ۱۶۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری۔

از فقیر ابو الخیر عبد اللہ سلام باکرام اتمام و طلب دعای حسن ختام ملتمس است قبول باد۔

عبارت مہر

محمد عمر بن احمد سعید

حضرت مولوی شاہ محمد عمر صاحب۔ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب کے فرزند اوسط تھے رحمۃ اللہ علیہما اور شاہ ابو الخیر صاحب جنکی طرف سے آخر خط مین سلام لکھا ہوا ہے وہی ہین جو آج کل خانقاہ عالیجاہ دہلی مین سجادہ نشین ہین

یہ مکاتیب شریفہ خصوصاً حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دونون کرامت نامے جو اس مقام پر منقول ہین اہل سعادت کو جو فوائد پہنچا سکتے ہین حسب ذیل ہین مگر بطور نمونہ۔

(۱) یہ تمام مکاتیب خصوصاً دونون کرامت نامے

حضرت مولانا سید محمد عبدالسلام صاحب کی اُس نعمت و عزت
کو ظاہر کر رہے ہین جو اس سلسلۂ عالیہ مین انکو حاصل تھی
حضرت شاہ احمد سعید صاحب کا انکو "عزیز از جان" جمیع
اوقات، ارقیمہ کریمہ، ورد و مسعود وغیرہ کلمات شرف و عزت
لکھنا کوئی معمولی بات نہین ہے۔ یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ دنیادارون
کے مثل کسیکی لغو جھوٹی تعریف کر دیتے یا کوئی کلمہ زبان سے ایسا نکالتے
جس کا اثر انکے دل مین نہ ہوتا۔

(۲) ان دونون کرامت نامون مین طریقۂ نقشبندیہ
کے اصل اصول کا بیان فرمایا گیا ہے گو نہایت مختصر ہے مگر جو
نافہم طریقت کو مخالف شریعت کہکر بدنام کرتے ہین اُنکا منہ
بند کرنیکے لیے نیز اُن ہوا پرستون کی گوشمالی کیلیے جو صوفی
بنکر خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہین کافی و وافی ہے۔

مثلاً۔ پہلے کرامت نامہ مین ایک بات یہ لکھی ہے کہ
حق سبحانہ تعالیٰ کی رضامندی تمام مقاصد سے بالاتر ہے اپنی
عمر کو اسی مین خرچ کرنا چاہیے یہی ایک کام ہے اسکے سوا
اور سب کام ہیچ ہین۔ دوسری بات یہ لکھی ہے کہ بقدر چشم
زدن بھی حق تعالیٰ کی طرف سے غفلت نہ ہونا چاہیے جسکی
صورت یہی ہے کہ ہمہ وقت کھاتے پیتے اٹھتے بیٹھتے سوتے
جاگتے ذکر الٰہی جاری رہے جیسا کہ آیۂ کریمہ۔ رجال لا تلہیہم تجارۃ
ولا بیع عن ذکر اللہ (ترجمہ۔ ایسے لوگ کہ انکو کوئی تجارت اور
اور کوئی فروخت و خرید اللہ کی یاد سے غافل نہین کرتی)
مین اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کیا یہ دونون باتین روح شریعت نہین ہین؟ اور کیا
انپر کاربند رہنے کے بعد انسان سے خلاف ورزی شریعت
ہوسکتی ہے؟ حاشا و کلا ہرگز نہین۔ کیا جو شخص رضائے الٰہی
کی طلب مین اپنی عمر خرچ کرتا ہو اور کسی وقت ذکر خدا سے
غافل نہ ہوتا ہو وہ متقی نہین ہے اور بمقتضائے کریمہ ان اولیاءہ
الا المتقون۔ وہ ولی اللہ نہین ہے؟ اور مثلاً دوسرے کرامت نامہ
مین فرمایا ہے کہ شریعت پر قائم رہنے کا رتبہ کرامت سے زیادہ
ہے اور یہ کہ اوامر شرعیہ کا بجالانا اور نواہی شرعیہ سے بچنا
بہت ضروری ہے ورنہ بندہ بندہ نہین رہ سکتا اور یہ کہ جسقدر
مراتب ہین سب بندگی سے ملتے ہین۔

یہ وہ باتین ہین جو شریعت مقدسہ اسلامیہ کی
جان اور قرآن و حدیث کا مغز ہین اسی وجہ سے تو مولانا
فرماتے ہین

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پیش سگان انداختم

(۳) ان کرامت نامون سے خط نویسی کے آداب
بھی معلوم ہوتے ہین۔ اور یہ آداب بھی کوئی معمولی چیز نہین
بلکہ من وجہ شعائر اسلام سے ہین۔ اور چونکہ ایک خاص
کوشش ان آداب خط نویسی کے مٹانے کی ایک مشہور
شخص کی طرف سے ظہور مین آئی اور وہ کوشش اُس

مشہور شخص لہ کے متبعین پر مثل احکام خداوندی کے موثر ہوئی اسلیے ان آداب کی تعلیم و تعلم اور حفاظت اور بھی زیادہ ضروری ہو گئی۔ انشاء اللہ تعالی طریقہ خط کتابت کے آداب جو ان کرامت ناموں سے مستنبط ہو رہے ہین انکو بالتفصیل مع الدلیل یعنی بحوالۂ احادیث نبویہ النجم کے آئندہ نمبرون بعد

لہ مراد اس سے سرسید احمد خان صاحب بہادر ہین انھون نے تہذیب الاخلاق مین ایک مستقل مضمون بڑے جوش و خروش کے ساتھ طریقہ خط کتابت کے متعلق لکھا ہے۔ یہ مضمون تہذیب الاخلاق کے پورے پانچ صفحے مین ہے۔

اس مضمون مین سید صاحب نے تمام آداب قدیمہ کے بدلنے کی کوشش کی ہے اسمین شک نہین کہ خط کتابت کے طریقہ مین بہت سے لغو اور فضول بلکہ ناجائز امور رائج ہو گئے تھے اور ہین۔ اگر سید صاحب اپنی توجہ انھین لغویات کے مٹانے کی طرف مصروف رکھتے تو کوئی جای شکایت نہ تھی۔ لیکن افسوس کہ سید صاحب نے ایسا نہین کیا بلکہ اچھے اور برے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانک دیا ان فضول اور لغو رسمون کے ساتھ ان آداب پر بھی حملہ کر دیا جو بلا شبہہ سنت متوارثہ ہین۔

انشاء اللہ تعالے آئندہ کسی وقت النجم مین سید کے اس مضمون پر کچھ لکھونگا۔

نقل کرامت نامجات حضرت مولنا شاہ عبد الغنی صاحب مجددی محدث دہلوی مہاجر مدنی کے لکھونگا اور انشاء اللہ تعالی اسی آئندہ نمبر مین حضرت ممدوح کے دست مبارک کے لکھے ہوے کرامت نامہ کی شبیہ بھی شایع کیجاے گی کہ وہ بھی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

حضرت مولوی شاہ محمد مظہر صاحب حضرت مولوی شاہ محمد عمر صاحب کے خط مین جو ذکر ہجرت کا ہے اسکی اصل یہ ہے کہ مولنا سید محمد عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد خود بھی ارادہ ہجرت فرمایا اور یہ ارادہ بعد انتقال پیر و مرشد کے اور زیادہ راسخ ہوا۔ لہذا انھون نے حضرت مولنا شاہ عبد الغنی صاحب و نیز اپنے اخوان طریقت سے اس بارہ مین مشورہ لیا۔ چنانچہ حضرت مولوی شاہ محمد مظہر صاحب نے ہجرت کو اولی لکھا۔ اور حضرت مولوی شاہ محمد عمر صاحب نے ہجرت سے منع کیا۔ حضرت مولنا شاہ عبد الغنی صاحب کی بھی یہی راے تھی بعض اکابر نے یہ بھی لکھا کہ ہندوستان مین آپ کا مثل نہین ہے آپ بقیہ سلف اور خاندان نقشبندیہ مجددیہ کے یادگار ہین۔ اگر آپ ہندوستان سے ہجرت کر جائین گے تو ہندوستان مین اندھیرا ہو جائیگا۔

بالآخر یہی راے طے پائی کہ حضرت ممدوح کو ہجرت نہ کرنا چاہیے۔

اخبار افغان

مطبوعہ یکم نومبر ۱۹۱۱ء

اس نام کا ایک اخبار پشاور سے نکلتا ہے۔ ایک کرم فرما نے اسکا ایک پرچہ مذکورۂ بالا تاریخ کا مجھے بھیجدیا جس مین اُسکے ایک مضمون کو جو صفحہ ۵ مین مندرج ہے دیکھکر اور اسکے حسن و قبح سے ناظرین انجم کو آگاہ کرون۔

اس مضمون کا عنوان یہ ہے "خدا کی کتابون اور رسولونکی اہانت" مین نے اس مضمون کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ مضمون نگار صاحب نے اس مضمون کے ذریعہ سے تین باتین ثابت کرنا چاہی ہین۔ **اول** یہ کہ توریت و انجیل و دیگر صحف انبیای سابقین مین کسی قسم کی تحریف نہین ہوئی جب اپنی اُسی حالت پر قائم ہین جیسے اللہ کے یہان سے نازل ہوئی تھین۔ **دوم** یہ کہ کتب مذکورہ منسوخ بھی نہین ہوئین۔ اسی ضمن مین ناسخ و منسوخ کے وجود کا بھی انکار کیا ہے۔ **سوم** یہ کہ حجت شرعیہ صرف قرآن مجید مین منحصر ہے۔ احادیث نبویہ ایک دفتر بے معنی ہے اور جمع احادیث ایک فعل حرام تھا جسکا ارتکاب ائمہ محدثین نے کیا۔ اسی تیسری بات کا تتمہ مضمون نگار صاحب کا یہ فقرہ ہے کہ "لیجیے جناب تمام طومار ہی دریا برد ہوگیا" طومار سے مراد احادیث نبویہ ہین اور دریا برد ہونے سے انکا عبث و لغو ہونا مراد ہے۔

چونکہ یہ مضمون ایک مولوی صاحب کی طرف منسوب ہے اور یہ تینون مذکورہ باتین جو مضمون ہذا کی مقصد اصلی ہین بہت سے مفاسد پر مشتمل ہین اسلیے مین ضروری سمجھا کہ اپنے علم و فہم کے موافق اپنے بھائیون کو اس کی مضرتون سے آگاہ کردون۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ ست
وگر خاموش بنشینم گناہ ست

اس مضمون مین یہ بھی ہے کہ مذکورۂ بالا تینون باتون کے مخالفین کو نہایت ذلت کے الفاظ سے یاد کیا ہے مثلاً "سادہ لوح ناواقف مسلمان" خدا پر افترا و بہتان، کفریہ عقیدہ، نام کے مسلمان، اپنے قیاس شیطانی وسواس خناس" کچھ آپ جانتے ہین کہ یہ کریہ الفاظ کس پر عائد ہوتے ہین؟ یہ عائد ہوتے ہین جمہور امت مرحومہ پر جنمین اکابر سلف ائمہ محدثین و مفسرین سب ہی شامل ہین وہ سب مضمون نگار صاحب کے نزدیک مذکورہ بالا خطابات کے مستحق تھے (اعاذنا اللہ منہ) یہ باتین ایسی ہین کہ یقیناً ایک ناواقف مسلمان انکو دیکھکر گمراہ ہو سکتا ہے اور واقف کار کی طبیعت مشتعل ہوجاتی ہے۔

مین اس مضمون کا جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتا ہون کہ پہلے اس مضمون کو بلفظہ ہدیہ ناظرین کرون۔ وھو ھذا۔

خدا کی کتابون اور رسولون کی اہانت

یہودی انجیل مقدس اور مسیح علیہ السلام کے دشمن ہین۔ عیسائی توریت مقدس کو تو مانتے ہین۔ مگر قرآن مجید کو نہین مانتے حالانکہ کوئی دلیل اُنکے پاس نہین کہ توریت و انجیل آسمانی کتابین ہین مگر قرآن معاذ اللہ آسمانی کتاب نہین۔ جبکہ یہودی عیسائی مسلمان سب اہل کتاب ہین۔ اہل کتاب کا اہل کتاب سے الجھنا خلاف انصاف اور خلاف عقل ہے۔ کتابین خود ناطق ہین کہ ہم خدا کا کلام اور وحی و الہام ہین۔ خدا کا کلام انسانی کلام سے بالکل ممتاز ہے۔ اسمین انسانی کلام کا خلط ملط ہونا محالات سے ہے۔ سادہ لوح اور ناواقف مسلمان یہ تو مانتے ہین کہ انجیل خدا کا کلام ہے مگر یہ تقلیدی عقیدہ بھی اُنکے دلون مین ہے کہ انجیل مین تحریف ہوگئی ہے اگرچہ وہ یہ ثابت نہین کرسکتے کہ کس آیہ مین کس زمانہ مین تحریف ہوئی اور کس نے تحریف کی کیا دنیا مین کوئی بدبخت قوم ایسی ہے کہ اپنے ہاتھون اپنی آسمانی کتاب کو بگاڑ دے اور کتاب مین ٹاٹ کا پیوند لگا کر لوگون کی آنکھون مین خاک جھونکنا چاہے ہان بعض قومین تحریف معنوی ضرور کرتی ہین۔ اور قرآن مجید مین اسی تحریف کی نسبت ارشاد ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ الآیۃ۔ مواضع وضع سے مشتق ہے اور وضع کے معنی جعل اللفظ بازاء المعنی ہین۔ پس علمائے ناظرین خصوصاً پاسئے افغان کے علما و فضلا ضرور سمجھ جائین گے کہ قرآن مجید مین تحریف اور اسکے ساتھ لفظ مواضع سے مراد تحریف معنوی ہے نہ کہ لفظی۔ کیونکہ خدا کے کلام کا بدل دینا انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اگر تحریف لفظی مراد ہوتی تو صرف یحرفون الکلم ہوتا۔ عن مواضعہ سے صاف ثابت ہے کہ مراد تحریف معنوی ہے۔ رسالہ پنجاب ریویو مین نسخ انجیل پر عرصہ سے ایک پادری اور ایک مولوی مین بحث ہو رہی ہے۔ صراط مستقیم سے دونون برکرانہ ہین۔ اگر نسخ انجیل سے یہ مراد ہے کہ خدا نے انجیل کا مرتبہ بلند کردیا۔ تو درست ہے۔ کیونکہ خدا ہمیشہ اپنا بول اونچا رکھتا ہے۔ پڑھو۔ الیہ یصعد الکلم الطیب۔ اور۔ وکلمۃ اللہ ہی العلیا الآیۃ۔ اور ظاہر ہے کہ انجیل و توریت بھی کلمات اللہ ہین۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ خدا نے انجیل کو اُٹھا لیا۔ اور اُسے منسوخ کردیا۔ تو یہ خدا پر افترا و بہتان ہے اور نہ صرف قرآن مجید بلکہ تمام رسولون اور کتابون کی توہین ہے۔ پڑھو۔ لا مبدل لکلماتہ۔ الآیۃ۔ اور۔ ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید۔ الآیۃ۔ یعنی نہین بدلا جاتا قول (کلام یا قرآن) میرے نزدیک اور مین بندون پر ظلم کرنیوالا نہین۔ کیونکہ ابھی کچھ حکم۔ ابھی کچھ حکم۔ بندون کیلیے تکلیف مالایطاق کا باعث ہے۔ اور بچون کا گھروندا۔ نسخ ہمیشہ غلطی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دنیوی سلطنتون کے قوانین اسلیے منسوخ ہوتے رہتے ہین کہ تجربہ سے مضر ثابت ہوتے ہین۔ مگر خدا غلطی نہین کرتا۔ نہ اُسے تجربہ کی ضرورت ہے۔ پڑھو۔ یفصل علی علم۔ اور۔ من لدن حکیم خبیر۔ اور۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ۔ اور۔ تفصیل لکل شیٔ۔ اور۔ تبیانا لکل شیٔ۔ اور۔ فصلنا تفصیلا

الآیہ — ترجمہ - ہمنے اپنے ازلی وابدی علم پر قرآن کی تفصیل کی ہے - اور یہ قرآن بڑے حکمت والے باخبر کی طرف سے ہے اور ہمنے قرآن مین کسی شی کی کمی بیشی نہین کی - یہ ہر دینی شی کی تفصیل ہے ہر شی کا بیان ہے اور ہمنے اسکو خوب مفصل کیا ہے ” ہمارے

علمای مرحوم آیۂ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الآیۃ سے خود قرآن مین ناسخ ومنسوخ ہونے پر استدلال کرتے ہین اور اہلحدیث نے تو احادیث کی محبت مین یہانتک غلو کیا ہے کہ حدیث سے قرآن کا نسخ جائز کر دیا ہے - الامان - مین تو ایسے کفریہ عقیدہ سے پناہ مانگتا ہون - حالانکہ مشکوۃ کی یہ حدیث انکا عقیدہ باطل کرتی ہے کہ کلامی لا ینسخ کلام اللہ - یعنی میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہین کرتا - ذرا غور کرنیکی بات ہے کہ قرآن کو حدیث نے منسوخ کر دیا تو رسول کا مرتبہ خدا سے بڑھ چڑھ کر رہا - خدا مجسٹریٹ ٹھہرا اور رسول جج بلکہ ہائی جج - بلکہ پریوی کونسل کا جج - جسکی اپیل ہی نہین - اور ظاہر ہے کہ جب اہل ہوا حدیث سے قرآن کو اور قرآن کو قرآن سے رد کرتے ہین تو انکو توراۃ وانجیل کے رد مین کیا باک ہو سکتا ہے خدا اور رسول تو کتب آسمانی کو منسوخ نہین کرتے - مگر نام کے مسلمان اپنے شیطانی قیاس و وسواس خناس سے انکو رد کرنے چلے ہین - لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم -

دوم قرآن فطرۃ اللہ ہے - اور فطرۃ اللہ نہین بدلتی - پڑھو

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ - اور خود رسول کو حکم ہے - قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی - الآیۃ یعنی کہدے اے رسول صلعم میری یہ طاقت نہین کہ مین خود قرآن کو اپنے القاء نفس سے بدل دون - رسول علیہ السلام پر یہ افترا نہ باندھنا چاہیے - کہ آپ نے قرآن کے خلاف اور زائد علی القرآن ایسا اور ایسا فرمایا ہے - جبکہ بخاری مین یہ حدیث موجود ہے کہ لا تکتبوا عنی سوی القرآن - یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو - لیجیے جناب تمام طومار ہی دریا برد ہو گیا

(باقی آئندہ) راقم - سید احمد حسن - شوکت - میرٹھ

(منقول از اخبار افغان پشاور)

واضح رہے کہ اس مضمون کا جو حصہ بعد اسکے شائع ہوا ہو - وہ میری نظر سے نہین گذرا ممکن ہے کہ اسمین اس سے بھی زیادہ مفاسد ہون - مگر میرے خیال مین تو موجودہ حصہ کے مفاسد بھی نہایت اہم اور خطرناک ہین -

اصل مین یہ بنا ڈالی ہوئی سرسید کی ہے - کتب مقدسہ کا محرف نہونا منسوخ نہونا احادیث کا لغو لاطائل ہونا وغیرہ یہ سب مضامین انھین کے اشاعت کردہ ہین اسلیے مناسب ہے کہ النجم کے آئندہ نمبرون مین ایک مستقل مضمون کتب مقدسہ کی تحریف ونسخ کی بابت شائع کرون جسمین سرسید کی استدلالات سے اصالۃً اور دوسرے اصحاب سے تبعاً تعرض کیا جائے - واللہ ولی التوفیق -

مرزا صاحب قادیانی کے پیرو

گزشتہ نمبر میں بتحریک جناب مولوی کبیر الدین صاحب سکرٹری انجمن مرزائیہ لکھنؤ ایک مضمون لکھا گیا تھا جس سے ناظرین النجم کو یہ امید ہوئی ہوگی کہ اب النجم میں ایک جدید مفید بحث کا آغاز ہوگا۔ مگر بدر قادیانی کی تازہ اشاعت نے اس امید کو تلف کر دیا۔ وہ اپنے پرچہ مورخہ ۲۴ جنوری میں لکھتے ہیں

"رسالہ النجم پہونچا۔ تبادلہ بخوشی منظور ہے۔ لیکن مباحثہ کے متعلق جو تجویز ایڈیٹر صاحب النجم تحریر فرماتے ہیں کہ سلسلۂ احمدیہ کے متعلق ایک مباحثہ النجم میں شائع ہو اور اس کے سوال و جواب بدر میں بھی چھپتے رہیں اس کے ساتھ ہمیں اتفاق نہیں ناظرین بدر اس قسم کے بہت سے مباحثات دیکھ اور سن چکے ہیں اور موجودہ ضروریات کے لحاظ سے بدر کے کالموں میں اتنی گنجائش بھی نہیں۔ ہاں النجم کے جن پرچوں میں مباحثات شائع ہوتے رہیں گے ہم انکا اعلان کر دیا کریں گے اور جو شایقین ہونگے وہ خود النجم منگوا لیا کریں گے۔"

معلوم ہوا کہ بدر کے اڈیٹر صاحب کو اس مفیدہ مذہب بحث کا بدر میں شائع کرنا بدو وجہ منظور نہیں۔ اول یہ کہ ناظرین بدر اس قسم کے بہت سے مباحث دیکھ چکے ہیں۔ دوم یہ کہ اس مباحثہ کے لیے بدر میں گنجائش نہیں۔ وجہ اول کا حاصل یہ ہے کہ مذہبی تحقیقات کو نہ وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں نہ اپنے ناظرین کے لیے۔ اور چاہتے ہیں کہ جو عقیدہ قائم ہو چکا ہے اسکے خلاف کوئی دلیل کان میں نہ پڑنے پائے اور کسی مخالف کی کوئی آواز انکی یا انکے جماعت کے گوشزد نہو ورنہ انکے اخبار میں مذہبی بحث کے سوا ہے کیا۔ نیز یہ کہنا کہ اس قسم کے مباحثات ناظرین بدر بہت دیکھ چکے ہیں۔ میرے فہم ناقص میں شاید درست نہو۔ کیونکہ اولاً جہانتک مجھے علم ہے آجتک باہم فریقین میں کوئی ایسا سلسلۂ بحث کا قائم نہیں ہوا جسمیں فریقین کی تحریر ایک ساتھ بالمقابل پرچوں میں شائع ہوتی رہیں خصوصاً اس موضوع خاص پر جو تمام خلافیات کی اصل الاصول ہے۔ ثانیاً اگر بالفرض کوئی ایسا مباحثہ اس سے پہلے اسی خاص موضوع پر ہو بھی ہوا ہو اور اسکا طرز و طریقہ بھی یہی رہا ہو تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس ہمارے مباحثہ میں بھی وہی باتیں ہونگی جو مباحثات سابقہ میں تھیں۔ ایک جزئی کا قیاس دوسری جزئی پر محض خطا ہے۔ وجہ دوم کا ماحصل بھی قریباً یہی ہے۔ اچھا اگر مان لیا جائے کہ موجودہ مضامین بدر کے نہایت ضروری ہیں ناقابل حذف ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک ورق بڑھا دیا جائے۔ مختصر میری گزارش ہے کہ ایڈیٹر صاحب بدر ایک مرتبہ پھر اسپر غور فرمائیں اور اس بحث کی اہمیت کو نظر انداز نہ کریں۔ اس مباحثہ کی تجویز النجم کی قائم کردہ بھی نہیں بلکہ آپ ہی کے سلسلہ کی قائم کردہ ہے۔

پرچہ بدر کی اشاعت مذکورۂ بالا کے بعد جناب مولوی کبیر الدین صاحب کی تحریر پہونچی جو حسب ذیل انکی استدعا کے بعینہ مع جواب درج کیجاتی ہے

(دیکھو ہذا)

سوال نمبر ۱ مرزا صاحب اپنے کو کیا کہتے تھے اور کیا کہلوانا چاہتے تھے اور اسپر کیا دلائل انھون نے پیش کیے؟

جواب از کبیر الدین احمد

پہلے اسکے کہ مین آپ کے سوال کا جواب دون یہ عرض کرتا ہون کہ آپ اس سلسلہ عالیہ کے افراد کو اپنے اخبار مین مرزائی یا قادیانی کرکے نہ مخاطب فرمایا کرین۔ کیونکہ بحث مذہب مین ہے نہ کہ نسب و سکونت مین۔ واضح رہے کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام بموجب حکم الٰہی بروز محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ جیسا کہ نص قرآن سے ثابت ہے۔ لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم = پھر = اما یاتینکم رسل منکم = ولہذا ہمکو آپ احمدی۔ مرلی۔ تو کہہ سکتے ہین نہ کہ مرزائی قادیانی اکبرآبادی۔ قادیانی نہین ہوتا۔ اب مین امید کرتا ہون کہ آیندہ اپنے مخاطب کو آپ کسی ناواجب تنگی مین ڈالنا پسند نہ فرمائین گے اور ہمیشہ کیپٹل حرفون مین لقب احمدی یا مرلی استعمال کرنا قبول فرمائین گے۔

اس مختصر تمہید کے بعد مخفی نہ رہے کہ بمصداق حدیث الآیات بعد المائتین۔ یہی زمانہ مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور جیسا کہ عیسیٰ عند منارۃ دمشق۔ کی لفظون سے چودہ سو کا عدد مفہوم ہوتا ہے سو وہ مسیح موعود چودھوین صدی کے سر پر آیا۔ اور یہی کہلوانا چاہتے تھے۔ جسکی گواہی آسمان نے دے دی یعنی رمضان مین رمضان کی تیرہوین اور اٹھائیسوین کو کسوف خسوف ۱۸۹۴ء مین ہو چکا۔

ذو السنین ستارہ جو النجم ستارے سے بہت بلند ہے وہ بھی طلوع ہو چکا۔ دوسری آیات جنمین اس آخری زمانہ کی نشانیان بتلائی گئی ہین یعنی وہ آیات جن مین اول ارضی تاریکی زور کے ساتھ پھیلنے کی خبر دی گئی ہے اور پھر آسمانی روشنی کے نازل ہونے کی علامتین بتائی گئی ہین وہ یہ ہین۔ اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان ما لها یومئذ تحدث اخبارها بان ربک اوحی لها۔ یعنی آخری زمانہ اسوقت آئیگا کہ جسوقت زمین ایک ہولناک جنبش کے ساتھ جو اسکی مقدار کی مناسب حال ہے۔ ہلائی جائیگی یعنی اہل ارض مین ایک تغیر عظیم آئیگا اور نفس اور دنیا پرستی کی طرف لوگ جھک پڑینگے اور پھر فرمایا کہ زمین اپنے تمام بوجھ نکال ڈالے گی یعنے زمینی علوم زمینی مکر اور زمینی چالاکیان اور زمینی کمالات جو کچھ انسان کی فطرت مین مودع ہین سب کی سب ظہور مین آجائینگی اور نیز زمین جیسے انسان رہتے ہین تمام خواص ظاہر کردیگی اور علم طبیعی اور فلاحت کے

ذریعہ سے بہت سی خاصیتین اُسکی معلوم ہوجائینگی اور کانین نمودار ہون گی - اور کاشتکاری کی کثرت ہوجائے گی. غرض زمین زرخیز ہوجائیگی اور انواع واقسام کی کلین ایجاد ہون گی یہانتک کہ انسان کہیگا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اور یہ نئے نئے علوم اور نئے نئے فنون اور نئی نئی صنعتین کیونکر ظہور مین آتی جاتی ہین تب زمین یعنی انسانون کے دل زبان حال سے اپنے قصہ سنائین گے کہ یہ نئی باتین جو ظہور مین آرہی ہین یہ ہماری طرف سے نہین - یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی وحی ہے کیونکہ ممکن نہین کہ انسان اپنی کوششون سے اسقدر علوم عجیبہ پیدا کرسکے - (باقی آیندہ)

جواب مدیر النجم

جناب من - آپ کی تحریر بموافق آپ کے فرمانے کے بعینہٖ مین نے درج النجم تو کردی مگر اصل مبحث کے متعلق مین کچھ لکھنا نہین چاہتا تاوقتیکہ آپ مجھے امور ذیل سے آگاہ نہ کرین

(۱) مجھسے آپ سے زبانی طے ہوگیا تھا کہ یہ بحث النجم و بدر دونون مین چھپیگی اور میرے پاس قلمی مضمون نہ آئیگا لہذا کیا وجہ ہوئی کہ اسکے خلاف آپنے قلمی تحریر میرے پاس بھیجی اور بدر نے اس بحث کے چھاپنے سے انکار کردیا؟

(۲) اگر زبانی طے شدہ امر کے خلاف آپنے خود یا بحکم خلیفہ صاحب یا بمشورہ ایڈیٹر صاحب بدر کوئی دوسری صورت تجویز کی تھی تو اس سے آپنے مجھے کیون نہ مطلع فرمایا -

(۳) اگر بدر مین اس بحث کے نہ چھپ سکنے کی کوئی معقول وجہ آپ کے پاس ہو تو آپ بیان فرمائین - مجھے یہی صورت جو آپنے تجویز کی ہے بسر و چشم منظور ہوگی مگر ساتھ ہی آپکو یہ اطمینان دلانا ہوگا کہ ایسا تو نہ ہوگا کہ آیندہ چل کر کسی وقت مین قبل از تکمیل بحث و ظہور نتیجہ بحث حضرت خلیفہ صاحب آپکو بحث سے روک دین اور آپکو انکے حکم سے مجبور ہوکر رک جانا پڑے - مین نے سنا ہے کہ بھاگلپور کے مناظرہ مین (جو سالگزشتہ مین ہوا تھا) ایسا ہی ہوا - اس کی صورت یہ ہے کہ آپ مجھے اس امر سے آگاہ فرمائین کہ آپنے اس مباحثہ کی اجازت حضرت خلیفہ صاحب سے لیلی ہے - یا قبل از تکمیل و ظہور نتیجہ حضرت خلیفہ صاحب کی ممانعت پر کاربند نہ ہونگے - امور مذکورۂ بالا سے مطلع ہوجانیکے بعد مین اصل بحث کیطرف ملتفت ہونا اپنے فرائض سے سمجھونگا - آخر مین آپکی اس درخواست پر توجہ کرتا ہون کہ آپکو مرزائی یا قادیانی نہ لکھا جائے - احمدی یا مریدی لکھا جائے - مگر ان القاب سے مقصود امتیاز ہے وہ لفظ مرزائی سے حاصل ہے - کوئی تنقیص آپکی منظور اس لفظ سے نہین ہوتی ہے نہ میری نیت ہے بخلاف اسکے لفظ احمدی سے امتیاز نہین ہوسکتا - کیونکہ احمدی مین اگر حضرت سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت ہے تو سب مسلمان اسمین شریک ہین اور اگر کسی دوسرے کیطرف نسبت ہے تو زیادہ مشہور نسبت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رح کی ہے انکے سلسلہ کے لوگ صدیون سے اپنی تحریرات اور مہرون مین اپنے اپنے کو احمدی لکھتے ہین - رہا مریدی - وہ علاوہ بریں مشہور بھی نہین ہے

قربانی کیلئے فریادین

النجم کے گذشتہ نمبر مین کچھ واقعات ضلع مونگیر کے بعض قصبات کے متعلق درج ہو چکے ہین اب اُن واقعات کا تتمہ درج کیا جاتا ہے۔

مین پہلے لکھ چکا ہون کہ قربانی کے مسائل مین مولوی عبدالرؤف صاحب دانا پوری نے ایک نہایت عمدہ اور جامع رسالہ تالیف کیا ہے۔ مین نے اسکو دیکھا ہے اور اس قابل سمجھتا ہون کہ تمام مسلمان اُس سے آگاہی حاصل کرین اور اُن ہدایتون کو مناسب طریقے سے اپنے مقامی حکام اور نیز حضور گورنمنٹ کے گوش گذار کرین امید ہے کہ اس سے اچھا فائدہ حاصل ہو اور بعض حکام کی ناواقفیت سے جو رکاوٹین اس فریضہ مین پیش آجاتی ہین وہ نہ پیش آئین۔

تاریخ (۱۰) ذیحجہ کو دس بجے دن کو قصبۂ بریگھہ اور اسکے قرب جوار کے تخمیناً دو سو مسلمان مع منشی عبدالرحمن و منشی عبدالعزیز منصرم تھانہ اندرون مسجد محلہ پر جبکہ نماز مین مصروف ہوئے۔ بریگھہ اور اسکے قرب جوار کے ہنود جو قبل سے اِدھر اُدھر تاک مین چھپے ہوئے تھے موقع پاکر کھلے دروازون کے مکانات مین بے تکلف اور مقفل مکانات کے قفل توڑ کر اندر گھس آئے۔ اور قربانی کی گائین اور مکانات کی موجودہ اشیاء کو لوٹ کر لیگئے۔ اور عورتون کی بے حرمتی کی۔ بعد نماز کے مسلمانون کو خبر ہوئی۔ منصرم موصوف نے نمازیون کو جوش مین دیکھکر انکو روک کر گاؤن کے دلانے اور قربانی کرانیکا وعدہ کرکے ہنود کی جماعت کے قریب جا کر بہت کچھ فہمائش کی لیکن ہنود نے برعکس منصرم بیچارے کو مارنا شروع کیا۔ چوکیدارون نے ہنود کو اس حرکت سے بہت روکا۔ اور منصرم صاحب کو چوکیداران نے اپنی حراست مین لیکر تھانہ کے اندر پہونچا دیا ہنود نے تھانہ کا محاصرہ کیا۔ منصرم نے تھانہ کا کواڑ بند کر دیا اُنکو موقع تھانہ شیخپورہ مین بھی اطلاع کا نہین دیا۔ اس خبر کو سنکر اطراف و جوانب کے ہندوون کی جماعت جوق جوق پہونچکر چارون طرف شہر اور مسلمانون کے مکانات کا محاصرہ کر لیا۔ بعض مسلمان موقع پاکر فرار ہوئے اور اسٹیشن شیخپورہ پہونچکر صاحب کلکٹر مونگیر کو تار دیا۔

۱۱- ذیحجہ دس بجے دن کو۔ دس ہندو اور دو مسلمان جملہ بارہ سپاہی گارڈ کے مع انسپکٹر مونگیر سے پہونچے انسپکٹر ہندو تھا۔ اُسنے دونون مسلمان گارڈ کے سپاہیون کی بندوق رکھوا کر ہندو سپاہیونکو مسلح اندرون شہر گشت کرنیکا حکم دیا۔ بعدہ خود انسپکٹر مذکور مع سب انسپکٹر ہندو تھانہ بریگھہ مل کر محلہ پر گئے۔ وہان ہنود بریگھہ و کھیتش پورہ و سنڈای ڈولاچک و ساٹوس و چھپانوان و ادنانوان وغیرہ بیس پچیس بستیون کے جمع ہو کر بمقابلہ دونون انسپکٹر و سپاہیان گارد کے۔ شراب خانہ اور جوتی کی دکان اور لکڑی کے گودام کو وقت ۱۲ بجے دن کے خوب لوٹا۔

۱۲- ذیحجہ کو موضع گیلانی کے بعض مسلمانونکی اعانت سے ہمراہ [illegible] کی حجاب سے صاحب کلکٹر مونگیر کو

دیا جسپر ۵ بجے دن کو صاحب سپرنٹنڈنٹ مونگیر محلہ پر پہونچے۔ اُس وقت ہنود اِدھر اُدھر ہو گئے جن مکانات سے ہنود گھرون پھینکے تھے اُنکے مواقع بند سے رہے گا اور جن مکانات سے اور چیزین ٹوکر پھینکے گئے تھے۔ سب کو بچشم خود ملاحظہ کرکے بعد تحقیقات لازمہ کے انسپکٹر مونگیر و سب انسپکٹر بریکھیہ پر بہت رنجیدہ اور غصہ ہو کر کہا کہ "تم لوگون نے ہنود کی سازش مین آکر مسلمانون کے مکانات کو لٹوایا اور کسی طرح کی خبر بالا رہ کو نہیں دیا" اور انسپکٹر کو حکم دیا کہ چند دن بریکھیہ مین رہکر لٹیرے وغیرہ مجرم ہنود کا چالان کرنے اور گرفتاری کا حکم دے کر بعد ۴ بجے دن سپرنٹنڈنٹ صاحب مونگیر روانہ ہو گئے جب مونگیر پہونچکر صاحب سپرنٹنڈنٹ نے اپنا تحقیقاتی رپورٹ داخل کر دیا۔ چونکہ انسپکٹر و سب انسپکٹر و کورٹ انسپکٹر ہندو ہین۔ اسلیے رپورٹ مذکور کی نقل مسلمانونکو دستیاب ہونا غیر ممکن۔

نالش باضابطہ گھرے کر لیجانیکی ۱۰۲ مدعا علیہم پر دائر ہو گئی ہے۔ چونکہ انسپکٹر و سب انسپکٹر کا حال ظاہر ہے اسلیے صرف ۱۲ مدعا علیہم مجرم قرار دیے گئے جنمین چھ مدعا علیہم پانچ پانچ سو کی ضمانت پر چھوٹے ہیں۔ باقی چھ پر وارنٹ جاری ہے۔ انسپکٹر نے اپنی رپورٹ مین چند متمول اور خوشحال مدعا علیہم سرغناؤن کو متروک کیا ہے۔ تاریخ مقدمہ کی ۸ و ۹ جنوری مقرر ہے۔ فقط راقم غ۔ ف۔

مراسلۂ دوم

متعلق

عشرۂ محرم لکھنؤ

(نامہ نگار اپنی تحریر کے خود ہی ذمہ دار ہین)

سوے صحرا نے پئے سیر و تماشا آمدیم
بے تو برما شہر تنگ آمد۔ بصحرا آمدیم

جب سے لوکل گورنمنٹ نے محرمی مراسم کے متعلق خاص احکام جاری فرمائے ہین سُنیون مین محرمی مراسم کا گویا خاتمہ ہی ہو گیا۔ اور سنیون نے عموماً اُس دلشکن بات کو محسوس کر لیا کہ شارع عام پر صرف صحابۂ کرام کی تعریف و مدح فریق ثانی کی تبرا گوئی کے مثل قرار دیگئی ہے۔ اگرچہ اُنھون نے بطور اظہار ناراضی تعزیہ داری کو یک قلم ترک کر دیا۔ حضرات معقول کو متعدد میموریلون کے ذریعہ سے حکام عالیمقام کے روبرو پیش کیا۔ لیکن باوقات مختلف درخواستون کے خارج ہونیسے یہ معلوم ہو گیا کہ مدح صحابہ ایک ایسا قبیح جرم ہے کہ نماز ہولی کے فحش دگالی سے بھی اسکا درجہ بڑھا ہوا سمجھا گیا ہے۔ جسکی کبھی کسی صورت مین بھی حکام انتظامی اجازت نہین دیسکتے خیر یہ تو حکام کی مصلحت ہے۔ مگر

دوسری طرف شنونکر قدیمی عنایت فرماؤن نے نہایت بیباکی کے ساتھ یہ شہرت دینا شروع کر دی کہ سنیون مین جو ایک عارضی ناراضی پیدا ہو گئی تھی اب وہ بالکل برطرف ہو گئی۔

جسکا ثبوت یون بہم پہونچایا گیا کہ (۱) کُل شیعون کا متفقہ مجمع (جو پہلے مختلف کربلاؤن مین منقسم ہوتا تھا) یکجا کیا گیا۔ (۲) ہندوون کو جو پہلے سنیون کے ساتھ تھے۔ اپنی کربلا مین خاص کوشش سے ملایا اور بلایا گیا۔ (۳) حتی الامکان سُنّی مزدورون کے سر پر تعزیے کربلا پہونچائے گئے (۴) دیہات کی سُنّی رعایا کو نیز دو محلے سنی نما شیعون کو مالی اعانت دیکی تعزیہ دار بنا کے مجمع دکھا گیا۔ غرضکہ مختلف تدابیر سے حکام کو یہ باور کرانا چاہا کہ ۸۴۸ سُنی جو تین تین ماہ کیلیے جیلخانہ آباد کر آئے تھے یا تیس تیس روپے جرمانہ دے آئے تھے۔ اُنکی یہ کارروائی محض مصنوعی جوش دکھانے کو تھی اور وہ مصنوعی جوش بھی محض وقتی تھا جو اب زائل ہوگیا۔ اب مدح صحابہ کو عادل گورنمنٹ کی نظر مین ایسا جرم سنگین دیکھکے اس درجہ سرد ہو رہے کہ عید بقر عید چھوڑ کے عشرۂ محرم مین اپنے مہربانون سے بغلگیر ہونیکو کربلائے تال کٹورہ مین آملے۔ خود انکا سکوت انکے سکون کا اظہار کر رہا ہے۔ اِن امور سے سنی و شیعہ مین باہمی تصادم کا سخت اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ سال حال مین خود بخود عوام کو یہ خیال پیدا ہوا کہ امسال ہمارے بادشاہ بنفس نفیس ہندوستان مین موجود ہین لہذا کوئی بات ایسی نکرنا چاہیے کہ جس سے لکھنؤ۔ اور حکام انتظامی بدنام ہون۔ جسکے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نہ تھی کہ جہانتک ممکن ہو اشتعال دلانیوالے مخالفین سے علحدہ ہی رہین۔ لہذا غریبون نے شعر عنوان پر عمل کر کے پھولکٹورہ (جو شہر سے تقریباً چار میل فاصلہ پر کاکوری کے راستہ مین ہے جہان چند سال پہلے جبکہ سنیون کو کوئی ناراضی نہ تھی باجازت حکام عشرہ و چہلم کو مجمع ہوتا تھا شربت اور کھانے حاضرین کو تقسیم کیے جاتے تھے اور مدح صحابہ پڑھی جاتی تھی) کا رُخ کیا۔ ارادہ تھا کہ ایک جگہ بیٹھکے اپنے مذہبی طریق پر موافق فتاوای علمای کرام کے بیان شہادت کیا جائے۔ گورنمنٹ کے عدل و انصاف پر عوام کو بھروسہ دلانے، فتنہ و فساد سے باز رہنے اور مخالفین کی اشتعال انگیزیون پر صبر سے کام لینے کی نمائش کر دیجائے اور ایصال ثواب کے لیے غربا کو کھانا وغیرہ تقسیم کر دیا جائے لیکن وائے قسمت۔ بقول غالب

مین نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

یعنی سنیون کے خیرخواہون نے جس رنگین عینک سے حکام کو یہ واقعہ دکھایا۔ حکام نے اُسی رنگ سے دیکھا اور سنیونکو بیان شہادت سے بھی روک دیا۔ اسوقت جو بے شر۔ صلح پسند سنیون کا مجمع پھولکٹورہ مین تھا اُسکی زبان حال پر یہ شعر جاری تھا ؎

گر اضطراب ندارم ز آرمیدن نیست
شہید عشق ز فرصت طپیدن نیست

کئی روز پہلے سے پھول کٹورہ مین اس مجمع کی خبر مشہور تھی اور پولیس کا انتظام بھی گورنمنٹ کی طرف سے کر دیا گیا تھا۔ جس سے تمام سنیون کو یہ خیال قائم ہو گیا تھا کہ یہ مجمع کسی طرح حکام کے خلاف مرضی نہ ہوگا اسی خیال نے ہر طبقہ کے لوگون کو وہان کھینچ لیا۔ گو زیادہ تر اخیر طبقہ کے لوگ تھے مگر متوسط درجہ کے لوگ بھی کم نہ تھے۔ ہان اعلی طبقہ جو مذہب سے بحث ہو رہا ہو البتہ وہان نتھا جسکا ہونا جائے تعجب یا محل شکایت نہین۔

سنا جاتا ہی کہ عاشورہ سے ایک روز پہلے ایک خاص شخص کو جسکی نسبت یہ خیال دلایا گیا تھا کہ بانی و منتظم اس مجمع کا ہی کہین ہٹا دیا گیا۔ اور عین عاشورا کے روز بعض حکام والا مقام نے موقع پر پہونچکر اپنے طرز عمل سے یہ ظاہر فرما دیا کہ یہ مجمع حکام کے خلاف مزاج و مخدوش ہی۔ ایک شامیانہ جو نصب کیا گیا تھا بحکم حاکم گرا دیا گیا۔ اور مدح صحابہ کرام کی قطعی ممانعت کر دی گئی جسکی وجہ سے سُنی بیان شہادت سے بھی معذور ہو گئے یہ بھی سنا گیا ہی کہ سنیون مین اُسوقت ایسی دل شکستگی پیدا ہوئی کہ جو کھانا اُنھون نے تقسیم کیلیے تیار کرنا چاہا تھا اور کچھ تیار بھی ہو چکا تھا کچھ ہو رہا تھا۔ سب وہین اُلٹ دیا۔ کسیکو تقسیم نہ کیا۔ کھانے کی دیگین زمین پر پٹی ہوئی جس حسرت کا اظہار کر رہی تھین قابل بیان نہین۔ ؎

حسرتین تیری سرِ شکستی ہین
مرگ فرہاد کیا گیا تو نے

بعد اسکے وہ مجمع ناکام و نامراد بغیر بیان شہادت وہان سے واپس آ گیا۔ چہ خوش گفت ؎

کیا ہوا شمع حرم تو نے بجھائی اے دوست
دیر کے شعلہ زبانون نے تجھے داد تو دی

راقم خود اس مجمع مین موجود تھا لیکن یہ واقعات یعنی شامیانہ کا بحکم حاکم گرایا جانا اور مدح صحابہ کا وہان بھی ممنوع قرار دینا راقم کے خود دیدہ نہین ہین۔ مجمع کے منتشر ہو جانیکے باعث سے مفصل واقعات کا معلوم ہونا اُسوقت تو بالکل محال تھا اور لطف یہ ہے کہ اب بھی دشوار ہے اگر کسی طرح معلوم ہو سکے تو انشاء اللہ تعالی پھر لکھونگا فقط		راقم۔ م۔ ب۔

عقد ام کلثوم

اس عنوان پر ایک مضمون النجم کے کسی گذشتہ جلد مین شائع ہو چکا ہی جسمین نواب صاحب رامپور کے ایک عزیز سے گفتگو ہوئی تھی۔ اسوقت ایک مراسلہ اسکے متعلق درج ہوتا ہے طویل ہونیکے باعث سے ایک نمبر مین ختم نہ ہو سکا انشاء اللہ دوسرے نمبر مین ختم کیا جائیگا۔ نفاست مضمون کی وجہ سے طول کا خیال نہین کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب ... صاحب ایدکم اللہ بروح القدس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اگرچہ مجھکو فرصت نہایت ہی قلیل ہے - مگر کبھی کبھی بتقاضائے شوق کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے - فی الحال میرے پاس اصلاح بابت ماہ جمادی الاولے ۱۳۲۹ھ موجود ہے - جس میں مضمون "عمر و داماد [illegible] کی" (جو کسی اہل حدیث اخبار میں تھا) تردید کی ہے - چونکہ یہ تحریر سراسر غلط و تلبیسات پر مبنی ہے اسکا جواب باصواب ضروری ہے - امید قوی ہے کہ آپ مہربانی فرماکر بذریعہ النجم شائع فرمائیگے اور حق کا جلال دکھلا دینگے - والسلام

عقد ام کلثوم کی بابت قطعی فیصلہ

شیعہ حضرات کی بدزبانی اور تہذیب کا معاملہ اظہر من الشمس ہے - کہ خود ہزارہا اصحاب رسول اللہ اور لاکھوں مسلمانوں کو (کوئی معمولی گالی نہیں بلکہ) لعنت کے سوا دوسرے الفاظ سے یاد نہیں کرتے - اگر کوئی مسلمان کسی حق بات کا اظہار کردے تو اسپر دلآزاری اور دلشکنی کا الزام رکھتے ہیں - ایک مشہور مثل ہے - "مدعی دلشکنی کہ" (کہ خود ہی ڈونگٹ لے اور خود ہی چیخے)

ہم نہایت افسوس سے کہتے ہیں کہ ایسے بیہودہ فعل سے حضرات اہل بیت جابجا منع فرماتے رہے - چنانچہ حضرت علی نے فرمایا - انی اکرہ لکم ان تکونوا سبابین - (میں تمہارے لیے گالی گلوچ دینے کو برا جانتا ہوں - نہج البلاغت)

مگر ان حضرات کے نزدیک حضرت علی ہی کی کیا وقعت تھی جو انکے کلام کی سماعت ہوتی - برابر اپنی ضد پر جمے رہے - ائمہ نے بہت کچھ برا بھلا کہا - مگر کون سنتا ہے - بیان تو مدنظری اور کچھ ہے - اسلام میں رخنہ اندازی کریں مگر محبت اہل بیت کے پردے میں - لیکن نہاں کو ماندآن رازے کزو سازند محفلہا

ہر ذی عقل کو اس بات پر تعجب ہوگا کہ شیعہ حضرات کو اپنے ائمہ یا انکی اولاد کی شادی کے ذکر سے رنج ہوتا ہے اور باعث دلشکنی ہے - پھر نہ معلوم انکے محب کس منہ سے بنتے ہیں - ہاں جب تک محب نہ بنیں گے اہل بیت رسالت کی توہین قابل قبول کیونکر ہوگی - مسلمانوں میں اختلاف کیونکر پڑیگا - اور جب کوئی خوشی کا معاملہ ہو تو اسے ایذا و دلشکنی سے کیونکر تعبیر کرینگے - اسی لیے بضعۃ الرسول فاطمۃ البتول علیہا السلام کو اہل بیت سے خارج کرکے غم مناتے ہیں - اور فقط خیالی بارہ اماموں کے سوا سب اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت نہیں مانتے - تو اب ہمیں اسلام انکا تابع ٹھہرا - جو یہ فیصلہ کریں وہی اسلام کو قبول کرنا پڑے - انا للہ وانا الیہ راجعون -

اسی طرح حضرت حسین کا غم خارجی طور پر دکھاتے ہیں ورنہ درحقیقت انکے برادر امام حسن کی توہین و تذلیل کرتے ہیں - وہ کون ہیں؟ جنھوں نے انکو مسود وجوہ المومنین - و - مذل المومنین کا خطاب دیا - (یہ القاب

شیعون نے امام حسن کو مذلّ المؤمنین یعنی مسلمانون کا ناک کاٹنے والا کرنیوالے ان کو ذلیل کرنیوالے)

محبّ اہلبیت کا جھوٹا دم بھرتے ہین - حالانکہ بیسیون اہل بیت کو دوزخی وجہنمی بتلاتے ہین - حضرت زید بن علی بن حسین اور انکے سب اتباع کو کافر وجہنمی کہتے ہین -

اور حضرت علی فرماتے ہین - لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فما اریٰ احدا یشبههم منکم آہ - مین نے صحابۂ رسول کو دیکھا - انکے ایمان واسلام مین تمھارا ایک بھی مشابہ نہین وہ لوگ سچے تابعدار تھے ہروقت حضرت کے فرمانبردار (نہج البلاغت) مگر افسوس یہ ہے کہ اگر شیعہ اُن صحابہ کو اپنے برابر ہی سمجھ کر چپ ہورہتے تو بھی غنیمت تھا - نہین - بلکہ انکو اسفل السافلین پہونچانے کا بیڑا اُٹھالیا - کیا یہی حضرت علی کی اتباع ہے - من چہ می سرایم وطنبورہ من چہ می سراید

اسی لحاظ سے یہان وہ تقریر جو ملا باقر مجلسی اپنی کتاب تذکرۃ الائمہ مین لکھتے ہین یقیناً صحیح ہے -

ترجمہ بدانکہ اہل کوفہ با دعوے تشیع ہمہ منافق بودند وبا جناب حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام وجناب حضرت امام حسن علیہ السلام وجناب حضرت امام حسین علیہ السلام کردند - آنچہ کردند ظاہر ومعلوم بر ہمہ کس است - ودشمن بنی امیہ ہم بودند وہرچند خروج برآنہا خواستند بعدم رئیسی نتوانستند آخر تلبیس کردہ یک یک از شیعہ گفتند کہ شما وجوب امر بالمعروف میدانید وظلم وفسق بنی اُمیہ خروج برآنہا کردن فرض واگر خروج نکنیم کافر باشیم - قومے از شیعہ فریب خوردند وغرض آنہا آن بود کہ بقیہ اہل بیت رسالت را برطرف کنند" یعنی تمامی اہل کوفہ باوجودیکہ شیعہ تھے سب منافق تھے اور حضرت علی وحسن وحسین علیہم السلام سے جو کچھ اُنھون نے کیا ظاہر ومعلوم ہے اور بنی اُمیہ کے دشمن بھی تھے بہت مرتبہ اُنپر خروج کرنا چاہا مگر سردار کے نہونیسے معذور رہے - آخر تلبیس کرکے ہر ایک سے کہا کہ تم سب وجوب امر بالمعروف کو مانتے ہو - پھر ظلم وفسق بنی اُمیہ کے سبب سے انپر خروج فرض ہے اگر ہم نہ نکلین گے تو کافر ہوجائین گے ایک گروہ شیعہ نے فریب کھایا اور سب شیعون کی غرض یہ تھی کہ اہل بیت نبی کو برطرف کردین -

اس عبارت سے چند فوائد حاصل ہوے - اول یہ کہ شیعیان علی سب منافق تھے اور شیعیان حسن وحسین بھی سب کے سب منافق تھے بلکہ اصلی دشمن تھے اسکے دلائل اگرچہ بکثرت ہین - مگر شاہد صدق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی شہادت جو ایک مدت کے تجربے کے بعد ہوئی نقل کی جاتی ہے "اصبحت واللہ لا اصدق قولکم ولا اطمع فی نصرکم" کہ خدا کی قسم مین اب کبھی تمھاری تصدیق نہ کرونگا اور نہ تمھاری مدد کی طمع رکھونگا" فقط عدم تصدیق پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ خدا کی قسم بھی ساتھ لاحق کی - تاکہ کوئی تقیہ نہ سمجھے -

لہ حضرت علی کے سب اقوال نہج البلاغت سے منقول ہین -

اور چونکہ شیعہ حضرات ائمہ کو سچا نہیں سمجھتے - اسوجہ سے قسم بھی بڑھادی - تاکہ تاویل کی گنجائش نہ رہے - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیعہ کی کبھی تصدیق نہ کرنی چاہیے ناظرین ہماری اس تحریر کو دیکھکر بہت محو حیرت ہونگے مگر ذرا تسلی سے دیکھیے آگے ہم خود دلائل و شواہد لائینگے فقط ایک شاہد اور بھی سنیے کہ تقیہ کیا شئی ہے اسکی باعث انکی تصدیق امیر المومنین نے نہ کی - نو حصے دین کے تقیہ میں بنا (کما فی الکافی وغیرہ) جس دین کے نو حصے جھوٹھ ہو وہ خود کسقدر سچا ہوگا - معلوم شد باشندگی معلوم شد باشندگی - دوم حضرت علی و حضرات حسنین کے قاتلین و برباد کنندہ یہی شیعہ ہین جسکی شہادت خود ملا باقر مجلسی " کردند آنچہ کردند " فرما کر دے رہے ہین - حضرت علی نے اس طور سے شہادت دی ہے

" قاتلکم اللہ لقد ملأتم قلبی قیحا و شحنتم صدری غیظا و جرعتمونی نغب التہمام انفاسا و افسدتم علی رائی بالعصیان والخذلان "

(اے شیعو) خدا تمھین غارت کرے تمنے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو غصہ سے بھڑکا دیا ! در پے در پے غم کے گھونٹ مجھکو پلائے اور میرے حکم کی نافرمانی کرکے میرا کام بگاڑ دیا "

یہ سب الفاظ ایسے ہین جن سے صاف دشمنی اور عداوت ٹپک رہی ہے - سوم یہ کہ شیعہ فی الحقیقت دشمن بنی امیہ کے تھے اور چونکہ انکو کوئی بہانہ نہ ملا - انھون نے اہل بیت کی محبت کے نام سے اپنے آپ پھوڑے - اور دل کی آگ نکالی ؛ وہ سچے محب نہ تھے (چہارم) یہ کہ شیعہ تلمیذین و شاگرد ابلیس ہین - اسکی شہادت حضرت علیؓ کے کلام مین بکثرت ہے - مگر منجملہ انکے ایک نقل کیجاتی ہے -

" اضرع اللہ خدودکم لا تعرفون الحق کمعرفتکم الباطل ولا تبطلون الباطل کابطالکم الحق " خدا تمھارے (شیعو کے) چہرے ذلیل و خاک آلودہ کرے تم لوگ حق کو نہین پہچانتے جیسا کہ باطل کو پہچانتے ہو اور باطل کا رد نہین کیا کرتے جیسا کہ حق کا رد کرتے ہو " اللہ اکبر - امیر المومنین بھی عجیب تجربہ کے آدمی تھے - انھون نے صاف کہدیا کہ شیعہ کبھی حق کو نہین پہچانتے اور ہمیشہ حق کا رد ہی کیا کرتے ہین چونکہ خوف طوالت مانع ہے ورنہ اس جگہ بہت سے فوائد لکھتا -

ملا باقر مجلسی نے جو ان شیعون کو ملبسین بتلایا ہے اس وجہ سے کہ انھون نے امر بالمعروف کو واجب بتلایا - حالانکہ شیعون کے نزدیک گمراہ کرنا واجب ہے - کافی مین ہے کہ اس دین کا ظاہر کرنیوالا ذلیل ہوگا اور پوشیدہ رکھنے والا عزت پائیگا - پنجم یہ کہ تمامی شیعہ کی غرض یہی تھی کہ اہل بیت نبی کو جدا کردین اور دور کرین - کیا کہنا - ملا باقر مجلسی نے اصل مقصد بتلا دیا - اور سچ یہی ہے کہ شیعہ حضرات کے مذاہب کی بنیاد ہی یہی ہے - اور چونکہ یہ مذہب یہود سے لیا گیا ہے بھلا یہود کب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا آپ کی اولاد کو زندہ رکھنا چاہتے تھے - سچ کہا ہے - کل اناء یترشح بما فیہ - اس تقریر سے ایک

انصاف پسند حق کا جاننے والا باطل کا رد کرنیوالا ضرور معلوم کرسکتا ہو کہ کیا یہی لوگ محب اہل بیت ہین جو ہمیشہ اُنکے برطرف کرنے کی فکر مین رہے ہون۔ اور نیست و نابود کرتے جائین اُنسے منافقانہ برتاو برتین؟ ہرگز نہین۔

ایہا المدعی سلیمی سفاہاً
لست منہا ولا قلامۃ ظفر

اصلاح نے ایک مضمون بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۲۹ ۱۳ھ بعنوان "عمر داماد ابوبکر ارادۃً" طبع کیا ہے جسمین اخبار اہل حدیث کا رد کرنا چاہا۔ ولیکن اصل دلیل پر ایک حرف نہ لکھا۔ وہی اپنے پرانے شیوہ کے دستور کا کاربند ہوا جسے ملا باقر مجلسی لکھ چکے ہین۔ مگر دعوی بڑے زور شور کا کیا۔ اسکی وجہ یہ ہو کہ اُسنے چند رسالے اس مضمون مین شیعون کے دیکھ لیے وہ سمجھا اسکا کون جواب دیگا مگر یہ نہ خیال کیا۔ لکل فرعون موسیٰ"

عنوان بالا ایسا معنی رکھا جسکے خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ جناب کو دو طرح کی دامادی ہونیکا اعتراف ہو ایک ارادۃً دوم حقیقی یا جو کچھ وہ نام رکھین؟ اگر ایسی دامادی صحیح ہوجائے تو پھر شیخین کے تمام ائمہ کا ایک ایک شخص داماد بنجایگا۔ اور جناب کو یہ بھی نہ سوجھا کہ اس صورت مین عمر داماد رسول ارادۃً وابوبکر داماد رسول ارادۃً ہوجانا تسلیم کرنا پڑیگا اور ہزارہا آدمیون کو اپنا داماد ارادۃً بنانا پڑیگا۔ خیر۔ آپ نے کسی طرح کی دلیل کا نام تک نہ لیا کچھ تبرہ بازی اور کچھ اول جلول عبارتین ادھر اُدھر کی نقل کرکے کاغذ سیاہ کیے۔

ہم یہ چاہتے ہین کہ پہلے اہل تشیع کی اُن روایات کو نقل کرین جنمین اثبات نکاح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ با اُم کلثوم بنت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہی اور مختصر دلائل بتلائین پھر انکے اقوال کا کچا چٹھا کھول کر دکھلادین کہ (ومنہم اُمیون لا یعلمون الکتاب الا امانی وان ہم الا یظنون) کا کون مصداق ہو۔ اور اخیر بحث مین یہ بھی شہادت ظاہر کرینگے کہ اصحاب ثلثہ کے محب کون ہین اور مبغض کون۔ وما توفیقی الا باللہ۔

(۱) عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلک فرج غصبناہ۔ (کافی) حضرت جعفر صادق سے حضرت عمر کا ام کلثوم سے نکاح کرنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک شرمگاہ ہو جو ہمسے غصب کی گئی ہے (مسلمان ان شرافت بھرے الفاظ پر نظر کرین)

(۲) اول فرج غصب منا" یہ دوسری روایت ہے کہ ام کلثوم پہلی شرمگاہ ہو کہ ہمسے چھینی گئی

استغاثہ۔ اب علمائے شیعہ نے جو اسکے معنی لکھے ہین وہ بھی سن لیجیے۔ قاضی نور اللہ شوستری وملا کشمیری

لہ اے سلیمی کے عشق کے مدعی تجھ اس کیا شرکا تو سکے ناخن کی برابر بھی نہین ہے

اور مولوی سید محمد مجتہد صاحب وغیرہ سب نے یہی لکھا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم کا حضرت عمر سے اول نکاح ہی کہ اہل بیت سے بلا رضائے اولیاء بطریق اجبار و اکراہ کیا گیا ہے :: ان صاحبوں کی تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہو گیا تھا نہ یہ کہ نکاح ہی نہ ہوا ہو۔ مگر یہ خیال ہے کہ غصب فرج کے معنی نکاح کرنا گویا امام کو صریحا جھٹلانا ہے۔ اگر ایسا ہی تھا تو انھوں نے صاف کیوں نہ کر دیا جبکہ ایسا قبیح لفظ "غصب فرج" کا بولدیا تو کیا اب بھی کوئی تقیہ تھا؟ ہرگز نہیں۔

(۳) عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیر المومنین انہا صبیۃ قال فلقی العباس فقال لہ ما لی ابی باس فقال وما ذاک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعورن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ہدمتہا و لاقیمن علیہ شاہدین بانہ سرق ولاقطعن یمینہ فاتی العباس فاخبرہ وسألہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ (کافی) حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر نے ام کلثوم کی بابت منگنی کی تو حضرت علی نے عذر کیا اور کہا وہ بچی ہے۔ پھر حضرت عمر نے حضرت عباس سے ملاقات کی اور کہا کہ اے عباس کیا ہو گیا علی کو کہ میں نے منگنی کی اور اسکو رد کر دیا۔ خبردار قسم خدا کی زمزم تم سے چھین لونگا اور تمہارے لیے کوئی شرافت نہ ہوگی کہ اسکو نابود نہ کروں اور دو گواہ علی پر قائم کرکے چوری کے معاملہ میں ہاتھ کاٹ دونگا۔ تب حضرت عباس نے آکر حضرت علی سے یہ ماجرا بیان کیا اور یہ طلب کیا کہ ان کو وکیل و ولی بنا دیں۔ حضرت علی نے وکیل بنا دیا۔

اس حدیث میں اگرچہ نکاح ہونیکا ذکر نہیں ہے مگر کچھ سوال اس بات سے تھا کہ ام کلثوم کا نکاح کس طرح ہوا اسلیے یہ حالت بیان کر دیگئی اور اصل مقصود جو سائل سوال کے نزدیک ثابت ہے اسکے ذکر کی چنداں ضرورت نہ رہی۔ اور چونکہ پہلی حدیث میں صاف۔ اول فرج۔ اور۔ فرج غصب منا۔ موجود ہے پھر اسمیں چنداں تصریح کی بھی ضرورت نہ رہی

(۴) واما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب مشروحا وبینا انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد ومراجعۃ ومنازعۃ آہ (تنزیہ الانبیاء) یعنی حضرت علی کا ام کلثوم کو نکاح میں حضرت عمر کے دینا (جو ثابت ہے) اسکا جواب شافی میں شرح و بسط سے دیا ہے (جسکا مقصود یہ ہے) کہ حضرت علی نے قبول نہیں کیا تھا مگر جب حضرت عمر نے بہت دھمکایا اور ڈرایا۔ اور بہت ہی آنا جانا اور جھگڑا ہوا۔ جسکے بعد حضرت علی مرتضی نے نکاح کروا دیا۔ یہاں ابنتہ کا لفظ صریح ہے جسکے معنی بیٹی اور ضمیر جو حضرت علی کی طرف ہے یہ شہادت صاف ہے کہ نکاح ہو گیا تھا اور اسکا انکار ممکن نہیں ہے۔

(۵) اگر نبی دختر بعثمان داد۔ ولی دختر بعمر فرستاد

(مجالس المومنین) اگر نبی نے لڑکی عثمان کو دی تو ولی نے بھی لڑکی عمر کو دی - یعنی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو لڑکی دی ویسا ہی حضرت علی نے بھی عمر فاروق کو لڑکی دی

(۶) ام کلثوم را بجور و تعدی عمر بعقد خود در آورد بمہر چہار ہزار دینار طلا نقدا و چہار سالہ بود و بر دامن خود نشاند بدست ریش عمر گرفتہ سیلے بر روے او زد - عمر را بد آمد - گفت این حمیت بنی ہاشم است (تذکرۃ الائمہ طاہر مجلسی)

یعنی عمر نے ام کلثوم کا ظلم سے اپنے ساتھ عقد کیا - چار ہزار دینار نقد مہر بندھا - اور ام کلثوم چار سال کی تھی جب حضرت عمر نے انکو اپنے دامن پر بٹھلایا تو انھون نے انکی داڑھی پکڑ کر ایک طمانچہ مارا - حضرت عمر کو برا معلوم ہوا اور کہا یہ حمیت بنی ہاشم ہے" اسمین صاف نکاح ہونیکا ثبوت ہے نیز مہر بھی چار ہزار دینار بتلایا ہے - جو نقد تھا -

اصلاح مین لکھا ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد بہت قرض تھا - وہ کس خیر مین تھا ؟ اُسکا جواب بھی اس جگہ سے معلوم ہو سکتا ہے - نیز شہر بانو کے قصہ سے اور ام کلثوم کا سن بھی لکھدیا ہے -

(۷) عن جعفر عن ابیہ علیہم السلام وقال مات ام کلثوم بنت علی علیہما السلام وابنہا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ ولا یدری ایہما ہلک قبل فلم تورث احدہما من الآخر و صلی علیہما جمیعاً (تہذیب طوسی) جعفر صادق اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ ام کلثوم بنت علی ابن ابیطالب اور انکا لڑکا زید بن عمر بن الخطاب دونون ایک ہی وقت مین مر گئے اور یہ نہ معلوم ہوا کہ دونون مین سے پہلا کون مرا - پس ایک دوسرے کا وارث نہوا اور دونوں پر نماز جنازہ اکٹھا ہوئی" اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ ام کلثوم کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تھی اور بچہ بھی پیدا ہو چکا تھا جسکا نام زید تھا - اسمین کچھ کلام ہے جو ہم آگے ذکر کرینگے -

(۸) زوّج علی بنتہ ام کلثوم من عمر (مسالک ابی القاسم القمی) یعنی حضرت علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کر دیا - یہ اُس بات کیلئے دلیل ہے کہ ہاشمیہ کا نکاح غیر ہاشمیہ سے ہو سکتا ہے -

(۹) دادن دختر بعمر کہ جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد باین جہت بود کہ اظہار شہادتین می نمود و زبان اقرار بہ فضیلت رسول میکشود و در آن تا اصلاح غلاظت و فظاظت او نیز منظور بود (مجالس المومنین) یعنی ابو محسن علی بن اسمعیل شیعی سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت علی نے عمر فاروق کو اپنی بیٹی کیون دی - تو اُسنے جواب دیا کہ لڑکی اسوجہ سے دی ہے کہ عمر کلمہ پڑھتے تھے اور حضرت رسول مقبول کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے اور نیز اس فعل سے

انکے سخت مزاجی کی اصلاح بھی منظور تھی۔

اس جگہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے نکاح ہوا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ اب اہل انصاف دیکھین کہ شیعہ کسقدر اہل بیت اور انکے پاک رشتہ کے دشمن ہین۔

(۱۰) محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن الخطاب

بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ از روے اکراہ در حبالۂ عمر بود تزویج نمود (مجالس المومنین) یعنی محمد بن جعفر طیار بعد وفات عمرؓ بن خطاب کے شرف دامادی امیر المومنین حضرت علی سے مشرف ہوے اور ام کلثوم بنت سیدہ سے کہ جو جبراً حضرت عمر کے نکاح مین تھین ازدواج ہوا۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے عین حیات مین ام کلثوم آپ ہی کے پاس تھین یہ دس شہادتین ہین۔ تلک عشرۃ کاملہ

ان دس شہادتون سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی مرتضی سے نکاح کیا۔ اور اولاد بھی پیدا ہوئی اور اپنی عین حیات بھر انکو رکھا

ان صریح دلائل کا جواب سوا اسکے کہ ان سب ائمہ و مجتہدین و محدثین کو کاذب سمجھکر جھٹلا دیا جائے اور سب سے تبرا کیا جائے۔ اور کچھ نہین۔

انہین سب سے بڑھے ہوے جعفر صادق اور محمد باقر ہین۔ اور باقی بڑے بڑے علما مثل محمد بن یعقوب کلینی و طوسی و علم الہدے سید مرتضی و ملا محمد باقر مجلسی و قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ ہین۔

اب ہم اڈیٹر اصلاح کی حقیقت بیان کرتے ہین رسالۂ اصلاح بابت ماہ جمادی الاولی صفحہ ۲۶ پر آپ لکھتے ہین "آپ نے جو ثبوت دیا اسکا خلاصہ صرف اسقدر ہے کہ عمر نے تزویج ام کلثوم کا ارادہ کیا۔ جناب امیر مانع مزاحم ہوے۔ اسکے بعد ہوا یا نہین ہوا یہ بحث جداگانہ ہے" سبحان اللہ۔ دروغ گویم برروے تو۔ اسکو کہتے ہین۔ حالانکہ اہلحدیث مین دو حدیثین ذکر کی ہین۔ ایک وہ جس سے نکاح کا ہوجانا ثابت ہوتا ہے دوسرے وہ جسمین نکاح کا ابتدائی قصہ ہے۔ اڈیٹر اصلاح کو پہلے دونون حدیثون کے معنی اور ترجمہ کرنا چاہیے تھا پھر دکھلانا تھا کہ کس لفظ سے نکاح نہ ہونا ثابت ہوتا ہے

اجی جناب۔ فرج غصبناہ۔ کے کیا معنی ہین پہلی حدیث تو یہی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اہل بیت کی ایک شرمگاہ ہے جو غصب کی گئی۔ اسقدر صاف اور صریح لفظ سے آنکھین بند کرکے رد لکھنے بیٹھے ہین ذرا آگے پیچھے بھی دیکھ لیتے کہ سوال کس چیز سے تھا

نکاح عمر با ام کلثوم اب کیا عذر باقی رہا اگر حدیث کافی گمنام کہی جائے تو عبارت بالکل مہمل اور بیمعنی ہو کہ نہ اسکے مرجع کا پتہ لگتا ہے نہ کچھ مقصود ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ اگر نکاح ہوا ہی نہو اور حضرت عمر کے پاس ام کلثوم نہ گئی ہوں تو لازم آتا ہے کہ امام معصوم کاذب ٹھہرین جو اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہین۔ شاید اڈیٹر اصلاح یا اور کوئی عقلمند غُصبناہ مجہول کو معروف پڑھکر یہ معنی بنھائے کہ ہمنے غصب کی ہے اس صورت مین نکاح کا ثبوت اس سے زرا دقت طلب ہوگا۔ پھر لکھتے ہین۔ "مگر افسوس آپ نے اسمین نہ غور کیا کہ اصلی نزاع کیا ہے کیونکہ آپکا دعوی یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت جناب سیدہ وجناب امیر تعین جو کسی طرح حدیث مذکور سے معلوم نہین ہوتا۔ لہذا اسکا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ کہ آپ حدیث مذکور سے ثابت کیجئے کہ کونسی ام کلثوم مراد ہین۔"

یہ تو آپ کو اندھیرے مین بڑی دور کی سوجھی۔ جب کسی طرح جواب نہ بن پڑا تو آپنے ادھر اُدھر بنیاد لینی شروع کی۔ اہل حدیث نے لکھا تھا کہ شیعہ حضرات ان حدیثون کا ترجمہ کر کے بتلائین۔ مگر افسوس کہ آپ نے اپنی عزت کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ نسمجھے کہ کوئی کہیگا۔ اضرع اللہ خدودکم۔ جیسا کہ امیر نے کہا تھا۔

اب آپ انصاف سے فرمائین کہ یہ خطا ہوئی ہے یا آپ بھی کوئی معصوم ہین؟ جناب من! اصل نزاع یہی ہے یہ حدیث وارد ہے۔ مگر افسوس کہ آپ لوگ بوجہ اعالیل یا ضالیل ہونیکے خیال نہین کرتے۔ کیا غُصبناہ کے یہ معنی نہین ہین کہ ہمسے غصب کیگئی۔ پھر اسمین لفظ نا جسکے معنی ہم سے ہین صحیح ہین یا نہین؟ اگر اس حدیث کے یہ معنی نہین ہین تو یہ چند خرابیان لازم آتی ہین۔ ایک یہ کہ لفظ غصب بیمعنی ہوگا۔ اسلیے کہ نکاح تو ہوا ہی نہین اور نہ بی بی ام کلثوم غصب کی گئین۔ پھر امام کا غصبنا کہدینا صریح غصب نہین تو اور کیا ہوگا۔ دوسرے (نا) کی ضرورت ہی کیا تھی جب ام کلثوم اہلبیت سے نہتھی پھر اس خاص لفظ کے ذکر کرنے سے کیا فائدہ۔ تیسرے اگر لڑکی ابوبکر کی ہو تو سائل کا سوال و مجیب کا جواب لغو ہے اسلیے کہ جس سے تعلق نہین اسکی بابت سوال بیمعنی کرتا ہے نہ غصبناہ کہکر جواب دینا عجیب لگتی ہے۔ چوتھے مجتہدین شیعہ جو اس حدیث کو لاتے ہین بے سمجھ ٹھہرے۔ اور کافی کہ جو شیعون کے نزدیک اصح الکتب کہلاتی ہے موضوعات کا مجموعہ ٹھہری اور وہ بھی بیمعنی۔ پانچوین شیعہ حضرات نے جو اس سے فقہی مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ہاشمیہ کا نکاح غیر ہاشمی سے ہو سکتا ہے۔ وہ غلط ہو جائیگا۔ اور انکا یہ کہنا کہ علی نے اپنی لڑکی عمر کو دی" صریح باطل ہوگا۔ اور تیسری حدیث تو اس سے بھی زیادہ صاف ہے جسمین حضرت علی کا ممانعت کرنا اور حضرت عباس کو وکیل بنانا ایسی کھلی شہادت ہے جسکا کوئی ذی بصیرت انکار نہین کر سکتا۔ مگر کیا کرین۔ ہمیشہ سے حضرات شیعہ اسی طرح

تاویلات بیمعنی وتحریفات لایعنی کیا کرتے ہین۔ بھلا ان سے کوئی یہ تو پوچھے کہ جناب جب حضرت علی کی بیٹی نہ تھی تو انکو منگنی سے کیا واسطہ اور حضرت عباس کو وکیل بنانا چہ معنی دارد؟ جبکہ خود وکیل نہ تھے۔ تہذیب طوسی کی حدیث بھی کسقدر صریح ہے اور اُسمین صاف موجود ہے کہ حضرت عمر کا اُن سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جسکا نام زید تھا۔ اسی طرح سب شہادتین نہایت صاف اور کھُلی ہوئی ہین۔ پھر اڈیٹر اصلاح لکھتے ہین :۔

"حالانکہ یہ واقعہ ام کلثوم بنت ابی بکر کا ہے نہ بنت جناب سیدہ کا جسکا ثبوت یہ ہے کہ (۱) معارف ابن قتیبہ مین ہے

صفحہ ۵۵ مطبوعہ مصر و اما ام کلثوم بنت ابی بکر فخطبہا عمر بن الخطاب الی عائشۃ فانعمت لہ وکرہت ام کلثوم۔ فاحتالت لہ حتی امسک عنہا۔ یعنی ام کلثوم بنت ابی بکر سے عمر نے عقد کرنا چاہا عائشہ نے تو قبول کیا مگر خود ام کلثوم نے کراہت کی تو عائشہ نے حیلہ کرکے اُسکو روکا"

اڈیٹر صاحب اگر قاعدہ کلام سے واقف ہوتے تو سوال از آسمان جواب از ریسمان کے مصداق نہ بنتے آپکا دعوے یہ ہے کہ یہ واقعہ جسکا ذکر کافی وغیرہ مین ہے اور جسکی بابت اول فرج غصب منا ہے وہ ام کلثوم بنت ابی بکر کے متعلق ہے نہ بنت فاطمہ کے متعلق۔ مگر بہزار افسوس یہ کہنا جاتا ہے۔ کہین رہ کہ میروی بترکستان است۔ دعوے تو خاص حدیث کافی کے متعلق ہے۔ آپ کو کافی وغیرہ سے یہ بات ثابت کرنا تھی کہ یہ حدیث ام کلثوم بنت ابی بکر کی بابت ہے۔ مگر آپ یہ بات تا بقیام قیامت کبھی ثابت نہین کر سکتے۔ اسی لیے پینترے بدل رہے ہین۔ تاہم اگر یہ بھی آپ اپنے مذہب والون کی کتاب سے نقل کرکے دکھاتے تو بھی غنیمت تھا۔ مگر آپ نے کتاب اہل سنت سے احتجاج کیا اور یہ چاہا کہ معارف کافی پر غالب رہے۔ ورنہ کیا معنی ہین کہ معارف سند ہو اور کافی سند نہ ہو۔ آپ کی غلطی یہ ہے کہ دو واقعون کو ایک واقعہ بتلا کر اپنے مذہب کے محدثین کو آپ خود ہی جھوٹھا اور بے اعتبار بنانا چاہتے ہین۔ اسلیے کہ واقعہ بنت ابی بکر الگ ہے اور واقعہ بنت فاطمہ الگ۔ پھر ایک کو دوسرے سے ملانا تلبیس نہین تو اور کیا ہے؟

اب اگر آپ کو کتاب معارف ہی سے یہ بات ثابت کر دیجائے کہ عمر فاروق نے ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب سے عقد کیا اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تو بتلائیے کہ آپکا منہ کیسا ہونا چاہیے۔؟

سنیے۔ اور کان کھول کر سنیے۔ معارف صفحہ ۹۵ مین ہے

"وفاطمۃ وزید اولادہما ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقال ان ام بنت ام کلثوم من عمر رقیۃ وان عمر زوجہا ابراہیم بن نعیم النحام

"فماتت عنده ولم تترک ولدا" یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کی اولاد سے فاطمہ اور زید ہیں اور ان دونوں کی ماں ام کلثوم
بیٹی حضرت علی کی بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے اور بعض نے
کہا کہ لڑکی ام کلثوم کی جو حضرت عمر سے تھی اسکا نام رقیہ ہے
اور حضرت عمر نے اسکی شادی ابراہیم بن نعیم سے کی تھی پس
وہ مرگئی اور کوئی بچہ نہ چھوڑا - یہ صاف گواہی ہے اس
بات پر کہ حضرت عمر نے ام کلثوم بنت سیدہ وعلی سے شادی
کی تھی اور دو بچے بھی ہوئے جنمیں ایک کی شادی بھی ہو گئی
تھی - اور اسی معارف صفحہ (۷۰) میں دیکھ لیجئے -

(۵) "وام کلثوم الکبری وھی بنت فاطمۃ فکانت عند
عمر بن الخطاب وولدت لہ ولدا" یعنی ام کلثوم بنت جناب
فاطمۃ الزہرا حضرت فاروق اعظم کے پاس تھیں اور اولاد
بھی ہوئی -

اس شہادت سے اڈیٹر اصلاح کا دعویٰ ہباءً منثورا
ہوگیا - اور یہ واقعہ پتھر کی لکیر کی طرح ثابت ہوگیا -

(۲) **قولہ** - تاریخ کامل میں ہے - وتزوج ایضا فی الاسلام

جبیبۃ بنت خارجۃ بن زید الانصاری فولدت لہ بعد وفاتہ
ام کلثوم - یعنی ابوبکر نے اسلام میں جبیبہ بنت خارجہ سے
عقد کیا جس سے بعد وفات ابوبکر ام کلثوم پیدا ہوئیں

اڈیٹر صاحب کو یہ بتلانا ضروری ہے کہ تزویج ام کلثوم
سے اور ولادت سے کیا تعلق ہے ؟ اور وہ بھی ولادت بنت ابی بکر

اس عبارت کو تو اصل بحث کی ہوا بھی نہیں لگی - ہمارا دعویٰ
یہ ہرگز نہیں ہے کہ بنت ابی بکر کی بابت پیغام نہیں ہوا - بلکہ ہم
اس بات کے مدعی ہیں کہ بنت سیدہ کا حضرت عمر فاروق
سے نکاح ہوگیا - وبینہما بعد المشرقین -

علیٰ ہذا القیاس تیسرا اور چوتھا اور پانچواں ثبوت سب
اصل مدعا سے خارج ہیں - آپ بنت ابی بکر کی ولادت
اور انکا نام ام کلثوم ہونیکی شہادت لاتے ہیں اس سے
کیا فائدہ ہے - چوتھی اور پانچویں شہادت بھی اسی قبیل سے
ہے یعنی بے وقت کی شہنائی - اور اسکے آخر سے خود ہمارا
مدعا ثابت تھا مگر آپ نے حذف کر دیا -

قولہ بغرض اختصار ان پانچ ثبوتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے
جس سے اسقدر تو آپ کو یقینی معلوم ہے کہ عمر نے اپنی خواہش
سے ام کلثوم بنت ابوبکر سے عقد کرنا چاہا تھا"

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اس قصہ کو اصل
نزاع سے کوئی تعلق نہیں ہے - اسلیئے کہ محل نزاع حدیث
کافی ہے جسمیں عمر کا ام کلثوم کا نکاح ثابت ہے اور دو مختلف
قصے ہونے ایک بات کے منافی یا مناقض نہیں جس سے
ایک نے لیا جائے اور دوسرا رد کر دیا جائے - اور یقینی معلوم
ہونا یا ظنی معلوم ہونا اسکا اس جگہ کیا موقع ہے - آپکو اپنے
دعوے کی دلیل سے غرض ہے کہ تمام دنیا کے جھگڑوں سے
درحقیقت ان پانچ ثبوتوں میں سے ایک بھی ثبوت بنت علی

نہین ہے۔ اسلیے کہ ہر ایک ثبوت مدعی سے اخص ہے۔ اگر ام کلثوم بنت حضرت ابو بکرؓ سے عقد کا ارادہ کیا بھی ہو تو کیا وہ وقوعِ نکاح با ام کلثوم بنت سیدہؓ کی نفی کا مستلزم ہے؟ ہم اگر دونون کے نکاح بھی فرض کرین جیسا کہ حقیقتًہ بنت سیدہ سے تھا تو بھی کیا خرابی لازم آتی ہے۔ مگر آپ نے یہ دعوئی خاص کیا ہے کہ حدیث کافی بابت بنت ابی بکر کے ہے۔ اور اسکی کوئی دلیل نہین لائے۔ دلیل لائے تو کس بات کی؟ کہ ام کلثوم بنت ابی بکر سے بھی منگنی کی تھی مگر نکاح نہین ہوا۔ اور وہ بھی اہلسنت کی کتابون سے۔ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔

آپکا پہلا ثبوت صریح مخالف مدعا ہے کہ حدیث مین غصب جو ہے اور اسمین نکاح ہی نہین ہوا او عباس کی وکالت بھی نہین بیان کی تو کافی کا ذکر غلط ٹھہرا۔ اور دوسرے ثبوت مین تو فقط ولادتِ ام کلثوم بنت ابی بکر ہے اُسکو عقد سے مطلق سروکار نہین۔ آپ نے اسکو اگر لکھا ہی تھا تو پورا کیون نہ لکھا۔ یہ تو آپ کے لیے کچھ بھی ثابت نہین کرتا تیسرا ثبوت بعینہ دوسرا ثبوت ہے اور لغو ہے۔ رہا چوتھا اور پانچوان وہ پہلے ثبوت کی طرح ہین۔ اُنہین صاف دو قصے مختلف ثابت ہین۔ جسکا مختصر یہ ہے کہ حضرت عمر نے ام کلثوم بنت ابی بکر کا ارادہ کیا مگر ام کلثوم نے خود ناپسند کیا اگرچہ حضرت عائشہ نے چاہا مگر بدون رضاے ام کلثوم کیونکر ہو سکتا تھا۔ آخر انھون نے تدبیر سے عمرؓ بن العاص کو بلوا کر روکدیا اور یہ بتلایا کہ اسوقت جب وہ ناپسند کرتی ہے اور آپ بہت خشک و سوکھا کھاتے ہین نیز اگر آپ غصہ ہوگئے تو بیچی تکلیف مین پھنسین گے۔ اور جناب علی کی بیٹی سے منگنی کیجیے جس سے رسول اللہ سے رشتہ ملے۔ چنانچہ انھون نے اسی طرح کیا۔ اسمین بھی دعوے پر کوئی ثبوت نہین ہے بلکہ یہ ثبوت صاف دو قصے ہونے پر دلالت کرتا ہے پھر آپ کا اسے مثبتِ مدعی ماننا عجیب امر ہے۔

قولہ اگر یہ خیال کیا جائے کہ عمر نے بوجہ عمرو بن عاص کے ام کلثوم بنت ابی بکر سے نکاح نہ کیا اور ابوبکر کی حق تلفی پسند نہ کی مگر بنت سیدہ سے نکاح کر لیا تو اس صورت مین دو خرابی لازم آتی ہے۔ ایک یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفی لازم آئے گی جس سے پھر کوئی مسلمان نہین رہ سکتا۔ دوسرے یہ لازم آئیگا کہ عمر پر عمرو بن عاص کا حیلہ چل گیا اور انھون نے ایمان تک کا خیال نہ کیا کیونکہ حضرت کی حق تلفی کی مختصر

جناب اڈیٹر صاحب! اس قصے کو ثبوت نکاح سے کیا تعلق ہے؟ آپ ایسے اوپری قصے لے کر اصل مدعی سے گریز کر رہے ہین۔ اگر بالفرض یہ سب نہ ہوا اور نکاح ثابت رہے تو آپ کا کیا بگڑتا ہے۔ اب آپ اسکا بھی جواب سنیے۔ حضرت عمر کا نکاح کرنا محض

اس غرض سے تھا کہ ام کلثوم بنت ابی بکر ناراض تھین
اور شریعت سے جبراً نکاح ہی جائز نہین - اور عمرو بن عاص
کا یہ کہنا کہ آپ موٹا خشک کھاتے ہین - اگر کبھی غصہ ہو کر
آپ نے کچھ زیادتی کرین تو ابو بکر کی حق تلفی لازم آتی ہے یہ محض
اُنکے خیال دور کرنے کیلیے ایک بہانہ تھا - ورنہ وہ نکاح ہی
کیسے کر سکتے تھے جب تک بنت ابی بکر راضی نہ ہوتین اور
سطوت کا ذکر محض بے سود ہے اسلیے کہ یہان کوئی سطوت
بچا تھی ہی نہین اور یہ بھی ہے کہ جب حضرت علی وغیرہ موجود
ہین تو پھر سطوت کا احتمال ہی نہین گویا اس جگہ حق تلفی
ممکن ہی نہین - اور یہ بات صاف ہے کہ عمر فاروق نے کبھی
حق تلفی کی ہے اور نہ ثابت ہو سکتی ہے - جسکے لیے حضرت
رسول دعا کرین کہ خدا اس سے دین کو عزت دے بھلا
وہ کیونکر حق تلفی کر سکتا ہے - کیا رسول کی دعا بیکار تھی
ہرگز نہین - ہاں کھانے پینے کے متعلق وہ بھی غلط ہے
اسلیے کہ خود شیعہ حضرات نقل کرتے ہین کہ مہر ازدیناً
طلا مہر دیے - تو کیا یہ تنگی ہے پھر بعد اس مہر کے خود بھی
کھا سکتے ہین - نیز اگر گھر مین تکلیف ہو یا تنگدستی تو ہین
نکاح کرنا شرعاً کچھ قبیح نہین - دیکھیے رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا کو حضرت علی کے عقد
مین دیا تھا باوجودیکہ وہ فقیر تھے - اور جناب سیدہ کو
چکی پیسنا پڑتی تھی - یہان تک کہ تواریخ شیعہ مثل
ناسخ التواریخ وغیرہ مین صاف موجود ہے کہ سیدہ چند مرتبہ
روتی ہوئی آنحضرت کے پاس آئین اور کہا کہ مجھے ایسے
فقیر سے کیون نکاح کرا دیا سب عورتین عار دلاتی ہین -
آپ نے انکو تسلی دی - یہ قصہ صریحاً یہ بتلاتا ہے کہ تنگی
یا خشک کھانے سے حق تلفی کا خیال محض باطل ہے اب یہ
حیلہ سازی کے کوئی معنی ہی نہین رہے وہان تو عدم رضا
خود بڑا حیلہ تھا - الغرض آپکا عقد کو مستلزم بدو خرابی
بتلانا ٹھیک نہین ہے اور بہانہ کو دلیل گردانا بے سود ہے -

قولہ - اب تو غالباً اڈیٹر صاحب اہلحدیث کو حسب التحریر
اثنا عشری اقرار جہالت مین کوئی عذر نہوگا - کیونکہ اگر
وہ اس عقد سے اقرار کرتے ہین تو دعوی اسلام سے عمرؓ
کی دست برداری لازم آتی ہے جسکو تمامی دنیا کے
اہلسنت بھی قیامت تک ثابت نہین کر سکتے گو یہ کھلم کھلا
بنجائین جسکا اصول انکار بدیہات ہے -

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو آپ لوگون کو اقرار
جہالت کیساتھ ضلالت کا بھی اقرار کرنا اسی عقد کے
ہو جانے سے لازم ہے - سنیے - جبکہ حضرت علی ام کلثوم
بنت سیدہ کا عقد حضرت عمر سے کیا - حق تلفی کا خیال
ہی نہین ہو سکتا - اسلیے کہ حضرت علی خود بھی اس صورت
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفی مین شریک
ہوے جاتے ہین - اپنی حق تلفی کے لیے انھون نے لا

نام وجہ	طریق استدلال
	امکان مین نہین ہی کان مواقع مین ضرورت کا شائبہ بھی بیان کر سکے پس باوجود تقیہ کے بیالغا دیگر اس شدت کذب کے شیعون کے راوی تو درکنار۔ انکے ائمہ کے اقوال کیونکر قابل اعتبار ہین؟ ممکن ہی کہ جس قول کو ہم انکا اصلی مذہب سمجھین وہ انھون نے تقیہ مین کہا ہو۔ مولوی حامد حسین صاحب کا یہ فرمانا کہ "ائمہ تقیہ مین جو کچھ فرماتے ہین وہ بھی انکا قول ہوتا ہی کیونکہ تقیہ انکا اور انکے باپ دادا کا دین ہی" اِسکو اگر ہم مان لین تب بھی ہم یہ کہین گے کہ صاحبو اہل اسلام کو مقصود بالذات تو رسول اللہ کا اتباع ہی۔ ائمہ نے جو کچھ تقیہ مین کہا گو انکا مذہب ہو مگر رسول اللہ کا مذہب تو نہین ہی؟ ہان اگر شیعہ صاف کھل کر کہدین کہ ہمکو مقصود بالذات انھین ائمہ کی پیروی ہے رسول سے کچھ واسطہ نہین۔ تو یون بھی سہی۔
(۶) اعتبار نہیں بسبب مستفتی	شیعون کے بیان کے موافق ائمہ کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی بدمذہب ان سے فتویٰ پوچھنے جاتا تو وہ اسکو اسی کے مذہب کے موافق فتویٰ دیتے تھے۔ اور وجہ اسکی حضرات شیعہ یہ بیان کرتے ہین کہ ائمہ ہر شخص کو سمجھ لیتے ہین کہ یہ نجات پانیوالا ہی یا ہلاک ہونیوالا ہی۔ ہلاک ہونیوالے کو نجات کی باتین نہین بتاتے بلکہ ہلاکت ہی کی باتین تعلیم کرتے ہین۔ خیر وجہ اسکی خواہ کچھ ہو۔ ہم تو اس موقع پر یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہین کہ ایسے ائمہ کی احادیث اگر رواۃ شیعہ کے دست تصرف سے محفوظ ہون تو بھی قابل اعتبار نہین ہو سکتین۔ کیونکہ ہم جن احادیث کو انکا اصلی مذہب سمجھتے ہین ممکن ہی کہ انھون نے برعایت مستفتی انکو فرمایا ہو۔
(۷) اعتبار نہیں بسبب سائل	شیعون کے بیان کے موافق ائمہ کی یہ بھی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص صورت واقعہ اپنی غلط فہمی کے باعث سے خلاف واقع بیان کر دیتا تو ائمہ اسکے بیان پر لحاظ نہ کرتے تھے بلکہ واقع کے موافق جو بات ہوتی تھی اُسی کا فتویٰ دیتے تھے۔ مستفتی یہ سمجھتا تھا کہ امام نے میرے بیان پر فتویٰ دیا ہی اور وہ اس سے غلط مسائل استنباط کر کے امام کی طرف منسوب کرتا تھا۔ ہم کتاب استبصار سے نقل کر چکے ہین کہ ایک شخص نے امام جعفر سے پوچھا کہ میری لونڈی کی منی خارج ہوگئی تو اسکو

نام وجہ	طریق استدلال
	کیا کرنا چاہیے - امام نے فرمایا اُسپر غسل ضروری نہین ہو - محدثین شیعہ فرماتے ہین کہ فی الواقع اس عورت کی منی نہین خارج ہوئی تھی بلکہ مذی خارج ہوئی تھی. سائل کی غلط فہمی تھی جو وہ مذی کو منی سمجھا تھا" پس اب یہ احتمال ہمکو ائمہ کی تمام احادیث مین پیدا ہو گیا کہ شاید انھون نے یہ حدیث کسی کے سوال کے جواب مین فرمائی ہو اور وہ سوال خلاف واقع رہا ہو ائمہ نے موافق واقعۂ واقعی کے فتوی دیا ہو - سائل چونکہ امام کے جواب کو اپنے سوال پر منطبق سمجھا تھا اس لیے اس نے یہ قول امام کی طرف منسوب کر دیا. روایت بالمعنے برابر جاری ہے روایت باللفظ کا اگر اہتمام ہوتا تو غالباً یہ احتمال اس قدر مضرت رسان نہ ثابت ہوتا -
(۸) عدم تحفظ اصول اربعہ	یعنی وہ چارسو کتابین جنکی تصنیف عہد ائمہ مین بیان کیجاتی ہے اور بڑے فخر و مباہات کے ساتھ انکا ذکر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ اصول اربعہ (یعنی کافی - تہذیب - استبصار - من لا یحضر) انھین کتابون سے مرتب کی گئی ہین بموافق ارشاد ائمہ اور مطابق اقرار علمای شیعہ کذابین اور مفترین بے دین کے دست تصرف سے محفوظ نہین رہین - ان کتابون مین بہت کچھ تحریف زمانۂ ائمہ مین ہو گئی تھی اور بہت سی جھوٹی جھوٹی باتین ائمہ کی طرف منسوب کرکے ان کتابون مین بڑھا دی گئی تھین - پھر وہ جھوٹی حدیثین ان کتابون سے نکالی نہین گئین توضیح المقال کے صفحہ ۴۳ مین ہے "اخراج الموضوعة عمافی ایدینا من الاخبار غیر معلوم و لا دعاہ کما یاتی غیر مسموع" نیز اسی صفحہ مین ہے "احتمال الوضع قائم فی اکثر الاخبار او جمیعہا وان ضعف فی بعض لقرائن خارجیة" یعنی جھوٹی حدیثون کا ان احادیث سے جو ہمارے ہاتھ مین نکل جانا معلوم نہین اور ایسا دعوی لائق سماعت نہین - احتمال جھوٹ کا اکثر حدیثون مین بلکہ سب مین موجود ہے گو بعض مین بسبب قرائن خارجیہ کے یہ احتمال کمزور ہو گیا ہے
(۹)	شیعون کے بیان کے موافق ائمہ نے جو علامات اپنی احادیث کی بیان فرمائی ہین وہ علامات شیعون کی احادیث مین نہین پائی جاتین - مثلاً ایک علامت یہ ہے کہ ائمہ نے فرمایا ہے ہماری

نام وجہ	طریق استدلال
(۹) فقدان علامات صحت	حدیثون کو قرآن سے ملا کر دیکھو جو حدیث قرآن کے موافق ہو اُسکو صحیح سمجھو" یہ علامت بھی شیعون کی احادیث مین مفقود ہے۔ کیونکہ اصلی اور صحیح قرآن کا دنیا مین کہین وجود نہین اور مثلاً ایک علامت یہ کہ ائمہ نے فرمایا ہے کہ ہم اپنی حدیثون مین قول خدا و قول رسول نقل کیا کرتے ہین" یہ علامت بھی شیعون کی حدیثون مین مفقود ہے۔ شیعون کی جس قدر حدیثین ہین ان مین ائمہ کے اقوال اس شان کے ساتھ منقول ہین کہ گویا شارع وہی تھے انکو نہ کلام خدا سے استناد کی ضرورت نہ کلام رسول سے۔ اور مثلاً ایک علامت یہ ہے کہ ائمہ نے فرمایا ہماری حدیثون مین غلو نہین ہوتا" یہ بات بھی شیعون کی حدیثون سے مفقود ہے۔ غلو کی تحقیق ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ غلو سے مراد خلفای ثلثہ رضی اللہ عنہم کی بدگوئی ہے۔
(۱۰) لزوم افتراق بین الثقلین	یہ بھی عجب مزے کی بات ہے۔ تمام باتون سے قطع نظر کرکے اگر محض شیعون کی خاطر سے مان لیا جائے کہ شیعون کی حدیثین صحیح ہین تو ایک بڑا سنگین اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ ثقلین کے درمیان افتراق لازم آئے گا جو ازروے احادیث متواترہ محال ہے۔ تقریر اس مطلب کی اس طرح پر ہے کہ حدیث ثقلین مین جسکو شیعہ بھی متواتر کہتے ہین یہ مضمون ہے کہ "اہلبیت اور قرآن ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ یعنی جسکے پاس قرآن ہوگا دامن اہل بیت بھی اُسی کے ہاتھ مین ہوگا اور جسکے پاس قرآن نہ ہوگا دامن اہل بیت بھی اُسکے ہاتھ مین نہ ہوگا۔ پس اگر شیعون کی حدیثین صحیح ہون تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دامن اہلبیت انکے ہاتھ مین ہو۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن ان کے پاس نہین ہے۔ کیونکہ وہ قرآن موجود کی تحریف کے قائل ہین۔ اور تحریف قرآن ازروے انکے اصول مذہب و روایات صحیحہ کسی طرح قابل انکار نہین ہے۔

تلک عشرۃ کاملہ

—— ب ——

ان تمام مدارج کے ختم ہونیکے بعد اہلسنت کے فن حدیث کی فوقیت اور اسکی صداقت و دیانت کے وجوہ پر بحث شروع ہوگی جسکے لیے سب سے بہتر طریقہ یہ سمجھ مین آیا کہ محدثین اہل سنت نے روایت کے جو اصول قائم کیے ہین وہ بیان کر دیے جائین۔ وہ اصول بجائے خود ایک نہایت موثق و معتمد ذمہ دار اہل سنت کی فن حدیث کی صداقت کے ہین۔

الحمد للہ کہ اس بحث سے بھی حصہ ششم مین فراغت ہو گئی۔ جو شخص انصاف کی نظر سے دیکھے وہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی خبر یا واقعہ کے جانچنے کیلیے جسقدر مدارج تحقیقات کے طے کرنیکی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اُن اصول مین موجود ہین۔ ایک باانصاف جج جو خون کے مقدمہ کی تحقیقات مین سرگرم ہے اور اُسکی دلی خواہش یہ ہے کہ اصلی قاتل کا پتہ لگجائے اور بیگناہ خون کا انتقام لے لیا جائے اسکے ساتھ ہی اُسکو یہ کھٹکا بھی ہے کہ کہین ایسا نہو کہ اصلی قاتل کے بدلے دوسرا کوئی بیگناہ پھنس جائے۔ اس جج کے سامنے اگر اہل سنت کے اصول روایت رکھدیے جائین تو وہ یقیناً انکی قدردانی کرسکتا ہے

اب اس مناظرہ حصہ ہفتم مین مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیعون کی کسی حدیث کی کتاب کی تنقید کر دیجائے ۲۱
اور وہ کتاب کوئی معمولی کتاب نہو بلکہ اُن کتابون سے ہو جو انکے فن حدیث کی جان اور روح و روان ہو کہ اسکی حالت انکے تمام فن حدیث کیلیے نمونہ بن سکے۔ اس نیت سے مین نے ایک نظر ان کے اصول اربعہ یعنی ان چار کتابون پر ڈالی۔ کافی۔ تہذیب۔ استبصار۔ من لا یحضر۔

مین نے بچند وجوہ کتاب استبصار کو اس مقصد کیلیے منتخب کیا ہے۔ گو محدثین شیعہ کے نزدیک کتاب کافی کا درجہ باعتبار شرافت کے اقدم و ارفع ہے مگر اصولِ روایت سے جسقدر استبصار مین کام لیا گیا ہے اسقدر کیا معنی۔ اسکا عشر عشیر بھی کتاب کافی مین نہین لیا گیا۔ لہذا اس خاص حیثیت مین کتاب استبصار کا تقدم بالشرف محتاج بیان نہین۔

مین اس تنقید کو اس روش پر چلانا چاہتا ہون کہ حاشیہ پر اصل کتاب استبصار ہوگی اور حوض مین اُسکا بعینہ ترجمہ۔ ترجمہ کے علاوہ بغرض تنقید جو کچھ مجھے لکھنا ہے اُسکو "ناقد کہتا ہے" کی لفظ لکھکر شروع کرونگا اور اُسکے خاتمہ پر یہ لفظ لکھدونگا کہ "ناقد کا کلام ختم ہوا" مجھے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ تعالی اس طریقہ سے اگر پوری کتاب استبصار مع ترجمہ و تنقید شائع ہو گئی تو شیعون کے فن حدیث کی حالت مین کسی قسم کی پوشیدگی باقی نہ رہے گی۔ واللہ الموفق والمعین۔



نمبر | صفر سنہ ۱۳۳۰ھ | فہرست مضامین | ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء | جلد

مطبع شمس المطابع واقع [illegible] میں طبع

قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دو بار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷ و ۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خالص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہوسکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	ے
شش ماہی	عا
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کرلیا جائیگا۔

(۴) چندہ بہرحال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں اور چاہے صرف بقیہ دنوں کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدیں۔

(۷) جو صاحب دس مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہیں ایکسال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کرائیں چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے لیلیں

۸ قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۲ روپیہ قیمت کی انعام میں دیجائیگی۔

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے یعنی مسلمانوں کے عقائد وخیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہیں

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ میں مضامین تصوف کہا جاتا ہے اس ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح و حالات ناظرین ہونگے

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص خاص اہم ضروری مسائل سے متعلق ہو۔

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ میں کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبروں کا بھی ہوگا خبریں جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی۔

(۵) ہر سال جو کتاب انعام میں تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالیٰ مفید معتبر و اکثر سلف صالحین میں سے کسی کی مستند تصنیف کا ترجمہ ہوگی۔

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	شش ماہی	سالانہ
نصف کالم	ٹ	ٹے	للعہ	للعـ
ایک کالم	عہ	للعہ	عـہ	للعـ
پورا صفحہ	لعہ	عـہ	صہ	للعـ

اتفاقی اشتہار فی سطر ۴ اجرت ضمیمہ فی صدی ۸ بشرطیکہ قواعد ڈاکخانہ کے خلاف نہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

النجم لکھنؤ ۔ روز یکشنبہ

۷ صفر ۱۳۴۳ھ

ماہ صفر ۔ رویت ہلال

اسلام نے جس کامل توحید کی اشاعت فرمائی ہے اسکا ایک بڑا رکن یہ ہے کہ اس ذات واحد جلت قدرتہ کے سوا کسی کو فاعل مختار با اختیار کامل نہ سمجھا جائے کسیکو مستقل نفع پہونچانے والا ضرر دینے والا نہ اعتقاد کیا جائے ۔ اس رکن کی تعلیم کے لیے قرآن کریم نے جس قدر اہتمام کیا ہے ۔ محتاج بیان نہیں ۔ اگر اس مضمون کی سب آیتیں یکجا کیجائیں تو معلوم ہوجائے کہ یہ عقیدہ توحید کی جان اور روح رواں ہے ۔

مگر حیف صد حیف کہ غیر مذاہب کے اختلاط سے مسلمانوں میں اس پاک عقیدہ کے خلاف بہت ناپاک خیالات رائج ہوگئے ہیں ۔ اشیا میں نحوست و سعادت کا قائل ہونا اس رکن توحید کے کس قدر منافی ہے ۔ خود شارع نے اس سے منع فرمایا ہے اور تصریح صاف صاف فرمادیا ہے کہ کسی شی کو منحوس سمجھنا ہرگز جائز نہیں ہے

انھیں ناپاک خیالات کا یہ شعبہ ہے کہ اس ماہ صفر کو علی الخصوص اسکے پہلے تیرہ دنوں کو نہایت منحوس سمجھتے ہیں اور کسی اہتم بالشان کام کی ابتدا اس زمانہ میں نہیں کرتے حالانکہ علاوہ اس کلیہ کے کہ کسی شی کو منحوس نہ سمجھنا چاہیے خاصکر ماہ صفر کے منحوس نہ سمجھنے کی تاکید بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے چنانچہ صحیح بخاری صحیح مسلم موطا امام مالک ترمذی ابوداود مسند امام احمد وغیرہ کتب حدیث میں بطریق متعددہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے جنمیں حضرت علی مرتضیٰ حضرت جابر حضرت عطیہ حضرت ابو مسعود حضرت ابو ہریرہ وغیرہ ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ صفر کا منحوس سمجھنا بالکل بے اصل ہے ۔

رویت ہلال کے متعلق بھی یہ رواج کہ مثلاً ہلال محرم کی رویت کے بعد سونے کا دیکھنا اور ہلال صفر کی رویت کے بعد آئینہ کا دیکھنا وغیرہ وغیرہ شرعاً بالکل بے اصل ہے ۔ ہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رویت ہلال کے بعد یہ دعا البتہ مانگتے تھے کہ یا اللہ اس مہینہ کی خیر برکات سے ہمیں بہرہ ور کر اور مصائب و آفات سے ہمیں محفوظ رکھ ۔

زہد و رقائق

نمبر (۵)

اب کچھ مختصر حالات حضرت مولنا سید محمد عبد السلام کے جو مین نے حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ سے وقتاً فوقتاً سنے لکھتا ہون۔ حضرت مرحوم تو سر تا پا انکا تذکرہ تھے گویا ان کی زندگی اسی ذکر مبارک پر تھی۔ من احب شیئاً اکثر ذکرہ میرے خیال ناقص مین شاید کوئی مہینہ ایسا نہین ہوا جسمین بکرات و مرات حضرت والد مرحوم کی زبان پر یہ تذکرے نہ آتے ہون اور ان تذکرون کے بعد ایک عمدہ حالت ذوق و وجد کی نہ پیدا ہوتی ہو۔ کبھی کبھی یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(۱) سب سے عمدہ تعریف یہ تھی کہ حضرت والد مرحوم فرماتے تھے۔ اگر کوئی مدعی تمام عمر حضرت ممدوح کی خدمت مین رہتا اور مدعیانہ نظر سے انکے حالات کا تجسس کرتا تو کوئی بات انکی خلاف سنت نہ پاتا۔ سنن ہدیٰ کا تو بڑا رتبہ ہے۔ سنن زوائد پر جیسی مواظبت انکو تھی وہ خود اپنی جگہ پر ایک بہت بڑی کرامت تھی۔ نشست برخاست بات چیت۔ ہنسنے بولنے بات کرنے مین صحابہ کرام کا نمونہ تھے۔ کبھی تبسم سے زیادہ انکو کسی نے ہنستے نہین دیکھا ہمیشہ خندہ پیشانی رہتے تھے۔ بہت ہی نرم گفتار اور شیرین کلام خوش خلق تھے۔ غصہ مین کبھی بلند آواز یا کریہ الفاظ زبان مبارک پر نہ آتے تھے۔

(۲) فرماتے تھے کہ امر معروف و نہی منکر پر بڑا التزام تھا۔ کسی کی کوئی بُری بات سنتے یا دیکھتے تو اُسکو ضرور منع کرتے۔ کسے باشد۔ مگر منع کرنے کا طریقہ نہایت خوشگوار اور دل پسند ہوتا تھا۔ کسی کو خلوت مین منع کرتے۔ کسیکو جلوت مین۔ کسیکو تقریراً منع کرتے کسیکو تحریراً کسیکو بہ لطف کسیکو بہ غضب۔ جیسا جس وقت مناسب سمجھتے۔

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ضلع فتحپور کے ایک منصف نے ایک مقدمہ مین ایسا خلاف حق فیصلہ کیا جس کا خلاف حق ہونا خود منصف کو بھی معلوم تھا۔ اور اس فیصلے سے فریقین ناراض رہے۔ اِس واقعہ کو سنکر حضرت ممدوح نے ایک خط منصف صاحب کو لکھا۔ جسکی نقل حسب ذیل ہے:

منصف صاحب مہربان مخلصان بیشان ذوالمنصب و الشان وفقکم اللہ سبحانہ لمرضاتہ و ختم لکم بحسن الخاتمہ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضح رائے منصف آرائے باد از انجا کہ احکم الحاکمین جل شانہ حکام را بنا بر اصلاح رعایا خصوصاً در باب فصل قضایا بر خلائق عیال اللہ مقرر فرمودہ است پس لامحالہ قضاۃ را

لحاظ این اصلاح و رفع تنازع ما بین الخصمین لابد آمد
و حتی الامکان درین باب امر و نواہی شرعیہ ملحوظ خاطر
باشد ورنہ عند اللہ روز فردا ماخوذ و غیر معذور خواہند شد
بالجملہ حاکم منصف را رعایت احد الخصمین نباید کرد
و آنچہ حق بجانب احدہما دائر باشد از شہود عدول
آنحق بہ ثبوت پیوندد بمنشاے آن مقدمہ فیصل باید نمود
و در شرع کثرت شہود ضرور نیست واز دو شاہد عادل
ثابت می شود و اگرچہ[1] شہود عادل ....
... است درین زمانہ مفقود اند الا معدود الحافظ
عدالت سراسری مسلم بر حکام واجب و لازم است
و عدالت سراسری ہمین است کہ بظاہر آن شخص بصوم
و صلوٰۃ مقید باشد و از کذب و دیگر کبائر مجتنب و اگر
بشہادت فساق و کفار اگرچہ راست گفتار باشند
بمقابلہ مدعی و مدعا علیہ مسلمانان فصل قضایا خواہد کرد
بسخت وبال و آن حاکم گرفتار خواہد شد و در زمرۂ
ظالمین معدود خواہد گردید قاضی بودن سہل نیست
سخت مشکل است در حدیث شریف وارد است
ہر کہ قضا اختیار کرد گویا کہ بغیر سکین ذبح کردہ شد
این وعید شدید خوب یاد دارند لحاظ شرع بہرحال
باشد و آن صاحب خود از احکام شرعیہ واقف اند ہمنا
باز غفلت می ورزند سخت تعجب است آمدیم بر آن کہ
درینجا بدنامی آن نامی طشت از بام شدہ بر افواہ
ہر کہ و مہ جاری است و لطف آنست کہ مدعی و
مدعا علیہ ہردو ناخوش اند این عجب معاملہ است پس از
شنیدن کلمات نا ملائم مردم دلم سخت گیرا
و منقبض می شود کہ بیانش نمی شود و زبان خلائق را کسے
بند نمی سازد و الحال ہم اگر متنبہ شوند غالب
است کہ این بدنامی دور شود آنچہ حق خیر خواہی و
آشنائی و اخوۃ اسلامی در میان بود ادا کردہ از ین
ماجرا اطلاع دادہ آیندہ مختار خود یادہ۔ والسلام فقط۔

الراقم الاثم

فقیر محمد عبد السلام عفا عنہ

منصف صاحب کو یہ خط بہت ہی ناگوار گذرا
بلکہ انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ توہین کا مقدمہ حضرت
پر چلائیں۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ یہ خبر سنکر میں ان
کے پاس گیا۔ اور بہزار تدبیر میں نے وہ خط اُن سے لے لیا
پھر جناب میان صاحب کی خدمت میں گیا اور بے تحاشا
میں نے اُنسے جاکر یہ کلمہ کہا کہ آپ کچھ غور نہیں فرماتے جسکو
جو چاہتے ہیں لکھدیتے ہیں۔ پھر میں نے سب واقعہ بیان
کیا۔ (والد مرحوم فرماتے تھے کہ) میں اپنی اُس وقت کی
جرأت پر سخت متعجب و نادم ہوں۔ ان سب حالات کو

[1] یہاں ایک سطر صاف سے کٹ گئی لہٰذا پڑھی نہیں گئی۔

سنکر میان صاحب نے حسب عادت تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہیگا کریگا مین نے تو اُنکے ساتھ خیر خواہی کی تھی فرماتے تھے۔ منصف صاحب نے کچھ گستاخانہ کلمات بھی میان صاحب کی شان مین استعمال کیے تھے بمقتضاے من عادٰی لی ولیًّا فقد آذنتہ بالحرب۔ اُنکے ان گستاخانہ کلمات کی پاداش اس رنگ مین ظاہر ہوئی کہ اسکے بعد فوراً ان کے تنزل کا حکم آگیا۔ مگر انکی قسمت مین سعادت تھی کہ وہ معاً متنبہ ہوگئے۔ اور انھون نے مجھے بلاکر بہت معذرت کی اور کہا کہ مین یہ جانتا ہون کہ یہ وبال صرف اُس گستاخی کا نتیجہ ہے جو میان صاحب کی شان والا مین مجھ سے ہوئی۔ آپ میری خطا میان صاحب سے معاف کرا دیجیے۔ اور میرے لیے دعا کرائیے۔ چنانچہ مین جناب میان صاحب کی حضور مین گیا۔ اور عرض کیا۔ فرمایا کہ مین کیا اور میری شان کیا۔ یہ وبال اُس گستاخی کا نہین ہے بلکہ اُسی فیصلۂ ناحق کا ہے۔ اچھا اُنسے جسقدر ہوسکے صدقہ کی کثرت کرین۔ کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ صدقہ بلا کو رد کر دیتا ہے "

منصف صاحب نے اس حکم پر عمل کیا۔ بفضل خداوندی وہ حکم تنزل پیروی کرنے سے منسوخ ہوگیا۔

(۳) فرماتے تھے کہ باوجود اشغال تو باطنیہ کے علوم شرعیہ کا بڑا اہتمام رکھتے تھے۔ تدریس علم دین خصوصاً درس حدیث شریف کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا۔ فتوے برابر لکھا کرتے تھے اور اختلافی مسائل مین ان کی تحریر نہایت معتدل اور تشفی بخش ہوتی تھی۔

کوئی شخص حلقۂ ذکر سے باہر ان کو دیکھتا تو ہرگز نہ سمجھ سکتا کہ فقر و درویشی سے بھی انکو کچھ مناسبت ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ اُنکو ایک عالم دین سمجھ لیتا۔

ترویج احکام شریعت اور ازالۂ بدعات مین نہایت سعی جمیل فرماتے تھے۔ مسوہ اور اسکے مضافات مین جس قدر بدعات رائج تھین سب انھین کی مساعی سے دور ہوئی ہین۔

(۴) فرماتے تھے کہ اخفا و استتار کا اس قدر اہتمام تھا کہ مین نے کسی دوسرے مین اسکا شمہ نہین دیکھا فقر و تصوف کے متعلق اگر کوئی تذکرہ انکے سامنے کیا جاتا تو اجنبیت کے ساتھ اسکو سنتے اور کچھ نہ فرماتے ہان مسائل شرعیہ کے متعلق اگر گفتگو ہوتی اور کوئی غلطی کرتا تو اُسوقت بول اُٹھتے تھے۔

(۵) فرماتے تھے کہ کبھی کوئی کلام موزون مین نے اُن کی زبان مبارک سے نہین سنا البتہ صرف ایک مرتبہ اس مصرع کی تکرار فرما رہے تھے۔

خدا جو چاہے کرے خاتمہ بخیر کرے

بار بار اسکو پڑھتے اور بہت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ۔

(۶) فرماتے تھے کہ قرآن مجید بہت عمدہ عربی لہجہ مین تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے۔ روزانہ بعد نماز فجر و فراغت حلقہ التزام تلاوت کا رکھتے تھے۔ ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھولتے اور بائین ہاتھ سے بند کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ تحصیل کوڑا ضلع فتحپور مین ازراہ بندہ نوازی میرے یہان تشریف لائے۔ صبح کا وقت تھا۔ تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہوے ہی تھے کہ ایک شخص دہقانی صورت آئے جنکو کوئی پہچانتا نہ تھا اور انھون نے آکر بلند آواز سے السلام علیکم کہا۔ اور میان صاحب سے مخاطب ہوکر یہ الفاظ کہے کہ مین نے سنا ہے تم قرآن بہت اچھا گاتے ہو اسوقت مین تمھارا گانا سننے آیا ہون" کسی کی مجال نہ تھی کہ اس قسم کا کلمہ انکے سامنے کہتا۔ اور نہ انکو اس قسم کی باتون کا تحمل تھا۔ مگر اُسوقت چہرۂ مبارک پر کچھ تغیر بھی نہ پیدا ہوا۔ اور اُسی بشاشت کے ساتھ اُٹھے۔ قرآن مجید اُتارا اور سورۂ مریم پڑھنی شروع کی۔ اسوقت کی حالت قابل بیان نہین۔ کوئی ایسا نہ تھا جسکے قلب پر خاص اثر نہ ہوا ہو اور آنکھون سے آنسو جاری نہ ہون۔ جب سورت ختم ہوئی تو اُس شخص نے کہا۔ واقعی جیسا سنا تھا تم ویسا ہی گاتے ہو واقعی تم قرآن بہت اچھا گاتے ہو۔ یہ کہکر وہ چلا گیا سب متعجب رہ گئے کہ یہ کیا ماجرا تھا اور یہ کون شخص تھا کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ میان صاحب سے اسکا استفسار کرتا

(۷) فرماتے تھے کہ علم و تواضع بھی اُن مین بحد کمال تھا۔ ایک مرتبہ میرے سامنے ایک شخص آیا اور اُس نے پوچھا کہ میان میرا فتوی لکھ گیا؟ فرمایا ہان۔ اور اُس کو فتوے نکال دیا۔ اسنے کہا۔ میان سنا دو کیا لکھا ہے؟ حضرت نے پڑھکر سنا دیا۔ اُس شخص نے پوچھا۔ میان کتاب دیکھکر لکھا ہے یا بغیر دیکھے؟ فرمایا۔ کہ کتاب دیکھکر۔ اُس نے کہا۔ مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ کتاب دیکھکر نہین لکھا۔ یہ سنتے ہی فوراً اُٹھے اور کتاب نکالی۔ بہت دیر تک دیکھتے رہے بعد اسکے فرمایا۔ ایسا ہی ہے جیسا مین نے لکھا"

(۸) فرماتے تھے۔ تصنع اور بناوٹ مزاج مین بالکل نہ تھی۔ جب کوئی مسئلہ انسے پوچھا جاتا۔ معلوم ہوتا بتا دیتے۔ نہ معلوم ہوتا صاف کہدیتے کہ مجھے معلوم نہین۔

(۹) حقوق عباد کی بڑی رعایت فرماتے تھے۔ بال بچون کے ادائے حقوق کے جو اوقات مقرر تھے اُن اوقات مین کوئی انکو دیکھتا تو سمجھتا کہ بڑے پکے دنیادار ہین۔ کچھ زمینداری کا بھی سلسلہ تھا۔ اسکے متعلق حساب کتاب لکھنا پڑھنا خود کرلیا کرتے تھے۔ ہر کام کو عمدہ طرح سے کرتے تھے۔

(۱۰) اپنے متعلقین اور اصحاب کے ساتھ ایسا سادہ برتاؤ رکھتے کہ ہر شخص اپنے کو مخصوصین سے سمجھتا تھا۔

فہرست وصولی وواپسی ویلو

فہرست وصولی:- (۱) قاضی ذہین صاحب گورداسپور ۱۷ (۲) مولوی علی متقی صاحب متھرا ۲۳ (۳) منشی امتیاز علی صاحب بارہ بنکی ۵۷
(۴) فیض محمد خانصاحب مینپوری ۹۱ (۵) حاجی جمال الدین صاحب بہرائچ ۹۵ (۶) عبد الحق صاحب جاگل پور ۹۹ (۷) شرف الدین صاحب بابگنج ۱۰۱
(۸) شیخ نظر حسین صاحب بارہ بنکی ۱۴۵ (۸) زاہد شاہ صاحب ہردوئی ۱۵۴ (۹) واحد خانصاحب گیا ۱۹۵ (۱۰) منشی علی حسین صاحب گیا ۲۳۴
(۱۱) شیخ توکل حسین صاحب بارہ بنکی ۳۵۶ (۱۲) حسن خانصاحب باندہ ۴۱۹ (۱۳) مرزا نصیر بیگ صاحب بنارس ۴۴۰ (۱۴) شیخ محمد ظہور صاحب بستی ۵۲۶
(۱۵) شیخ ممتاز علی صاحب سلطانپور ۵۶۱ (۱۶) حافظ فدا حسین صاحب بارہ بنکی ۵۶۱ (۱۷) بشیر الدین صاحب میرٹھ ۵۹۵ (۱۸) عبد الغفور صاحب مرادآباد ۶۱۳
(۱۹) عبد الغفار صاحب جوجھیوہ ۶۲۳ (۲۰) محمد عالم صاحب قنوج ۶۵۱ (۲۱) محمد خانصاحب بلند شہر ۶۶۰ (۲۲) شرف علی صاحب بہرائچ ۶۹۵
(۲۴) عبد الصمد صاحب الہ آباد ۶۷۱ (۲۵) قطب الدین صاحب بہرائچ ۶۹۳ (۲۶) شیخ محمد یوسف علی صاحب قنوج ۹۱۲ (۲۷) مولوی سلیمان صاحب سیتاپور ۹۱۴
(۲۸) محمد صدیق صاحب مظفرپور ۷۶۵ (۲۹) حاجی فضل دین صاحب کلکتہ ۹۴۰ (۳۰) صاحبداد خانصاحب فیض آباد ۹۵۴ (۳۱) رحمت اللہ صاحب بنارس ۱۰۲۱
(۳۲) فقیر بخش صاحب اناؤ ۱۰۴۰ (۳۳) محمود الحق صاحب سلطانپور ۱۰۵۶ (۳۴) محمد حسین صاحب بنارس ۱۰۹۷ (۳۵) منیر الدین صاحب مظفرپور ۱۱۰۹
(۳۶) محمد یونس صاحب بارہ بنکی ۱۱۳۰ (۳۷) اسد علی صاحب بجنور ۱۲۴۸ (۳۸) عبد الغفور صاحب سندھ ۱۳۱۴ (۳۹) عبد الستار صاحب جونپور ۱۳۶۱
(۴۰) عبد الباری صاحب پرتابگڑھ ۱۳۰۰ (۴۱) غلام محمد صاحب دکن ۱۳۹۶ (۴۲) مرتضی حسین صاحب بستی ۱۴۹۲ (۴۳) محمد حسین صاحب پرتابگڑھ ۱۵۰۱
(۴۴) مظفر علی صاحب لکھیری ۱۵۳۸ (۴۵) الیاس علی صاحب سیتاپور ۱۵۵۰ (۴۶) محمد یحیی صاحب سہارنپور ۱۴۹۵ (۴۷) دوست محمد صاحب افریقہ ۱۶۵۶ (۴۸) تاج محمد صاحب سندھ ۱۶۶۳

فہرست واپسی (۱) نذیر احمد صاحب بارہ بنکی ۵۷۴ (۲) وجیہ الدین صاحب بارہ بنکی (۳) عبد الغنی صاحب غازیپور ۷۴۹ (۴) مشتاق احمد صاحب کانپور ۹۰۰ (۵) عبد الستار صاحب ... ۹۶۶
(۶) خورشید حسن صاحب الہ آباد ۱۰۳۰ (۷) مصطفی علی صاحب بلیا ۱۰۴۰ (۸) محمد یوسف صاحب پٹنہ ۱۱۳۰ (۹) عبد الکریم صاحب ہردوئی ۱۱۴۹ (۱۰) لطف علی صاحب سیتاپور ۱۱۶۵ (۱۱) الفت علی صاحب ۱۱۹۳
(۱۲) ابراہیم صاحب بمبئی ۱۲۵۶ (۱۳) غلام دستگیر صاحب دکن ۱۲۹۳ (۱۴) محمد بخش صاحب ساگر ۱۳۰۱ (۱۵) عبد الکریم صاحب آرہ ۱۴۰۲ (۱۶) اصلاح الخیال مرادآباد ۱۴۶۱ (۱۷) عبد الحلیم صاحب کلکتہ ۱۵۴۹
(۱۸) عبد الرحیم صاحب فیض آباد ۱۴۰۳ (۱۹) شاہ مسیح الدین صاحب گیا ۱۴۱۹ (۲۰) محمد احسن صاحب بریلی ۱۵۶۴ (۲۱) نجم الثاقب صاحب مرادآباد ۱۳۶۶ (۲۲) جمیل الدین صاحب سیتاپور
(۲۳) عبد الجبار خانصاحب پٹنہ ۱۹۰ (۲۴) بہاء الدین صاحب سیتاپور ۹۱۹ (۲۵) ادریس خانصاحب بدایوں ۱۲۰۴ (۲۶) اکرام الٰہی صاحب فیض آباد ۱۶۸۱ (۲۷) عبد الاحد صاحب بمبئی ۱۰۶۳
(۲۸) حبیبیہ لائبریری احاطہ بمبئی ۱۱۰۰ (۲۹) امیر حسن صاحب فیض آباد ۹۶۳ (۳۰) حافظ احمد صاحب فیض آباد ۱۵۴۲ (۳۱) عبد الرحمن صاحب بریلی ۱۳۵۶ (۳۲) محمد حبیب ...
(۳۳) عابد حسین صاحب پرتابگڑھ ۱۶۰۱ (۳۴) شہاب الدین صاحب بھاگلپور ۱۴۵۹ (۳۵) شرف الدین صاحب بڑودہ ۱۵۱۴ (۳۶) عاشق علی صاحب لکھنؤ ۱۴۲۰ (۳۷) مولوی ...

بحثِ نسخ

۱

گذشتہ نمبر مین اخبار افغان پشاور سے ایک خطرناک مضمون نقل کیا گیا تھا - جسکا عنوان یہ تھا "خدا کی کتابون اور رسولون کی اہانت" اس مضمون کا جواب نمبر ہذا پر محول کیا گیا تھا - چنانچہ بحول اللہ وقوتہ اُس مضمون کا جواب باصواب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے -

یہ جواب کچھ طویل ہو جائیگا - شاید اس نمبر مین ختم نہ ہو سکے - لیکن غالباً ایسے مفید مضامین کے لیے ناظرین کو انتظار کی تکلیف اٹھانا ناگوار نہ ہو -

اخبار افغان کے مضمون نگار نے اپنے مضمون مذکورۂ بالا مین یہ چند امور بیان فرمائے ہین -

(۱) توراۃ وانجیل ونیز جمیع کتب انبیائے سابقین تحریف سے بالکل پاک ہین - کسی قسم کی تحریف لفظی انمین نہین ہوئی - مضمون نگار نے اپنے اس عجیب وغریب دعوے پر بزعم خود عقلی دلیل بھی پیش کی ہے اور نقلی بھی - نقلی دلیل کے ضمن مین اُسنے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ ان کتب مین تحریف کا واقع ہونا از روے قرآن ناممکن ومحال ہے -

(۲) توراۃ وانجیل وجمیع کتب انبیای سابقین نسخ سے بھی محفوظ ہین - یعنی منسوخ نہین ہوئین -

(۳) قرآن مین ناسخ منسوخ نہین ہے - یعنی قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہین ہوئی نہ ہو سکتی ہے -

یہ تین باتین ہین جو مضمون نگار نے اصالۃً بیان کین ان کے علاوہ اور باتین کہ مسلمانون نے نسخ قرآن حدیث سے بھی جائز رکھا ہے اور حدیث کا درجہ قرآن سے بھی بڑھا دیا ہے - بلکہ رسول کا مرتبہ خدا سے زیادہ کر دیا ہے - ضمناً اس مضمون مین مذکور ہین - لہذا پہلے اُن تین اصلی باتون کا جواب عرض کیا جاتا ہے - اور مناسب سمجھا گیا ہے کہ مین اپنے جواب کو تین بحثون پر تقسیم کرون

بحث اول - متعلق نسخ قرآن -

بحث دوم متعلق تحریف کتب مقدسہ -

بحث سوم - متعلق نسخ کتب مقدسہ -

بحث اول کے مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ متعلق اپنی مقدس کتاب یعنی قرآن کریم کے ہے -

التماس

(بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار افغان)

بحث کے شروع کرنے سے پہلے ایڈیٹر صاحب افغان کی خدمت مین گزارش ہے کہ اگر انکو میری تحریر سے اتفاق ہو تو براہِ حمیت اسلامی میری تحریر کو اپنے اخبار مین درج کردین اور اگر میری تحریر سے اتفاق نہ ہو تو اس کا جواب شایع کرین - یہ کوئی معمولی مضمون نہین ہے جسکو خاموشی

ہیے ٹال دیا جائے - مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ میری اس بحث کو کسی نفسانی حرکت پر محمول نہ کرین گے - کیونکہ میرے آپ کے درمیان مین کوئی سابقہ نہین ہے جو باعث نفسانیت کا ہو - اب مین اصل مقصد کا آغاز کرتا ہون اور حق تعالی سے توفیق خیر کی دعا کرتا ہون -

بحثِ اوّل

(متعلق نسخ قرآن کریم)

اس بحث مین مجھے تین امور کا بیان کرنا منظور ہے - اوّل - نسخ کے معنی کی تحقیق - دوم نسخ کے اقسام اور ان کے احکام اور ثبوت نسخ کے دلائل - سوم نسخ کے انکار کے نتائج فاسدہ اور منکرین کے دلائل کا ابطال -

امر اول نسخ کے کئی معنی ہین - اور یہ لفظ قرآن مجید مین مختلف مواقع پر وارد ہوا ہے اور اُن مواقع مختلفہ مین اکثر معانی مختلفہ مراد لیے گئے ہین -

معنی اول - ازالہ - یعنی کسی چیز کا ہٹا دینا - یہ معنی اس آیت مین مراد لیے گئے ہین - فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان - ترجمہ - پس زائل کر دیتا ہے اللہ اُس چیز کو جو شیطان ڈالتا ہے -

معنی دوم - تحویل - جیسے میراث کے مسائل مین لفظ نسخ مناسخہ تناسخ بولتے ہین وہان یہی معنی مراد ہین یعنی ایک سے دوسرے کیطرف میراث کا تحویل کرنا

معنی سوم - نوشتن (لکھنا) یہ معنی اس آیت مین مراد لیے گئے ہین - انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون - (ترجمہ) ہم لکھتے جاتے ہین جو کچھ تم کام کرتے ہو -

معنی چہارم - تبدیل - یعنی ایک چیز کے بدلے مین دوسری چیز کو قائم کرنا - یہی معنی چہارم متنازعفیہ ہین - ہم کہتے ہین کہ آیۂ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا مین یہی معنی مراد ہین - جیساکہ امر دوم کے ضمن مین بیان ہوگا

امر دوم واضح رہے کہ قرآن کے ناسخ و منسوخ کا علم بجائے خود ایک بہت بڑا اور مہتم بالشان فن ہے - علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اتقان نوع سابع والاربعون مین رقم فرماتے ہین

افردہ بالتصنیف خلائق لا یحصون منہم[1] ابو عبید القاسم بن سلام و ابو داؤد السجستانی و ابو جعفر النحاس و ابن الانباری و مکی و ابن العربی و آخرون قال الائمۃ لا یجوز لاحد ان یفسر کتاب اللہ الا بعد ان یعرف منہ الناسخ و

[1] ترجمہ - اس فن (ناسخ و منسوخ) مین بے شمار لوگون نے مستقل کتابین لکھی ہین - منجملہ اُن مصنفین کے ابو عبید یعنی قاسم بن سلام اور ابو داود سجستانی اور ابو جعفر نحاس اور ابن انباری اور مکی اور ابن عربی وغیرہ ہین اللہ دین نے فرمایا ہے کہ (صفحہ دیکھیے)

المنسوخ وقد قال علی لقاض اتعرف الناسخ والمنسوخ قال لا قال ہلکت واہلکت

نیز یہی علامہ اپنی تفسیر کے اسی نوع مین لکھتے ہین -

قد اجمع المسلمون علی جوازہ وانکرہ الیہود ظنا منہم انہ بدأ کالذی یرے الرای ثم یبدو لہ وہو باطل لانہ بیان مدۃ الحکم کالاحیاء بعد الاماتۃ وعکسہ والمرض بعد الصحۃ وعکسہ والفقر بعد الغنی وعکسہ وذلک لا یکون بدأً -

قرآن کریم مین نسخ کی تین قسمین ہین - اول یہ کہ تلاوت اور حکم دونون منسوخ - دوم یہ کہ صرف حکم منسوخ - تلاوت منسوخ نہین - سوم یہ کہ صرف تلاوت منسوخ - حکم منسوخ نہین

قسم اول کی مثال - صحیح بخاری وصحیح مسلم مین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ انھون نے فرمایا

کان فیما انزل اللہ عشر رضعات معلومات فنسخن بخمس معلومات -

ترجمہ - جو کتاب اللہ نے نازل کی تھی اس مین دس گھونٹ دودھ پینے کا بطریق معلوم حکم تھا پھر وہ منسوخ ہو گیا پانچ گھونٹ دودھ پینے سے - مطلب یہ ہے کہ پہلے آیت قرآنی مین یہ حکم تھا کہ دس گھونٹ دودھ کسی عورت کا پینے سے رشتۂ رضاعت قائم ہو گا اس سے کم مین نہ قائم ہو گا - پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت بھی موقوف ہو گئی جسمین یہ حکم تھا - اور دوسری آیت نازل ہوئی جسمین پانچ گھونٹ دودھ پینے سے رشتۂ رضاعت قائم ہونے کا حکم دیا گیا - اب یہ آیت بھی قرآن شریف مین نہین ہے - علما فقیہ کہتے ہین کہ تلاوت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) کسی شخص کو جائز نہین کہ قرآن کی تفسیر کرے مگر بعد اسکے کہ اس کے ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو"

حضرت علی نے ایک قاضی سے پوچھا کہ تم ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتے ہو؟ انھون نے کہا نہین - آپ نے فرمایا کہ تم خود بھی ہلاک ہوے اور تم نے دو... ن کو بھی ہلاک کیا" ۱۲

سلہ کلام خدا مین نسخ کے واقع ہونے پر مسلمانون کا اجماع ہے - حضرت یہود اسکے منکر ہین کہ نسخ بدا ہے - جیسے کوئی شخص کوئی رای سوچے بعد اسکو اپنی راے کی غلطی معلوم ہو - مگر یہ خیال غلط ہے - کیونکہ نسخ تو حکم کی مدت کا بیان کر دینا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے موت کے بعد زندگی دینا یا زندگی کے بعد موت دینا - اور جیسے صحت کے بعد بیماری دینا یا بیماری ہو کے بعد صحت دینا اور جیسے مالداری کے بعد فقیر کر دینا یا فقیری کے بعد مالدار کر دینا - ۱۲

ف - معلوم ہوا کہ واقع مین علم الہی مین نسخ نہین ہوتا بلکہ ہمارے علم مین ہوتا ہے - چونکہ پہلا حکم کسی مدت کے ساتھ ہمارے علم مین مقید نہ تھا اس سبب سے جب اسکی مدت معینہ ختم ہو گئی اور دوسرا حکم نازل ہوا تو ہمنے پہلے حکم کو منسوخ سمجھا - دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بدا کو یہود بھی برا سمجھتے تھے - مگر یہود کے زلہ ربا یعنی شیعہ حضرات یہود سے بھی سبقت لیگئے اور انھون نے اللہ تعالی کیلیے بدا ہونا معاذ اللہ اپنے ضروریات مذہب مین داخل کر لیا - جیسا کہ اسکی بسوط بحث النجم کے حصص مناظرہ سابقہ مین ہو چکی ہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ وقوع نسخ پر سب مسلمانون کا اجماع ہے حتی کہ شیعہ بھی اسکے مخالف نہین - مگر چند روز سے یہودیت کا غلبہ اب زیادہ ہو گیا ہے لہذا اذیتہ [illegible] الصلاۃ بحث تحریف مین بمقابلہ النجم نسخ سے انکار کر گئے - اب شاید منکرین نسخ کا ایک جدید فرقہ شیعون مین قائم ہو جائے - ۱۲

اسکی منسوخ ہوگئی مگر حکم اس کا باقی ہی۔

حنفیہ کہتے ہین کہ دس گھونٹ والی آیت کی طرح پانچ گھونٹ والی آیت کی بھی تلاوت اور حکم دونون منسوخ ہین۔

شافعیہ کے مذہب مین بغیر پانچ گھونٹ پیے ہوے رشتہ رضاعت قائم نہین ہوتا اور حنفیہ کے نزدیک ایک قطرہ دودھ پی لینے سے بھی رشتہ رضاعت قائم ہوجاتا ہے۔

قسم دوم کی مثال۔ اسی قسم کی طرف زیادہ توجہ کی گئی ہی۔ اور ہونی بھی چاہیے تھی۔ کیونکہ یہ وہ قسم ہے کہ آیت قرآن شریف مین موجود ہی اسکی تلاوت قائم ہے اور اُسکا حکم منسوخ ہوگیا ہی۔ اور یہ قاعدہ فطری ہی کہ جس چیز مین اہتمام و توجہ زیادہ ہوتا ہی اُس مین اختلاف بھی ضرور واقع ہوتا ہی۔ سچ کہا گیا ہی۔ ع

وللناس فیما یعشقون مذاہب

لہذا اس قسم کی امثلہ مین بھی سخت اختلاف ہی۔ اور اس کی صورتِ وقوع مین بھی اختلاف ہی۔ سب سے پہلے مین صورتِ وقوع کے اختلاف کو بیان کرتا ہون۔

اختلاف صورت وقوع

تمام مفسرین کا اتفاق ہی اور عقل سلیم بھی اسکو قبول کرتی ہی کہ نسخ صرف احکام مین ہوسکتا ہے اخبار مین نہین ہوسکتا۔ اخبار مین اگر نسخ جائز ہوتا بے شک وہ اعتراض جو یہود

کی طرف سے نسخ پر کیا جاتا ہی۔ صحیح ہوجائیگا۔

احکام کے نسخ کی یہ چند صورتین واقع ہوئی ہین۔

(۱) کوئی حکم نازل ہوا۔ اور ہنوز اُسکا امتثال نہ ہونے پایا تھا کہ منسوخ ہوگیا۔ جیسے آیۂ نجویٰ کہ یعنی یا ایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔

اِس آیت مین حکم دیا گیا ہی کہ رسول سے جب کسی کو کوئی راز کی بات کہنا ہو تو قبل اسکے کچھ صدقہ دے۔ اس حکم کے امتثال کی نوبت نہ آئی تھی کہ منسوخ ہوگیا۔

(۲) کوئی حکم شرائع سابقہ کا تھا۔ اور ابتداے اسلام مین مسلمان بھی اُسپر عمل کرتے تھے۔ وہ حکم منسوخ کردیا گیا جیسے نسخ قبلہ کہ ابتداے اسلام مین مسلمان بھی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ پھر حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھین۔

(۳) آیت نازل ہوی۔ اُسکے حکم پر چند روز عمل بھی ہوا بعد اسکے وہ حکم منسوخ ہوگیا۔ جیسے بوقت موت وصیت کا حکم۔ کہ آیتِ میراث نے اسکو منسوخ کردیا۔

اختلاف تعیین منسوخ

قرآنِ عظیم کی کون کون آیتین ہین جنکا حکم منسوخ کیا گیا۔

ان آیتونکی تعیین اور شمار مین بڑا اختلاف ہی۔ کسی نے ایک آیت کو منسوخ کہا۔ دوسرے نے اسی آیت کو محکم (یعنی غیر منسوخ) کہا۔ اس اختلا

کا سبب کیا ہی؟ آیندہ جب ہم نسخ کے احکام ذکر کرینگے انشاء اللہ تعالی معلوم ہوجائیگا -

آیات منسوخۃ الحکم کی تعداد مین اس قدر اختلاف ہے کہ بعض نے تو انکا شمار سیکڑون تک پہونچا دیا - مگر علامہ سیوطی اتقان مین لکھتے ہین کہ وہ کل بیس آیتین ہین - چنانچہ اُنھون نے دس شعرون مین ان آیات کو بیان کیا ہی - شروع کے دو شعر یہ ہین - ؎

قد اکثر الناس فی المنسوخ من عدد
وادخلوا فیہ ایالیس تنحصر
وہاک تحریر اًلا مزید لھا
عشرین حررہا الحذاق والکبر

مگر شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب فوز الکبیر مین ان کی تعداد بیس سے بھی گھٹا دی

تیسری قسم کی مثال - یہ تیسری قسم وہ ہی کہ شیعہ مولویون نے بحث تحریف مین علمای اہل حق کی گرفت سے مخبوط الحواس ہو کر اسکو تحریف مین شمار کرلیا ہی حالانکہ نہ اُن روایات کے مضمون سے تحریف ثابت ہوسکتی ہی نہ ہمارے علمانے اُن روایات کو تحریف پر محمول کیا ہی - بلکہ برابر تصریح کرتے چلے آئے ہین کہ یہ روایتین منسوخ التلاوۃ والحکم کی مثال ہین - مثلاً بعض روایات مین وارد ہوا ہی کہ سورۂ احزاب مین دو سو آیتین تھین - یا ایک روایت مین ہے کہ ایک سورۃ سورۂ براءۃ کے برابر نازل ہوئی تھی وہ منسوخ ہوگئی - شیعون کے مفسرین نے بھی ان روایات کو ذکر کرکے نسخ تلاوت ہی پر محمول کیا ہی -

یعنے نسخ کا ماننا واجب ہے یا نہین اور اگر کوئی شخص نسخ سے انکار کرجائے تو وہ گنہ گار ہوگا یا نہین ؟

جواب

اس امر کے معلوم کرنے کے لیئے ضرورت اسکی ہی کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ نسخ کا ثبوت کس قسم کی دلیل سے ہی - اگر کوئی قطعی دلیل ہی تو اسکا ماننا واجب بلکہ فرض ہوگا - اور اگر دلیل ایسی ہی کہ اس سے ظن غالب حاصل ہوتا ہو تو اُسکا ماننا واجب سا ہوگا اور اگر دلیل ایسی بھی نہو تو واجب بھی نہوگا -

پس واضح رہے کہ نسخ کی تین قسمین ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا - اِن مین سے تیسری قسم کا ماننا واجب نہین ہے - کیونکہ تیسری قسم کے نسخ کا وجود قرآن مین صرف اخبار احاد سے ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اخبار احاد باب عقائد مین واجب القبول نہیں

ﻪ ترجمہ - لوگون نے منسوخ کا شمار بہت بڑھا دیا ہے ، اور بہت اس قدر آیتین داخل کی ہین کہ جنکا شمار نہین ہوسکتا ، مگر اب تم اُن آیتون کی تحقیق سنو جسپر زیادتی نہین ہوسکتی ، وہ بیس ہین جنکو حاذق اور بڑے بڑے علما نے تحقیق کیا ہے - ۱۲

بعض اوقات جائز القبول بھی نہین ہوتین۔

علامہ سیوطی نے اتقان مین لکھا ہے کہ

حکی القاضی ابو بکر فی الانتصار عن قوم انکار ہذا الضرب لان الاخبار فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علی انزال قرآن ونسخہ باخبار احاد لا حجۃ فیہا۔

یعنی قاضی ابو بکر نے انتصار مین ایک جماعت سے منسوخ کی اِس قسم کا انکار نقل کیا ہی کیونکہ اسکے متعلق روایتین جس قدر ہین وہ سب خبر احاد ہین اور خبر احاد سے کسی آیت کے نازل ہونے اور اسکے منسوخ ہوجانے کا یقین کرلینا جائز نہین۔ نیز ان روایات کا اکثر حصہ ایسا ہے کہ راوی کے وہم سے خالی نہین۔

مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حدیث اپنی سنائی۔ راوی نے اُسکو قرآن سمجھا یا تفسیری الفاظ بیان فرمائے۔ راوی نے اُسکو جز قرآن سمجھا۔

غرض اس قسم کے بہت وجوہ ہین۔ مگر اس کے ساتھ ہی جو لوگ اس قسم کے منسوخ کو مانتے ہین۔ انکے دلائل بھی بالکل نظر انداز کردینے کے قابل نہین ہین۔

قرآن شریف کی آیت سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ سے اس کا استنباط ہوتا ہی۔ اور نیز قدر مشترک ان روایات کا ضرور مفید ظن غالب ہوتا ہی۔ جیسا کہ ہم بحث سوم مین اسکو بیان کرینگے۔ لہذا محقق یہ ہی کہ اس قدر مان لینا چاہیے کہ ہان کچھ منسوخات اس تیسری قسم کے بھی ہوے۔ مگر اُن کی تعیین البتہ محل نظر ہی۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ یہ تشقیق صرف اس تیسری قسم کے وقوع مین ہی۔ ورنہ اس کا امکان اور جواز تو ہرگز محل نظر نہین۔

دوسری قسم نسخ کی البتہ مہتم بالشان ہے اور جو کچھ گفتگو ہے اسی مین ہے۔ اور جس قدر تصانیف متعلق نسخ کے ہوئی ہین وہ سب اسی دوسری قسم کے بیان مین ہین۔ مگر یہ سب تحقیقات واختلافات ان آیات منسوخہ کی تعیین وتعدید مین ہین۔ ورنہ اس دوسری قسم کا وجود مطلق ہرگز قابل انکار نہین۔ نیز بعض بعض آیتون کی تعیین محل نظر نہین ہے۔

پہلی قسم کا وہی حال ہے جو تیسری قسم کا ہی کیونکہ وہ دونون قرآن کریم مین مکتوب ہونے کی وجہ سے ایک رتبہ مین ہین۔ واللہ اعلم

رسالۂ اصلاح کا جواب

(اور)

جمیع علمای شیعہ کو اعلان

اصلاح نمبر ۱۰ جلد ۱۴ بابت ماہ شوال ۱۳۲۹ھ میں کئی ماہ کے غور و فکر کے بعد میری اُس گرفت کا جواب دیا ہی جو متواتر کئی پرچون مین مین نے کی تھی۔

ایڈیٹران الشمس نے مجھپر یہ بہتان باندھا تھا کہ مین نے اس امر کا اعتراف کیا ہی کہ روایاتِ اہل سنت سے تحریف قرآن ثابت ہے۔

اِس صریح بہتان کا جواب اڈیٹر اصلاح کے پاس سوا اسکے کیا تھا کہ یا تو خاموشی مین اسکو ٹالدے۔ یا اپنی افترا پردازی کا اعتراف کرے۔ مگر نجم کی آخری گرفت کے الفاظ نے اُسکو خاموش نہ بیٹھنے دیا اور صاف صاف اعتراف اپنی افترا پردازی کا کر لینا بھی اُسکو دشوار معلوم ہوا۔ لہٰذا اُسنے بخیال خود اپنی اور اپنے اسلاف کی عادت کے موافق چاہا کہ زمین آسمان کے قلابے ملا کر جواب کے نام سے کچھ کچھ لکھ ڈالے مگر قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھیے کہ ایسا مضمون اُسکے قلم سے نکل گیا جو افترا پردازی کے اعتراف سے بدرجہا بڑھا ہوا ہی اب اس مضمون کے دیکھنے کے بعد ہر شخص کو یقین کامل ہو جائیگا کہ اہل سنت کے مقابلہ مین علماے شیعہ کے لیے کذب و بہتان ہی ایک سپر ہے اور بس۔

کذب دوم- جھوٹھ کی تاثیر ہے کہ لاکھ سچ بناؤ جھوٹھ کھلتا ہی جائیگا- اسی لیے شیعون کا اصول مقررہ ہے کہ مخالفین کے مقابلہ مین سب سے پہلے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہتے ہین کہ کسی ایماندار پر تو اثر ہوگا۔ الشمس جلد ۶ کے حصہ عبد السارق صفحہ ۶۴ مین لکھا گیا تھا" ہمنے اسقدر تفصیل بالاجمال اسلیے کیا کہ ہمارے مخاطب اسکے تو قائل ہین کہ روایات اہلسنت سے تحریف ثابت ہے مگر علمای اہلسنت اسکے قائل نہین ہین بخلاف شیعہ کہ ان کے علما بھی تحریف کے قائل ہین۔ لہٰذا اجمال بعبارت شارح مرحوم کو لکھدیا تاکہ معلوم ہو جائے وہ علمای شیعہ سے ہین اور قائل تحریف ہین یا نہین تاکہ تصدیق و تکذیب مخاطب فہام نمایان ہو"

اس جملہ نے مردہ بیجان مین اُس شیطانی روح کو حلول کرایا جس سے تین نمبر مین ایک ہی آواز نکالی- سورخہ ۲۱- رجب مین لکھتا ہی" اس کذب صریح اور دروغ فصیح کی کچھ حد بھی ہے؟ اڈیٹر الشمس بتائین تو سہی کہ مین نے کہان لکھا ہی کہ روایات اہلسنت سے تحریف ثابت ہے"

پھر ۱۲ شعبان کے پرچہ مین لکھتے ہین" رسالہ الشمس کے عالی دماغ اڈیٹر صاحبان نے اسی حدیث پر عمل کر کے خاص مجھپر افترا کیا کہ معاذ اللہ مین نے ایسا لکھا ہی کہ اہلسنت کے یہان تحریف قرآن کی روایتین موجود ہین اسکی بابت اُن سے مواخذہ بھی کیا گیا مگر آج تک اُنھین جواب دینا نصیب نہین ہوا"

پھر ۲۶ شعبان مین لکھتے ہین" جناب فخر الحکماء دام ظلہ اب بھی غیرت ہے آیئے پرچہ اصلاح مین میری وہ عبارت بحوالہ کتاب و صفحہ و سطر نقل کیجیے

جس میں میں نے بقول آپ کے اہل سنت کے یہاں روایات تحریف کے وارد ہونے کا اعتراف کیا ہے" (صفحہ ۱ نمبر ۲۹ جلد ۔

اس تقریر کے جواب میں پہلے تو آپ اپنا اخبار نمبر ۷ ۳ جلد ۲ ۔ مورخہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ ملاحظہ فرمائیے جسمیں بجواب اثنا عشری آپ لکھتے ہیں (۱) جو روایتیں بحوالہ کتب اہلسنت ایڈیٹر صاحب اثنا عشری نے نقل کیے ہیں سب استقصاء الافحام کے جواب میں آچکی ہیں" (اس جملہ سے وجود روایات کتب اہل سنت میں ثابت ہوا)

(۲) اول تو وہ روایتیں تحریف پر اصلا دلالت نہیں کرتیں بلکہ نسخ آیات پر دلالت کرتی ہیں (۳) ان روایتوں میں غیر معصومین کے اقوال ہیں پس وہ کیونکر حجت ہو سکتے ہیں چاہیے تھا جس طرح ہمنے شیعوں کے ائمہ معصومین کے اقوال نقل کیے تھے اسی طرح وہ بھی ہمارے نبی معصوم کے اقوال نقل کرتے" (۴) وہ روایتیں باستثنای شاذ و نادر کے ان ردی طبقے کی کتابوں سے منقول ہیں جسمیں صحیح و سقیم ہر قسم کی روایتیں لکھی ہوئی ہیں (۵) ان روایتوں کی سند میں ایسی نہیں ہیں جن سے صحت کا ظن غالب ہو سکے (۶) ہمارے بعض محدثین نے ان حدیثوں کی صحت کا انکار کر دیا ہے"

کیا اس تحریر کو دیکھ کر اب بھی کسیکو اسمیں شبہہ ہو سکتا ہے کہ اہل سنت کے یہاں اتنی حدیثیں ہیں کہ انکا احصا دشوار ہے؟ کیوں صاحب اگر وہ روایتیں تحریف پر دلالت نہیں کرتیں تو پھر یہ جواب کیوں دیا کہ ان روایتوں میں غیر معصومین کے اقوال ہیں کیونکہ مطابق مذہب اہل سنت معصوم تو بجز ائمہ اطہار کوئی نہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ سب سے زیادہ غیر معصوم ہیں کیونکہ صاحب خدا کا وجود، رسول کا دعوی رسالت، قرآن کا نزول تو آپ کو صحابہ کے بیان سے معلوم ہوا اور تحریف کے لیے احادیث رسول اللہ کی ضرورت ہے حالانکہ شمس میں قرآن وحدیث سب سے [illegible] طابق قواعد اہل سنت

ثابت ہو چکا ہے۔

پھر لکھتے ہیں۔ سلف سے آج تک ہمارے یہاں کوئی شخص عالم سے لے کر جاہل تک تحریف قرآن کا اعتقاد نہیں رکھتا قرآن موجودہ کو من جمیع الوجوہ کامل و مکمل جانتا ہے اور اس میں کسی نقصان لگانیوالے کو ہم لوگ بے دین اور بے ایمان سمجھتے ہیں یہی ایک بہت بڑی بات ہے روایتیں اگر ہزار بھی ہوں۔ اور صحت کے بھی اعلیٰ درجہ میں پہنچ جائیں اور بالفرض (معاذ اللہ) تحریف پر دلالت بھی کریں مگر جب سلف سے آج تک کسی نے انپر عمل نہیں کیا تو وہ کیا کام دے سکتی ہیں ہمارا اعتراض تو شیعوں پر صرف روایت لکھدینے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ انکے موافق اعتقاد رکھنے کی بنا پر ہے" اب ہم ایڈیٹر صاحب النجم تو مسلم ہو تمہاری۔ مبارکپوری پنڈت جگت پرشاد کو جو ایڈیٹر النجم کے ایسے ایماندار ہیں اور جناب مولوی عین القضاۃ صاحب کو حکم قرار دیتے ہیں کہ خدا و رسول کو حاضر و ناظر جانکر فرمائیں کہ یہ جو لکھا تھا "ہمارے مخاطب اسکے تو قائل ہیں کہ روایات اہل سنت سے تحریف ثابت ہے مگر علماء اہل سنت اسکے قائل نہیں" کہاں تک غلط ہے جسپر مخاطب نے کذب صریح و دروغ بے فروغ کا خطاب دیا حالانکہ خود فرماتے ہیں "روایتیں اگر ہزار بھی ہوں اور صحت کے بھی اعلے درجہ پر پہنچ جائیں" پھر فرماتے ہیں "ہمارا اعتراض تو شیعوں پر صرف روایت لکھدینے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ انکے موافق اعتقاد رکھنے کی بنا پر بھی ہے" جس سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب کے نزدیک شیعہ سنی میں صرف اسی قدر فرق ہے کہ شیعہ روایات کے موافق اعتقاد بھی رکھتے ہیں اور اہل سنت اگرچہ ہزاروں صحیح روایتیں ہیں مگر اعتقاد نہیں رکھتے۔

ایڈیٹر صاحب نے بھی پوری عبارت جو بابت بجواب اثنا عشری لکھا ہے اپنے اخبار مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ جلد ۲ میں چھاپی پھر آپ اپنی تقریر مناظرہ شیعہ وسنی صفحہ ۲۵ میں دیکھیے روایت اور چیز ہے اور عقیدہ اور چیز بہت سی روایتیں اسی پایہ کی بعض پر ہوتی ہیں مگر عقیدہ اسکے مطابق نہیں ہوتا" تو کیا ان کو [illegible]

وہان تو اس طرح سب باتون کا اقرار کرائے انھین باتون سے جب انشمس نے یہ نتیجہ نکالا :- مخاطب اسکے تو قائل ہین کہ روایات اہل سنت سے تحریف ثابت ہے مگر علمائے اہل سنت اس کے قائل نہین :- تو فریاد شروع کی - چونکہ آپ نے اپنا انکار اپنے مقولہ سے تین بار شائع کیا ہے اور نہایت مستعدی دکھا رہے ہین لہذا ہم امید کرتے ہین کہ بہت جلد ان پانچ ایماندار حکمون کا فیصلہ آپ شائع کرینگے -

اڈیٹر صاحب ہم جانتے ہین کہ آپ زندہ رہکر عذاب الٰہی کا مزا چکھیے کہ کس طرح خود آپ کی قوم ہر طرف سے نفرین کر رہی ہے

جواب از مدیر النجم

اصلاح کے اس جواب کو نیز اُسکی تحریرات سابقہ کو دیکھکر قرآن شریف کی اس آیت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور جو واقعہ اس آیت مین مذکور ہے پیش نظر ہوجاتا ہے

قولہ تعالی - وقال الذین کفروا لاتسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون - ترجمہ - کافرون نے (آپس مین) کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اُس (کی تلاوت کے وقت) مین بیہودہ بکنا شروع کردو تاکہ تم غالب آجاؤ -

بالکل یہی حالت اصلاح وغیرہ رسائل شیعہ کی ہے غضب خدا کا خود اپنی اس تحریر مین سرایہ قول نقل کرتے ہین :- کہ اول تو وہ روایتین تحریف پر اصلاً دلالت نہین کرتین :- اور باوجود ایسے صاف و صریح قول کے میری طرف روایات اہل سنت ملے دال علی التحریف ہونیکا قول منسوب کرتے ہین - یہ بیہودہ گوئی اور آنکھون مین خاک جھونکنا نہین تو اور کیا ہے - بھلا ایسے خرافات کا جواب کیا دیا جائے - اور جواب دینے کی ضرورت ہی کیا ہے - میرے خیال مین تو یہ تحریر خود ہی اپنے کاتب کی بیہودہ گوئی پر شاہد عادل ہے -

اسی بیہودہ گوئی کی وجہ سے بارہا علمای شیعہ سے کہا گیا کہ آؤ بالمشافہ مناظرہ کرلو - مگر چونکہ وہ جانتے ہین کہ بالمشافہ مناظرہ مین دن کو رات آسمان کو زمین کہنے کا موقع نہ ملے گا - اس لیے اس سے کوسون بھاگتے ہین - اور طرح طرح کے بہانے نکالتے ہین - کبھی عدم قابلیت مخاطب - کبھی کچھ کبھی کچھ ع

حیلہ جو را بہانہ بسیار -

لہذا دل چاہتا ہے کہ شیعون کے دماغ سے غائبانہ تحریری مناظرہ کی ہوس بھی نکالدی جائے - چنانچہ بعونہ تعالی اسوقت

جمیع علمای شیعہ کو اعلان

دیا جاتا ہے - کہ اگر آپ لوگ اپنے مذہب کی حقیت کا ذرہ برابر بھی وہم رکھتے ہون - تو مستعد ہوجایئے اور آپ سب متفق ہوکر اپنی مجتمعہ قوت کے ساتھ النجم کے مقابلہ مین آیئے اور قدرت خداوندی کا نمونہ دیکھ لیجے - دیکھیے آپ کی انکار بہیات کی مشق ا[...]

لغو گوئی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ یا دین حق غالب آتا ہے۔ یہ بھی میری طرف سے آپ کو اختیار ہے کہ آپ اپنے مذہب کے مخصوصات میں جس مسئلہ کو سب سے زیادہ زوردار سمجھتے ہوں۔ اُسی پر بحث کر لیجیے! اگر اس بحث کے انطباع کے لیے اپنے مذہب کے کسی رسالہ اصلاح یا شیعہ۔ یا اثنا عشری وغیرہ کو منتخب کیجیے۔

یہ بحث بتمامہ آپکے منتخب کردہ رسالہ میں بھی چھپے اور النجم میں بھی۔

دیکھیں۔ اب آپ لوگ کیا بہانہ نکالتے ہیں۔ اب تو آپ کو زمین آسمان کے قلابے ملانے کا بھی موقع حاصل ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کے پیرو

مولوی کبیر الدین صاحب نے النجم کے اُس مضمون کا جواب بھیجا ہے جو گذشتہ نمبر میں شائع ہوا تھا۔ مگر میں افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ اُس میں سوا دو ایک خلاف تہذیب اور دل آزار کلمات کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ کوئی وجہ بیان کی کہ آخر ایڈیٹر صاحب بدر کیوں اس بحث کے چھاپنے سے انکار فرماتے ہیں۔ نہ اسکا اطمینان دلایا کہ بحث شروع ہو جانے کے بعد قبل از تکمیل حضرت خلیفہ صاحب بحث کے بند کرنے کا حکم نہ فرمائیں گے یا یہ کہ انکا حکم موثر نہ ہوگا۔ المختصر وہ تحریر بالکل خارج از بحث ہے تاہم میں اُسکو درج کر دیتا۔ لیکن اس وقت ایک ضروری گزارش نے اُسکی جگہ لے لی۔ آئندہ انشاء اللہ اسکو بھی [illegible]

وہ ضروری گذارش یہ ہے

کہ ایڈیٹر صاحب بدر نے اس بحث کے نہ چھاپنے کی دو وجہ ذکر فرمائی ہیں۔ (اوّل) ناظرین بدر اس قسم کی بحثیں بہت دیکھ چکے ہیں۔ اس وجہ کو تو میں نہیں مان سکتا۔ بالکل ایک بے وزن بات ہے۔ جسکو عذر بارد کے سوا کوئی لقب نہیں دیا جا سکتا۔ وجہ دوم یہ ہے کہ بدر میں گنجایش نہیں ہے۔ یہ وجہ دوم بھی گو قابل التفات نہ تھی۔ لیکن اتماماً للحجۃ عرض کیا جاتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب اس بحث کے لیے دو صفحے یا چار صفحے اپنے گرامی قدر اخبار میں بڑھا دیں۔

ان صفحات مزیدہ کے کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی کے جمیع مصارف اس ناچیز کے ذمہ۔ انشاء اللہ دفتر بدر کا بھیجا ہوا حساب بغیر کسی قسم کی رد و بدل کے ہفتہ وار یا ماہوار جس طرح وہ چاہیں گے ادا کر دیا جایا کریگا۔ بلکہ یہاں تک منظور ہے کہ وہ ہر پرچہ بے نام ہی رقم پر جو ان صفحات مزیدہ میں خرچ ہوا ہو دیو بھیجا کریں۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ کوئی عذر ایڈیٹر صاحب بدر کا باقی نہیں رہا اور آئندہ اشاعت سے اس بحث کا سلسلہ شروع ہو جائے گا

مجھے مولوی کبیر الدین صاحب کی خصوصیت بھی مد نظر نہیں بلکہ کسے باشد۔ ایڈیٹر صاحب بدر یا حضرت خلیفہ صاحب جسکو یہ ناچیز کا مخاطب بنانا پسند کریں۔ مجھے کچھ عذر نہیں۔ مجھے مقصود اظہار حق اور ابطال باطل ہے اور بس۔ وکفی باللہ شہیدا

ہاں آخر میں یہ بھی عرض ہے کہ میری بحث کے دو جز ہیں اول مرزا صاحب کا اپنی نسبت کیا دعویٰ تھا؟ دوم اُن دعووں پر انھوں نے کیا دلائل پیش کیے؟ ان دونوں جزوں پر علی الترتیب و با تفصیل بحث ہونی چاہیے دونوں کا باہم مخلوط کر دینا نہیں اصول مناظرہ کی پوری پابندی ہو۔ اصول مناظرہ سے مراد وہی قواعد ہیں جو رشیدیہ و آداب باقیہ میں مذکور ہیں۔ فقط

راقم مدیر النجم

بقیہ مضمون متعلق عقد ام کلثوم

سلسلہ کے لیے دیکھیے النجم ۲۱ محرم ۱۳۳۰ھ

لاکھون مسلمانون مین قتل برپا کیا۔ اور خلافت کے پیچھے مدت اقامت بکوفہ کارزار کا میدان گرم رکھا مگر حضرت رسول کی حق تلفی کا انکو مطلق خیال ہی نہوا۔ اور چار ہزار دینار طلائے کر جھٹ پٹ نکاح پڑھا ہی دیا۔ اور پھر ایک ایسے شخص سے جو (معاذ اللہ خاک بدہن ناقلش) کافر و مشرک ہو۔ حالانکہ خدا قرآن مجید مین اسکی صریح ممانعت فرماتا ہو۔ تو اس جگہ بجائے اسکے کہ حضرت عمر پر کوئی عیب آئے آپکے قول کے مطابق حضرت علی پر یہ قباحتین وارد ہونگی (۱) کافر و مشرک کو اپنی صاحبزادی دینا (۲) رسول اللہ کی حق تلفی (۳) دنیا کی طمع مین دین کا خیال نکرنا (۴) ذاتی نقصان کو رسول اللہ کے نقصان پر مقدم کرنا (۵) جبن کرنا (۶) مداہنت۔ اب خود سمجھگئے ہونگے کہ ثبوت نکاح جو ایک متواتر اور متفق علیہ امر ہو اگر حق تلفی کا باعث حضرت عمر کو ٹھہرایا جائیگا تو پہلے حضرت علی اسکے مورد خاص قرار پائین گے اور اسی نکاح پر حضرت عمر کے کفر کے مدعی خود اپنے کفر کے شبہہ مین مبتلا ہو

قولہ ابوبکر کی چار سالہ لڑکی پر نظر ڈالی اور اپنے گھر مین لانا چاہا مگر ابوبکر کی بیٹی ایسے دل گردہ کی تھی کہ تھی تو چار برس کی۔ مگر اسنے نہایت جرأت و استقلال سے انکار کیا جس سے آپ کو اسکا بھی پتہ چلیگا کہ عائشہ مین وہ اخلاقی جرأت کیون نہوئی۔ کیونکہ انکی ولادت اسوقت ہوئی تھی جبکہ ابوبکر کا پیشہ بزازی تھا اور جلاہون کی بزدلی سبکو معلوم ہے بخلاف ام کلثوم کے جنکی ولادت زور خلافت کے ختم پر ہوئی

اس جگہ اڈیٹر اصلاح نے عجیب غضب ڈھایا ہو کہ بنت ابی بکر کو اپنے تمام تقیہ باز اماموں سے ممتاز ٹھہرایا کیون نہ ہو؟ آخر صدیق ہی کی لڑکی تو تھین۔ جرأت و استقلال تو انکی گھٹی مین پڑا تھا۔ بخلاف ان حضرات کے کہ فرج غصب ہوگئی اور پیشانی پر شکن نہ آئی۔ شاباش

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد۔

اسکے ساتھ یہ بھی ثابت کیا ہو کہ جو ائمہ تقیہ کرتے تھے ان کی نسل جلاہون یا اسی طرح کے غلامونکی تھی (معاذ اللہ) رہا پیشۂ بزازی۔ تو اسکو جلاہون سے نسبت دینا سوا جلاہے کے اور کوئی نہین کرسکتا۔ اڈیٹر اصلاح کو بزاز تک کے معنی نہ آئے جو انکو جلاہا بنانا چاہا۔ اجی جناب حضرت ابوبکر کے خاندان بھر سے پیشۂ جلاہان ثابت نہین کرسکتے۔ چہ جائیکہ خود انسے؟ اگر ایمان کا دعوی ہے تو اس طعنہ کا ثبوت دیجیے۔ ہان جنکی پیسا بھی بہت ہی اعلی پیمانے سے ثابت ہو۔ شاید ابوبکر نے جنکی بھی پیسی ہوگی بزار ہونا بڑے نصیبے والون کا کام ہو۔ مگر گھانس بیچنا چرس کھینچنا کسکا کام ہو؟ گھانس بیچنے سے تو بزازی ہر جہا بہتر ہو حقیقت یہ ہو کہ جلال پیشہ باعث عار نہین

مگر جو کسی دوسرے پر عیب لگانا چاہتا ہے وہ عیب خود اُسپر عائد ہو جاتا ہے۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے۔

قولہ الحمد للہ کہ آپنے نہایت کشادہ پیشانی سے اپنی جہالت کا اقرار کیا جسکو اس حدیث نے ایسا ثابت کر دیا کہ در جہل مرکب ابد الدہر بماند۔ کی تصدیق ہوئی۔ کیونکہ جب روایات فریقین سے ام کلثوم بنت ابو بکر کا مخطوبہ عمر ہونا ثابت ہو چکا تو پھر حدیث کافی کے کس لفظ سے آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ واقعہ ام کلثوم بنت جناب امیر کا ہے کیونکہ حدیث میں صرف فی تزویج ام کلثوم ہے نہ بنت علی نہ بنت فاطمہ۔ تو چونکہ شہرت واقعہ ام کلثوم بنت ابی بکر قرینہ قوی موجود ہے لہذا وہی متعین ہو گئیں "

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اوصاف جو حضرت علی نے شیعوں کو دئیے ہیں بھی تصدیق ہے " یا اشباہ الرجال ولا رجال حلوم الاطفال وعقول ربات الحجال "

(بچوں کی عقل والے پردہ نشینوں کی سمجھ والے)

اسکو جہالت سے بھی ایک درجہ اعلیٰ سمجھنا چاہیے اہل حق کو معلوم ہو گیا کہ دعوائے مذکور کیلیے ایک ثبوت بھی نہ پیش کر سکے۔ اولاً آپ کو اصل بحث حدیث کافی کے متعلق اپنے مذہبی کتب سے استدلال کرنا چاہیے تھا اور ثابت کرنا تھا کہ یہ حدیث بنت ابی بکر کی بابت ہے! مگر افسوس کہ آپ نے بجائے اسکے اہلسنت کی اُن کتب سے استدلال کرنا چاہا جو آپکے صریح مقابل ہیں اور وہ خود اس نکاح کا اقرار کر رہی ہیں۔ دوئم آپکا یہ دعویٰ کہ حدیث کافی سے ام کلثوم بنت علی مراد نہیں ہے جمہور شیعہ کے بلکہ جمہور عقلا کے نزدیک غلط اور باطل ہے اور ائمہ شیعہ کو بھی اس قول سے غلطی پر ماننا پڑیگا جنھوں نے اعتراف کیا ہے اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ حضرت عمر کا ایک لڑکا بھی ام کلثوم بنت علی سے تھا۔ کما فی التہذیب ثالثاً۔ آپکا یہ کہنا کہ حدیث میں صرف ام کلثوم ہے اسلیے مؤید دعویٰ نہیں۔ صریح حدیث کافی کا نہ کھنا ہے اسلیے کہ اول حدیث میں خود اہلبیت سے ہونا ثابت ہے دیگر یہ کہ اس معاملہ میں اگر بنت ابی بکر ہوں تو علی کو کیا واسطہ ہے۔ کہ وہ انکار کریں۔ عذر کریں۔ اور عباس کو وکیل بھی بنا دیں۔ حالانکہ رسول اللہ کی لڑکی پر دروازہ دھکیل دینا اور آگ لگانے کا قصہ جو حضرات شیعہ نے گڑھا ہے اُسکو اسقدر بھول گئے کہ اُسوقت اسکا خیال بھی نہ آیا اور زبان سے اُف بھی نہ کر سکے۔ یہی حیاداری کا کام ہے کہ غیروں کی عزت اور بھلائی کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر گیری نہ کرنا۔

اور اس قصہ سے اگر بنت سیدہ نہوں تو لازم آتا ہے کہ حضرت علی کو حضرت ابو بکر سے بہت دلی خلوص محبت تھی۔ اور رواقعی تھی۔ یہاں تک کہ لوگ شادی غمی

کی بابت بھی انھین سے درخواست کرتے اور یہی جواب دیتے
گویا کہ یہ ولی اور وکیل ابوبکر تھے۔ ورنہ اسکی اور صورت کیا ہے
اسلیے کہ اگر یہ ولی ہوتے تو ان سے استمزاج کرنیکے کیا معنی
(۲) اور انکا عذر پیش کرنا کس وجہ سے ہوگا۔ (۳) اور حضرت
عباس سے کہنا کیا فائدہ مند ہوگا (۴) حضرت عباس
کا حضرت علی سے نصیحت کے طور پر کہنا پھر اپنے لیے لایت
مانگنا۔ (۵) حضرت علی کا انگوٹھی اور وکیل بنانا اور نکاح
کرادینا۔ یہ سب ایسی باتین ہین جو صاف بتلا رہی ہین کہ
یہ واقعہ ام کلثوم بنت فاطمہ کا ہے اور کسی سے اسکو کچھ واسطہ
نہین۔ ورنہ اِن باتون کی کیا ضرورت تھی؟ زُعماً آپکا یہ
کہنا کہ چونکہ شہرت واقعہ ام کلثوم بنت ابی بکر قرینہ قوی ہے
لہذا وہی متعین ہوئین۔ ایک ایسا تلبیس آمیز جملہ ہے جسکی
تصدیق آپ کو خود ہی حاصل نہین ہے اور اسی قیام اساس
آپ ثابت نہین کرسکتے۔ سچ ہے۔ لاتبطلون الباطل کا ابطال
الحق۔ آپکا شہرت کا دعوی محض زبانی جمع خرچ ہے ورنہ
فی الحقیقت بنت سیدہ کی خبر متواتر ہے اور اسکا منکر بدیہیات
کا منکر ہے۔ لطف یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو چکا۔ مگر اقرار نکاح
کرتے شرم آتی ہے۔ اللہ ری ہٹ۔ اگر بالفرض ہم شہرت
قصہ بنت ابی بکر تسلیم کرلین تب بھی یہ لازم نہین آتا کہ
کہ حدیث کافی جو صریح اہل بیت سے ہونیکی گواہ ہے وہ
اس قصہ کی خبر ہو اور دونون ایک ہی واقعے ہون۔ بلکہ

ایک مین نکاح ہی نہین ہوا اور دوسری مین نکاح و اولاد
سب ہے۔ پھر دونون مین کونسا تناقض ہے۔

قولہ اب اندرونی شہادتین اس حدیث کی ملاحظہ ہون
کہ اسی حدیث مین ہے قال امیر المومنین انہا صبیۃ کہ جناب
امیر نے فرمایا کہ وہ صبیہ ہے۔ اب اسکو دیکھیے کہ یہ صفت
بنت ابی بکر پر منطبق ہوتی ہے یا بنت امیر المومنین پر کیونکہ
حضرت ام کلثوم بنت جناب امیر کی ولادت یقیناً عہد
رسول مین ہوئی تھی جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا اور
یہ عقد یا خطبہ سنہ ۱۷ھ مین بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ اسعاف
الراغبین مین ہے وکان ذلک فی سنۃ سبعۃ عشر من الہجرۃ
تو کم سے کم سن جناب ام کلثوم کا سنہ ۱۷ھ مین نو برس کا ہوتا ہے

اڈیٹر صاحب کو جب ظاہری شہادتین نہ مل سکین
تو اندرونی (تقیہ کی) شہادتین لانا شروع کردین۔ ہان
آپنے حساب عجب طرح سے کیا ہے۔ اگر ہم مان لین کہ
ام کلثوم بنت فاطمہ قبل وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تولد ہوئین تو بھی نو سال ہونیکی کوئی دلیل نہین بلکہ سنہ ۱۷ھ
سات سال بھی ہو سکتی ہے۔ شاید آپنے دو سال رضاع
کے شمار کیے ہونگے۔ ولکن لا شاہد لہ (بیدلیل ہے)
نیز صفحہ ۱۴ پر بھی آپنے اس قول کا صریح خلاف کیا ہے اور کہا ہے
کہ ام کلثوم کا سن کم سے کم بارہ برس ہوتا ہے۔ کیا یہ صاف
تناقض نہین ہے؟ یہ آپ کے دونون حساب ازروے تاریخ

باطل ہوتے ہین - ملا باقر مجلسی نے چار سال لکھے ہین - یہ
حساب آپنے کہان سن پایا - شاید مجرد تخمینہ ہے جو قابل سماعت
نہین - اگر نو سال یا بارہ سال جیسا کہ آپ کہہ رہے ہین
ہم تسلیم کرلین تب بھی صبیہ کا اطلاق کیون نہین ہوسکتا
آپ کسی جفر جامع سے سند لاتے تو معلوم ہوجاتا - مگر اپنے
حسب عادت محض بے دلیل بات کہدی - کیا آپ نہین
جانتے کہ اگر شادی نہ کرنا منظور ہوتا ہے تو اسی طرح کا بہانہ
کیا جاتا ہے جو فی الحقیقت صحیح بھی ہے - ہم نہایت افسوس
سے کہتے ہین کہ ایڈیٹر اصلاح نے جو شہادت اندرونی
(تقیہ کی) ظاہر کی ہے وہ صریحاً انھین پر معکوس ہوگئی بلکہ
ظاہری اور صاف ہوکر جیسا کہ حضرت علی نے امیر معاویہ
کی بابت کہا ہے - والظاہر ان دیننا واحد ونبینا واحد
لانستزید ہم فے الاسلام (یعنی ظاہر ہے کہ ہمارا دین ایک
ہے اور نبی ایک ہے اور ہم انکے اسلام مین کسی طرح کا
نقصان نہین پاتے) اس اندرونی شہادت کا علمائے شیعہ
نے خود ذکر کیا ہے - جیسا کہ ملا باقر نے لکھا ہے - نیز خود ایڈیٹر
صاحب کے کلام مین تناقض ہے - کبھی بارہ کہتے ہین
کبھی نو - وذلک صریح البطلان - اور نو سال کی لڑکی
صبیہ کیون ہے - اسکی دلیل کچھ بھی نہ دی - اگر بالفرض
بالغہ ہو تب بھی ماں باپ صبیہ نہین کہہ سکتے - اسکی تفسیر
کرنی ضروری تھی اور جملہ گذشتہ اعتراضات بھی باقی ہین -

قولہ عرب کی لڑکی نو برس مین عام طور سے بالغ ہوجاتی
ہین - پھر انپر صبیہ کا اطلاق کرنا اور حضرت علی کا عذر کرنا
کیونکر صحیح ہوسکتا ہے - کیونکہ یہ عذر حدیث روایت کافی
ہی مین نہین ہے بلکہ صدہا روایات اہلسنت مین اسکی
تصریح موجود ہے کہ ام کلثوم اسوقت چہار سالہ تھین مختصر
آپ نے اب تک دعوے کیلیے دلیل کا ہونا
کوئی ضروری امر نہ سمجھا - ہر بات کو جیسا جی مین آیا
لکھڈالا - پہلے دلیل دیکر ثابت کرنا چاہیے - اس عذر کا
جواب پہلے دے دیا - اور یہ بتلا دیا کہ ایسا عذر نہین ہوتا
آدمی جب نکاح مین نہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ایسے سینکڑون
بہانے کرتا ہے - اور شیعہ کے یہان تو تقیہ کے جواز بلکہ وجوب
مین بھی شبہہ نہین - پھر صبیہ کا لفظ تقیہ کیون نہو - اگرچہ
مورخین بنت سیدہ کو چہار سالہ لکھتے ہین - مگر ہمارے
نو سالہ ماننے مین بھی کچھ نقصان نہین ہے - آپنے ان اصلی
کتب اہلسنت سے دو چار کی عبارت نقل کی ہوتی تو معلوم
ہوجاتا کہ وہ بنت سیدہ تھین یا بنت ابی بکر - مگر افسوس
کہ آپ ایک کتاب کی بھی سند نہ دے سکے اور پہلے جو
ثبوت برائے نام پیش بھی کیے وہ آپ کے مدعا کے
صریح مخالف ہین -

قولہ ام کلثوم بنت سیدہ نے اپنی والدہ سے باغ کی
اور فدک کی بابت گواہی دی ہین انکا نام بھی لکھا گیا ہے

اصول محدثین کے مطابق سماع کا سن کم سے کم پانچ سال ہونا چاہیئے۔ تو سنہ ۱۱ھ میں ام کلثوم کا سن پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ تو سنہ ۱۷ھ میں بارہ برس کی ہوئیں ؛

اس جگہ ڈیئر صاحب نے دعوے کیے ہیں جنپر ایک تفریع کی ہے۔ پہلا دعوی یہ ہے کہ ام کلثوم نے اپنی والدہ جناب فاطمۃ الزہراء علیہا السلام سے تحمل کیا ہے اور سماع حاصل کیا ہے۔ مگر اسکے لیے کوئی صحیح اور صاف دلیل نہیں پیش کیگئی۔ ایک روایت جسے مجہول کہا جاتا ہے پیش کی۔ وہ بھی معتمد کتب سے ماخوذ نہیں بلکہ ایک بے سند کتاب سے۔ جسمین لفظ عن سے روایت ہے جو اصول محدثین پر محتمل سماع و عدم سماع ہے اور اس سے ثبوت کسی طرح کا نہیں ہو سکتا۔ دیگر یہ کہ یہان حدیث کافی سے بحث تھی۔ آپ اپنے اہل مذہب کی نقل صریح لاتے۔ اور اگر کچھ احتجاج تھا پیش کرکے مدلل کرتے۔ مگر ادھر اُدھر ہاتھ پھیلانے سے کیا نتیجہ ہے۔ دوسرا دعوی آپکا یہ ہے کہ ام کلثوم بنت جناب سیدہ کو فدک کے واقعہ مین شاہدون مین شمار کیا گیا ہے۔ مگر تعجب خیز امر یہ ہے کہ آپنے یہ خانہ ساز افتراء بغیر ثبوت کے پیش کردیا۔ برائے نام بھی ثبوت نہ لکھا۔ اور کبھی اس دعوے کا ثبوت آپ سے نہ ہو سکتا۔ آپ (آیت پڑھکر) بتلائیے کہ یہ دعوی کس صحیفہ سے اخذ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی تقیہ باز امام نے راستہ مین ملاقات کرکے بتلایا ہو۔ ورنہ آپ اس بات کو اپنے مذہب سے بھی ثابت نہین کر سکتے۔ نیز اگر سنہ ۱۱ھ مین پانچ سال ہون تو سنہ ۱۷ھ مین بارہ سال کس طرح سے ممکن ہین۔ کیا یہ بھی حدیث کافی ہے جسے عوام نہین جانتے کہ پانچ اور چھ گیارہ ہوتے ہین نہ کہ بارہ۔ یہ آپ کی لیاقت ہے۔ اگر کسی طفل مکتب سے دریافت کرکے لکھتے تو اسقدر فاحش غلطی نہ کرتے۔ کیا آپ کی گذشتہ اور آیندہ تمام غلطیاں اس سے کم ہین؟ ہرگز نہین۔ مگر عوام پر مخفی رہتی ہین۔ پس واضح ہو گیا کہ آپ کے دونون دعوے باطل ہین۔ جنپر آپ نے تفریع کی تھی۔ پھر آپ کا تخمینہ عمر بھی محض خیالی پلاؤ ہے

قولہ تو پھر یہ حدیث کافی یا صدہا روایتین اہل سنت کی جنمین ان کی تصریح ہے کہ چار یا پانچ برس کا سن تھا کیونکر صحیح ہو سکتی ہے

حدیث کافی مین چار یا پانچ برس کا لفظ نہین ہے۔ اسکی تصریح ہی ہے۔ البتہ جس کتاب مین چار یا پانچ برس کا ذکر ہے وہان بنت سیدہ کی نہایت صاف صریح الفاظ مین شہادت ہے۔ کما مر۔ آپ نے صدہا کتابون کا ذکر کردیا مگر ثبوت ایک کا بھی ندیا۔ کیا یہ ابلہ فریبی نہین ہے۔ اور جبکہ انکا بارہ سالہ۔ یا نو سالہ۔ یا گیارہ سالہ ہونا ثابت نہین ہے تو لا محالہ وہی صغرسنی کا عذر بجا ہے جسمین کوئی کلام نہین۔ پھر بنت ابی بکر کا ذکر کرنا اور اس بہانہ سے آفتاب سے مشہور واقعہ پر خاک ڈالن

اہل عقل و دانش سے بہت بعید ہے۔ اس فقرہ (اتنا صبیۃ) سے کچھ بھی ثابت نہین ہوتا۔ اور ماں باپ پندرہ برس سال تک بچا ہی کہتے ہین۔ آپ اپنے دعوے کیلیے ثبوت لائیے ورنہ قابل سماعت نہین۔ رہا حدیث کا غلط ٹھہرنا وہ اس صورت کے علاوہ بنت ابی بکر کے تسلیم کرنیکے وقت بعینہٖ باقی ہے۔ اسلیے کہ فرج غصبناہ کا صاف وصریح ہونا اوپر عیاں ہوچکا ہے۔ اور آپنے مطلق خطبہ ہی سے انکار کردیا۔ پس ائمہ وغیرہ مجتہدین سب کاذب ٹھہرے جو اسکا اقرار کرتے تھے۔

قولہ روایات اہل سنت مین یہ بھی یقینی طور سے مذکور ہے۔ کہ ام کلثوم زوجہ عمر اور اُنکے بیٹے زید نے بروز واحد عہد معاویہ مین انتقال کیا۔ جسکی میراث اور نماز جنازہ مین تکرار ہوئی حالانکہ باتفاق فریقین ثابت ہے کہ جناب ام کلثوم معرکۂ کربلا مین شریک تھین تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ جو ام کلثوم ابعہد معاویہ مرچکی ہو وہ معرکۂ کربلا مین زندہ ہو۔"

اس جگہ آپ کی پہلی تلبیس قابل داد ہے۔ کاشکہ آپ اپنی تواریخ وکتب حدیث مثل تہذیب وغیرہ دیکھتے جسمین یہ بات صاف طور سے موجود ہے کہ ام کلثوم بنت سیدہ اور انکا بیٹا زید بن عمر بن الخطاب دونون ایک ہی وقت مین فوت ہوے اور ان کی میراث باہم مین نہین بٹی۔ کما تقدم۔ پس آپکا یہ کہنا کہ اہل سنت کی روایات سے یہ ثابت ہے۔ محض دعوی دعوی ہی نہین تو اور کیا ہے۔ رہا ام کلثوم کا معرکۂ کربلا مین موجود ہونا یہ آپنے محض مجرد دعوے پر اکتفا کیا ہے اور وہ قابل سماع نہین۔ ہان آپنے جو تاریخ وفات ام کلثوم بتلائی ہے اسکو بھی ثابت کرنا آپ کے ذمے ہے۔ آپ نے اس جگہ نقصان ام کلثوم لکھا حالانکہ تاریخ بنتِ سیدہ مین ہے۔ لہذا لازم ہے کہ اپنے ان دعاوی کی دلائل مع تصحیح نقل کرکے آیت مذکورہ سے تبیین نیز۔ جناب من۔ آپ ان دونون مضمونون مین تطابق بھی دے سکتے ہین ہے کہ اصل بحث حدیث کافی بابت نکاح ام کلثوم بنت سیدہ با حضرت عمر فاروق ہے جو روزِ روشن کی طرح صاف صریحاً مثبت مدعا ہے۔ اور آپ اُنکی وفات کو پیش لیے ہین ہم فرض کیے لیتے ہین کہ انکی وفات کے متعلق اگر کہین کچھ لکھا ہے تو غلط ہے۔ مگر حدیث کافی وتہذیب کا کیا جواب ہے؟ جو صاف اس بات کا اعلان کررہی ہین کہ ام کلثوم کا عمر سے نکاح ہوگیا۔ آپ پہلے نکاح کو تو مانیے۔ پھر یہ دریافت کرنا کہ یہ وفات جو لکھی ہے یعنی عہد معاویہ مین کس طرح صحیح ہوسکتی ہے اسلیے کہ حضرت عمر تو معاویہ کے عہد کے قبل تھے۔ مقام حیرت ہے کہ جس مدعا کے متعلق گفتگو ہورہی ہے اسکے لیے اجنبی مقدمات جنکو اصل مدعا سے کوئی علاقہ نہین ثابت کیے جاتے ہین اور بیفائدہ لوگون کو لمبی کتاب بناکر ہول کھلایا جاتا ہے۔

قولہ اصلیت اسکی یہ ہے کہ جناب فخر الحکماء ظلہ نے

کنز مکتوم اور دفع الوثوق مین نہایت تحقیق سے ثابت کیا ہے
کہ عمر کی تین زوجہ کا نام ام کلثوم تھا۔ جسمین سے ایک
مادر زید بن عمر تھی اور عمر نے ام کلثوم بنت ابی بکر سے عقد کا
قصد کیا اور اُدھر سے انکار ہوا۔ انھین وجہون سے علمائے
اہل سنت کو بسبب اشتراک نام مغالطہ ہوا اور ان سب واقعات
کو حضرت ام کلثوم بنت سیدہ سے منسوب کردیا۔ حالانکہ
نہ حضرت ام کلثوم کیلیے کبھی عمر نے کہا تھا اور نہ کبھی عقد ہوا
کیونکہ دونون بہنون کا عقد تو عبد اللہ بن جعفر طیار اور
محمد بن جعفر طیار سے پہلے ہی ہو چکا تھا جسپر تمامی اہل سنت
کا اتفاق ہے۔"

سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ شیعہ حضرات اس قدر
وقاحت سے کام لیتے ہین جسکا ذکر نہین ہوسکتا۔ ہمیشہ
کذب بیانی اور تلبیس کو اپنا شعار سمجھتے ہین اور اسی کے
کاربند ہین۔ ملا فخر الحکما نے اس جگہ جو تقریر کی ہے الف سے
یے تک ایک حرف بھی صحیح نہین۔ اور تا بقیام ساعت
جمیع اعوانِ مذہب ابن سبا اسکو ثابت نہین کرسکتے۔ مگر
زبان سے بڑبڑانا اور جو چاہے بکدینا بہت آسان ہے
ہم ان کے ایک ایک جملے کی خبر لیتے ہین۔ اور یہ بتلاتے ہین
کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہایت صحیح ہے۔ لا تبطلون الباطل
کا بطالکم الحق"۔ فی الحقیقت کبھی شیعون کو تحقیق کی ہوا بھی نہین لگی
اور نہ وہ تحقیق کو سمجھ سکتے ہین۔ محض عقول الاطفال و حلوم
ربات الحجال کے مصداق ہین۔

(اولاً) اُنکا یہ قول کہ حضرت عمر کی تین زوجہ کا نام ام کلثوم
تھا۔ گو زشتر ہے۔ اور اسکو دلیل سے کچھ بھی تعلق نہین ورنہ
اُن کو ثابت کرنا چاہیے تھا۔

(ثانیاً) ہم کہتے ہین کہ حضرت عمر کی تین بیبیون کا ام کلثوم
کے نام سے ہونا ہماری دلیل ہے نہ تمھاری۔ اسلیے کہ اگر یہ ثابت
ہو تو بنت سیدہ بھی اسمین داخل ہونگی۔ اور اگر داخل نہون تو
بھی عدم ثبوت پر دلیل کیا ہے۔ باوجودیکہ ثبوت نکاح موجود ہے

(ثالثاً) ام کلثوم جسکا لڑکا زید ہے ملا صاحب نے اُس کا
اقرار کیا ہے وہ زوجہ عمر رضی تھی۔ اور تہذیب سے ثابت ہو چکا ہے
کہ وہی بنت سیدہ تھی۔ پس ام کلثوم منکوحہ حضرت عمر بنت
سیدہ ہین۔ اور اسکے سوا کوئی زید کی والدہ نہین ہین۔ و
الا ثابت کیا جائے۔

(رابعاً) ام کلثوم بنت ابی بکر کے ذکر سے کیا فائدہ ہے؟
اسلیے کہ نہ یہ اُن تین ازواج مین داخل ہین۔ نہ حدیث کافی
سے اُنکو کچھ تعلق ہے

(خامساً) جبکہ بقول ملا صاحب حضرت عمر کی تین
ازواج کا نام ام کلثوم تھا۔ پھر اُنمین بنت سیدہ کا ہو نا کیونکر

سلہ مجھنے اس مضمون کے لکھنے کے بعد کنز مکتوم کا مطالعہ کیا
تو معلوم ہوا کہ یہ مضمون بالکل اُسیکا ملخص ہے۔ ہم کسی دوسرے مضمون
مین اُسکی قلعی بھی کھولین گے انشاء اللہ تعالی۔

سے ثابت ہوتا ہے اسلیے کہ تہذیب میں صاف لکھا ہے کہ وہ ام کلثوم
بنت سیدہ کے لڑکے ہیں۔ پس علمای اہل سنت کو یوں مغالطہ
ہوگا۔ بلکہ یہاں شیعہ کے لیے چند مغالطے ہوں گے۔ ایک یہ کہ
ائمہ شیعہ معصوم نہ رہیں گے۔ اسلیے کہ غصب ام کلثوم کے
قائل تھے۔ اور یہ بنت ابی بکر نہیں ہو سکتیں۔ اسلیے کہ اس
نکاح ہی نہیں ہوا باتفاق فریقین (۲) کافی و تہذیب موضوع
و خرافات ٹھہرینگی۔ اسلیے کہ اُن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت
عمر نے بنت سیدہ سے نکاح کیا اور بچہ ہوا (۳) مجتہدین شیعہ
کاذب ٹھہریں گے۔ جو قرناً بعد قرن اسکا اقرار کرتے آئے ہیں
اور اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ (۴) فقہاے شیعہ جنھوں
نے اس سے مسئلہ نکالا ہے۔ مہمل ٹھہرینگے اور مغالطے میں
پھنسے ہوے۔ (۵) یہ ثابت ہوگا کہ حضرت علی حضرت ابوبکر
سے بہت ہی میل جول رکھتے تھے بلکہ انکے وکیل اور ولی تھے
ورنہ اُنسے منگنی کرنے کی کیا وجہ ہے۔ الی غیر ذلک۔ (۶) کسی
اہل سنت نے ایسے واقعات میں ایک کو دوسرے کی طرف
نسبت نہیں دی۔ اور یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ تینوں ام کلثوم
زوجہ جناب عمر تھیں۔ جسپر یہ تفریع ہے۔ (۷) اگر مان لیا جائے
کہ تین بیبیاں حضرت فاروق اعظم کی بنام ام کلثوم تھیں اور
اہل سنت نے بنت سیدہ کی طرف سب کو منسوب کیا تو لازم
آئیگا کہ تمامی ائمہ شیعہ و مجتہدین نے بھی ایسا ہی کیا ہو کیونکہ
وہ بھی اس بات کے مقر ہیں۔ (۸) ام کلثوم کی بابت حضرت

فاروق رضی منگنی اور عقد کرنا خاص کافی و تہذیب وغیرہ
کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ پھر انکا انکار محض جہالت نہیں تو
اور کیا ہے۔ (۹) ام کلثوم کا محمد بن جعفر طیار سے اولاً عقد
ہونا کسی ایک جگہ ثابت نہیں۔ چہ جائیکہ فریقین متفق ہوں
بلکہ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ بعد حضرت عمر کے محمد بن
جعفر طیار سے نسبت ہوئی۔ چنانچہ مجالس المومنین میں
بالتصریح موجود ہے۔ اور معارف ابن قتیبہ صفحہ ۹۳ پر ہے
واما ام کلثوم الکبری وہی بنت فاطمہ فکانت عند عمر بن الخطاب
وولدت لہ ولدا قد ذکرناہم فلما قتل عمر تزوجہا محمد بن جعفر بن
ابی طالب فمات عنہا ثم تزوجہا عون بن جعفر بن ابیطالب
فماتت عندہ " یعنی ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا حضرت عمر فاروق
کے نکاح میں تھیں اور دو اولاد اُنسے ہوئیں۔ ایک لڑکا اور
ایک لڑکی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوے
تب محمد بن جعفر طیار سے انکی نسبت ہوئی۔ اور وہ بھی مرگئے
تب اُنکے بھائی عون بن جعفر نے اُنسے نکاح کیا۔ اور انکے
پاس فوت ہوئیں۔

یہ شہادتیں صاف و صریح ہیں کہ محمد بن جعفر طیار سے
جو نکاح حضرت ام کلثوم کا ہوا تھا۔ وہ بعد عمر فاروق کے
نہ قبل۔ پس یہ کہدینا کہ انکا نکاح حضرت عمر سے کیونکر ہو سکتا
ہے۔ شیعہ حضرات کی چالبازی اور پرانی پالیسی ہے جو ہم
دلیل سے کوسوں دور ہے۔ (۱۰) یہ کہنا کہ محمد بن جعفر طیار

سے پہلے نکاح ہوچکا تھا جس پر تمامی اہل سنت کا اتفاق ہے سراسر غلط اور محض افترا ہے۔ امام مستور کے آنے تک بلکہ ابد الآباد شیعہ اسے ثابت نہیں کر سکتے۔ اس جھوٹھ کا کچھ ٹھکانا ہے؟ کہ ایک سنی بھی اسکا قائل نہیں اور وہاں اتفاق کہا جاتا ہے۔ سچ ہے۔ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت (جب تو بیحیا بن جائے تو جو کچھ تیرا جی چاہے وہ کر) افسوس۔ یہ لوگ برائے نام ٹوٹا پھوٹا بھی ثبوت نہیں رکھتے۔ اور اس طرح صاف تلبیس کرتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اتفاق نقل کرتے شرم نہیں کرتے۔ اول اہل تشیع سے اتفاق نقل کرتے پھر اہل سنت سے۔ گھر کی تو خبر نہیں۔ مگر باہر حکم لگا دینا بہت آسان ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

قولہ "تو اچھی طرح سے معلوم ہوا کہ اس میں اور سائر روایات اہل سنت میں ام کلثوم بنت ابی بکر ہی مراد ہیں۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہو چکا کہ عمر نے ام کلثوم بنت ابی بکر سے عقد کرنا چاہا اور عائشہ نے قبول کیا۔ خود ام کلثوم کے انکار سے یہ اضطرار پیدا ہوا کہ عمرو بن عاص مختار بنایا گیا۔ جسکی اہمیت نمایاں ہے"

اس تقریر کو حدیث کافی سے اور اصل بحث سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ اور غصبنا کا لفظ صریح غصب پر دلالت کر رہا ہے۔ پھر اسکو بنت ابی بکر پر منطبق کرنا۔ ایک چھوڑ دو دو آفتوں میں گرنا ہے۔ ایک یہ کہ اہل بیت کی تکذیب کرنا۔ اور کتب شیعہ و مجتہدین کو دفتر کذب سمجھنا۔ دوسرا خاندان ابوبکر سے اہل بیت کا بڑا خلوص اور میل جول ماننا۔ ورنہ اس معاملہ سے انکو کیا کام تھا اور (غصب) اور (نا) ایسے الفاظ کیوں لاتے نیز حضرت علی سے منگنی کی بابت کیوں کہا جاتا

اسکا جواب شیعہ صاحبان یہ دیتے ہیں۔

"اور چونکہ زوجہ ابی بکر زوجیت جناب امیر میں تھی۔ جس سے محمد بن ابی بکر آپکے ساتھ تھے۔ لہذا حضرت کو بھی کسی طرح مداخلت کرنی پڑی۔ جس سے اور بھی قصہ نے طول پکڑا ہوگا"

یہ احتمال اسقدر بعید ہے کہ اسکا قائل خود اسکو لفظ شک سے تعبیر کر رہا ہے۔ اور پہلی خطا اسمیں یہ ہے کہ زوجہ ابوبکر کونسی حضرت علی کی زوجیت میں تھیں ام کلثوم کی والدہ یا اور کوئی۔ اور ام کلثوم کیلئے پھر تھیں شیعہ صاحب نے اپنی پرانی عادت کے مطابق نہ اسکی کوئی تحقیق کی نہ ثبوت دعوے بیان کیا۔ مگر ہم تحقیق کیے دیتے ہیں۔

ام کلثوم کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ بن زید الانصاری ہے۔ اور یہ حضرت علی کی زوجیت میں نہ تھیں۔ بلکہ حضرت علی کی زوجیت میں اسماء بنت عمیس ہیں۔ جنسے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پس حضرت علی کو ام کلثوم سے کیا واسطہ۔ اور ام کلثوم حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھیں۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ زوجہ حضرت ابوبکر جو ام کلثوم کی والدہ ہیں وہ حضرت علی کے نکاح میں نہ تھیں بلکہ دوسرے

زوجہ تھیں۔ پس یہ کہنا باطل ہوگیا کہ (چونکہ زوجہ ابی بکر انکی زوجیت میں تھی۔ اسلیے دخل دینے کی ضرورت پڑی ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی اگر وکیل تھے تو ولی تھوڑی تھے۔ جو انکی طرف خطبہ کیا گیا۔ اور حدیث کافی میں صاف موجود ہے لما خطب الیہ تیسرے یہ کہ حضرت علی کو صاف مقابلہ کی کیا ضرورت تھی جس سے معاملہ اسقدر طول پکڑ گیا۔ اسلیے کہ جب انکو کسی طرح کا حقیقی دخل نہ تھا۔ پھر بیفائدہ اپنے نفس پر مصیبت لانا اور اپنے شیعون کو تکلیف میں پھنسانا کیون اختیار کیا۔ جو تھے اول غصب کہنے والے کیونکر سچے ہون گے؟ اسلیے کہ بنت ابی بکر کا نکاح اور غصب باتفاق فریقین ثابت نہین ہے۔

قولہ "پھر حضرت عباس پر عمر نے دھمکی دی ہوگی جس سے حضرت عباس کو اس طرح گفتگو کرنا پڑی۔ کیونکہ عمر صاحب کا مزاج سب کو معلوم ہے۔ اور حضرت عباس کی بزرگی بھی سب جانتے ہین۔ لھذا انھون نے اس طرح اس قصہ کو رفع دفع کرنا چاہا"

یہ عذر بھی مطابق عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ اولاً جبکہ حضرت علی کو بنت ابی بکر سے واسطہ ہی نہ تھا تو اس صورت مین حضرت عباس سے کہنا کہلوانا ہیچ ہے۔ دوم انکی سفارش محض لغو ہوگی۔ اسلیے کہ جب ایک شخص کے ہاتھ یہ معاملہ نہین۔ اسکے پاس سفارش لیجانا فضول نہین تو اور کیا ہے اور ایسی بےمعنی سفارش کیونکر خیال مین آسکتی ہے۔ سوم جبکہ حضرت علی خود وکیل و ولی نہ تھے۔ تو حضرت عباس کو وکیل کیون بنایا اور انکو کام کیون سپرد کیا۔ جو (فجعلا الیہ) سے معلوم ہوتا ہے۔

افسوس شیعہ حضرات کوئی بات سمجھ بوجھکر نہین کہتے بلکہ ادھر اُدھر سے نقل کر دیتے ہین۔ اور اصل بحث سے خارج ہو کر طرح طرح کی طوطی بیانیان گاتے رہتے ہین جس سے اصل مقصود کا خون ہوجاتا ہے۔ ناظرین اُکتا جاتے ہین اور عقلاء مہمل سمجھکر چھوڑ دیتے ہین۔

ہان۔ حضرت عباس کی بزرگی کا ذکر عجیب و غریب ہے۔ حالانکہ حضرات شیعہ حضرت عباس کو (معاذ اللہ) ولد الزنا سمجھتے ہین۔ نیز انکی کتب معتبرہ مین زین العابدین سے مروی ہے کہ آیت ومن کان فی ہذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی حضرت عباس اور انکے بیٹے عبداللہ بن عباس کی بابت نازل ہوئی ہے۔ متفق علیہ اکثر شیعہ کے نزدیک یہی ہے کہ وہ پہلے مسلمان و مومن نہ تھے۔ پھر سب کے نزدیک انکی فضیلت کیونکر مسلم ہوسکتی ہے؟ ولد الزنا کہدینا آپ کو یاد نہین کہ کون کہتا ہے۔

اللہ اکبر ان حضرات کو اسقدر گندہ دہانی کرتے شرم نہین آتی۔ رسول اللہ کے گھرانے والے مسلمانون کو اس طرح کے قبیح الفاظ سے یاد کرتے ہین جسکا کوئی معمولی آدمی بھی متحمل نہین ہوسکتا۔ پھر بھی مسلمان اور محب اہلبیت بنتے ہین بی بی فاطمہ کو اہل بیت سے خارج سمجھتے ہین۔

الحاصل نکاح جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ام کلثوم بنت حضرت علی ابن ابیطالب - از فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ثابت ہوگیا - اور جو کچھ جدید خیالات بعض شیعہ مجتہدین نے نکالے تھے وہ باطل و ہباءً منثورا ہوگئے -

چونکہ شیعہ حضرات اصل بحث سے ہر وقت گریز کیا کرتے ہین - جیسا کہ ہم جابجا اسی مضمون مین ثابت کر چکے ہین - لہذا اگر کوئی شیعہ عُلما نے کا جواب دے تو قابل نظر ہوگا - والا ہیچ سمجھا جائیگا - اصل بحث سے علاوہ گفتگو کرنا لغو اور بیجا ہے - واللہ الموفق -

راقم

ابو عبد اللہ محمد الشُورتی لطف اللہ بہ

از مدیر النجم عافاہ ربہ الکریم

فاضل مضمون نگار کی تحریر کے بعد اگرچہ کچھ لکھنے کی حاجت نہ تھی - مگر بطور تلخیص کے عرض کیا جاتا ہے -

مقدمۂ ام کلثوم کی بحث مین تین امور قابل تحقیق ہین

اول - اس نکاح کے ثابت ہو جانے کا نتیجہ کیا ہے - دوم یہ نکاح ثابت ہے یا نہین ؟ اس ضمن مین بھی دو مباحث ہین -

(الف) یہ نکاح فریقین کی کتب سے ثابت ہے ؟ یا صرف کسی ایک فریق کی کتب سے (ب) فریقین کا عقیدہ اس نکاح کے متعلق کیا ہے - سوم یہ نکاح کس طرح ہوا - ؟

امر اول کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اس نکاح کے دو نتیجے ہین - ایک نتیجہ وہ جو اُسی زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا - یعنی یہ کہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت مرتضی کے درمیان مین روابط اتحاد کا ترقی پانا جو ایسی قرابتون کے لیے لازم ہے - دوسرا نتیجہ وہ ہے جو ہر زمانہ مین حاصل ہے - اور یہی دوسرا نتیجہ اس نکاح کے واقع کرانے سے حق تعالے کو مقصود تھا - یہ نتیجہ منجملہ اُن نتیجہ الٰہیہ کے ہے جو اپنے بندون پر قائم فرماتا رہتا ہے - وہ نتیجہ یہ ہے کہ حق تعالی کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ آئندہ زمانہ مین کچھ بدبخت ایسے ہونگے جو کلمہ اسلام کے مدعی ہون گے اور رکن اسلام یعنی حضرت فاروق اعظم جیسے برگزیدہ امام پر نفاق و ارتداد کی تہمت لگائین گے - اس نکاح نے انکا منہ بند کر دیا - اب کچھ چارہ نہین - یا تو حضرت مرتضی کو بھی مرتد و منافق کہین - یا اُس امام برحق پر نفاق و ارتداد کی تہمت سے فارغخطی لکھدین -

بعض لوگون کا یہ خیال کہ حضرت فاروق اعظم کی کچھ فضیلت اس نکاح سے ثابت ہوتی ہے اُنکی کوتہ اندیشی پر مبنی ہے - حضرت فاروق اعظم کی کچھ فضیلت اس نکاح مین نہین - اگر فضیلت ہے تو ام کلثوم کی کہ انکو ایسے امام برحق کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا - حضرت فاروق اعظم کی

فضیلت کے لیے خدا اور رسول کا کلام بس ہے۔

اب رہا یہ امر کہ حضرت فاروق نے اس نکاح کی درخواست کے وقت فرمایا تھا کہ مین حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مصاہرت کا شرف حاصل کرنے کے لیے اس نکاح کا خواہشمند ہون۔ یہ محض اُن کی تواضع تھی کہ اپنی ذات اقدس کو فضائل سے معرا سمجھتے تھے اور ایسی ایسی جزئیات کو اپنے لیے باعث شرف سمجھتے تھے

ہ این است سعدی کہ مردان راہ
بعزت نہ کردند بر خود نگاہ ٭ ٭
ازین بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

امر دوم۔ ضمن الف کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نکاح فریقین کی کتب سے ثابت ہے۔ کتب شیعہ سے تو جیسا فاضل مضمون نگار نے ثابت کیا۔ اور کتب اہل سنت سے جیسا کہ مولانا حیدر علی صاحب رحمہ اللہ و مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے اپنی کتب مین ثابت فرمایا۔

امر دوم ضمن ب کی تحقیق یہ ہے کہ اہلسنت مین تو اس نکاح کی کوئی ایسی اہمیت ہے نہ اسکی بابت کوئی اختلاف۔ مگر شیعون کے مذہب مین اس نکاح کی بڑی اہمیت ہے۔ ان کے مذہب کا گھروندہ اس سے بگڑا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان مین بڑا اختلاف ہے۔ کوئی قائل ہے کوئی منکر۔ منکرین نے ہر وقت مین اُس وقت کے مناسب حیلے نکالے ہین۔ کسی نے ام کلثوم بنت ابی بکر کا نام لیکر اشتباہ پیدا کرنا چاہا اور کسی نے جنیہ کے دامن مین پناہ لی۔ مگر علماے اہل حق نے ان سب خرافات کا ابطال کر دیا ہے۔ چنانچہ النجم کی کسی گذشتہ جلد مین (جسمین نواب صاحب رامپور کے بھتیجے سے گفتگو کا ذکر کیا گیا ہے) یہ بحث مبسوط مذکور ہے۔

امر سوم کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نکاح برضا و رغبت ہوا۔ اور جو شیعہ اس نکاح کو مانکر حضرت علی کا مجبور و مکرہ ہونا بیان کرتے ہین (جیسا کہ کافی کی روایت مین غصب فرج کے شنیع لفظ سے اس جبر و اکراہ کو بیان کیا ہے) وہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کما لا یخفیٰ۔ فقط

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تنقید کتاب استبصار

(موسوم بہ)

کشف الاستار

واضح رہے کہ مذہب شیعہ میں حدیث کی یہ چار کتابیں صحت و اعتبار کے اعلےٰ درجہ میں رکھی گئی ہیں ۱ کافی۔ ۲ تہذیب۔ ۳ استبصار۔ ۴ من لایحضرہ الفقیہ۔ انہیں چاروں کتابوں کو وہ لوگ اصول اربعہ کہتے ہیں۔ کتاب کافی تصنیف ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ سہ صد و بست و نہم ہجری کی ہے۔ اور کتاب تہذیب و استبصار دونوں تصنیف ابوجعفر محمد بن حسن بن علی طوسی متوفی ۴۶۰ھ چار صد و شصت ہجری کی ہے۔ اور کتاب من لایحضرہ الفقیہ تصنیف ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ قمی ملقب بہ صدوق متوفی ۳۸۱ھ سہ صد و سی و یکم ہجری کی ہے۔

یہی چار کتابیں ہیں جنپر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے۔ ان چاروں کتابوں کی حالت ظاہر ہو جانے کے بعد میدان صاف ہے۔ اور اس گھروندہ کا خیالی وجود بھی مٹا ہوا ہے۔

اگرچہ مناظرہ کے حصص گزشتہ میں ان چاروں کتابوں کی حالت کما ینبغی علی الوجہ الکلی بیان ہو چکی ہے جس کا خلاصہ محض بطور نمونہ کے نقشہ گزشتہ میں دیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت بعونہ تعالی ارادہ کیا گیا ہے کہ ان چاروں کتابوں کی حالت علی الوجہ الجزئی والتفصیلی بیان کر دیجائے۔ تاکہ ایک اندھا بھی بالبداہت محسوس کرے کہ اس فرقہ کا ہاتھ جس طرح قرآن سے خالی ہے اسی طرح دامن اہل بیت سے بھی بے نصیب ہے اور جس چیز کا نام ان لوگوں نے احادیث اہل بیت رکھا ہے وہ کذب و دروغ بہتان وافترا کا ایک مجموعہ ہے اور بس۔

ان چاروں کتابوں میں کتاب استبصار کی وجہ تقدیم میں بیان کر چکا ہوں۔ اسکی تکمیل کے بعد انشاء اللہ تعالے باقی اصول اربعہ کی طرف توجہ کیجائے گی اور بساوا اگر وقت نے مساعدت نہ کی یا عمر مستعار نے وفا نہ کی تو انشاء اللہ تعالے جس قدر ہو جائیگا اسی قدر کافی ووافی ہوگا۔ اسی خیال سے میں نے اس تنقید میں صرف استبصار پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ بقیہ اصول اربعہ کی طرف بھی ضمناً اشارہ کا التزام رکھا ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

یہ بھی اس سلسلہ تنقید میں ایک بہت بڑی بات ہے کہ شیعوں کے اصول اربعہ مع ترجمہ کے جو لفظی ہونیکے ساتھ مستند و بامحاورہ بھی ہوگا شائع ہو جائینگی۔ شیعوں کو اپنی کتابوں کے چھپانے میں بجد کوشش رہی اور ہے۔ جب منشی نولکشور نے انکی کتابوں کے طبع کا ارادہ کیا تھا تو اسوقت مجتہدین شیعہ پر جو کچھ حالت گذری وہ دیکھنے والے جانتے ہیں۔ منشی نولکشور نے یہ اور ستم کیا کہ مجتہدین سے ان کے طبع کی اجازت مانگی اور اپنے خارجی اثرات سے ان کو متاثر کیا۔ بیچارے کیا کرتے۔ اجازت دینی پڑی۔ سنگ آمد و سخت آمد۔

مگر پھر بھی کوئی مجتہد اس بات پر راضی نہ ہوا کہ ان خرافات کا ترجمہ اردو میں شائع کر کے عام پبلک کو [illegible] مذہب پر رائے زنی کا موقع دیتا۔ بحمد اللہ آج وہ کام النجم کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔ جس شیعہ مجتہد کا حوصلہ ہو وہ ہمارے ترجمہ پر اعتراض کرے۔

اصل کتاب استبصار حاشیہ پر ہے اور اسکا ترجمہ حوض میں ہے اور ترجمہ کے درمیان درمیان میں تنقید کی عبارت بامتیاز لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ ولی الحمد و مستحقہ والصلوۃ علی خیرتہ من خلقہ محمد وآلہ الطاہرین من عترتہ وسلم تسلیما اما بعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف واسطے اللہ کے جو مالک و مستحق تعریف کا ہے اور درود اوپر اُسکے برگزیدہ مخلوقون یعنی محمد اور اُن کی آل طاہرین کے جو عترت سے ہین اور اُن پر سلام بھیجے (اللہ تعالیٰ)

اما بعد واضح ہو کہ مین نے اپنے اصحاب (امامیہ) کی ایک جماعت کو دیکھا کہ جب انھون نے میری بڑی کتاب موسوم بہ تہذیب الاحکام کو ملاحظہ کیا اور انھون نے وہ روایتین دیکھین جو مین نے اُس کتاب مین حلال وحرام کے متعلق جمع کی ہین اور اُنھون نے اُس کتاب کو اکثر متعلقات فقہ یعنی ابواب احکام پر شامل پایا اور یہ کہ ہمارے اصحاب (امامیہ) کی حدیثون اور اُن کی کتابون اور اُن کے اصول اور ان کے مصنفات مین جس قدر روایتین وارد ہوئی ہین اُن مین شاذ و نادر کوئی روایت شاید اُس بڑی کتاب کے تمام بابون اور کتابون مین درج ہونے سے رہ گئی ہو اور یہ کہ وہ کتاب اس قابل ہے کہ وہ ایک عمدہ کتاب سمجھی جائے جسکی طرف مبتدی اپنے فقیہ بننے مین اور منتہی اپنی یاد کے تازہ کرنے مین اور متوسط اپنے تبحر کے پیدا کرنے مین محتاج ہے یہ سب لوگ اپنا مطلب اُس سے پاتے ہین اور اپنی مراد اُس سے حاصل کرتے ہین (المختصر اُس بڑی کتاب کے دیکھنے سے) ان کے نفوس اِس بات کی طرف مشتاق ہوئے کہ جو مضامین احادیث مختلفہ کے متعلق ہین وہ علیحدہ بطور اختصار کے جمع کیے جائین جن کی طرف فقیہ متوسط اپنی معرفت حاصل کرنے کے لیے اور منتہی اپنی یاد تازہ کرنیکے لیے التجا کرین کیونکہ یہ دونون فریق ان احادیث متضادہ مین تطبیق پیدا ہونے سے نور مین ہین اور اکثر نوبت تنگی و تنگی

فانی رأیت جماعۃ من اصحابنا لما نظروا فی کتابنا الکبیر الموسوم بتہذیب الاحکام ورأوا ما جمعنا فیہ من الاخبار المتعلقۃ بالحلال والحرام ووجدوہا مشتملۃ علی اکثر ما یتعلق بالفقہ من ابواب الاحکام وانہ لم یشذ عنہ فی جمیع ابوابہ وکتبہ مما ورد فی احادیث اصحابنا وکتبہم واصولہم ومصنفاتہم الا نادر قلیل وشاذ یسیر وانہ یصلح ان یکون کتابا مذخورا یلجأ الیہ المبتدی فی تفقہہ والمنتہی فی تذکرہ والمتوسط فی تبحرہ فان کلا منہم ینال مطلبہ ویبلغ بغیتہ تشوقت نفوسہم الی ان یکون ما یتعلق بالاحادیث المختلفۃ مفردا علی طریق الاختصار یفزع الیہ المتوسط فی تفقہہ لمعرفتہ والمنتہی فی تذکرہ اذ کان ہذان الفریقان آنسین بما یتعلق بالوفاق وربما لم یمکنہما

ضیق الوقت فی تصفح الکتب وتتبع الآثار فیشرفا علی ما اختلف من الروایات فیکون الانتفاع بکتاب یشتمل علی اکثر ما ورد من احادیث

اصحابنا المختلفة اکثرہ علی وزن ہذین الصنفین لکن المبتدی لا یخلوا ایضاً من النفع وان کان یجری ہذا المجری منتہی فیکون العنایۃ بہ تامۃ والاشتغال بہ وافر الما فیہ من عظیم النفع وجمیل الذکر اذ لم یسبق الی ہذا المعنی احد من الشیوخ من اصحابنا المصنفین فی الاخبار والفقہ فی الحلال والحرام وسألوا ان یجرد ذلک صرف العنایۃ الی جمعہ وتلخیصہ وان ابتدئ فی کل باب بایراد ما اعتمدہ من الفتوی والاحادیث فیہ ثم اعقب بما یخالفہا من الاخبار وابین وجہ الجمع بینہا علی وجہ لا اسقط

ان کو کتابوں کے دیکھنے کا اور حدیثوں کے تتبع کا موقع نہیں ملتا کہ ان کو ان روایات مختلفہ پر اطلاع[1] حاصل ہو پس ایسی کوئی کتاب (اگر تیار ہو گئی) جو ہمارے اصحاب کی اکثر مختلف حدیثوں پر شامل ہو تو اس کا نفع ان دونوں قسموں (یعنے مبتدی ومنتہی) پر موقف ہوگا اگرچہ مبتدی بھی اسکے نفع سے خالی نہ ہوگا۔ اور انھوں نے یہ بھی مناسب سمجھا کہ اس قسم کی کتاب پر پوری توجہ اور پوری محنت ہونی چاہیے کیونکہ اس میں بہت بڑا نفع اور نیکنامی ہے اس لیے کہ ہمارے شیوخ اصحاب جو حدیث وفقہ یعنے حلال وحرام میں صاحب تصانیف ہیں کسی نے بھی ایسی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی۔ اور انھوں نے مجھ سے یہ بھی درخواست کی کہ میں صرف احادیث مختلفہ کو لکھوں اور انھیں کے جمع وتلخیص پر توجہ کروں اور یہ کہ ہر باب میں پہلے میں وہ فتوے اور وہ حدیثیں لکھوں جنپر مجھے اعتماد ہے اس کے بعد اس کی مخالف حدیثیں لکھوں اور ان میں جس طریقہ سے تطبیق ممکن ہے وہ بیان کردوں اس طرز سے کہ کسی حدیث کو حتی الامکان ساقط (الاعتبار) نہ بناؤں اور میں اس کتاب میں بھی وہی ڈھنگ رکھوں جو میری بڑی کتاب مذکور کا ہے اور یہ کہ شروع کتاب میں کچھ وہ اصول بیان کردوں جن کی مدد سے حدیثوں کو ترجیح دیجاتی ہے

[1] اطلاع حاصل نہ ہونے کی مضرت یہ ہوتی ہے کہ جب اچانک احادیث مختلفہ کی بابت کوئی ان سے پوچھ بیٹھتا ہے تو گھبرا اٹھتے ہیں اور خاص کر خلاف مذہب کے سامنے تو انکو سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے ۱۲

شیئاً منہا ما امکن ذلک فیہ واجری فی ذلک علی عادتی فی کتابی الکبیر المذکور وان اشیر فی اول الکتاب الی جملۃ ما یرجح بہ الاحادیث



نمبر ۸ | ۲۳ صفر سنہ ۱۳۳۰ | فہرست مضامین | ۱۱ فروری سنہ ۱۹۱۲ء | جلد ۴

مطبع عمدۃ المطابع ... طبع ہوا

قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ مین دوبار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷ و ۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ تعالی شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خالص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموما ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص چندہ جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	ے
ششماہی	عہ
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کر لیا جائیگا۔

(۴) چندہ بہر حال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب درمیان سال مین خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت مین محرم سے اسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائین اور چاہے صرف بقیہ دنون کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدین۔

(۷) جو صاحب دفعتہً مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہین ایکسال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کرائین چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے لیلین۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۱ روپیہ قیمت کی انعام مین دیجائیگی۔

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین اور مسلمانوں کے عقائد و خیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہین۔

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ مین مضامین تصوف کہا جاتا ہے اس ذیل مین انشاء اللہ تعالی بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح و حالات ہدیہ ناظرین ہونگے۔

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص خاص مذہبی ضروری مسائل سے متعلق ہو۔

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملون سے اسلام کی حفاظت اسلام کی حقیت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ مین کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبرون کا بھی ہوگا خبرین جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی۔

(۵) ہر سال جو کتاب انعام مین تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالی مفید مختصر و اکثر سلف صالحین مین سے کسی کی مستند تصنیف کا ترجمہ ہوگی۔

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	۸	۸	للعہ	للعہ
ایک کالم	عہ	للعہ	عہ	للعہ
پورا صفحہ	للعہ	عہ	صہ	للعہ

اتفاقی اشتہار فی سطر ایک کالم ۴ اجرت ضمیمہ فیصدی ۸ بشرطیکہ قواعد دفتر کی خلاف نہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

النجم- لکھنؤ- یوم یکشنبہ

۲۱- صفر ۱۳۳۰ہجری

معروضاتِ خاص

النجم کے سالانہ چندہ کے ویلیو ون کی وصولی واپسی کی فہرست گذشتہ نمبر مین شائع ہو چکی ہی اور دوسری آج شائع ہو رہی ہی- دیکھیے آخر تک وصولی کی کیا تعداد رہتی ہی اور واپسی کس حد پر جا کر رُکتی ہی-

متواتر اعلانات کے بعد (کہ جو صاحب وی پی لینے کا ارادہ نہ رکھتے ہون وہ پہلے ہی سے امتناعی کارڈ بھیجدین) جن صاحبون کا امتناعی کارڈ نہ آیا انھین کے نام ویلیو بھیجے گئے تھے- پھر بھی واپسی کی نوبت آئی اور اس قدر آئی-

خاص شہر لکھنؤ مین النجم کی اشاعت بہت ہی قلیل ہی جو کچھ اشاعت ہی وہ شہر سے باہر ہی- لکھنؤ مین سنیون کی تعداد کم نہین ہی- مگر "نزدیکان بیخبر دوران باخبر حضور" کا مضمون ہے-

النجم کے باقی رکھنے کی یہ آخری کوشش تھی جو مین نے کی- مگر اب انصاف کرنا چاہیے کہ اس قدر واپسی کے بعد کیا انتظام درست ہو سکتا ہی اور اس نادرستی انتظام کا الزام کس حد تک مجھپر آسکتا ہی؟ باینہمہ انشاءاللہ تعالیٰ حتی الامکان النجم کے جاری رکھنے اور باقاعدہ جاری رکھنے کی کوشش کیجائیگی-

اب وقت آگیا ہی کہ جن حضرات کو النجم سے ہمدردی ہی- اُنکی خدمت مین عرض کیا جائے کہ ایک مرتبہ اور ایک پُرزور کوشش النجم کی توسیع اشاعت کی کیجیے- اور اپنے دینی صحیفے کے القا کا ثواب حاصل کیجیے- واللہ المستعان-

بعض احباب کی خواہش ہی کہ النجم پھر ہفتہ وار کر دیا جائے- لیکن جب تک اشاعت کافی نہو اسکی تعمیل نہین کیجا سکتی-

ہان بعض اصحاب کی یہ رائے کہ "تنقید استبصار کے بجائے ۴ صفحے کے ۸ صفحے کر دیے جائین تاکہ سال تمام تک ایک جلد استبصار کی ختم ہو جائے" قابل قبول ہی- لیکن اسپر بھی بالفعل بوجہ قلت اشاعت

کے عمل دشوار ہے۔

مجھے امید ہے کہ واپسی کی فہرست دیکھ کر بہی خواہان النجم کو ضرور صدمہ ہوگا۔ اور وہ اس کی تلافی کی فکر کرینگے۔

بحث نسخ جو گذشتہ نمبر مین شائع ہوئی تھی ابھی ناتمام ہے۔ آیندہ نمبر مین انشاءاللہ تعالی کامل کر دیجائیگی

زہد و رقائق

نمبر ۳

(۱) حضرت والد مرحوم فرماتے تھے کہ میان صاحب (یعنی حضرت مولنا سید محمد عبدالسلام صاحب) کو جو شخص دیکھ لیتا اُسکو آخرت کی یاد تازہ ہوجاتی۔

اور وہ مشاہدہ کرلیتا کہ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل (یعنی دنیا مین اس طرح رہو کہ گویا تم پردیسی مسافر ہو بلکہ اس طرح کہ گویا تم راستہ راستہ چلے جاتے ہو) پر عمل کرکے اس طرح کی بے غل و غش زندگی حاصل ہوسکتی تھی۔ میان صاحب کی حالت بالکل اس حدیث شریف کے مطابق تھی ہرگز انکی دلبستگی دنیا کے کسی کام مین دیکھی نہین گئی۔ اپنے اہل و عیال سے بہت الفت و محبت رکھتے تھے۔ انکی راحت رسانی انکی ضروریات کی ترتیب کا بہت خیال فرماتے تھے۔ لیکن ان کے

طرز عمل سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان کامون کو اس طرح کرتے ہین جیسے کوئی شخص کسی کے کہنے سے کوئی کام کرے۔

(۱۲) فرماتے تھے کہ رضا بالقضا کی ایک خاص صفت انمین تھی۔ اور اُنکی صفت کا عکس انکے بعض مریدون پر پڑگیا تھا

چنانچہ ایک انگریزی عہدہ داران کے مخلصین مین سے تھے۔ کسی سبب سے انکا تنزل ہوگیا۔ اور سخت تنزل ہوگیا۔ مین نے بطور تعزیت انکو ایک خط لکھا جس کے جواب مین انھون نے یہ شعر مجھے لکھ بھیجا کہ

سرنوشت من بدست خود نوشت
خوشنویس ست و نخواہد بد نوشت

(۱۳) فرماتے تھے کہ میان صاحب رحمۃاللہ علیہ نماز کا بڑا اہتمام رکھتے تھے۔ ہر وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد مین پڑھتے تھے۔ دولتخانہ سے قریب دو مسجدین تھین۔ دو وقت کی نماز ایک مسجد مین اور تین وقت کی دوسری مین پڑھنے کا التزام تھا جمعہ کی نماز ایک تیسری مسجد مین پڑھنے جاتے تھے۔

(۱۴) فرماتے تھے کہ ہر سال رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اعتکاف فرماتے تھے۔ جو سال ان کی عمر گرامی کا آخری سال تھا اس سال بھی باوجود

ناسازی طبیعت کے اعتکاف فوت نہین ہوا۔

(۱۵) فرماتے تھے کہ ہسوہ اور اُسکے قرب و جوار مین جس قدر دینداری کا چرچا ہی سب انھین کے برکت اور سعی مشکور کا نتیجہ ہی۔ صدہا بدعات قبیحہ جو یہان رائج تھین۔ سب انھین کی قلع قمع کی ہوئی ہین ایک زمانہ وہ بھی ہوا ہی کہ لوگون نے ان کو وہابی مشہور کیا تھا۔

(۱۶) خلیفہ واحد علی صاحب مرحوم ہسوی ضلع فتحپور خاص ایک شاہ صاحب کا واقعہ اس ناچیز سے نقل کرتے ہین کہ اُنھون نے میان صاحب کی دعوت کی۔ اور کھانا کھلانے کے بعد ایک تلوار گھر سے نکال لائے۔ اور کہنے لگے کہ مولوی عبدالسلام صاحب دیکھو یہ تلوار کیسی ہی۔ میان صاحب نے اُسکو لیکر الٹ پلٹ کر دیکھا اور فرمایا اچھی ہی۔ شاہ صاحب مذکور نے کہا: اسکا نام بھی جانتے ہو؟ اسکا نام "خنجر وہابی کُش" ہی۔ بہت سے وہابیون کا خون پی چکی ہی" میان صاحب اس کلمہ کو سنکر حسب عادت مسکرائے اور کچھ نہ بولے۔

(۱۷) حضرت والد مرحوم فرماتے تھے کہ کبھی کسی کی بُرائی غیبت ان کی زبان سے نہین سنی گئی نہ میرے سامنے کسی اور نے انکی مجلس مین ایسا کوئی تذکرہ کیا۔

(۱۸) فرماتے تھے کہ ستاریت اس قدر مزاج عالی مین تھی کہ بعض لوگون کے معائب انھین معلوم ہوتے تھے۔ اور کبھی ان کے اظہار کی کوئی دنیاوی ضرورت داعی بھی ہوتی تھی۔ مگر پھر بھی ان کی زبان پر نہ آتے تھے

(۱۹) فرماتے تھے کہ اہل احتیاج کی حاجت براری مین انکو بہت دلچسپی تھی۔ کوئی شخص کسی قسم کا سفارشی رقعہ ان سے جسکے نام چاہتا۔ لکھوالیتا۔ کبھی عذر نہ کرتے۔ یہ نہ خیال فرماتے کہ میری بات رائگان ہو جائے گی۔

ایک شخص نے صاحب کلکٹر فتحپور کے نام اپنی ملازمت کے لیے ان سے رقعہ لکھوانا چاہا۔ آپ نے پہلے تو کچھ عذر کیا مگر جب اُس نے زیادہ اصرار کیا تو لکھدیا۔ اس رقعہ کو دیکھکر صاحب کلکٹر کو ان سے ملنے کی تمنا ہوئی۔ چنانچہ مین خود اُن کو ملنے کیلیے لے گیا۔ اسوقت کلکٹر صاحب کے ساتھ ایک کُتا بھی تھا۔ میان صاحب نے اس کتے کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا یہ آپ کے مذہب مین پاک ہی؟۔ کلکٹر صاحب نے کہا کہ نہ پاک ہی نہ ناپاک۔ میان صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ آپ سا عاقل شخص ایسی بات کہے اور یہ کہکر جب ہم لوگ صاحب کلکٹر سے بھی وہ اسی طرح ملے جیسا کہ اور لوگون سے ملتے تھے

(۳۰) فرماتے تھے کہ غصہ بہت کم آتا تھا اور جب آتا تھا تو کسی دینی سبب سے۔ سخت سے سخت لفظ اپنے کانون سے سُن لیتے تھے۔ مگر چہرہ مبارک پر اصلا تغیر محسوس نہ ہوتا تھا۔

فتحپور کے ایک شاہ صاحب (جنکا ذکر اوپر ہوا) کے داماد کسی ضرورت سے حاضر خدمت ہوے ٹوپی جو اُن کے سر پر تھی۔ کلابتون کے کام مین غرق تھی۔ میان صاحب نے فرمایا کہ یہ ٹوپی نہ پہننا چاہیے اسکو سُن کر شاہ صاحب کے داماد نے نہایت سخت اور افروختہ لہجہ مین کہا۔ "آپ کو کچھ معلوم بھی ہے۔ حضرت غوث پاک کے تاج مین تولا تولا کہ اشرفیان ٹکی ہوئی تھین"۔ میان صاحب یہ جاہلانہ جواب سُن کر تبسم ہوے اور کچھ نہ فرمایا۔ مگر جناب مولوی سکندر علیخان صاحب خانصپوری مرحوم اسوقت میان صاحب کے لیے کوئی شربت بنا رہے تھے ان سے یہ گستاخانہ کلمہ سنکر نہ رہا گیا۔ اور بجوشانہ طور پر وہ کفگیر ہاتھ مین لیے ہوے باہر نکل آئے میان صاحب نے خود بہ نفس نفیس مدافعت فرمائی اور فرمایا کہ پٹھان کو غصہ آگیا۔ بھائی کو غصہ آگیا یہ کلمہ کئی بار فرمایا۔ اُسوقت تو وہ بات رفع دفع ہو گئی۔ لیکن بعد اسکے کئی روز تک تعلیماً اظہار ناراضمندی کے لیے مولوی سکندر علیخانصاحب سے کلام نہین فرمایا۔

(۳۱) فرماتے تھے کہ جہان تک ممکن ہوتا خود بہ نفس نفیس امامت نماز نہ کرتے۔ ایک مرتبہ نماز عصر کا وقت تھا۔ شاہ نجم الدین صاحب (جو میان صاحب کے خلفا مین سے ہین۔ اور فتحپور مین رونق افروز ہین) سامنے تھے۔ انھین کو امامت کے لیے آگے کر دیا۔ وہ تکبیر تحریمہ کے بعد ایسے مستغرق ہوے کہ کسی طرح رکوع مین نہین جاتے۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ میان صاحب نے ان کو ہٹا کر خود نماز پڑھائی۔ اور بہت آہستہ ایک دھکا ان کو دیا اور فرمایا کہ کیون نہین کہدیا کہ مین مجنون ہون نماز نہین پڑھا سکتا۔

یہ بھی ایک شعبہ اختفا و استتار کا تھا کہ بے اختیاری حالت مین بھی اگر کسی سے کوئی کیفیت ظاہر ہوتی تو سخت ناخوش ہوتے تھے اور کبھی ایسی حالت کو پسند نہ فرماتے تھے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر احیاناً انکے اصحاب مین سے کسیکو ایسی حالت پیش آتی تو وہ اپنی قوت سے اُسکو سنبھال لیا کرتے۔ اظہار نہ ہونے پاتا تھا۔

حسب روایاتِ شیعہ

ناجی کون فرقہ ہے؟

سب جانتے ہیں کہ امتِ محمدیہ میں بہتّر فرقے ہو جاوینگے۔ جنمیں ایک ناجی اور باقی ناری ہونگے اور ہر فرقہ بجائے خود اپنے کو ناجی کہتا ہے۔ خصوصاً حضرات شیعہ اپنے فرقہ کے ناجی ہونے کے اس درجہ مدعی ہیں کہ دوسرا کوئی فرقہ اس زور سے دعوے نہیں کرتا۔ دوسرے فرقے تو اپنے اپنے اعمال پر نجات منحصر جانتے ہیں۔ مگر یہ حضرات اپنی نجات کے واسطے حسنات کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اوّل تو مثل نصاریٰ کے ان کے گناہونکا کفارہ حضرت حسین ہو چکے ہیں۔ دوسرے انکے اعمالِ حسن حضرات اہل اسلام (سنی) ہیں۔ جنکے اعمال حسنہ یہ حضرات اپنی میراث سمجھتے ہیں۔ اور انکا یہ عقیدہ انکے ہم مذہب ائمہ سے ماخوذ ہے۔

لہذا ضرورت ہوئی کہ فرقہ ناجیہ کی کوئی ایسی معیار بتائی جاوے تاکہ ہر مدبر شخص بآسانی معلوم کر سکے کہ ناجی فرقہ کون ہے اور ناری کون۔

اہل سنت کے یہاں بھی یہ حدیث حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد صحیح مروی ہے مگر یہاں اُسکی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں ہے چونکہ بحث عقائد شیعہ سے ہے۔ لہذا حضرات شیعہ کی کتب سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

خصال ابن بابویہ مطبوعۂ طہران صفحہ ۱۴۱ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان امتی ستفرق علی اثنین وسبعین فرقۃ یہلک احدی وسبعون فرقۃ وتخلص فرقۃ قالوا یا رسول اللہ من تلک الفرقۃ قال الجماعت الجماعت	بیشک میری امت میں بہتر فرقے ہو جائینگے اکہتر فرقے ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ نجات پاویگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا جماعت۔ جماعت۔ جماعت

اس حدیث میں لفظ جماعت اور اُس کی تکرار قابل لحاظ ہے۔

شیعہ حضرات خود اپنا مذہبی نام۔ شیعہ۔ امامیہ اثنا عشریہ۔ بتاتے ہیں۔ اور اپنے خلاف فرقہ کو "اہل سنت والجماعت" کہتے ہیں۔ والفضل ما شهدت به الاعداء۔

لہذا جماعت کا ناجی ہونا حسب روایت مذکورہ ثابت ہو گیا۔ نیز شیعہ مذہب کے نامور شاعر غالب کہتے ہیں

هفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے وہ طریق کہ باہر حسد سے ہے

جسمین وہ کنایۃً فرقہ ناجیہ کی معیار خارج از حد بتاتے ہین - مگر یہ امر نہایت عجیب و غریب ہے - حضرات شیعہ کے فرقہ مین حسد کی بنیاد جس درجہ مستحکم ہے شاید دنیا کی کوئی قوم اس امر مین انکا مقابلہ کرسکے ابو البشر حضرت آدم سے لیکر آخر زمانہ تک تمام اکابر کو یہ فرقہ اپنے بارہ اماموں پر حاسد اعتقاد کرتا ہے - اور مدار نجات حب اہل بیت بتاتا ہے - مگر - باوجود صد ہا زبانی اور تحریری اعلانات کے آج تک نہ بتا سکا کہ اہل بیت کون لوگ ہین - کبھی اہل بیت رسولؐ گاتا ہے اور کبھی اہل بیت خدا الاپتا ہے -

چنانچہ مولوی مقبول احمد صاحب جو شیعہ مذہب کے اکبر الاکابر ہین (اس اعتبار سے کہ لکھنؤ مین جب آپ کسی مجلس مین تشریف فرما ہوتے حاضرین اس زور وشور سے نعرۂ صلوات بلند کرتے کہ مکان کیسا تمام محلہ گونج اُٹھتا تھا - یہ عزت کسی اور مجتہد شیعہ کو آج تک نصیب نہ ہوئی) اور جنکا دعوی ہے کہ حضرت علی نے مجھے فرمایا کہ "تو خاموش کیون ہے - تیری زبان تو ذوالفقار سے زیادہ کارآمد ہے" نادعلی مین بھی کچھ ترمیم آپ نے حضرت علی کی تعلیم سے کی ہے - اہل سنت والجماعت کے سوال پر گھبرا کر اہل بیت رسالت کی جگہ اہل بیت خدا فرمانے لگے -

دنیا مین شاید کوئی فرقہ ہو جو اپنے پیشوایان مذہب کا نام نہ بتا سکتا ہو -

کسی سنی سے یہ پوچھا جائے کہ تمھارے پیشوا کون لوگ ہین ؟ تو بیدھڑک جواب دیگا کہ جناب رسول خدا اور آپ کے تابعین - جنمین سب سے افضل حضرات شیخینؓ ہین - اُنکے بعد حضرت عثمانؓ - پھر تمام صحابہ اور وہ تمام حضرات جو رسول مقبول کے متبع رہے - اور وہ اسکا ثبوت بدیہیات سے تمام دنیا کے سامنے دینے کو ہمہ تن موجود ہین -

ہم خدا کے سامنے ہر نماز مین کئی کئی بار اُن قدوسی حضرات کی اتباع کے واسطے دعا کرتے ہین

"صراط الذین انعمت علیہم"

یعنی ہمکو اُن لوگون کی راہ پر چلا جن پر تونے انعام فرمایا - نہ اُنکی راہ جنپر تیرا غضب نازل رہا

اور ہماری ہان خاص ہماری آسمانی کتاب جسکو ہمارے ہادی مطلق نے اپنے خاص بندہ یعنی افضل الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہماری ہدایت کے واسطے نازل کیا جسکی تدوین ہماری قوم کے ارکان اعظم نے فرمائی - اور ہمارے اسلاف صالحین نے جس قدر اُسکی خدمت کی وہ محتاج بیان نہین - جس قدر ہمنے اُسکی عزت

کہ دنیا کی کسی قوم نے اپنی الہامی کتاب کی تعین کی
اہل سنت والجماعت ہی ہین کہ نہ اُنکو خدا کے
موصوف باوصاف کمالیہ ہونے مین کسی قسم کا شک
ہے۔ نہ رسول خدا کے نافرمان یا دین پوش ہونیکا
گمان کرتے ہین۔ نہ تمام مہاجرین وانصار اور
تابعین یا تبع تابعین مین کسی فرد سے حسد کرتے ہین
ہر شخص کا رتبہ اُسکے مرتبہ کے موافق اعتقاد رکھتے
ہین۔ اگر حضرت صدیق اکبر تمام دوسرے معاصرین
سے افضل ہین تو اُنکو ناگوار نہین۔ فاروق اعظم اگر
حضرت صدیق سے فضیلت مین اُنیس رہے تو ہمکو
کو تعرض نہین۔ حضرت عثمان غنی خلیفۂ ثالث ہوئے
تو ہمکو انکار نہین۔ حضرت علی جو ان سب کے بعد مستحق
خلافت مانے گئے تو ہمارا کیا نقصان؟ اور اُنکی
جگہ پر اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسند آرا ہو جاتے
تب بھی ہمکو کوئی عذر نہ ہوتا۔

ہمارے نزدیک تو تمام صحابۂ رسول واجب التعظیم
ہین۔ اور بموجب حدیث

"من سلک علی طریقی فھو آلی"

وہ سب آل رسول ہین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ان مین جس سے خدمت اسلام جس قدر
زیادہ ہوئی۔ وہ اُتنا ہی بزرگ مانا گیا۔ اور جس سے
جس قدر خدمات دین مین کمی ہوئی۔ وہ اپنے بز
مقابل سے اُسی قدر کم مانا گیا۔ مگر اُنکی کمی بیشی مراتب
پر ہمکو ہرگز حسد نہین۔

جو رسول پاک کو مانے ہم اوسکو مانتے ہین اور
جسکو اُن سے انکار ہو یا اُنکی ذات جامع کمالات
مین کسی قسم کا دھبا لگاوے اُسکو ملعون سمجھتے ہین۔
اسکی تعریف کرنا یا اُس سے شادی بیاہ کرنا ہم
ایماندار کا کام نہین سمجھتے۔

غرضکہ شیعون مین حسد بدرجۂ اتم ہے۔ لطف یہ ہے
کہ واقعات تاریخی کے بیان سے انکا دل دکھتا ہے۔
اگر کوئی مسلمان یہ کہے ؎

نائبِ اول ابوبکر ست امامِ دوجہان
نائبِ ثانی عمر بود ست امیرِ مومنان
نائبِ ثالث غنی شد بادشاہِ انس وجان
نائبِ رابع علی گردید سلطانِ زمان

تو ان کی دل آزاری ہوتی ہے۔ آخر کیون؟ اس کا
سبب وہی حسد۔ آج تیرہ سو برس کے بعد بھی اُنکی
تعریف نہین سُنی جاتی

خلاف واقع حضرت علی کی خلافت بلافصل کے
الاپنے مین خوب مشاق ہین۔ اور وقت بےوقت یہ راگ
گیت گایا کرتے ہین۔ خیر دل تو بہلتا ہے؟

اگر کوئی منصف مزاج پوچھ بیٹھے کہ صاحبو!
علی خلیفۂ بلا فصل کے بود؟ تو بغلیں جھانکنے لگتے ہیں
کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ اور دین کیسی؟ جبکہ خدا
کا کلام اور اُسکا کام اُنکو تین جلیل القدر قدوسیون
کے بعد خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ اور تاریخ عالم بتلا رہی ہے
کہ خلافت میں حضرت علی کا چوتھا نمبر ہے۔ ارادۂ
خدا اُنکو دو رہنا تا ہے اور حضرات شیعہ اُنکو پکڑ دھکڑ کر
اول نمبر پر لانے پر اڑے ہیں۔ اور وہ بھی کب؟ جبکہ

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

اس کی وجہ سوا اسکے کہ ان کو حضرت علی سے اسقدر
محبت ہے کہ اچھے برے کی تمیز باقی ہی نہیں رہی۔
خلفای سابقین کے قابل قدر کارنامے جنکو تمام عالم
دیکھ رہا ہے ان کو نظر نہیں آتے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مگر افسوس کہ جس غرض سے خدا کی خدائی
میں بڑا کا جوڑ لگایا۔ انبیای سابقین کو حاسد ٹھہرایا
رسول مقبول کو نافرمان و عدول حکم دینے میں جری
بتایا۔ اُنکے سچے احباب سے آج تک جلے مرتے ہیں
حسد نے اس قدر گہری اندھیری آنکھوں پر ڈالی ہے کہ
اچھے بُرے کی تمیز نہیں ہوتی۔ وہی حضرت علی جنکی
محبت میں یہ سب حرکتیں ہو رہی ہیں فرماتے ہیں:۔

وسیہلک فی صنفان محب مفرط	قریب ہے کہ ہلاک ہو جائے میری بابت
یذہب بہ الحب الی غیر الحق و مبغض	دو قسم کے لوگ ایک حد سے زیادہ محبت
مفرط یذہب بہ البغض الی غیر الحق	کرنیوالے جنکو محبت خلاف حق کیطرف لیجائیگی
وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط	اور دوسرے حد سے زیادہ بغض رکھنے والے
فالزموہ۔ والزموا السواد الاعظم	جنکو بغض خلاف حق کیطرف لیجائیگا اور سب سے
فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم و	بہتر میرے متعلق وہ لوگ ہیں جو متوسط ہیں
والفرقۃ فان الشاذ من الناس	پس تم متوسط کو لازم پکڑو۔ اور بڑی جماعت کے
للشیطان کما ان الشاذ من الغنم	ساتھ رہو کیونکہ اسکا ہاتھ جماعت پر ہے
للذئب الا من دعا الی ہذا الشعار	خبردار جماعت سے جدا ہونا کیونکہ جو جماعت سے جدا
فاقتلوہ ولو کان تحت عمامتی ہذہ	ہو وہ شیطان کا حصہ ہے جیسے گلے سے
(نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر)	الگ ہونیوالی بکری بھیڑیے کا حصہ ہے۔ آگاہ رہو
صفحہ ۲۶۱	جو شخص اس طریقہ (خلاف جماعت) کی طرف بلائے
	اسکو قتل کر دینا چاہے وہ میرے عمامہ کے نیچے ہو۔

ہے کوئی ایماندار شیعہ؟ جو ٹھنڈے دل سے حضرت علی کی
اس سچی تقریر اور پاکیزہ نصیحت پر انصاف سے غور کرے۔
اگر کسی کو اُن سے محبت ہے اور اُن کو وہ جھوٹا (تقیہ باز)
نہیں سمجھتا تو یقیناً سمجھ جائیگا۔ اور بیساختہ پکار اُٹھیگا کہ بیشک
وہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہے۔ اسکے سوا کسی فرقہ کا
نام جماعت نہیں۔ اللہ کا ہاتھ اسی پر ہے۔ (باقی آیندہ)

(مسکین) محمد عبد المغنی عتیقی (احمدی)

مرزا صاحب قادیانی کے پیرو

مولوی کبیر الدین صاحب سکرٹری انجمن مرزائیہ لکھنؤ کی تحریر جسکا حوالہ النجم گزشتہ نمبر میں دیا گیا تھا۔ اسوقت محض بپاس خاطر مولوی کبیر الدین صاحب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

وھوھذا

زبانی شرطین اور باتین

عاجز کی مولوی محمد عبد الشکور صاحب سے اُن کے گھر مین بوقت شب کے، ۹ بجے یون ہوئین جو کہ ذیل مین ہین۔ ناظرین ملاحظہ فرمادین۔

(کبیر) السلام علیکم

مولوی صاحب۔ وعلیکم السلام مدت سے انتظار تھا۔ شکر ہے کہ آج بزم فاروقی کے باعث آپ کی زیارت ہوئی۔

(کبیر) خاکسار کو بھی ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ ملاقات کرون۔ لیکن بوجہ ملازمت دابۃ الارض (یعنی ریل) کے کہ اُسکو کسی لمحہ وقفہ اور قرار نہین۔ فرصت نہین ملتی۔ مگر آج بمصداق وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ آملا۔

(مولوی صاحب) تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ مجھکو حیات ممات عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ بھی غرض نہین۔ اور نہین اس بحث مین اسوقت پڑنا چاہتا ہون بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ حضرت مسیح مر گئے تو اِس سے مرزا صاحب کے دعوے کو کیا تعلق ہے۔ مین تو یہ چاہتا ہون کہ مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونیکے دلائل کیا پیش کیے ہین اور بس۔

(کبیر) اگر آپ نے حضرت عیسیٰ کی وفات کو بفرض محال تسلیم کر کے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعاوی سے بحث کرنا چاہی ہے۔ تو بہتر ہے۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ حضرت جری اللہ مرزا صاحب کے دعاوی وفات عیسیٰ پر مبنی ہین۔ اور ہماری طرف سے جو دلائل پیش کیے جائینگے وہ سب حضرت عیسیٰ کی موت پر متفرع ہونگے۔ بس یا تو آپ پہلے موت و حیات مسیح کا فیصلہ کر لین یا وفات مسیح کو تسلیم کر کے مسیح موعود کے دعاوی سے بحث کرین۔ اور اثناء بحث مین ہماری کسی دلیل کے ساتھ حیات مسیح کی مسئلہ کی ٹانگ نہ پھنسائی جائے گی۔"

مگر افسوس یہ ناچیز اُن سے یہ کہنا بھول گیا کہ آپ اپنے کو وفات مسیح کا قائل قرار دیکر (اگرچہ بطور فرض کے سہی) بحث کے اختتام تک اپنے قائل رہنے کا بذریعہ اخبار النجم کے اعلان کر دین تب آپ بحث کا سلسلہ شروع کیجیے ورنہ محض بیکار اور فضول ہے۔ [illegible]

(مولوی صاحب) ہرگز وفات حیات کا قصہ نہ چھیڑونگا جس طرح آپ چاہیں ہم موجود ہیں۔ ہمکو تو حق بات سے مطلب ہے"

(کبیر) اب میں رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ اور انشاء اللہ تفہیم الٰہی اپنی تقریر صغیر و کبیر ارسال خدمت کرونگا کیونکہ نرلی باتوں کی چڑیاں جو اڑیں تو پھر پکڑائی نہیں دیتیں"

اسکے بعد میں نے مولوی صاحب کے کان میں یہ بات ڈالدی تھی کہ اخبار کے ایک کالم میں آپکا مضمون اور ایک میں اُسکے اس خاکسار کا مضمون ہو تو نہایت حسین صورت ہو جائیگی"

فرمایا۔ کہ یہ غیر محفوظ طریقہ ہے۔ آپ مجھے بھیجیے میں کہ جب تک اڈیٹر اخبار نہ صاحب ہماری پوری تقریر کو بدر میں درج نہ کریں بحث نہیں چل سکتی۔

دوسری بحث یہ ہے کہ ہم اس سلسلہ عالیہ احمدیہ کے افراد کو احمدی کہکے یوں نہیں مخاطب نہیں کرتے کہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی کی جماعت کے لوگ احمدی ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ صدیوں سے اپنی تحریرات میں اپنے کو احمدی لکھتے ہیں۔

عجیب بات ہے۔ ایسی حد بندی سے تو لازم آتا ہے کہ کوئی مرد اور عورت مسلمان اپنا نام محمد و عیسیٰ

اور محمد ابراہیم و محمد اسحاق و یعقوب اور فاطمہ و مریم نہ رکھے۔ کیونکہ یہ لوگ پہلے ہو چکے ہیں اور سب کے سب وفات پا چکے ہیں۔ اور مولوی صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ شیخ احمد سرہندی نے بھی بڑی ٹھوکر کھائی کہ جانتے تھے کہ مجھ سے پہلے امام احمد ہو چکے ہیں اور ترا پھر اپنا نام احمد رکھ لیا۔ اور یہاں باوجود رکھنے نام غلام احمد کے خفا ہوئے جاتے ہیں۔

ابن مریم کے نام کو چھوڑ و
اُس سے بہتر غلام احمد ہے

خاکسار کبیر الدین احمد احمدی
سکرٹری انجمن احمدیہ۔ محلہ بشیرت گنج۔ لکھنؤ۔

ازمدیر النجم عفا عنہ

اِس تحریر کے جواب کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ میری تحریر سابق مندرجہ نمبر ۲ سے ملا کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی بات کا جواب اسمیں نہیں ہے۔
نیز مجھے اس امر کے کہنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ اس تحریر میں مولوی کبیر الدین صاحب نے میری اور اپنی تقریر جو درج کی ہے باستثنای بعض کلمات سب خلاف واقع ہے۔ گو اسکے کئی شاہد ہیں۔
نیز مجھے ان بعض خلاف تہذیب کلمات کی شکایت

نہین ہی جو میری ذات خاص کے متعلق مولوی صاحب نے لکھے ہین۔ ہان بعض وہ کلمات جنسے مسلمانون کے عقائد پر بے وجہ اور محض بے وجہ حملہ کیا گیا ہے البتہ قابل شکایت ہین۔ مثلاً وہ شعر جو آخر مین تحریر ہی۔

کیا مولوی صاحب کو معلوم نہین کہ ہم مسلمانون کا عقیدہ انبیا علیہم السلام کی نسبت کیا ہی؟ کسی ایک کی بھی توہین ہم جائز نہین سمجھتے۔ ہمکو "لانفرق بین احد من رسلہ" کی تعلیم کیگئی ہی۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی شان مین کوئی خلاف تہذیب کلمہ کیونکر سُن سکتے ہین۔

پھر ایک بات اور بھی قابل لحاظ ہی کہ کوئی مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کا نام چھوڑنا چاہے تو اسکی کیا صورت ہی؟ کیا وہ قرآن کریم کی وہ آیتین نہ پڑھے گا جنمین انکا نام نامی ہی۔ کیا مرزا صاحب کی یہی تعلیم تھی؟

دوسرا مصرعہ اور بھی سخت اور دل آزار ہے جسمین غلام احمد کو حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہی۔

کیا آپ کو معلوم نہین کہ انبیا علیہم السلام کے آداب حضرت بہترین انبیا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تعلیم فرمائے ہین؟ دیکھیے حدیث صحیح ہی۔ جو بطریق متعدد و مستفیضہ مروی ہی کہ "لا یقولن احدکم انا خیر من یونس بن متی" ایک مطلب کی بنا پر اس حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ کوئی شخص تم مین سے اپنے کو یونس بن متی پر جو بظاہر نظر باعث ایک زلت کے تمام نبیون مین کم رتبہ معلوم ہوتے ہین فضیلت نہ دے اور دوسرے مطلب کی بنا پر مفہوم یہ ہی کہ کوئی شخص تم مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خاص نبی کا نام لے کر اسپر فضیلت نہ دے۔ اسی وجہ سے حضرت کو سید الانبیا افضل الرسل تو کہتے ہین مگر کسی خاص پیغمبر کا نام لیکر آپ کو تفضیل نہین دیتے۔

آپ فرمایے کہ کیا مرزا صاحب "احدکم" کے مخاطب نہین ہین۔ اور کیا آپ لوگ اُن کو احکام نبوی کا مکلف نہین مانتے؟

پھر اب خیال تو کیجیے کہ یہ شعر کیسی دل آزاری پر مشتمل ہے۔

مجھے اُمید ہی کہ آیندہ بدر مین جب میری بحث کا آغاز ہوگا میرے مخاطب صاحب اس قسم کے کلمات سے اجتناب رکھین گے۔ ہان میری ذات کی بابت اختیار ہی۔ جیسے اور جس قسم کے کریہ اور سخت الفاظ چاہین استعمال کرین۔

مدینہ منورہ کا خط

مرحبا اے ہُدہُد فرخندہ فال
مرحبا اے طوطی شکر مقال
مرحبا اے قاصد طیارِ ما
میدہی ہر دم خبر از یارِ ما

اسوقت مین ایک پاکیزہ خط کا ذکر کرنا چاہتا ہون جو مدینۃ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی ہفتہ مین وارد ہوا۔ مرسل خط یعنی جناب مولوی کریم بخش صاحب کا احسان ہے کہ انھون نے اس ناچیز کا سلام بھی روضۂ اقدس پر عرض کیا اور مزید بران وہان سے اس خاکسار کو بھی یاد فرمایا۔

بہ نیت تشکر اُس خط کی عبارت درج ذیل کیجاتی ہے۔

وہو ہذا

از مدینہ منورہ طیبہ مکرمہ شرفہا و عظمہا شرفاً و تعظیما

بجانب مولوی کریم بخش خطیب ملک بوہسا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

الشکر و الحمد للہ کہ خدا نے اپنے فضل سے اپنے حبیب کی غلامی کی سرفرازی بھی

کروڑون شکر۔

آپ کو یاد ہوگا کہ بندہ نے پرچہ مین پارسل علم الفقہ و کتب وغیرہ طلب کیا۔ اور سلام عرض کر دینے کا روضۂ منورہ جاکر وعدہ لکھا تھا۔ لہذا حسب تحریر خود و ہدایت موجب تحریر علم الفقہ کتاب اپکے سلام علیک عرض کر دیا۔ انشاءاللہ جواب بھی عطا ہوا ہوگا۔ اطلاعاً تحریر کیا۔

سند مقابلت وغیرہ مکہ مکرمہ مشرفہ و مدینہ طیبہ منورہ مکرمہ مشرفہ سند رجہ کتاب علم الفقہ کے مطابق صحیح صحیح تمام علما نے بتلائے اور جو ممکن ہوا بندہ سے تعریف کر دی۔

باشندگان حجاج بھی وارد مدینہ طیبہ برمکان مولوی شرافت اللہ صاحب لکھنوی ثم مدنی ہین۔

۱۶- محرم کو وداع ہوگی۔ حسرت ہائے حسرت۔

جزاک اللہ تعالی جزاءً حسنا

جنگ طرابلس کیلئے دعائے قنوت

اس درمیان میں چند استفتے اس مضمون کے آئے کہ موجودہ جنگ طرابلس میں مسلمانوں کی نصرت اور انکے مقابلین کی ہزیمت سے ہندوستان کے مسلمانوں کو نمازوں میں دعائے قنوت پڑھنا چاہیے یا نہیں اور پڑھنا چاہیے تو سب نمازوں میں یا کسی خاص نماز میں ؟ بعض نے اتمام کیلیے بھی استفسار کیا ہے - ایران کیلیے تو جواب دینا بے سود ہے کیونکہ جہاں تک معلوم ہوتا ہے اسکا فیصلہ ہو چکا - ہاں طرابلس کیلیے جواب لکھا گیا کہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا چاہیے - اس مضمون کا ایک مبسوط فتوی ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے

سن لے اڈیٹر صاحب بدر اپنے پرچہ مورخہ یکم فروری میں ایران کی نسبت رقم طراز ہیں کہ :-

"تیسری ایک اور سلطنت اسلامی جسکو اسلامی کہنا بھی مجھے پسند نہیں - ایران میں بھی جو آجکل عالم نزع میں ہے اور دم توڑ رہی ہے وہان کے باشندے بھی ایک زمانہ میں بڑے بہادر تھے اور دنیا انکے اقبال کا سکہ مانتی تھی - اسلام سے پہلے ان کا ایک بادشاہ بڑا عادل تھا جسے لوگ نوشیروان کہتے ہیں - جسکے اوصاف حمیدہ اب تک مشہور ہیں اور فارس میں پچھلے زمانے میں ایک نامی گرامی پہلوان تھا جس کا نام رستم تھا - اسکی بہادری بھی ضرب المثل تھی - ابتداے اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فارس آتش پرستون سے فتح کیا گیا تھا - چند صدیون کے بعد حضرت عمر رضی عنہ کے دشمن برائے نام شیعان علی ایران پر قابض ہو گئے اور سنی فرقہ کے مسلمانون کو آہستہ آہستہ نکالتے یا اپنے مین ملاتے گئے اور آجکل گویا خالص تبرائی فرقہ چند صدیون سے وہان کے حکام اور رعایا کا ہے - سنی کوئی اطراف ملک مین شاید ہو تو ہو - یہ اسلام کا فرقہ ہر طرح کے منکرات مین مبتلا ہے - قید شریعت سے آزاد ہے - صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمن - علی پرست حسین پرست ہر وقت حسین کو رونے پیٹنے والا اس قدر گناہون [illegible] مسلمانون

خود غرض ذہر انبد - دنیا کے لالچی سست الوجود شرک اور بدعتی - بجاے پانچ وقت کے تین وقت نماز پڑھنے والے - تقیہ باز - بخود رعامل گناہون مین مبتلا - گندم نما جو فروش - رعیت کو ستانے والے - حسین کے کفارے پر صدق دل سے یقین کرنیوالے - اور اب دینی حس بھی ان مین سے جاری گئی ہے - قرآن شریف سے انھین تعلق محبت نہین رہی - نہ رسول مقبول سے انھین کچھ واسطہ - بجز علی و یا حسین کے سوا انھین کچھ یاد ہی نہین - فارس مین فسق و فجور کے دریا بہ رہے تھے اور شرک و بدعت کا سمندر ٹھاٹھین مار رہا تھا کہ ناگہان قہر الٰہی جوش مین آیا - اور غار والے مہدی کے منتظرین کو آ پکڑا - اللہ تعالی نے رحم فرما کے فارس کی سلطنت کو اتنا کمزور کر دیا کہ دوسری سلطنتون کو لوگون کی جان و مال کی حفاظت کیلیے دخل دینا پڑا - اور سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے -

ہم تو چاہتے تھے کہ تمام فارس ہماری سرکار دولتمدار کے زیر سایہ آجاتا تو اس کے حق مین بہتر ہوتا مگر اسکی بدنصیبی کہ ایک بڑا حصہ فارس کا روس کے قبضہ مین چلا گیا - جو انشاء اللہ تعالی ایرانیون کو ذلیل بنا کر چھوڑے گا اور صحابہ پر تبرہ بازی کا زوال ان پر بخوبی پڑے گا -

آپ امام حسین اور علی مرتضی کو کیون نہین پکارتے اور جن کی مدد و نیاز مین ایران کا لاکھون روپیہ خرچ ہوتا ہے وہ ان کی مدد کو کیون نہین تشریف لاتے - واہ واہ [illegible]

نزد حنفیہ قنوت در فجر وغیرہ سوای وتر وغیرہ
منسوخ است فاما بوقت نزول نوازل و وقائع پس نزد حنفیہ
ہم در فجر ہم مشروط است و از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
صحابہ کرام بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت بوقت نزول
نوازل منقول ست و حادثہ سلطان روم حادثہ ایست
عظیمہ خواندن قنوت و دعا برای فتح سلطان اسلام و ہزیمت
اہل کفر و ضلالت در نماز فجر بر اہل اسلام مستاکد و مستحب
است بلکہ از درجہ سنیت متحط نیست بدر الدین عینی حنفی
در عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری می نویسند روی الطبرانی
فی الاوسط من حدیث ابراہیم بن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ
بن مسعود قال ما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء
من صلواتہ الا فی الوتر وانہ کان اذا حارب قنت فی الصلوات
کلہن ولا قنت ابو بکر ولا عمر ولا عثمان حتی ماتوا ولا قنت
علی حتی حارب اہل الشام فکان یقنت فی الصلوات کلہن
وکان معاویۃ یدعو علیہ ایضا وقال شیخنا زین الدین العراقی
ان ابن مسعود لم یدرک محاربۃ اہل الشام ولا موت عثمان
فانہ مات فی زمن عثمان قلت یحتمل ان یکون قولہ ولا عثمان
الخ من کلام ابراہیم او علقمۃ والاسود انتہی و علامہ
مرتضی حسینی زبیدی مصری حنفی در کتاب خود عقود الجواہر
المنیفہ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ می نویسند اخرج
عبد الرزاق فی مصنفہ عن ابی جعفر الرازی عن الربیع بن

انس لم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر
حتی فارق الدنیا وکذا عند الطبرانی وصححہ الحاکم فی الاربعین
والدارقطنی ویعارضہ ما عند الطبرانی ایضا من روایۃ غالب
بن فرقد الطحان کنت عند انس بن مالک شہرین فلم یقنت
فی صلوۃ الغداۃ والجواب ان المراد بالحدیث الاول
انہ کان یقنت فیہ عند النوازل واختصاصہ بالنوازل
قد ثبت بحدیث انس نفسہ عند الخطیب فی کتاب القنوت
واسنادہ صحیح قالہ صاحب التنقیح بلفظ کان لا یقنت
الا ان یدعو لقوم او علی قوم وحدیث ابی ہریرۃ عند
ابن حبان بلفظ لا یقنت فی صلوۃ الصبح الا ان یدعو
لقوم او علی قوم واسنادہ صحیح قالہ الحافظ فیکون حدیث
انس المتقدم منسوخ بصریح حدیثہ وعلیہ یحمل قول من
قال من الصحابۃ بہ فلا یکون بالنسبۃ الی النازلۃ منسوخا
بل مستمرا وبہ قال جماعۃ من اہل الحدیث اذ لیس فی الحدیث
ما یعارضہ الا حدیث ابن مسعود المتقدم فان فیہ لم یقنت
قبلہ ولا بعدہ وقول الطحاوی والترک دلیل النسخ لا بد ل
ان المراد بہ نسخ القنوت مطلقا ای سواء کان فی النوازل
او غیرہا وہو مشکل لما ثبت عن ابی بکر انہ قنت عند
محاربۃ مسیلمۃ وکذلک عمر وکذلک علی ومعاویۃ عند
محاربتہما والذی یوخذ من مجموع الاخبار انہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان لا یقنت الا فی النوازل ومن ثم ذہب جمع

من العلماء الى عدم نسخه فيها بل هو امر مستمر مشروع وحملوا خصوص ما روى من قنوته فى الفجر عند النوازل ناسخا للعموم الذى روى انه لم يزل يقنت فى الفجر حتى فارق الدنيا فقالوا ان النبى لم يترك القنوت فى الفجر عند النوازل حتى فارق الدنيا وحملوا الترك المروى عن ابن مسعود يعنى ترك الدعاء على اولئك القوم بعينهم لا ترك القنوت قال فى الملتقط قال الطحاوى انما لا يقنت عندنا فى الفجر من دون وقوع بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا باس به وقال ابراهيم الحلبى فى شرح المنية هو مذهبنا وعليه الجمهور وانما نبهت على هذه المسئلة لان غالب مشائخنا يحملون الترك على نسخ نفس الحكم انتهى وعينى در نهايه شرح هدايه مى آرند ان نزلت بالمسلمين نازلة قنت الامام فى صلوة الفجر وبه قال الاكثرون واحمد وقال الطحاوى انما لا يقنت عندنا فى صلوة الفجر من غير بلية فان وقعت بلية او فتنة فلا باس به فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى وابن همام حنفى در فتح القدير ميگويند قد روى عن الصديق انه قنت عند محاربة الصحابة مسيلمة الكذاب وعند محاربة اهل الكتاب وكذلك عمر وكذا على فى محاربة معاوية و معاوية فى محاربته وهذا ينشئ لنا ان القنوت للنازلة مستمر لم ينسخ وبه قال جماعة من اهل الحديث وحملوا عليه حديث ابى جعفر عن انس ما زال رسول الله

يقنت فى الفجر حتى فارق الدنيا اى عند النوازل وما ذكرنا من اخبار الخلفاء يفيد تقرره لفعلهم ذلك بعد النبى عليه الصلوة والسلام انتهى وابراهيم حلبى در غنية المستملى شرح منية المصلى مى آرند القنوت لو كان سنة راتبة لفعله عليه السلام كل صبح يجهر و يؤمن من خلفه كما قال الشافعى او يسر به بحيث يقطع القراءة الجهرية ويلبث مليا كما قال مالك الى ان توفاه الله لم يتحقق فيه هذا الاختلاف بل كان سبيله ان ينقل كنقل جهر القراءة ومخافتها وجمع ما ورد من قنوته وقنوت الخلفاء انما هو قنوت النوازل فانه محل الاجتهاد فان حديث انس انه عليه السلام لم يزل يقنت حتى فارق الدنيا ونحوه مما عن الصحابة يثبته فانه روى عن ابى بكر انه قنت عند محاربة مسيلمة وكذلك قنت عمر وعلى ومعاوية وحديث ابى حنيفة انه عليه السلام قنت شهرا لم يقنت قبله ولا بعده ينفيه فوجب كون بقاء القنوت فى النوازل مجتهدا فيه وذلك انه لم يؤثر عنه عليه الصلوة والسلام انه قال لا قنوت فى نازلة بعد هذه بل مجرد العدم بعدها فيتجه للاجتهاد بان يظن ان ذلك انما هو لرفع شرعيته ونسخه نظرا الى سبب تركه وهو انه لما نزل قوله تعالى ليس لك من الامر شيء او انه لعدم وقوع نازلة تستدعى القنوت بعدها فتكون شرعية

ستمرہ وہو محل قنوت کما ثبت من الصحابة وہو ہہنا و مذہب الجمہور واما القنوت فی الصلوٰۃ کلہا عند النوازل فلم یقل بہا الا الشافعی انتہی - و ابن عابدین شامی در رد المحتار بعد نقل قدرے از عبارت مذکورہ غنیہ میگوید - ہو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلوٰۃ الفجر دون غیرہا من الصلوٰۃ الجہریۃ والسریۃ وہل القنوت ہہنا قبل الرکوع ام بعدلم ارہ والذی یظہر لی انہ یقنت بعد الرکوع لا قبلہ بدلیل انما استدل بہ الشافعی علی قنوت الفجر وفیہ التصریح بالقنوت بعد الرکوع حملہ علماؤنا علی قنوت النازلۃ ثم رایت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظہر الحموی انہ قبلہ والاظہر ما قلناہ واللہ اعلم انتہی ملخصاً -

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوزہ اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی فقط

خلاصہ یہ ہو کہ جب کوئی حادثہ پیش آئے تو ہر مقام کے مسلمان خواہ وہ رہون یا نزدیک نماز فجر مین قبل از رکوع دعای قنوت پڑھ سکتے ہین - حنفی مذہب مین جو دعائے قنوت کی ممانعت غیر وتر مین ہی وہ امن کے اوقات اور بے ضرورت مقامات کے لیئے ہو فقط واللہ تعالے اعلم

ماہ ربیع الاول مین دفتر النجم کی موجودہ کتب مین ابکی مرتبہ وہی خاص رعایت کیجائیگی جو رمضان المبارک مین کیجاتی تھی - رعایتی فہرست کتب، ربیع الاول کے النجم مین انشاء اللہ تعالے شائع ہوگی

اصلاح - اور - شیعہ

شیعون کے بہت سے مذہبی موقت الشیوع پرچے جاری ہین۔ مگر دو ہی النجم مین بھی دو پرچے آتے ہین۔ تیسرا انتسس بھی کبھی کبھی آجاتا ہے۔ پہلے اثنا عشری بھی آتا تھا مگر اُس نے نہایت قابلِ شرم طریقے سے فرار اختیار کیا۔ اور بحثِ تحریفِ قرآن مین خود ہی النجم کو چھیڑ کر اور افترا پردازی کا ایک طومار باندھ کر النجم کی طرف سے جواب باصواب ملنے پر روپوش ہوگیا۔ سیا دلہ بند کر دیا۔ بہت غیرت دلانیوالے مضامین لکھے گئے۔ مگر پھر اُس نے کروٹ نہ لی۔

مگر مذکورۂ بالا دونون رسالے اب تک آرہے ہین۔ جنکی بابت ان کا خاص شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور ان کی دلیری و مردانگی اور حیا و ہمت کی خاص طور پر تعریف کی جاتی ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگلی حکمت کی باتون مین سے جو لوگون کے ہاتھون مین باقی رہ گئی ہین ایک مقولہ یہ بھی ہے۔

"اذا لم تستحی فاصنع ما شئت"

یعنی جب تو حیا کو چھوڑ دے تو پھر جو جی چاہے کر ڈال۔

اسی مضمون کو کسی نے فارسی مین موزون کیا ہے ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

اصلاح و شیعہ دونون پر ابتدا ہی اشاعت النجم سے اِس وقت تک جس قدر گرفتین کی گئی ہین اور ان دونون کی حق پوشیان اور دوسری نہایت رکیک قابلِ شرم کارروائیان جس قدر دکھائی جا چکی ہین۔ ایک باحیا کے لے کافی دوانی تھین۔

صدہا گرفتون مین سے ایک گرفت "حرمتِ خمر" والے مضمون کی ہے جس مین ایڈیٹر اصلاح نے لفظ خمر کا جو عربی عبارت مین واقع تھی، اُردو مین "شراب" ترجمہ کرکے لوگون کو یہ فریب دیا تھا کہ معاذ اللہ حضرت فاروق اعظم شراب پیتے تھے (جزاہ اللہ بما قال)

اور ایڈیٹر شیعہ کو بھی منجملہ بہت سے مضامین کے "ذریات ابن سبا اور شیاطین" والا مضمون "مذہب شیعہ مین سور کا گوشت اور مردار اور خون کی حلت" کا مضمون یاد رکھنا چاہیے تھا۔

مگر ان دونون صاحبون نے تو بالکل آنکھین بند کرلی ہین اور حق پوشی و باطل فروشی کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔ چاہے اس مین ان کو کیسی ہی ذلتون کا سامنا کرنا پڑے کیسی ہی قبیح سے قبیح اور ناشائستہ سے ناشائستہ حرکات

کا ارتکاب کرنا پڑے۔

گویا اللہ نے ان پر اسی کو فرض کر دیا ہے۔ جیسے شیعوں کے اصحاب ائمہ پر (بقول ائمہ کے) ائمہ پر افترا کرنا خدا نے فرض کر دیا تھا۔

میرا دل چاہتا ہے کہ ایک فہرست اُن مضامین کی مرتب کروں، جن میں ابتداے اشاعت النجم سے اس وقت تک شیعی رسائل و اخبار اور اُن کی کتب پر گرفت کی گئی ہے۔

یہ فہرست بہت مختصر ہو اور نقشہ کی صورت میں جس میں حسب ذیل چند خانے ہوں۔

خانۂ اوّل۔ خلاصہ مضمون گرفت۔

خانۂ دوم۔ کس پر گرفت کی گئی۔

خانۂ سوم۔ النجم کے کس پرچہ میں یہ گرفت شائع کی گئی۔

خانۂ چہارم۔ شیعوں نے اس گرفت کا کیا جواب دیا؟ یا کچھ جواب نہیں دیا۔

یہ فہرست مرتب ہوگئی تو یہ اُمید تو نہیں ہے کہ ان دونوں رسالوں کے عالی دماغ ایڈیٹروں پر کچھ اثر پڑے۔ لیکن یہ اُمید ضرور ہے کہ ناواقف سنی واقف ہو جائیں گے۔ اور پھر کسی شیعہ کی لن ترانی اُن کے سامنے نہ چل سکے گی۔

نمونہ کے طور پر اس وقت ان دونوں ایڈیٹر صاحبان کی ایک نہایت لطیف اور قابل قدر کارروائی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس کو بہت غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

مدت ہوئی جب النجم میں ایک مضمون ممتاز حسین صاحب سابق شیعی کا شائع ہوا تھا۔ جس کا عنوان یہ تھا "میں کیوں سنی ہوگیا"

اس مضمون میں ممتاز حسین صاحب نے اپنے سنی ہوجانے کے سچے سچے اور عبرت انگیز واقعات درج کیے تھے اور اپنے تین سوال شائع کیے تھے۔ اور لکھا تھا کہ ان سوالات کو میں نے لکھنؤ کے فلاں فلاں نامور شیعی مجتہدین، اور آگرہ و بھوپال کے شیعی حضرات کے سامنے پیش کیا۔ مگر کوئی جواب نہ دے سکا۔ لہذا مجھے یقین ہوگیا کہ مذہب شیعہ باطل ہے۔ اور اس کے بطلان کا خود اسکے علما کو یقین ہے۔ اور مذہب اہلسنت حق ہے۔ پھر اتمام حجت کے لیے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر کوئی شیعہ مولوی اب بھی میرے ان سوالات کا جواب دیدیں تو میں اپنے قدیم آبائی مذہب کی طرف رجوع کرنے کے لیے تیار رہوں۔ (لیکن اس وقت تک کئی سال ہو چکے کسی شیعہ کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی) پھر آخر مضمون میں ممتاز حسین صاحب نے اپنے وہ مصائب

بیان کیے تھے۔ جو قبول حق کی وجہ سے ان کو پیش آئے۔ اور جو گویا قبول حق کے ضروری اور لازمی نتائج ہیں۔ جنکے برداشت کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم کو قابلِ اقتدا نمونہ بنایا ہے۔ کما قال۔ لتکونوا شھداء علی الناس۔

یہ مضمون کچھ ایسا تھا کہ شیعون کے دلون پر نمک بر جراحت کی طرح موثر ہوا۔

اصلاح و شیعہ کے فاضل ایڈیٹر صاحبان کو نہ تو یہ توفیق ہوئی کہ اُن سوالات کا جواب دیتے نہ یہ ہمت ہوئی کہ اُن واقعات کی تکذیب کرتے جو اس مضمون مین مذکور تھے۔ مگر اپنی قوم کی اشک شوئی کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری تھا۔ لہذا لگے اِس کے مقابل مین قصے اور واقعے تصنیف کرنے۔ یہ نہ سمجھے کہ واقعات کی تصنیف افسانہ نویسی کے میدان مین البتہ ہو سکتی ہے۔ لیکن مذہبی رنگ مین یہ تصنیف سخت ذلت کا سرمایہ بنجاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنی اس کارروائی کو اپنے لیے فخر و مباہات کا سرمایہ سمجھتے رہے۔ وَھُم یَحسَبُونَ اَنَّھُم یُحسِنُونَ صُنعًا۔

چنانچہ پہلے پہل ایڈیٹر شیعہ نے ایک واقعہ عبد السبحان نامی ایک فرضی شخص کی طرف سے تصنیف فرمایا۔ اور اُسکا کانپور۔ سراے لاٹھی محال مین مقیم ہونا بیان کیا۔ اور لکھا کہ وہ شخص در مختار مین یہ مضمون دیکھ کر کہ "امامت کے لیے عضوِ مخصوص کا چھوٹا ہونا موجب ترجیح ہو" اور یہ کہ علم اس کا بغیر اسکے کہ بے حیائی کے ساتھ عضو مخصوص کی پیمائش کی جائے ممکن نہین " شیعہ ہو گیا۔ اور کانپور کے علماء سے اُس نے اس مسئلہ کی بابت سوال کیا۔ مگر کوئی شخص جواب نہ دے سکا۔ خلاصہ اُس ناپاک مضمون کا یہی تھا۔

دفتر انجم سے بعض حضراتِ کانپور کے نام خطوط بھیجے گئے۔ کہ سراے لاٹھی محال مین اسکی تحقیق کی جائے کہ عبد السبحان نامی کون شخص ہین اور ان واقعات کی اصلیت کیا ہے؟

نیز ایڈیٹر شیعہ کو چیلنج دیا گیا۔ کہ تم اپنے افترا کیے ہوے مسئلہ کو در مختار مین دکھاؤ۔

کانپور سے جواب آیا کہ۔ بالکل غلط ہے عبد السبحان نام کا کوئی شخص کانپور کی سراے لاٹھی محال کیا معنی، کسی سرا مین نہ اس وقت ہے نہ کئی ماہ سے اس نام کا کوئی شخص آیا۔ سراؤن کے رجسٹر دیکھے گئے۔ کہین اس نام کا پتہ نہین۔ نیز اس مضمون کا کوئی سوال کانپور کے کسی عالم کے سامنے تحریراً یا تقریراً کبھی پیش نہین ہوا "

ایڈیٹر شیعہ کو تو گویا سکتہ ہوگیا۔ نوبت یہان تک پہونچی کہ مولوی عبدالسمیع صاحب بنارسی نے ایڈیٹر شیعہ کے نام ایک کھلی چٹھی چھپوائی۔ کہ اس واقعہ کی تحقیق کرادو۔ تم میرے ساتھ چلو اور عبدالسبحان سے ملاقات کرادو۔ تمھاری آمدورفت وغیرہ جملہ مصارف کا مین ذمہ دار ہون۔ اس پر بھی کچھ جواب نہ ملا تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے ایک رجسٹری ایڈیٹر شیعہ کے نام بھیجی۔ اسکا بھی جواب نہ آیا۔

اب خیال تو کیجیے کہ ایسی حیا کس فرقہ مین ہوسکتی ہے؟ اور اس غیرت کی مثال دنیا بھر مین کہین مل سکتی ہے؟

خیر یہ سب کچھ تو ہوچکا۔ مگر تصنیف واقعات کا سلسلہ ختم ہونے نہین آتا۔ ہر دوسرے تیسرے مہینے اصلاح و شیعہ مین کوئی نہ کوئی واقعہ تصنیف ہوتا رہتا ہے۔ جس مین کسی نہ کسی فرضی شخص کا شیعہ ہوجانا مذکور ہوتا ہے۔

اب کئی پرچون سے بسلسل یہ واقعات ہر پرچے مین رہتے ہین۔ مگر اب دور دراز مقامات کے حوالے دیے جاتے ہین۔ کوئی پنجاب کا واقعہ ہوتا ہے۔ کوئی سندھ کا۔ کوئی دکن کا۔

اب ایڈیٹر شیعہ خود بتائین کہ وہ ان واقعات کی تصنیف مین جبکہ انکا کذب عالم آشکارا ہوجاتا ہے کیون نہین شرم کرتے؟ جھوٹ بولنا اگر ان کے مذہب مین بہترین عبادت ہو تو ہو۔ مگر دنیا بھر کو برا سمجھتی ہے اسکا وہ کیون نہین خیال کرتے۔ فقط والسلام علے من اتبع الہدے۔

موتمر الانصار دیوبند

کا

دوسرا سالانہ اجلاس

میرٹھ مین

اسلام اور مسلمانون کے ہوا خواہ اس مسرت انگیز خبر کو نہایت شوق سے سنین گے کہ موتمر الانصار مدرسہ عالیہ دیوبند (جس نے مسلمانون کی حقیقی فلاح کے متعلق صحیح اور شاندار اصول پر بہترین تدابیر سوچنے اور ان کو عملی طور پر اشاعت دینے کا تا امکان فیصلہ کرلیا) اسکا دوسرا سالانہ اجلاس امسال میرٹھ مین ہونا قرار پایا ہے۔ جس کی تاریخین ۶-۷-۸ اپریل مطابق ۱۷-۱۸-۱۹ ربیع الثانی ہونگی۔

مزید حالات اور انتظامات بعد مین شائع کیے جائینگے۔

المعلن

حبیب اللہ ناظم جمعیۃ الانصار مدرسہ عالیہ دیوبند۔

میں کیون سُنّی ہو گیا

جناب ایڈیٹر صاحب دام ظلکم۔ بعد سلام مسنون بہزار ادب گزارش ہے۔ سطور ذیل بنا بر اطلاع برادران دینی و بغرض اتمام حجت شائع کرانا چاہتا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ مذہبی صحیفہ النجم میں انکو جگہ دے کر ممنون فرمائیں۔

خداوند کریم کارساز کا ہزار ہزار شکر ہی کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے اِس ناچیز کی دستگیری فرمائی اور جبکہ میں جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوا تھا اور ایک لمحے کے بعد اُس میں گرنا چاہتا تھا۔ یکایک ایک روشنی میری آنکھوں میں ایسی پیدا ہوئی کہ میں اُس پر خطر وادی سے بھاگا۔ اور اب بحمد اللہ ایسے ہمیشہ بہار گلستان میں گلگشت کر رہا ہون جسکے پھولون کی دل نواز خوشبوئین مشام جان کو معطر کر رہی ہین جسکے لذیذ اور لطیف میوے روح کو طراوت اور نضارت دیتے ہین۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

مین آبائی شیعہ تھا۔ اور بچپن سے شیعی مذہب کی تعلیم میرے خون کے ساتھ مل چکی تھی۔

مین اسی شہر لکھنؤ کا رہنے والا ہون۔ اور میرے خاندان کے تمام لوگ اب بھی شیعہ ہین۔ میرا مکان محلہ کڑہ اعظم بیگ میں لال مسجد کے قریب ہے۔ میرے والد کا نام وحید حسین میر حسین خان کارخانہ دار گوٹہ ساکن سعادت گنج ... آغا میرا پتہ مشہور آدمی ہین جس شیعہ کا جی چاہے تحقیق کرے۔ مین کوئی فرضی شخص نہین ہون جس طرح اصلاح وغیرہ مین فرضی نامون سے قصے چھپا کرتے ہین۔

اب میرے تبدیل مذہب کا سبب سنیے۔ مین اپنے دل مین کبھی یہ خیال بھی نہ کرتا تھا کہ مذہب شیعہ کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب کوئی چیز ہی۔ نہ کبھی تحقیق حق کی خواہش مجھے ہوئی تھی۔ مگر خدا کی قدرت کہ ان چند سال مین کچھ واقعات اس قسم کے پے درپے پیش آئے جن سے خود بخود یکایک میری توجہ اس طرف ہوئی۔ اور بہت آسانی سے مجھے یقین کامل حاصل ہو گیا کہ مذہب شیعہ قطعاً باطل ہے اور اسکے علما و مجتہدین خود اسکے باطل ہونے کا یقین کامل رکھتے ہین۔ اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ مذہب اہل سنت یقیناً حق ہی اور اسکے حق ہونے کا علمای شیعہ بھی یقین کامل رکھتے ہین۔

وہ واقعات بہت سے ہین۔ منجملہ ان کے چند مشہور واقعات کا ذکر اس مقام پر کرتا ہون۔

(۱) مولوی مقبول احمد صاحب کا واقعہ۔ کہ وہ لکھنؤ مین تشریف لائے۔ اور اُنھون نے مسلسل ۳ سال

مجلسین بیان پڑھین۔ جنمین مین بھی شریک ہوا اور
خوب خوب مطاعن صحابہ کرام کے سُنے۔ بعد اسکے
سنی علما کے بیانات جو مقبول احمد کے حملون کے
جواب مین ہوے۔ اُنمین بھی شریک ہوا۔ بعض بعض
دن ایسا بھی اتفاق ہوا کہ شیعہ سنی دونون کا بیان
ایک ہی دن مین مین نے سنا۔

مین دیکھ رہا تھا کہ سنیون کے بیانات سے
کیسی بے چینی شیعون مین پھیل رہی تھی۔ خاص کر
وہ بیان مجھے ہمیشہ یاد رہیگا جو سنیون کی طرف سے
کٹرہ ابوتراب خان مین داروغہ عاشق علی کی مسجد مین
ہوا تھا۔ جسمین ایک سنی عالم صاحب نے یہ بیان کیا تھا
کہ شیعہ تحریف قرآن کے معتقد ہین۔ اور انھون نے
شیعون کی کتابون کی عبارتین بھی پڑھی تھین۔

اس بیان کے سننے کے بعد مین مقبول احمد صاحب
کے بیان مین شریک ہوا۔ اس روز مجھے پورا اندازہ
ہو گیا کہ شیعہ اپنے دل مین مذہب اہل سنت کو کیسا
سمجھتے ہین۔ اسی اثنا مین سنیون کی طرف سے مقبول
احمد صاحب کو مناظرے کی دعوت دی گئی۔ مگر وہ
کسی طرح مناظرے پر راضی نہ ہوے
مجھے پورا یقین ہو گیا کہ یہ لوگ جو کچھ بیان
کرتے ہین اسکو سنیون کے مقابلہ مین ثابت نہین کر سکتے

ان کی سب باتین بادہوائی ہین۔ ان بیانات سے
جس قدر فائدہ مجھے ہوا اُسکا اندازہ کچھ مین ہی
خوب کر سکتا ہون۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ میرے
دل مین حق کی بنیاد اُسی زمانے سے قائم ہوئی۔
واقعات مابعد سے وہ بنیاد اور بھی مضبوط اور
مستحکم ہوتی گئی۔

(۲) ممتاز حسین صاحب کا واقعہ۔ کہ وہ بھی
میری طرح آبائی شیعہ تھے۔ اور محلہ شک گنج لکھنؤ
کے رہنے والے ہین۔ مین اُنکو خوب جانتا ہون۔
تحقیق حق کا شوق انکو پیدا ہوا۔ اور صرف تین
سوال مذہب شیعہ کے متعلق انھون نے لکھنؤ کے
نامور مجتہدین شیعہ سے کیے۔ اور لکھنؤ کے علاوہ
دوسرے مقامات کے علمائے شیعہ سے بھی
اُن سوالات کو حل کرنا چاہا۔ مگر کوئی جواب شافی
نہ ملا۔ بلکہ اس قسم کی باتین پیش آئین جن سے
یقین کامل اُنکو بطلان مذہب شیعہ و حقیت مذہب
اہل سنت حاصل ہو گیا اور وہ بالاعلان سُنّی ہو گئے
جیسا کہ اکثر النجم مین مفصل چھپ چکا ہے۔

(۳) صفدر حسین صاحب میرٹھی کا واقعہ جو
لاہور سے اپنے آقا منشی گلاب سنگھ مالک مطبع کے کام
سے لکھنؤ آئے تھے۔ اور یہان آ کر وہ سنیون سے بھی

ہے۔ اور طعن فدک وغیرہ کے مباحث ہوکر بالآخر اُنکو مذہب شیعہ کی حقیت مین شبہات پیدا ہوے اور اُن شبہات کا لکھنؤ کے کسی مجتہد نے جواب نہ دیا۔ بلکہ مولوی ناصر حسین صاحب کی جو گفتگو ان سے ہوئی۔ اُس نے انکے دل پر مذہب شیعہ کے بطلان و مذہب اہل سنت کی حقیت کو نقش کالحجر کردیا۔ جسکا انھون نے اعتراف کیا۔ لیکن بہ خوف مفارقت اہل وعیال و والدین تبدیل مذہب سے قاصر رہے۔ اور اپنے اس قصور کا اقرار کیا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

(۴) سید مصطفےٰ حسین صاحب کا واقعہ۔ کہ اُنھون نے النجم مین پہلے خلافت کے مضمون پر متعدد تحریرین لکھین۔ اور ہر بار اُن کو شافی جوابات ملے بعد اسکے عصمت ائمہ پر ایک مضمون لکھا۔ جسمین اُنھون نے یہ بھی ظاہر کیا۔ کہ اگر شیعون کی طرف سے عصمت کا معقول ثبوت نہ ملا تو مین سنّی ہو جاؤنگا۔ آج تک کسی شیعہ نے کوئی ثبوت نہ دیا۔ اثنا عشری نے جو کچھ لکھا تھا۔ اُسکی نسبت خود سید صاحب موصوف نے النجم مین اپنا اقرار شائع کرایا کہ اثنا عشری کی تحریر تشفی بخش نہین ہے۔

پھر انھین سید مصطفےٰ حسین صاحب نے ایک مرتبہ النجم و الشمس مین محاکمہ کیا۔ اور الشمس کی لغویت کو النجم مین چھپوایا۔ غرض متعدد مرتبہ تحریراً و تقریراً سید صاحب نے انکشاف حق کا اعتراف کیا۔ اب جبکہ اُن کو معرفت حق پوری طرح حاصل ہو گئی تو بالکل سکوت کر گئے۔ اور قبول حق کا اعلان نہین کرتے۔

اس واقعے سے بھی بہت عمدہ نتائج مین نے اخذ کیے۔ اوّل مذہب شیعہ کا بطلان۔ دوسرے اِن لوگون کا دیدہ و دانستہ باطل پر قیام۔

(۵) ایڈیٹر اصلاح و شیعہ و اثنا عشری وغیرہ کی کارروائیان۔ کہ النجم کے مقابلہ مین کیسی کیسی حرکتین یہ لوگ کر رہے ہین۔ ان حرکتون سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے باطل ہونے کا یقین کامل رکھتے ہین۔ جو شخص نادانستہ باطل مین مبتلا ہو وہ ایسی حرکتین نہین کر سکتا۔

ایڈیٹر شیعہ نے خود ایک مرتبہ ایڈیٹر صاحب النجم کو مناظرے کی دعوت دی، لکھنؤ سے بلایا۔ جب وہ راضی ہوے تو فرار کر گیا۔

اثنا عشری نے خود ہی بحث تحریف پر مضمون لکھا اور کس دلیری کے ساتھ لکھدیا کہ شیعون کے یہان تحریف کی ایک روایت بھی نہین۔ جب النجم کیطرف سے جواب دیا گیا۔ تو روپوش ہو گیے۔

ایڈیٹر شیعہ و اصلاح نے کتنے جھوٹے فرضی واقعات سنی کے شیعہ ہو جانیکے لکھے۔ مگر ثبوت ایک کا بھی نہ دے سکے۔ بلکہ بعض واقعات مین ان کا دروغگو ہونا بالکل کھل گیا۔

(۶) شیعون کے مولویون اور مجتہدون کی کارروائیان کہ اپنے معتقدون کے سامنے اپنی شیخی بگھنے کے لیے بڑے مرد ہین۔ مگر کسی سنی مولوی کے سامنے ایک حرف بھی زبان سے نکالتے ڈرتے ہین چنانچہ کئی مرتبہ تحریراً تقریراً انکو سنیون کی طرف سے خاص شہر لکھنؤ مین اعلان دیا گیا کہ اگر تم لوگون کو اپنے مذہب کی حقیت کا ذرہ برابر بھی وہم و گمان ہو تو آؤ مناظرہ کرلو مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہو کہ وہ لوگ خود بھی اپنے مذہب کے حق ہونیکا یقین نہین رکھتے۔ بلکہ یقین کے ساتھ جانتے ہین کہ مناظرہ مین مغلوبیت کے سوا کچھ نہ حاصل ہوگا۔

(۷) مناظرہ جدید لکھنؤ۔ جسمین ثابت ہو گیا کہ شیعون کا ایمان قرآن مجید پر نہ ہی نہ ہو سکتا ہی۔

منجملہ بہت سے واقعات کے مختصراً یہ چند واقعات مین نے ذکر کیے۔ جنسے میرا یقین کامل ہو گیا اور مین بالاعلان سنی ہو گیا۔ لیکن مین اب بھی یہ اعلان دیتا ہون کہ اگر کسی سنی عالم کے مواجہہ مین کوئی شیعہ انکا معقول جواب دیدے تو مین پھر اپنے قدیم آبائی مذہب شیعہ کی طرف رجوع کرونگا۔ بلکہ اپنے ساتھ کئی سنیون کو بھی شیعی بناؤنگا۔ وہ سوالات حسب ذیل ہین۔

سوال اول۔ کیا شیعونکا ایمان قرآن شریف پر ہے۔ یا ہو سکتا ہی؟ جواب موافق اصول شیعہ ہونا چاہیے

سوال دوم شیعہ اہل بیت رسول کی محبت و پیروی کا دعوی کرتے ہین۔ کیا وہ بتا سکتے ہین کہ اہل بیت رسول کون لوگ ہین؟۔

سوال سوم۔ کیا شیعہ اُن بارہ اشخاص کا مذہب بتا سکتے ہین۔ جنکو وہ فرضی طور پر اپنا امام کہتے ہین اور انکو معصوم و مفترض الطاعۃ بیان کرتے ہین۔

مجھے کامل طور پر تحقیق ہو گیا کہ ان تینون سوالونکا جواب شیعون کے اولین و آخرین سب مل کر بھی نہین دے سکتے۔ کوئی شیعہ نہین ثابت کر سکتا کہ شیعونکا ایمان قرآن پاک پر ہی یا ہو سکتا ہی۔ کوئی شیعہ نہین بتا سکتا۔ کہ اہل بیت رسول کون لوگ ہین۔ کوئی شیعہ نہین بتا سکتا کہ اُن بارہ اشخاص کا مذہب کیا تھا؟ جنکو وہ امام معصوم کہتے ہین۔ آیا وہ فی الواقع سنی تھے یا شیعہ تھے یا خارجی تھے یا عیسائی تھے۔ یا یہودی تھے آخر انکا اصلی مذہب کیا تھا۔ فقط

راقم۔ خاکپائے اہل سنت احمد حسین خان لکھنوی

فہرست وصولی و واپسی ویلو بابت سالانہ چندہ النجم

گذشتہ نمبر مین (۴۸) نام وصولی مین اور (۳۷) نام واپسی مین ناظرین کے ملاحظہ سے گذرے ہون گے اور آج کی فہرست مین (۱۳۹) نام وصولی کے اور (۵۶) نام واپسی کے اور درج کیے جاتے ہین - کل میزان وصولی کے نامون کی (۱۸۷) ہوئی - اور واپسی کے نامون کی (۹۳) ہوئی -

نامون مین پورا پتہ درج نہین ہے - لیکن اگر کوئی با اثر ہمدرد النجم اپنے یہان کی واپسی کے پورے پتے طلب فرمائین گے تو انشاء اللہ تعالی بھیج دیے جائین گے -

فہرست وصولی: (۱) مولوی فیض الرحمن صاحب پورنیہ [۴۶۸] (۲) ناظم علی صاحب فیض آباد [۵۷۷] (۳) ناظم علی صاحب بہرائچ [۱۳۸۳] (۴) عبد اللہ صاحب دربھنگہ [۱۵۲۷] (۵) غازی خان صاحب اٹک [۷۳۹] (۶) نور محمد صاحب برھما [۱۰۵۳] (۷) لیاقت حسین صاحب گورکھپور [۱۶۱۱] (۸) افتخار احمد صاحب سلطانپور [۱۲۹۱] (۹) احمد حسین خان صاحب گورکھپور [۱۶۹۵] (۱۰) عبد الغفار صاحب الہ آباد [۱۱۶۳] (۱۱) مبارک علی صاحب کلکتہ [۱۸۳۴] (۱۲) مولوی محمد حسین صاحب بہرائچ [۱۸۴۴] (۱۳) مولوی عبد الرحمن صاحب گونڈہ [۱۲۹۶] (۱۴) ضیاء الحق صاحب فیروزپور [۱۸۲۵] (۱۵) مظفر حسین صاحب کلکتہ [۱۸۵۲] (۱۶) احسان علی صاحب بارہ بنکی [۱۲۳۹] (۱۷) مصطفٰے خان صاحب فرخ آباد [۱۶۴۴] (۱۸) شاہ مقصود صاحب مظفر پور [۱۴۸۵] (۱۹) عبد القادر خان صاحب کاٹھیاواڑ [۳۳۴] (۲۰) مرزا عزیز بیگ صاحب سہارنپور [۱۶۸۷] (۲۱) ناظم علی صاحب بہرائچ [۱۱۱۸] (۲۲) شاہ محمد صدیق صاحب سہارنپور [۱۴۹۸] (۲۳) عبد الخالق صاحب بمبئی [۱۶۳۳] (۲۴) عبد الغنی صاحب بنارس [۱۱۹۳] (۲۵) محمد شفیع صاحب فیض آباد [۹۵۳] (۲۶) احمد حسین صاحب کانپور [۱۰۵۹] (۲۷) محبوب علی صاحب بھاگلپور [۱۴۵۷] (۲۸) محمد قادر صاحب مدراس [۲۰۳] (۲۹) متین صاحب بنارس [۱۸۵۹] (۳۰) محمد قاسم صاحب پٹنہ [۱۱۳۶] (۳۱) طالب الحق صاحب دکن [۴۴۴] (۳۲) نواب محمد حسن صاحب لکھنؤ [۱۸۳۹] (۳۳) غلام رسول صاحب گورگانوں [۱۶۴۴] (۳۴) غوث پیران صاحب بمبئی [۹۸۱] (۳۵) دین محمد صاحب ہردوئی (۳۶) مصطفٰے علی خان صاحب رامپور [۱۶۱۳] (۳۷) فتح محمد صاحب بمبئی [۹۸۵] (۳۸) ناصر حسین صاحب کلکتہ [۱۸۴۴] (۳۹) محمد حسن صاحب رای بریلی [۱۶۴۵] (۴۰) مولوی عبد الرؤف صاحب کلکتہ [۱۶۹۱] (۴۱) بدر الدین صاحب پٹنہ [۱۸۶۰] (۴۲) ضیاء الدین صاحب بھوپال [۱۸۶۴] (۴۳) مولوی ابو الفیض صاحب بدایوں [۱۳۷] (۴۴) محمد عبد القیوم صاحب پٹنہ [۱۰۶۱] (۴۵) محمد یسین صاحب سلطان پور [۱۹۳] (۴۶) تصدق حسین صاحب چھپرا [۱۸۴۵] (۴۷) عبد الحمید صاحب پٹنہ [۱۲۵۳] (۴۸) عبد الرحمن صاحب بارہ بنکی (۴۹) تجمل حسین صاحب بارہ بنکی [۱۰۰۵] (۵۰) داؤد احمد صاحب بھوپال [۱۳۶۵] (۵۱) محمد اسحاق صاحب بارہ بنکی [۸۱۳] (۵۲) فیروز الدین صاحب بہرائچ (۵۳) نور محمد صاحب کھیری [۱۰۹۲] (۵۴) محمد الیاس صاحب سہارنپور [۱۰۵۸] (۵۵) یوسف علی خان صاحب مدراس [۱۵۱۷]

(٥٦) نبی میاں بریلی (٥٧) حسن میاں پٹنہ (٥٨) محی الدین صاحب حیدرآباد (٥٩) فتح محمد صاحب بنگال

(٦٠) حمید الدین صاحب پٹنہ (٦١) محمد خاں صاحب چمپارن (٦٢) عبد الغفور صاحب مونگیر (٦٣) فدا حسین صاحب لکھنؤ

(٦٤) مولا بخش صاحب رائے بریلی (٦٥) اسد علی صاحب بہرائچ (٦٦) ارتضیٰ خاں صاحب گونڈہ (٦٧) عبد الغفار صاحب بہرائچ

(٦٨) محمد عمر صاحب الہ آباد (٦٩) عبد الحمید خاں صاحب علو پور (٧٠) ولی محمد صاحب لودھیانہ (٧١) مصطفیٰ حسین صاحب رائے بریلی

(٧٢) سید قاسم صاحب مدراس (٧٣) سکندر زمان صاحب بستی (٧٤) عبد الغفار صاحب فیض آباد (٧٥) فدا حسین صاحب

(٧٦) حفیظ اللہ صاحب دکن (٧٧) قیام الدین صاحب کھیری (٧٨) محمود علی صاحب متھرا (٧٩) کریم الدین صاحب

(٨٠) عبد الغنی صاحب پٹنہ (٨١) عبد الرحمن صاحب من بگھہ (٨٢) رستم خاں صاحب بہرائچ (٨٣) حسام الدین صاحب باندہ

(٨٤) جعفر حسین صاحب بہرائچ (٨٥) فتح اللہ صاحب دہلی (٨٦) سید ننھو میاں کاٹھیاوار (٨٧) اکرام الدین احمد صاحب پٹنہ

(٨٨) مشتاق علی صاحب سیتاپور (٨٩) سراج الدین صاحب فتح پور (٩٠) عظم الدین صاحب بھوپال (٩١) میر احمد حسین صاحب

(٩٢) اختر حسین صاحب پٹنہ (٩٣) ابو القاسم صاحب بنارس (٩٤) عبد الحلیم صاحب گورکھپور (٩٥) محمد اکرام صاحب گیا

(٩٦) محمد عوض صاحب ہردوئی (٩٧) نور الدین صاحب بمبئی (٩٨) دادا صاحب بمبئی (٩٩) فخر الدین صاحب

(١٠٠) محمد ظہور احمد صاحب سیتاپور (١٠١) ابو القاسم صاحب دکن (١٠٢) عبد الغنی صاحب سلطانپور (١٠٣) الطاف حسین صاحب

(١٠٤) حبیب حسن صاحب پٹنہ (١٠٥) محمد ولی خاں صاحب شاہجہانپور (١٠٦) حامد حسین صاحب پٹنہ (١٠٧) رفیع الدین صاحب

(١٠٨) غیاث الدین صاحب لکھنؤ (١٠٩) محمد ابراہیم صاحب بمبئی (١١٠) اصغر علی صاحب جونپور (١١١) مظفر نبی صاحب

(١١٢) دلدار علی صاحب باندہ (١١٣) جہان بیگ صاحب گونڈہ (١١٤) عبد الغفور صاحب بہرائچ (١١٥) عبد الرحمن خاں صاحب

(١١٦) نصیر بخش صاحب سندھ (١١٧) عبد الغفور صاحب انت پور (١١٨) مکرم علی صاحب دکن (١١٩) مولوی عبد اللہ خاں صاحب

(١٢٠) محمد سمیع صاحب بنارس (١٢١) بدھو میاں بہرائچ (١٢٢) محمد قاسم صاحب بارہ بنکی (١٢٣) عبد اللہ صاحب گیا

(١٢٤) مولا بخش صاحب سیتاپور (١٢٥) ایس۔ ایم۔ حمید صاحب چھپرا (١٢٦) امیر احمد صاحب سہارنپور (١٢٧) عبد الرزاق صاحب احمد پور

(١٢٨) قدیر احمد صاحب لکھنؤ (١٢٩) کفایت اللہ صاحب بھاگلپور (١٣٠) نذیر احمد صاحب بریلی (١٣١) عظیم الدین حسین صاحب

(١٣٢) چراغ علی صاحب پورنیہ (١٣٣) شمشیر علی صاحب پورنیہ (١٣٤) فضل احمد صاحب پنجاب (١٣٥) عبد الغفار خاں صاحب

(١٣٦) عبد الواحد صاحب فرخ آباد (١٣٧) احمد حسین صاحب رائے بریلی (١٣٨) مخدوم احمد صاحب فیض آباد (١٣٩) مولوی وحید صاحب چھپرا

فہرست واپسی

:- (۱) منظفر امام صاحب بستی [۱۸۰۰] (۲) ابوالحسن صاحب رائے بریلی [۱۳۳۱] (۳) شاہ مصطفیٰ صاحب حیدرآباد [۱۳۲۰]

(۴) عوض محمد صاحب پنجاب [۱۶۶۶] (۵) احمد حسین صاحب حیدرآباد [۱۶۲۹] (۶) شاہ وکیل احمد صاحب چھپرا [۱۵۰۷] (۷) عبدالقیوم صاحب فرخ آباد [۸۱۶]

(۸) رامانند صاحب انبالہ [۱۸۴۰] (۹) منظور علی صاحب علیگڑھ [۱۳۸۸] (۱۰) نظام علی صاحب مرزاپور [۱۶۹۲] (۱۱) نورالحسن صاحب مظفرنگر [۱۶۹۲]

(۱۲) نور محمد صاحب پورنیہ [۱۳۹۳] (۱۳) وزیر خان صاحب رائے بریلی [۱۴۵۹] (۱۴) عبداللطیف صاحب بمبئی [۹۶۸] (۱۵) چھوٹے خان صاحب دکن [۱۳۳۳]

(۱۶) رحمت اللہ صاحب مونگیر [۱۳۳۵] (۱۷) عبدالعزیز صاحب ڈھاکہ [۱۳۵۸] (۱۸) عنایت علی صاحب مظفرنگر [۱۵۱۹] (۱۹) کرم بیگ صاحب شیرون [۱۵۵]

(۲۰) زین العابدین صاحب مونگیر [۱۲۵۸] (۲۱) محمد مہدی صاحب بمبئی [۱۳۴۱] (۲۰) شمس الدین صاحب پنجاب [۱۴۱۳] (۲۱) عبدالحکیم صاحب بدایون [۱۴۲۷]

(۲۲) محمد خان صاحب سہارنپور [۱۴۴۶] (۲۳) شفیق الزمان صاحب بارہ بنکی [۹۱۷] (۲۴) حاجی ابراہیم صاحب بمبئی [۱۲۵۷] (۲۵) محمد غالب صاحب ناگپور [۱۶۹۱]

(۲۶) محمد یوسف صاحب میرٹھ [۱۱۹۸] (۲۷) عزیز الرحمن صاحب پٹنہ [۱۰۵۴] (۲۸) عبدالحق صاحب بھاگلپور [۱۳۸۸] (۲۹) محمد حسین صاحب بھوپال [۱۱۴۷]

(۳۰) حبیب الحق صاحب گورکھپور [۱۰۴۷] (۳۱) حاجی محمد کبیر صاحب چھپرا (۳۲) محمد قاسم صاحب پٹنہ [۱۱۴۶] (۳۳) سکریٹری صاحب علیگڑھ [۱۶۵۰]

(۳۴) محمد ابراہیم صاحب دربھنگہ [۱۵۱۲] (۳۵) محمد الطاف حسین خانصاحب باندہ [۱۵۲۸] (۳۶) عبدالرحمن صاحب رائے بریلی [۱۳۵۷] (۳۷) حافظ احمد صاحب فیض آباد [۱۵۵۷]

(۳۸) امیر حسن صاحب فیض آباد [۹۲۳] (۳۹) حبیبیہ لائبریری احاطہ بمبئی [۱۱۰۵] (۴۰) عبدالحمید صاحب بمبئی [۴۹۴] (۴۱) اکرام الٰہی صاحب فیض آباد

(۴۲) ادریس خانصاحب بدایون [۱۲۰۴] (۴۳) بہاء الدین صاحب سیتاپور [۹۱۹] (۴۴) سلیمان صاحب رائے بریلی (۴۵) عاشق علی صاحب لکھنؤ [۱۰۴۴]

(۴۶) محمد قاسم صاحب بجنور [۱۴۱۹] (۴۷) محمد عمر صاحب رائے بریلی [۱۴۷۲] (۴۸) سندھی خان ہوشیارپور [۵۵۹] (۴۹) عبدالحمید صاحب شاہجہانپور [۱۰۴۹]

(۵۰) محمد امین صاحب سفوری (۵۱) فضل الرحمن صاحب فتحگڑھ [۱۰۷۱] (۵۲) اسداللہ صاحب سندھ [۹۴۲] (۵۳) بشیر احمد خانصاحب فیض آباد [۹۲۴]

(۵۴) مہدی حسن صاحب گیا [۱۴۰۵] (۵۵) محمد صدیق صاحب سندھ [۱۲۰۹] (۵۶) محمد یوسف صاحب غازیپور [۱۰۶۵] (۵۷) قدیر احمد صاحب سفوری [۱۰۴۳]

(۵۸) یوسف خانصاحب سیتاپور [۱۵۰۵] (۵۹) نبی احمد صاحب الہ آباد [۱۴۳۵] (۶۰) ابرار حسین صاحب شاہجہانپور [۱۳۰۶] (۶۱) عبدالجبار خان رائے بریلی [۱۴۹۴]

(۶۲) احمد حسین صاحب فیض آباد [۱۴۲۴] (۶۳) اظہار حسین صاحب پٹنہ [۱۱۹۹] (۶۴) فضل الرحمن صاحب مظفرپور [۱۳۱۰] (۶۵) محمد اسمٰعیل صاحب سہارنپور [۱۳۱۸]

(۶۶) عبدالستار خانصاحب لکھنؤ۔ (۶۷) عبدالغنی صاحب لکھنؤ (۶۸) علاء الدین صاحب لکھنؤ (۶۹) اعجاز حسین صاحب لکھنؤ

(۷۰) ولی اللہ خانصاحب پٹنہ [۱۴۸۲] (۷۱) محمد یحییٰ صاحب مونگیر [۱۴۱۵] (۷۲) ثناء الحق صاحب بستی [۱۴۰۴] (۷۳) سراج الدین صاحب لکھنؤ [۱۵۰۰]

(۷۴) کریم بخش صاحب نانپارہ (۷۵) امام الدین صاحب بنارس [۱۳۵۴] (۷۶) عبدالرؤف صاحب گونڈہ [۱۴۹۲] (۷۷) محمد لطیف صاحب بمبئی [۱۰۰۴]

(۷۸) الطاف حسین صاحب بدایون [۱۴۰۱] (۷۹) محمد ہاشم صاحب رائے بریلی [۱۴۴۰] (۸۰) محمد صاحب بمبئی [۱۳۲۱] (۸۱) وزیر الدین صاحب سیتاپور [۱۱۹۲]

(۸۲) محمود علی صاحب پٹنہ ۱۳۲۲ (۸۳) ہدایت حسین صاحب کلکتہ ۵۳۵ (۸۴) وزیر احمد صاحب فیض آباد ۱۳۵۹ (۸۵) عبدالستار صاحب مدراس ۱۳۵۶

(۸۶) محمد اسمٰعیل صاحب پورنیہ ۲۶۹ (۸۷) عابد علی صاحب بھوپال ۱۱۶۷ (۸۸) ظہیرالدین صاحب مونگیر ۱۴۲۷ (۸۹) امیر الحسن صاحب [illegible]

(۹۰) ابن الحسن صاحب اناؤ (۹۱) حافظ احمد خاں صاحب بمبئی (۹۲) محمد اسحاق صاحب فرخ آباد (۹۳) غلام محی الدین صاحب [illegible]

(۹۴) غلام مولیٰ صاحب بھاگلپور (۹۵) ابراہیم حسین دربھنگہ ۱۳۷۲ (۹۶) سخاوت حسین بھاگلپور ۸۴ (۹۷) عبدالصمد صاحب [illegible] ۱۲۷۵

(۹۸) التفات احمد صاحب لکھنؤ ۱۲۰۰ (۸۹) کریم بخش صاحب بھاگلپور ۱۳۵۰ (۹۰) اصغر حسین صاحب فرخ آباد ۱۲۲۶ (۹۱) عبدالحمید صاحب بمبئی ۱۲۲۲

(۹۲) الٰہی بخش صاحب اعظم گڑھ ۱۲۱۵ (۹۳) عبداللہ صاحب فیض آباد ۱۲۱۹ (۹۴) کریم الدین صاحب دکن ۱۲۶۲ (۹۵) محمد حسن صاحب فرخ آباد ۶۲۹

(۹۶) محمد حسین صاحب بستی ۱۳۷۳ (۹۷) علاء الدین صاحب بمبئی ۱۳۶۶ (۹۸) رونق علی صاحب گونڈہ ۱۲۴۰ (۹۹) رونق علی صاحب مظفر[illegible] ۱۲۹۱

(۱۰۰) فضل الرحمن صاحب پٹنہ ۱۶۲۱ (۱۰۱) غلام رسول صاحب لدھیانہ ۱۹۱۹ (۱۰۲) امراؤ صاحب برا[illegible] ۱۴۲۸ (۱۰۳) اشفاق علی صاحب [illegible] ۱۶۶۰

(۱۰۴) راحت حسین صاحب گیا ۱۱۹۵ (۱۰۵) مرزا عبداللہ صاحب سولی ۱۵۰۹ (۱۰۶) لئیق احمد صاحب لکھنؤ ۱۲۹۱ (۱۰۷) عبدالمجید صاحب مظفر[illegible] ۱۵۲۲

(۱۰۸) شبیر احمد صاحب میرٹھ (۱۰۹) سعید الدین صاحب اکبرآباد ۱۴۵۴ (۱۱۰) معصوم علی صاحب اناؤ ۱۲۰ (۱۱۱) محمد اشرف صاحب [illegible] ۱۱۵۶

(۱۱۲) الٰہی بخش صاحب جونپور ۱۲۳۸ (۱۱۳) صادق علی صاحب سلطانپور ۱۰۶۳ (۱۱۴) اشرف حسین صاحب سلطانپور ۹۰۲ (۱۱۵) گلاب الدین صاحب [illegible] ۱۶۹۶

(۱۱۶) یوسف علی صاحب ہردوئی ۱۱۵۱ (۱۱۷) عبدالحفیظ خاں صاحب دکن ۸۰۹ (۱۱۸) غلام علی بیگ صاحب دکن ۱۰۵۲ (۱۱۹) عبداللہ صاحب [illegible] ۳۵۴

(۱۲۰) جمال اللہ صاحب گیا ۲۰۴ (۱۲۱) ممتاز حسین صاحب ہردوئی ۱۹۹۵ (۱۲۲) واجد علی خاں صاحب سیتاپور ۱۵۶۰ (۱۲۳) ہردل عزیز فرخ آباد ۱۳۳۲

(۱۲۴) کرم حسین صاحب الور ۱۶۹۸ (۱۲۵) فخرالدین صاحب کھیری ۱۲۲۵ (۱۲۶) محمد حسین صاحب ایٹہ ۱۰۲۸ (۱۲۷) شکر اللہ صاحب فیض آباد ۱۴۰۶

(۱۲۸) فیاض الدین صاحب دکن ۱۰۲۳ (۱۲۹) ضمیر خاں صاحب [illegible] ۱۴۴۳ (۱۳۰) حیدر حسین صاحب جونپور ۱۱۴۶ (۱۳۱) عبدالغفور صاحب سلطانپور ۱۵۰۳

(۱۳۲) محمد ادریس صاحب کھیری ۱۳۳۸ (۱۳۳) مسیح الدین صاحب الٰہ آباد ۹۹۶ (۱۳۴) نعیم الحق صاحب گیا ۱۴۰۱ (۱۳۵) تصدق حسین صاحب [illegible] ۱۵۱۱

(۱۳۶) محمد اسحاق خاں صاحب بارہ بنکی ۱۳۷۹ (۱۳۷) شرف الدین صاحب دکن ۱۰۳۱ (۱۳۸) اجیر اللہ صاحب فیض آباد ۹۱۲ (۱۳۹) مختار احمد صاحب بستی ۹۳۵

(۱۴۰) عبدالصمد صاحب مونگیر ۱۳۶۲ (۱۴۱) کریم بخش صاحب بارہ بنکی ۱۲۵۹ (۱۴۲) منظور عالم صاحب بھاگلپور ۱۴۴۲ (۱۴۳) میر عثمان صاحب مونگیر ۱۳۳۹

(۱۴۴) محی الدین صاحب مظفرپور ۱۴۹۰ (۱۴۵) محمد ابراہیم صاحب پنجاب ۱۳۵۴ (۱۴۶) محمد امین صاحب شملہ ۱۴۲۶ (۱۴۷) محمد علی صاحب مظفر[illegible] ۶۲۲

(۱۴۸) محمد شاہ صاحب سندھ ۱۲۹۴ (۱۴۹) محمد حنیف صاحب چھپرا ۱۳۷۷ (۱۵۰) عبدالغفور صاحب بھاگلپور ۱۴۰۸ (۱۵۱) حبیب اللہ صاحب کھیری ۱۵۸۴

(۱۵۲) صالح شاہ صاحب میرٹھ ۱۰۵۳ (۱۵۳) عبدالحق صاحب بستی ۱۲۵۲ (۱۵۴) عبدالقیوم صاحب کلکتہ ۱۲۶۱ (۱۵۶) محمد سعید صاحب [illegible] ۱۵۵۹

بعضہ علی بعض لا بعینہ جاز العمل بشیٔ منہ دون جمیعھا وانا ابین ذلک علی غایۃ من الاختصار اذ شرح ذلک لیس ہذا موضعہ وہو مذکور فی کتب المصنفۃ فی اصول الفقہ المعمولۃ فی ہذا الکتاب واعلم ان الاخبار علی ضربین متواتر وغیر متواتر فالمتواتر منہا ما اوجب العلم فما ہذا سبیلہ یجب العمل بہ من غیر توقع شیٔ ینضاف الیہ ولا امر یقوی بہ ولا یرجح بہ علی غیرہ وما یجری ہذا المجری لا یقع فیہ التعارض ولا التضاد فی اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ والائمۃ علیہم السلام وما لیس بمتواتر علی ضربین فضرب منہ یوجب العلم ایضا وہو کل خبر تقترن الیہ قرینۃ توجب العلم وما یجری ہذا المجری یجب ایضا العمل بہ وہو لاحق بالقسم الاول والقرائن اشیاء کثیرۃ منہا ان تکون مطابقۃ لادلۃ العقل ومقتضاہ ومنہا ان تکون مطابقۃ لظاہر القرآن اما لظاہرہ او عمومہ او دلیل خطابہ

یعنی بعض حدیث کو بعض پر۔ اور اسی وجہ سے بعض حدیثوں پر عمل جائز ہے سب پر جائز نہیں اور میں اس کو (کہ کس حدیث پر عمل جائز ہے کس پر نہیں) نہایت اختصار کے ساتھ بیان کروں گا کیونکہ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں نیز تفصیل اس کی اصول فقہ کی کتابوں میں جو خاص اسی مقصد کے لیے بنائی گئی ہیں مذکور ہے۔

واضح رہے کہ روایتیں دو قسم کی ہیں۔ متواتر اور غیر متواتر۔ متواتر وہ روایت ہے جو موجب یقین ہو۔ پس جو روایت ایسی ہو اس پر عمل ضروری ہے بغیر کسی چیز کے انتظار کے جو اس کے ساتھ ملے یا اس کو قوت دے یا اس کو ترجیح دے۔ اور جو روایتیں ایسی (یعنی متواتر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ علیہم السلام سے منقول ہوتی ہیں انہیں باہم تعارض اور تضاد نہیں ہوتا[1]۔ اور جو روایت متواتر نہ ہو اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم اس کی بھی مفید علم ہوتی ہے اور وہ کل ایسی روایتیں ہیں جن کے ساتھ کوئی قرینہ مفید علم ملجائے اس قسم پر عمل واجب ہے اور وہ قسم اول کے حکم میں ہے اور قرینہ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ان میں سے (پہلی قسم) یہ ہے کہ وہ روایتیں دلائل عقلیہ[2] اور ان کے مقتضا کے موافق ہوں۔ اور ان میں سے (دوسری قسم) یہ ہے کہ وہ روایتیں عبارت قرآن کے مطابق ہوں۔ خواہ ظاہر عبارت کے خواہ اس کے دلیل خطاب کے

[1] اگر مطلق تعارض کی نفی مراد ہو جیسا کہ ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہو تو یہ کلام محل نظر ہے کیونکہ ائمہ کی احادیث میں بوجہ تقیہ کے تعارض وتضاد کا ہونا متواترات مذہب شیعہ سے ہے۔

[2] شیعوں کو چاہیے کہ اس عبارت کو بغور دیکھیں اور اہل سنت پر قیاس کے حجت شرعیہ ماننے کے باعث سے جو اعتراضات کرتے ہیں۔ چھوڑ دیں۔ قیاس اور عقل دونوں کا مآل ایک ہے۔ بلکہ اہل سنت اور شیعوں میں فرق یہ ہے کہ اہل سنت حدیث کو گو خبر واحد ہو دلیل عقلی پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور شیعہ دلیل عقلی کو حدیث خبر واحد پر مقدم کرتے ہیں۔ جیسا کہ مصنف کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲

او فحواہ فکل ہذہ القرائن توجب العلم وتخرج الخبر من حیز الاحاد وتدخلہ فی باب المعلوم ومنہا ان تکون مطابقۃ للسنۃ المقطوع بہا اما صریحا او دلیلا او فحوی او عموما ومنہا ان تکون مطابقۃ لما اجمع المسلمون علیہ ومنہا ان تکون مطابقۃ لما اجمعت علیہ الفرقۃ المحقۃ فان جمیع ہذہ القرائن یخرج الخبر من حیز الاحاد وتدخلہ فی باب المعلوم ویوجب العمل وامّا القسم الآخر فکل خبر لا یکون متواترا ویتعری من واحد من ہذہ القرائن فان ذلک خبر واحد ویجوز العمل بہ علی شروط فاذا کان الخبر لا یعارضہ خبر آخر فان ذلک یجب العمل بہ لانہ من الباب الذی علیہ الاجماع فی نقلہ الا ان تعرف فتاویہم بخلافہ فیترک لاجلہا العمل بہ وان کان ہناک ما یعارضہ فینبغی ان ینظر فی المتعارضین فیعمل علی اعدل الرواۃ فی الطریقین وان کانا سواء فی العدالۃ

خواہ اس کے فحویٰ کے - پس یہ سب قرائن موجب یقین ہوتے ہین اور روایت کو درجۂ احاد سے نکال کر یقینیات مین داخل کر دیتے ہین - اور ان مین سے (تیسری قسم) یہ ہے کہ وہ روایتین مطابق سنت قطعی کے ہون خواہ صریح کے مطابق ہون خواہ دلیل کے خواہ فحویٰ کے خواہ عموم کے - اور ان مین سے (چوتھی قسم) یہ ہے کہ وہ روایتین مسلمانون[1] کے اجماعیات کے مطابق ہون - اور ان مین سے (پانچین قسم) یہ ہے کہ فرقۂ محقّہ (یعنی امامیہ) کے اجماع کے مطابق ہو - یہ سب قرائن بھی روایت کو خبر احاد سے نکال کر یقینیات مین داخل کر دیتے ہین - اور عمل ان پر ضروری ہوجاتا ہے - باقی رہی ایک اور قسم (یعنی چھٹی قسم) اور وہ کُل ایسی روایتین ہین جو تمام قرائن مذکورۂ بالا سے خالی ہون یہی ایسی روایتین اخبار احاد ہین - اور اُن پر بچند شروط عمل جائز ہے - مثلاً جب کوئی اس قسم کی روایت اس کے معارض نہ ہو تو اُس پر عمل واجب ہے کیونکہ وہ اس قبیلہ سے ہے جسکی نقل پر اجماع ہوگیا ہے - ہان اگر علمای امامیہ کے فتوے اس روایت کے خلاف ہون تو اسکی وجہ سے اس پر عمل ترک کر دیا جائیگا اور اگر اس روایت کی معارض کوئی دوسری روایت موجود ہو تو چاہیے کہ دونو متعارض روایتون پر غور کیا جائے اور دونون کی سندون مین سے جس سند کے راوی زیادہ عادل ہون اُس پر عمل کیا جائے - اور اگر دونون کے راوی عدالت مین برابر ہون

[1] مسلمانون سے مراد یہان سنی و شیعہ دونون ہین اس قرینہ سے کہ صرف شیعون کے اجماع کا ذکر آگے کیا ہے یہان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجماع کی حجیت کا اضطرار شیعون کو بھی اقرار ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سنیون کے شریک اجماع ہوجانے سے اجماع کی قوت بڑھ جاتی ہے اسوجہ سے اجماعیات فریقین کو صرف شیعون کے اجماعیات پر مقدم کیا ہے ۱۲

عمل على اكثر الرواة عددا وان كانا متساويين في العدالة والعدد وهما عاريان من جميع القرائن التي ذكرناها فان كان متى
عمل باحد الخبرين
امكن العمل بالآخر على
بعض الوجوه وضرب
من التاويل كان
العمل به اولى من العمل
بالآخر الذي يحتاج
مع العمل به الى طرح
الخبر الآخر لانه لا يكون
العامل بهما عاملا بالخبرين
معا واذا كان الخبران
يمكن العمل بكل واحد
منهما وحمل الآخر على
بعض الوجوه من
التاويل وكان لاحد
التاويلين خبر يعضده
او يشهد به على
بعض الوجوه صريحا
او تلويحا لفظا او دليلا
وكان الآخر عاريا
من ذلك كان العمل به اولى من العمل بما لا يشهد له شئ من الاخبار واذا لم يشهد لاحد التاويلين خبر آخر وكان متحاذيا كان العمل...

تو جس کے راوی شمار[1] میں زیادہ ہوں اُس پر عمل کیا جائے۔ اور اگر دونوں کے راوی تعداد اور شمار میں برابر ہوں اور وہ دونوں روایتیں قرائن مذکورہ سے خالی ہوں۔ تو اگر وہ دونوں روایتیں ایسی ہوں کہ اگر ایک پر عمل کیا جائے تو دوسری پر بھی کسی نہ کسی قسم کی تاویل کے ساتھ عمل ممکن ہو (اور اگر دوسری پر عمل کیا جائے تو پہلی پر عمل کسی طرح ممکن ہی نہ ہو) تو اسی (پہلی) پر عمل بہ نسبت اس دوسری حدیث کے اولیٰ ہوگا جسپر عمل کرنے کے بعد پہلی حدیث کو بالکل ترک کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس پر عمل کرنے والا دونوں حدیثوں پر عمل کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ دونوں روایتیں ایسی ہوں کہ چاہے جسپر عمل کیا جائے دوسری پر بھی عمل کسی نہ کسی تاویل کے ساتھ ممکن ہو۔ مگر ایک تاویل ایسی ہو کہ کوئی روایت اس کی تائید کرتی ہو یا کسی طرح سے صراحۃً یا اشارۃً یا لفظاً یا دلیلاً اس کی شہادت دیتی ہو اور دوسری تاویل ان باتوں سے خالی ہو تو اسی پہلی تاویل پر عمل زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس دوسری تاویل کے جس کی کوئی روایت شہادت نہیں دیتی۔ اور[2] اگر دونوں تاویلوں میں سے کسی کی تائید دوسری روایت سے نہ ہوتی ہو تو عمل کرنے والا

[1] شمار کے زیادہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک کی سند میں دس راوی ہوں اور دوسری کی سند میں بارہ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد زیادہ ہو ۔ ۱۲

[2] اصول کافی میں اور نیز دوسری کتب حدیث شیعہ میں ائمہ معصومین سے منقول ہے کہ ایک وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ ان دونوں روایتوں میں دیکھا جائے۔ جو روایت سنیوں کے خلاف ہو اُسپر عمل کیا جائے کیونکہ ان کی مخالفت ہی میں ہر طرح کی بہتری ہے ؟
معلوم نہیں مصنف نے اس وجہ ترجیح کو کیوں ترک کر دیا۔

مخیرا فی العمل بایہما شاء واذا لم یمکن العمل بواحد من الخبرین الا بعد طرح الآخر جملۃ لتضادہما وبعد التاویل بینہما کان العامل

ایضا مخیرا فی العمل بایہما شاء من جہۃ التسلیم ولا یکون العاملان بہما علی ہذا الوجہ اذا اختلفا وعمل کل واحد منہما علی خلاف ما عمل علیہ الآخر مخطیا ولا متجاوزا حد الصواب اذ روی عنہم علیہم السلام انہم قالوا اذا ورد علیکم حدیثان ولا تجدون ما ترجحون بہ احدہما علی الآخر مما ذکرناہ کنتم مخیرین فی العمل بہما ولانہ اذا ورد الخبران المتعارضان ولیس بین الطائفۃ اجماع علی صحۃ احد الخبرین ولا علی ابطال الخبر الآخر

مختار ہے اِن دونون روایتون مین سے جس پر چاہے عمل کرے۔ اور اگر وہ دونون روایتین ایسی ہون کہ) ان مین سے کسی ایک پر عمل ممکن ہو مگر بعد اس کے کہ دوسری روایت بالکل ترک کر دی جائے بہ وجہ اس کے کہ دونون مین تضاد ہو اور تطبیق دونون مین دشوار ہو تو عمل کرنے والا مختار ہے دونون مین سے جس پر چاہے بطور تسلیم[1] کے عمل کرے اور ان دونون حدیثون پر عمل کرنے والے جبکہ باہم مختلف ہون یعنی ایک شخص ایک حدیث پر عمل کرے اور دوسرا دوسری حدیث پر تو ان دونون مین سے کوئی خاطی نہ ہوگا اور کوئی حق سے متجاوز نہ ہوگا کیونکہ ائمہ علیہم السّلام سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا جب دو حدیثین تمھارے سامنے پیش کی جائین اور کوئی ایسی بات اُن باتون مین سے جو ہمنے ذکر کین تم کو نہ ملے جس سے تم ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دو تو تم کو دونون روایتون پر عمل کرنے کا اختیار رہے۔ اور (ایک وجہ بھی ہے کہ) جب دو حدیثین متعارض ہین اور کسی ایک کے صحیح ہونے پر اور دوسری کے باطل ہونے پر اجماع طائفہ (امامیہ) کا نہ ہو تو گویا دونون کی صحت پر اجماع[2] ہے اور جبکہ دونون کی صحت پر اجماع ہوگیا تو دونون پر عمل جائز اور روا ہوگا۔

تم جب اس مذکورۂ بالا مضمون پر غور کروگے تو تمھین معلوم ہو جائے گا

[1] یعنی جس حدیث پر عمل کرے اس کی مخالف حدیث کو قول امام مانے۔ یہ عجب لطیفہ ہے ۔۱۲

[2] یہ نئے طریقہ کا اجماع ہے۔ اس کی حقیقت حضرات شیعہ ہی سمجھ سکتے ہین۔

فکانہ اجماع علی صحۃ الخبرین واذا کان اجماعا علی صحتہما کان العمل بہما جائزا سائغا وانت اذا فکرت فی ہذہ الجملۃ وجدت

قال اللہ تبارک و تعالیٰ وبالنجم ہم یہتدون

النجم لکھنؤ
رسالہ

نمبر ۵	ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰	فہرست مضامین	فروری سنہ ۱۹۱۲	جلد ۳

مطبع عمدۃ المطابع واقع ... لکھنؤ

قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دو بار یعنی ہر ہجری مہینہ کی ۷ و ۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خالص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور بوقت ضرورت اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	سے
ششماہی	عا
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کر لیا جائیگا۔

(۴) چندہ بہرحال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہ ہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں اور چاہے صرف بقیہ مہینوں کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدیں۔

(۷) جو صاحب دس مستقل پرچہ النجم کے دیں انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کیلئے اپنے نام رسالہ جاری کرالیں چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب ذخیرۃ النجم سے لے لیں۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۸ روپیہ قیمت کی انعام میں دیجائیگی۔

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے۔ مسلمانوں کے عقائد و خیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہیں:

(۱) زبدۃ الحقائق جسکو دوسرے الفاظ میں مضامین تصوف کہنا چاہیے۔ اس ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و مؤثر نصائح و حالات ہدیہ ناظرین ہونگے۔

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص فن ہی ضروری مسائل سے متعلق ہو۔

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ میں کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبروں کا بھی ہوگا خبریں جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی۔

(۵) ہر سال جو کتاب انعام میں تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالیٰ بیشتر و اکثر سلف صالحین میں سے کسی کی مستند تصنیف کا ترجمہ ہوگی۔

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	ث	تہ	للعہ	[illegible]
ایک کالم	سے	للعہ	عہ	[illegible]
پورا صفحہ	لعہ	عہ	صہ	[illegible]

اتفاقی اشتہار فی سطر ۴ر اجرت یکمشت پیشگی [illegible] بشرطیکہ قواعد النجم کے خلاف نہ ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

النجم لکھنؤ

۷- ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

معروضات خاص

النجم کے سالانہ چندہ کی وصولی و اپسی کی فہرست شائع کر دینے کے بعد مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت باقی نہیں ہو- ہر شخص سمجھ سکتا ہو اور انصاف کرسکتا ہو-

النجم کا اب تک باقی رہنا محض خدا کا فضل تھا ورنہ اسباب ظاہری جو کچھ ہین وہ کھلے ہوے ہین-

اب بھی باوجودیکہ سنین گذشتہ مین بہت زیادہ زیر باری ہوچکی ہو اور اس استحکام جدید کا ابھی پہلا ہی قدم ہو- لیکن پھر بھی اسقدر واپسی ویلیوون کی اور قلت اشاعت کی مجھے مایوس نہین کرتی- مین توی اُمید رکھتا ہون کہ انشاء اللہ تعالی جس قدر خریدار باقی ہین اُنکی سعی وکوشش کے اثر اور اُنکی خوش نیتی کی برکت سے حق تعالی اس حالت کو زائل کر دیگا

جن اصحاب کو النجم کے ساتھ ہمدردی ہو اُن سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہین- وہ خود ہی اس امر کو محسوس کرینگے کہ اگر اس وقت بھی النجم کی توسیع اشاعت کی کوشش نہ کیگئی تو پھر کس وقت کیجائیگی اور اِس حالت مین بھی ہمدردی کا ظہور نہ ہوا تو کس وقت ہوگا-

ہان- مین ناظرین کی خدمت مین ایک درخواست اِس وقت نہایت ضروری سمجھتا ہون وہ یہ کہ حق تعالی کے حضور مین النجم کیلیے دعا کرین کہ خداوند اسکو دائم و قائم رکھے اور اسکو اپنے دین متین کی خدمات مفیدہ کا ذریعہ بنا دے-

دعا کی درخواست پر ممکن ہو کہ آجکل ایک طرح کا استہزا کیا جائے- مگر ایسے لوگونکو یاد رکھنا چاہیے کہ ہر شخص کی فہم وعقل حقائق اشیا کے ادراک کی معیار نہین ہو سکتی- بیشک دعا ایک بڑی چیز ہے- اور بلاریب قریب مجیب حق تعالی کی صفت ہو- دعا اور اسکے اثر کے لیے ایک واقعہ حضرت سیدنا و مولانا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا کتاب ازالۃ الخفا سے نقل کیا جاتا ہو- جس سے نہایت عمدہ سبق حاصل ہو سکتا ہو-

چنگ یرموک مین مجاہدین نے حضرت فاروق اعظم کی خدمت مین یہ عرضداشت بھیجی کہ قد جاش الموت الینا یعنی قیصر روم کی طرف سے ایسا عظیم الشان لشکر آیا ہے کہ ہم لوگ اُس کے مقابلہ مین بہت کم ہین۔ بس یہ سمجھئے کہ موت کا سیلاب ہم تک پہونچگیا۔ جلد ہماری مدد کیجئے اور مزید فوج بھیجیے"

امیر المومنین نے اسکے جواب مین تحریر فرمایا

قد جاءنی کتابکم	یعنی۔ تم لوگون کی تحریر پہونچی۔ تم
وتستمدونی وانی ادلکم	مجھسے مدد مانگتے ہو۔ مگر مین تمکو
علی من ہو اعز نصرا و	ایسے مددگار کا پتہ بتاتا ہون جسکی
احضر جندا اللہ عزوجل	مدد سب سے زیادہ زوردار اور
فاستنصروہ فان محمداً	جسکا لشکر سب سے زیادہ قوی ہے
صلی اللہ علیہ وسلم	وہ مددگار کون ہے؟ اللہ عزوجل
قد نصر یوم بدر فی	لہذا تم اُسی سے مدد مانگو۔ دیکھو
اقل من عددکم	محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بدر کے دن
فاذا جاءکم کتابی	تم سے بھی کم لشکر سے فتح ملی تھی جس
ہذا فقاتلوہم	وقت میرا یہ خط تمکو ملے تو تم جہاد
ولا تراجعونی۔	شروع کردو اور اب دوبارہ
(ازالۃ الخفا)	(اس بارہ مین مجھے کچھ نہ لکھنا۔

پس اسی طرح ہم بھی اُن دردمند اصحاب سے جو مخالفین کے رسائل کی کثرت اور اہل حق کے رسائل کی قلت سے متاثر ہون۔ جو لوگ النجم کی بے سامانی اور اصلاح و شیعہ۔ اثنا عشری وغیرہ کی بے سامانی دیکھکر اپنے قلوب مین کچھ درد محسوس کرین اُن سے میری التجا ہے کہ وہ اور کوششون سے قطع نظر کرکے اپنی کوشش سے کام لین۔ اور کارساز حقیقی کی بارگاہ بے نیاز مین بصد خشوع و خضوع دعائین مانگین۔

مین از و خواہ و مخواہ از غیر او
آب دریم جو مجو در خشک جو

توسیع رعایت

چونکہ اس رسالہ کی اشاعت مین تاخیر ہوئی اس لیے دفتر النجم کی کتابون مین ماہ ربیع الاول کی وجہ سے جو رعایت کی گئی تھی اُسکی میعاد مین اس قدر وسعت دی جاتی ہے کہ آخر ماہ ربیع الثانی تک جس قدر رعایتی درخواستین آئینگی سب کی تعمیل انشاء اللہ تعالی کیجائیگی۔

{منیجر النجم}

زہد ورقائق

نمبر ۷

(۴۴) حضرت والد ماجد (حق تعالیٰ اُن پر اپنی رحمت نازل فرمائے) بیان فرماتے تھے کہ جناب میان صاحب اپنے مریدون سے ہدیہ وتحفہ لینے مین بہت احتیاط رکھتے تھے۔ سوا مخصوص لوگون کے اور کسی کا ہدیہ وتحفہ پسند نہ کرتے تھے۔ اور جن لوگون سے اس قسم کی راہ ورسم ہوجاتی اُنکو خود بھی ہدیتاً دیتے رہتے۔

ان کی معاش آبائی جائداد پر تھی۔ کچھ گانؤن کے حصے تھے اُنھین کی آمدنی پر بسر اوقات فرماتے اپنا خرچ ایسے عمدہ اسلوب پر رکھتے کہ کبھی قرض نہ ہوتا نہ پس انداز ہوتا۔

حضرت والد مرحوم کی بھی یہی حالت تھی۔ بوقت انتقال نہ کچھ قرض چھوڑا نہ کوئی ذخیرہ۔ فطوبیٰ لہم ثم طوبیٰ لہ

(۴۳) فرماتے تھے کہ جناب میان صاحب اپنے گانؤن کی آمدنی وصول تحصیل کا خود انتظام کرتے کارندہ ملازم رہتا تھا اُسکی جانچ اور نگرانی فرماتے اور اُسکا حساب دیکھتے۔

ف لوگون نے آجکل زہد وتقویٰ اور توکل کا مطلب کچھ اور ہی سمجھ رکھا ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہو کہ اس موقع پر کچھ حدیثین اور کچھ اقوال بزرگان دین کے نقل کیے جائین۔

مشکوٰۃ مین حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ اُنھون نے فرمایا۔ لیس الزھد فی الدنیا بلبس الغلیظ والخشن واکل الجشب انما الزھد فی الدنیا قصر الامل" یعنی دنیا مین زہد کا مطلب یہ نہین ہے کہ موٹے اور کھرے کپڑے پہنے جائین اور روکھا سوکھا کھانا کھایا جائے۔ بلکہ زہد اسکا نام ہے کہ دل مین لمبی چوڑی آرزوئین نہ ہون۔

نیز مشکوٰۃ مین ہے کہ امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ زہد کیا چیز ہے؟ اُنھون نے فرمایا۔ کمائی کا پاک ہونا اور اُمیدون کا کوتاہ ہونا"

نیز مشکوٰۃ مین حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے "کان المال فیما مضی یکرہ فاما الیوم فھو ترس المؤمن وقال لولا ھذہ الدنانیر لتمندل بنا ھؤلاء الملوک وقال من کان فی یدہ من ھذہ شیء فلیصلحہ فانہ زمان ان احتاج کان اول من یبذل دینہ" یعنی وہ فرماتے ہین کہ زمانہ گذشتہ (یعنی عہد صحابہؓ کرام) مین مال بری چیز سمجھا جاتا تھا۔ مگر آجکل تو وہ مومن کی سپر ہے (یعنی ہزارہا آفات سے بچنے کا ذریعہ ہے) اور فرماتے تھے کہ اگر روپیہ ہمارے پاس نہ ہوتا تو بادشاہ لوگ ہمکو اپنا منہ تکا بناتے اور فرماتے تھے جس کے

سلام کے سوا اور جس قدر ادیان ہین سب منسوخ ہو گئے۔ حکم منسوخ پر عمل کرنا نامقبول ہے۔

نیز اگر کوئی شخص بطور خود کتب سابقہ کے احکام کو قرآن کریم کے احکام سے ملا کر دیکھے تو اسپر یہ بات مخفی نہین رہ سکتی کہ دونون مین صریح تضاد ہے۔ اس صریح تضاد کے ساتھ دونون حکم ہرگز محکم نہین ہو سکتے۔ انمین سے ایک منسوخ ہے دوسرا محکم۔ اور یہ بھی متعین ہے کہ حکم سابق منسوخ اور حکم لاحق ناسخ ہوتا ہے۔

باقی رہی کتب سابقہ کے محرف ہونیکی بحث وہ بھی اسوقت مختصراً لکھی جاتی ہے۔ انشاء اللہ تعالی آیندہ کسی پرچہ مین سرسید کی تحریر کا جواب لکھا جائیگا اُسمین یہ بحث بھی مبسوط لکھی جائیگی۔

اس مقام پر دو پہلو ہین۔ ایک یہ کہ کتب سابقہ کے محرف نہونے کا یقین ہونا۔ دوسرے یہ کہ محرف ہونے کا یقین ہونا۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ کتب سابقہ کے محرف ہونے کا یقین نہین۔ تو انکے محرف نہ ہونیکا بھی یقین نہین ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی ایسی سند ان کتابون کے ساتھ نہین ہے جس سے ہم یقین کر سکتے ہون کہ یہ وہی کتابین ہین جو منجانب اللہ ان خاص خاص نبیون پر (جنکی جانب یہ منسوب ہین) نازل

ہوئی تھین۔ انتہا یہ ہے کہ جیسی سند ایک ضعیف حدیث کے لیے ہم لوگون کے پاس ہوتی ہے۔ ویسی سند بھی ان کتابون کے ماننے والے پیش نہین کر سکتے۔

اور جب انکا محرف نہونا یقینی نہوا تو ان کتابون کا عدم و جود برابر ہو گیا۔ اور جو مقصود اصلی مضمون نگار کا ہے کہ کچھ ضرورت پابندی مذہب اسلام کی نہین ہے اور یہ کہ نجات مذہب اسلام مین منحصر نہین ہے بلکہ جو مذہب بھی اختیار کر لیا جائے نجات کیلیے کافی ہے۔ حاصل نہین ہو سکتا۔ لہذا بعد اس تقریر کے کچھ ضرورت باقی نہین رہتی کہ دوسرے پہلو پر بحث کیجائے۔ لیکن پھر بھی شریعت اسلامیہ مین اسکے براہین قائم ہین۔ مدار استدلال صرف آیہ کریمہ یحرفون الکلم عن مواضعہ پر نہین ہے۔ جیسا کہ مضمون نگار صاحب کا خیال ہے۔ بلکہ اس مقصد کیلیے اور بھی بہت سی آیتین ہین۔

مثلاً یہ آیت۔ فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون۔ یعنی خرابی ہے اُن اہل کتاب کے لیے جو اپنے ہاتھون سے ایک تحریر لکھتے ہین۔ پھر کہتے ہین کہ یہ خدا کے یہان سے نازل ہوئی ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسکے عوض

مین تھوڑے سے دام حاصل کرین۔ پس خرابی ہو اُن لوگون کے لیے بوجہ اس چیز کے جو وہ لکھتے ہین اور خرابی ہو اُن لوگون کے لیے بوجہ اسکے جو کماتے ہین

نیز یہ آیت ہو۔ یقولون ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذب وہم یعلمون

یعنی یہ اہل کتاب کہدیتے ہین کہ فلان کلام خدا کی طرف سے اُترا ہو۔ حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہین اُترا۔ یہ لوگ خدا پر دیدہ و دانستہ افترا کرلیتے ہین۔

یہ اور اسی قسم کی متعدد آیتین اس بات کو ثابت کر رہی ہین کہ اہل کتاب لفظی تحریف کیا کرتے تھے۔ معنوی تحریف پر یہ آیتین کسی طرح منطبق نہین ہوسکتین۔ جیساکہ ظاہر ہو۔

احادیث کے لغو لاطائل یا معاذ اللہ جیستان ہونے کی جو بحث مضمون نگار نے اُٹھائی ہو اسپر کوئی سند یا دلیل نہین پیش کی۔ شاید آیندہ حصۂ مضمون مین (جو میری نظر سے نہین گزرا) کچھ لکھا ہو۔

احادیث کے متعلق اس قسم کے خیالات کا ظاہر کرنا اس بات کی روشن دلیل ہو کہ مضمون نگار صاحب نے کوئی کتاب حدیث کی نہین دیکھی۔ نہ اُس انتظام و اہتمام کی اُنکو کچھ خبر ہے جو محدثین نے جمع احادیث مین ملحوظ رکھے۔

عجب لطف کی بات ہو۔ تاریخی کتابین معتبر ہون اُن کتابون مین جو واقعات لکھے ہوے ہین صحیح مانے جائین۔ اور حدیثین سب نامعتبر۔ حالانکہ جاننے والے جانتے ہین کہ محدثین نے جو التزامات واقعات کے نقل کرنے مین کیے ہین انکا عشر عشیر بھی مورخین نے نہین کیا۔

اس سے انکار نہین کہ سب حدیثین ایک مرتبے اور ایک درجے مین نہین ہین۔ بعض حدیثین ایسی بھی ہین جو واجب الرد ہین۔ اور اسکے لیے بھی محدثین نے اصول و قواعد و ضوابط منضبط کیے ہین۔ اُن اصول و قواعد کی مدد سے ہر حدیث کا حال معلوم ہوسکتا ہو کہ یہ کس درجے کی حدیث ہو اور آیا اسکو رد کردینا چاہیے یا قبول کرنا چاہیے۔

علمای مسلمین کی ایک جماعت صدیون تک اس فن حدیث کی خدمت کرتی رہی۔ اور ایسی ایسی شاقہ محنتین انھون نے اس خدمت مین کین جو ایک طرح طاقت بشری سے باہر سمجھی جاتی ہین۔

لیکن اگر معاذ اللہ یہ فن بالکل لغو ہو اور یہ دفتر سب بے معنی ہو جائے تو لازم آیگا کہ یہ سب محنتین رائگان اور عبث ہون۔

کون عقلمند ہو جو تھوڑی دیر کیلیے بھی ان عقلای

افاضل کی ایک جماعت عظیمہ کو ایک فعل عبث پر متفق تسلیم کرلے۔

اس قسم کے مضامین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں مین الحاد کی اشاعت کیجائے۔ جس قدر اشاعت الحاد کی ہوچکی۔ اسی کا خمیازہ کیا کم ہے جو مسلمان بھگت رہے ہین۔ اب جو اس سے زیادہ الحاد کو ترقی ہوگی تو دیکھیے اسکا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک

ماہ ربیع الاول

یہ وہی مبارک مہینہ ہے جس مین دنیا کو ایک بہار بےخزان کی دولت ملی۔ یہ ایمان و اسلام کی ربیع کا مہینا ہے۔ جسمین خدا کی طرف سے ایک منادی آیا اور اُس نے آسنوا بربکم کا مخلوق مین نعرہ بلند کیا۔ تیرہ سو برس سے آسمان کے نیچے جو آمنّا برتبنا کا غل ہے یہ اُسی صدائے روح پرور کا اثر ہے جب یہ مہینا آتا ہے تو اہل ایمان کے قلوب کو اُسی دولت سرمدی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے کہ یہی وہ مہینا ہے۔ جسمین ہمارے سردار بہترین انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ظہور مین آئی

یہی وہ مہینا ہے جسمین آپ کو نبوت عطا ہوئی یہی وہ مہینا ہے جسمین آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہونچے بنا برین علیہ ایک ارادہ جو بہت دنون سے دل مین مخفی تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مین کوئی مختصر رسالہ لکھا جائے۔ جسمین ابتداے ولادت سے وفات تک کے مختصر حالات ہون اسوقت تازہ ہوگیا اور خدا کا نام لے کر مین نے چاہا کہ النجم کے صفحات کو اس مبارک تذکرے سے زینت دون۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مین بیحد و بے شمار کتب مین اہل اسلام نے لکھی ہین۔ مطول و مختصر ہر طرح کی کتابین موجود ہین۔

اسوقت میری پیش نظر ان مختصر رسائل مین سے ماثبت بالسنہ شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی کی اور سرور المحزون شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہے اور اسد الغابہ کا دیباچہ ہے۔ اور نیز کچھ اور کتابون سے بھی اخذ کیا گیا ہے

اللہ تعالی اگر قبول فرمائے تو بہت کافی و وافی ہے۔ یہ مختصر رسالہ مین اس نیت سے لکھتا ہون کہ ناواقف مسلمان اسکو یاد کرین اور کم ازکم اس قدر اجمالی حالات اپنے پیغمبر کے اپنے دل مین محفوظ رکھین اور نیز مبتدی بچونکو یہ رسالہ پڑھا دیا جائے بچپن سے انکے کان خدا و رسول کے ذکر سے متاثر ہون۔

مختصر سیرت نبی امیؐ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اگرچہ اس وقت صرف حالات ولادت اور وفات شریف کا لکھنا منظور تھا لیکن دل نے تقاضا کیا کہ اسی سلسلہ میں مختصر سیرت آپکی لکھدی جائے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی معرفت ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کیونکہ بغیر معرفت سیرت کے آپ کی ذات کی معرفت نہیں ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ آپکی ذات کی معرفت ایمان کا مدار ہے نیز بغیر معرفت سیرت کے آپ کی محبت دل میں جاگزین نہیں ہو سکتی اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جبتک آپکی محبت تمام ماسوا کی محبت پر غالب نہو آدمی ایماندار نہیں ہو سکتا۔

یہ مختصر سیرت جو اس مقام میں لکھی جاتی ہے اجمال و تفصیل کے درمیان میں ہے جسکا حفظ کر لینا کسی پر دشوار نہیں بہت تحقیق کیساتھ اکابر محدثین کی تحقیق کے موافق روایات معتبرہ کا التزام کیا گیا ہے واللہ الموفق حق تعالیٰ اسکو قبول فرمائے اور برادران ایمانی کو اس سے منتفع کرے۔

محمد عربی کابروی ہر دوسراست ÷ کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

نام و نسب ہمارے پیغمبر سردار بنی آدم حبیب رب اکرم شفیع روز جزا آنکہ کا، ہر دوسرا انکا نام نامی ۱؎ محمد اور احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ اور کنیت ۲؎ آپکی ابوالقاسم ہے آپکے والد ماجد کا اسم گرامی عبداللہ تھا اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ۔ نسب پدری آپکا اسطرح ہے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ۳؎۔ اور نسب مادری اسطرح ہے ۴؎ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ ابن کلاب بن مرہ الخ

۱؎ یہ دونوں نام آپکے اسم ذات ہیں جن میں سے دوسرا نام بالخصوص کتب سماویہ سابقہ میں زیادہ تر مذکور ہوا ہے اور اسمائے صفاتی آپکے بہت ہیں جنکو علما نے بتفصیل ذکر کیا ہے جیسے بشیر نذیر رؤف رحیم آیت میں وغیرہ وغیرہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

۲؎ کنیت عرب میں اسکو کہتے ہیں جسکے شروع میں اب یا ام کا لفظ ہو کنیت کبھی تو بیٹے کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے کوئی بیٹا اس نام کا ہو جیسے آپ کی کنیت اور کبھی مجازی ہوتی ہے جیسے حضرت علی کی کنیت ابوتراب ۱۲

۳؎ اس قدر نسب آپ کا متفق علیہ ہے مگر اس کے بعد اختلاف ہے ۱۲

۴؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ثبت بالسنہ میں لکھتے ہیں کہ اکثر محدثین اور ماہرین فن کا یہی قول ہے ۱۲

[illegible]

ولادت شریف آپکی خاص شہر مکہ مین ہوئی جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کیوقت سے آپکے آبائی کرام کا مسکن اور وطن تھا۔

جس سال واقعہ فیل پیش آیا اسی سال جبکہ نوشیروان عادل بادشاہ فارس کی سلطنت کا چالیسوان سال تھا ربیع الاول کے مہینے مین دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھوین[1] تاریخ کو اور بقول بعض[2] بارھوین کو آپ پیدا ہوے اور اس خاکدان تیرہ کو اپنے جمال جہان آرا سے منور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم۔

جس وقت سے آپ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر و اقدس مین رونق افروز ہوے اسوقت سے جو جو عجائب غرائب از قبیل معجزات و برکات ظاہر ہوے بیشمار ہین جسقدر باسانید صحیحہ ثبوت کو پہونچگئے ہین انہین سے چند[3] اس مقام پر زیب رقم کیے جاتے ہین۔

(۱) قریش چند سال پیشتر سے بہت تنگی و قحط سالی مین مبتلا تھے فقر و فاقہ کے سبب عجیب حالت تھی حضرت آمنہ کے حاملہ ہوتے ہی وہ حالت مصیبت کی راحت سے مبدل ہوگئی خوب مینہ برسا اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہوگئی ایسا خوب ہوا کہ لوگون نے اس سال کا نام سنۃ الفتح والابتہاج یعنی کشادگی اور خوشی کا سال رکھا۔

(۲) حضرت آمنہ بیان کرتی ہین کہ جب وہ اس عزت و شرف کے ساتھ مشرف ہوئین یعنی نور محمدی کا جلوہ انکے شکم مبارک مین چمکا تو خواب بیداری کی درمیانی حالت مین انھون نے دیکھا کہ اے آمنہ تمھارے حمل مین اس امت کا سردار ہے اور اس قسم کے خواب وہ بار بار زمانہ حمل مین دیکھتی رہین

(۳) حضرت آمنہ یہ بھی فرماتی ہین کہ زمانہ حمل مین ثقل و گرانی طبیعت کی بے لطفی ماندگی وغیرہ جو اور عورتون کو حسب عادت ہوتی ہے مجھے کچھ نہین معلوم ہوا۔

(۴) بوقت ولادت باسعادت حضرت آمنہ کی آنکھون سے حجابات اٹھ گئے تھے ایک روشنی نے انکو ایسی معلوم ہوئی کہ ملک شام کے محل انھون نے دیکھے اور دیکھا کہ تین جھنڈے گڑے ہوے ہین ایک مشرق مین اور ایک مغرب مین اور ایک کعبہ

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنہ مین لکھتے ہین کہ اکثر [illegible] محققین و ماہرین فن کا یہی قول ہے ۱۲

[3] [illegible] حالات زمانہ نبوت جنہین [illegible] الفطرۃ کیفیت تھی وہی مروی ہین کیونکہ اُس وقت کے حالات کو اس نظر سے دیکھنے والا نہ تھا جس نظر سے حالات بعد از نبوت دیکھے گئے ۱۲

بہشت پر۔ اور انھون نے یہ بھی دیکھا کہ کچھ پرندہ سفید رنگ کے اُڑ رہے ہین جنکی منقار زمرد کی ہو اور بازو یاقوت کے ہین اور کچھ تو تیاں کچھ رد ہوئین کھڑے ہین جنکے ہاتھون مین چاندی کی طرحیان ہین

(۵) جس شب کی صبح کو ولادت باسعادت ظہور ہین آئی کسریٰ بادشاہ فارس کا محل ہلنے لگا اور چودہ کنگرے اسکی عمارت کے گرگئے اور آتش فارس جو ہزار سال سے روشن تھی اور اسکی پرستش کیجاتی تھی دفعتہً بجھ گئی اور چشمہ ساوہ خشک ہوگیا۔

(۶) ایک یہودی بغرض تجارت مکہ مین مقیم تھا شب ولادت مین اُسنے سب یہودیون کو جمع کرکے کہا کہ احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ نکل آیا وہ آج کی رات مین پیدا ہوجاینگے چنانچہ پھر اسنے قریش سے پوچھنا شروع کیا کہ کسی کے یہان ولادت تو نہین ہوئی معلوم ہوا حضرت عبد المطلب کے یہان ولادت ہوئی ہو یہ سب یہودی حضرت آمنہ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور خواہش کی کہ ہم اس بچہ کو دیکھنا چاہتے ہین چنانچہ انھون نے دکھا دیا دیکھتے ہی وہ یہودی بیہوش ہوگیا اور کہنے لگا ہاے افسوس بنی اسرائیل سے نبوت نکل گئی۔

(۷) حضرت آمنہ فرماتی ہین کہ جسوقت آپ پیدا

ہو چکے مینے دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا آیا اور وہ آپ کو اٹھا لے گیا پھر مینے ایک منادی کو سنا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ انکو تمام دنیا مین پھراؤ کیا مشرق کیا مغرب اور دریاون مین بھی انکو لیجاؤ تاکہ سب لوگ انکے نام اور شکل وصورت اور صفت و سیرت سے واقف ہوجاٗین اور سمجھ لین کہ یہی وہ شخص ہین جنکے زمانہ مین شرک مٹ جایگا پھر اوسکے تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ ابر مٹ گیا اور حضرت میرے پاس آ گئے

وفات والدین

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر مین تھے آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی وفات ہوگئی حضرت عبد المطلب نے انکو چھوہارے خریدنے کیلیے مدینہ منورہ بھیجا تھا وہین انھون نے وفات پائی۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات اسوقت ہوئی جبکہ آپکی عمر چار برس کی تھی آپکے والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کی کفالت آپکے جد امجد حضرت عبد المطلب نے اپنے ذمہ لی جب آپکی عمر شریف آٹھ برس دو مہینہ دو روز کی ہوئی

ف۱ بعض روایتون مین ہے کہ حضرت پیدا ہو چکے تھے ۱۲

ف۲ اس تعداد مین بھی اختلاف کیا گیا ہے ۱۲ ف حضرت کے والدین ماجدین کے ایمان کفر کے متعلق بہتر طریقہ یہ ہے کہ سکوت کیا جاے۔ بعض احادیث مین آیا ہے کہ وہ دونون زندہ کیے گئے اور حضرت پر ایمان لاے ۱۲ م

تو حضرت عبدالمطلب نے بھی اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور آپکی کفالت کا شرف حضرت ابوطالب کو ملا۔ عرب مین یون بھی پڑھنے لکھنے کا چندان رواج نہ تھا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ یتیم تھے اسلیئے کوئی اس طرف توجہ کرنے والا بھی نہ تھا اور بچپن کی یتیمی کے باعث آپ کی دل شکستگی کا بھی خیال آپکے کفالت کرنے والون کو زیادہ ہوتا تھا غرض اس قسم کے وجوہ سے آپ کو کسی استاد کے سامنے زانوے ادب تہ کرنیکی نوبت نہ آئی اور آپ امی ہی رہے ۔

عرب مین یہ دستور تھا کہ مائین بہت کم اپنے بچون کو دودھ پلاتی تھین بلکہ اطراف وجوانب مین کچھ قبیلے ایسے تھے جنکی گذر اوقات اسی پیشۂ حضانت پر تھی یہ کام انسے لیا جاتا تھا وہان کی عورتین ہر موسم مین آکر شہر سے بچون کو لیجاتی تھین اور ایام رضاعت کے تمام ہو جانے کے بعد پھر انکو انکے والدین کے پاس پہونچا جاتی تھین چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو سب سے پہلے آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے ۳ دن یا ۷ دن آپ کو دودھ پلایا پھر ثویبہ کنیز ابولہب نے جنکو ابولہب نے حضرت کی ولادت کی بشارت کے صلہ مین آزاد کر دیا تھا پھر خولہ بنت منذر اور ام ایمن نے پھر قبیلہ سعد کی ایک عورت نے پھر تین عورتون نے جنمین سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا مگر ان سبنے تھوڑے تھوڑے دنون دودھ پلایا زیادہ حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب نے جو قبیلہ بنی سعد مین تھین آپ کو دودھ پلایا وہ ان سبکے بعد اس دولت سے مشرف ہوئین وہ فرماتی ہین کہ مین اپنے قبیلہ کی چند عورتون کے ہمراہ دودھ پینے والے بچون کی تلاش مین مکہ آئی اس زمانے مین ہمارے یہان قحط سالی سخت تھی خود میرے اسقدر دودھ بھی نہ تھا جو میرے بچہ کو کفایت کرتا نہ ہماری اونٹنی اسقدر دودھ دیتی تھی کہ ہماری ضرورت رفع ہوتی پھر ساتھ جتنی عورتین تھین سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کرتین مگر جب انکو یہ معلوم ہوا کہ آپ یتیم ہین اور آپ کی رضاعت مین کسی معقول نفع کی امید نہین ہے تو سبنے انکار کر دیا اور اور بچے لیلئے فقط مین ایک باقی رہگئی کہ مجھے کوئی بچہ نہ ملا اور مجبور ہو کر مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا جب مین آپ کو لیکر چلی تو بہت سے عجائب وغرائب مشاہدہ کئے جس گدہی پر مین سوار تھی اسنے کعبہ کیطرف سجدہ کیا اور باوجود بیحد سست تھی یا تمام قافلہ سے آگے چلنے لگی اس قسم کے حالات دیکھکر میری ساتھ والیان کہنے لگیں کہ حلیمہ کی کو عجب شان ہے محض آپ کی

برکت سے ہماری وہ تنگی وعسرت دفع ہوگئی اور
ہماری مویشیون کا دودھ بھی خوب ہونے لگا
مدت رضاعت کے ختم ہونے کے بعد مین آپکو
آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے گئی مگر میرا دل
آپکے چھوڑنے کو نہ چاہتا تھا چنانچہ مینے آپکی والدہ
ماجدہ کو باصرار اس امر پر راضی کیا کہ ابھی چندروز
آپ اور میرے پاس رہین پس مین پھر آپ کو
واپس لے گئی مگر پھر اسکے دو یا تین مہینہ کے بعد
واقعہ شق صدر پیش آیا جس سے مین ڈر گئی اور
مناسب یہی معلوم ہوا کہ آپ کو بخیریت واپس
کرکے امانت سے سبکدوش ہوجاؤن۔

ف شق صدر کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک مرتبہ اسوقت جب آپ حلیمہ سعدیہ کے یہان
تھے اور انکی بکریون کے ساتھ چراگاہ تشریف
لے گئے تھے اور دوسری مرتبہ جبکہ آپ کی عمر تقریباً
دس برس کی تھی اُس وقت آپ جنگل مین تھے
اور تیسری مرتبہ بوقت بعثت اور چوتھی مرتبہ بوقت
معراج پیش آیا صورت یہ ہوتی تھی کہ
فرشتے آپ کا سینہ مبارک چاک کرکے آپ کے
قلب انور کو نکالکر ایک طشت مین جسمین آب
زمزم بھرا ہوتا تھا دھوتے تھے اور کدورت
وغیرہ صاف کرتے تھے۔

[illegible]

اگرچہ قبل از نبوت آپکے حالات کی حفاظت
کیطرف لوگون کی ایسی توجہ نہ تھی اسی
سبب سے بہت سے حالات مروی نہین ہوئے
مگر تاہم چونکہ آپ کے حالات معمولی نہ تھے لہذا
بعض بعض حالات جنمین کچھ مافوق الفطرۃ باتین
تھین لوگون کو یاد رہگئے اور وہ روایت مین
آگئے چنانچہ بالاختصار چند واقعات لکھے جاتے ہین

(۱) حضرت حلیمہ فرماتی ہین کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو سب سے پہلے مینے اپنا داہنا پستان دیا
آپنے دودھ پیا بعد اسکے مینے ہرچند چاہا کہ بائین
پستان سے بھی آپ پئین مگر آپنے نہ پیا اور ہمیشہ
یہی دستور رہا کہ داہنے پستان کا دودھ آپ
پی لیتے تھے اور بائین پستان کا اپنے رضاعی
بھائی کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بچپن مین بھی
شغل اور لڑکون کے کھیل کود مین مشغول نہوتے
تھے بلکہ جب آپ اور لڑکونکو کھیلتا ہوا دیکھتے تو
اُنسے علیحدہ ہوجاتے۔ کبھی شغل اور لڑکون کی
کسی بات پر آپ کو تنبیہ و تادیب کی ضرورت
نہین ہوئی بلکہ آپکے خاندانی بزرگ خود ہی

آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے آپ کو بچپن میں جو
شخص دیکھتا وہ یہ ضرور سمجھ لیتا کہ آپ آیندہ کوئی
بڑے ہونے والے ہیں آپ کے جد امجد حضرت
عبدالمطلب سردار قریش تھے انکے لیے خانہ کعبہ پر
فرش بچھایا جاتا تھا جس پر سوا ان کے کوئی اور نہ
بیٹھتا تھا مگر حضرت جب تشریف لیجاتے تو اسی
فرش پر بیٹھتے اگر چہ کسی نے منع کیا تو حضرت
عبدالمطلب نے کہا منع نہ کرو یہ میرا بیٹا اسی قابل ہے

(۳) قبل از نبوت دو مرتبہ شق صدر واقع ہوا
ایک مرتبہ حضرت حلیمہ کے یہاں جبکو حضرت حلیمہ کے
بیٹے نے بھی دیکھا اور وہ دوڑتے ہوئے اپنی والدہ
کے پاس گئے اور کہا کہ میرے قریشی بھائی کو
دو سفید پوش مردوں نے آکر لٹایا اور انکا
سینہ چاک کر دیا۔

(۴) جب آپ دھوپ میں چلتے تو ایک ابر کا
ٹکڑا آپکے سر پر سایہ کرتا دھوپ کا اثر آپ تک نہ
پہنچتا حضرت حلیمہ کبھی ہمیں کہیں بھی گوارا نہ کرتی
تھی کہ آپ گھر سے باہر کسی دور مقام میں جائیں
ایک روز بڑی غفلت میں آپکی رضاعی بہن شیما
دوپہر کے وقت آپکو بکریوں کے ساتھ جنگل لے
گئیں جب شیما پر خفا ہوئیں کہ ایسی دھوپ میں تم
کیوں انکو باہر لے گئیں تو انھوں نے جواب دیا
کہ اماں میرے قریشی بھائی کو دھوپ سے
کوئی تکلیف نہیں ہوتی ابر انپر سایہ کر لیتا ہے۔

(۵) حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ وہ
کہتے تھے میں نے بچپن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کو دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور
اپنی انگلی سے اُسکو اشارہ کرتے تھے جس طرف
آپ اشارہ کرتے تھے وہ ہٹ جاتا تھا۔

(۶) حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ایک
مرتبہ مکہ میں سخت قحط پڑا تو قریش نے حضرت ابوطالب
سے کہا کہ دعا مانگیے چنانچہ ابو طالب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر باہر نکلے اور حضرت کو کعبے کے
پاس آکر کھڑا کیا اور حضرت کے توسل سے دعا مانگی
دعا مانگتے ہی خوب پانی برسا اسی مضمون کو ابوطالب
نے اپنے اس شعر میں نظم کیا ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

(۷) بت پرستی اور بے حیائی کے کاموں سے آپ
ہمیشہ مجتنب رہے اگرچہ اس وقت تک آپ یہ نہ
جانتے تھے کہ یہ چیزیں کیوں قبیح ہیں اور ان کے
اجتناب میں کیا فوائد ہیں مگر طبیعت نفرت کرتی تھی

آپ کو باز رکھتا تھا زمانہ جاہلیت مین برہنہ طواف کرنا بڑی عبادت سمجھا جاتا تھا ایک مرتبہ لوگون نے آپ سے بھی اصرار کیا یہانتک کہ جبراً آپکی ازار مبارک کھول ڈالی اسوقت آپ بیہوش ہوکر گر گئے

(۸) امانت اور صداقت آپکی اسقدر تجربہ مین آچکی تھی اور تمام مکہ مین مشہور تھی کہ آپ کا لقب امین اور صادق تھا۔

(۹) کبھی آپ کو مکہ سے باہر جانے اور سفر کرنے کا قبل از نبوت اتفاق نہین ہوا صرف دو بار آپ کو شام کی طرف سفر کرنے کا اتفاق ہوا پہلی بار اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ جبکہ آپ کی عمر شریف ۱۲ سال کی تھی جسوقت قافلہ شہر بُصریٰ مین پہونچا تو بحیرا راہب نے جو مذہب عیسوی کے عالم اور درویش تھے آپ کو دیکھکر پہچان لیا اور ابوطالب سے کہا کہ یہ خدا کے رسول ہین یہ وہی نبی امی ہین جنکی بشارت توراۃ و انجیل مین ہے جسوقت آپ لوگ یہان اترے تو درختون نے اور پتھرون نے انکو سجدہ کیا یہ بات نبی کے ساتھ مخصوص ہے آپ انکو ملک شام مین نہ لیجایئے مکہ واپس جایئے ورنہ یہودان شام سے انکو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

اور دوسری بار آپ نے حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرض تجارت خدیجہ کیطرف سے سفر کیا اس مرتبہ خاص ملک شام مین پہونچے اور ایک گرجا کے قریب قیام کیا اُس گرجا کے پادری نے آپ کو دیکھکر پہچان لیا میسرہ کا بیان ہے کہ جب دھوپ کا وقت ہوتا تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے۔

(۱۰) حضرت خدیجہ قریش مین بڑی صاحب حسب اور صاحب تدبیر و عقل تھین کہ عورتون مین کم ایسی باتین ہوتی ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ سن سن کر اور یہ معلوم کر کے کہ علمائے یہود و نصاریٰ آپ کو نبی موعود خیال رکھتے ہین اس بات کی خواہش ہوئی کہ آپ کو اپنی زوجیت مین قبول فرمائین حضرت نے منظور فرمایا اسوقت آپکی عمر شریف پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی ۴۰ سال تھی آپ نے اسکو منظور کیا اور ابوطالب نے آپکا نکاح کر دیا خطبہ نکاح مین ابوطالب نے ایک جملہ یہ بھی کہا ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ وان کان فی المال قلّ فان المال ظل زائل وامر حائل یعنی میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ ایسے ہین کہ دنیا مین کوئی شخص انکا مثل نہین گو مال انکے پاس نہین ہے مگر مال ایک عارضی چیز ہے۔

(۱۱) جب آپ کی عمر شریف پینتیس سال تھی اسوقت قریش نے

ارادہ کیا کہ کعبہ مکرمہ کی از سر نو تعمیر کریں عمارت سابقہ
بسبب وجوہ قابل ترمیم تھی چنانچہ اسکو منہدم کر کے
نئی عمارت کی بنیاد قائم کی عمارت کا خاص حصہ ہر
قبیلہ نے تقسیم کر لیا جب حجر اسود کے رکھنے کی
نوبت آئی تو بڑی نزاع ہوئی ہر قبیلہ چاہتا تھا
کہ یہ شرف مجھکو حاصل ہو اور حجر اسود میں رکھوں
بالآخر سب اس بات پر متفق ہوئے کہ اسوقت
سب سے پہلے جو شخص مسجد کے دروازہ سے آئے
اسکو حکم بنادیں اور اسکے فیصلہ کو سب بخوشی قبول
کریں اتفاق سے اسوقت مسجد کے دروازہ سے
سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے آپکو دیکھتے ہی ہر طرف سے آواز آئی کہ وہ
امین آگئے انکے فیصلہ پر ہم سب راضی ہیں حضرت
نے یہ فیصلہ کیا کہ حجر اسود کو دست حق پرست سے
اٹھا کر ایک چادر میں رکھدیا اور فرمایا کہ اس چادر کو
تمام قبائل کے لوگ ملکر اٹھائیں پھر مقام مقصود پر
پہونچکر آپنے حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھدیا
سب لوگ اس فیصلہ سے بہت خوش ہوئے اور
وہ نزاع بھی مٹ گئی اور ایک بڑی کرامت آپکی ظاہر ہوئی

(۴۳) نبوت سے پہلے اسباب معاش میں بھی دو تین مرتبہ آپکا وقت
گذرا کبھی تجارت کیطرف توجہ فرمائی اور دو مرتبہ بغرض تجارت تشریف لیگئے۔ اور
دونوں اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چرائیں جو سنت قدیمہ انبیاء ہے

(۴۱) الغرض آخر میں حضرت خدیجہؓ کی مضاربت کا معاملہ کیا اور
شام بغرض تجارت تشریف لیگئے

(۴۲) جب عمر شریف ۴۰ برس کی ہوئی تو دوشنبہ کے دن ۸ ربیع الاول
اور بقول ۱۷ یا ۲۷ رمضان کو اور بقول دیگرے ربیع الاول کو وہ
دولت کبریٰ آپکو عنایت ہوئی جو ازل سے آپکے لئے مخصوص
ہو چکی تھی جسکی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
مانگی تھی جسکی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام نے
دی تھی یعنی آپ کو اپنے کافہ مخلوق کیطرف
رسول بنایا اور نبوت کا گران بہا تاج آپکے فرق
اقدس و اطہر پر رکھا۔

ابتدا نبوت کی اس طرح پر ہوئی کہ کچھ پہلے سے
سچے سچے خواب آپ کو دکھائے جانے لگے جو خواب
آپ دیکھتے بہت جلد اسکی تعبیر ہو بہو ظہور میں آتی
اور یہ ہوا کہ جب آپ کا گذر کسی درخت یا پتھر پر
ہوتا تو آواز آتی السلام علیک یا رسول اللہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بھی دیکھتے
اور داہنے بائیں جانب بھی کہ یہ سلام کس نے کیا
مگر سوا درختوں اور پتھروں کے کوئی نظر نہ آتا
متعجب ہوتے پھر یہ ہوا کہ آپکی طبیعت میں خلوت
نشینی کا میلان پیدا کر دیا گیا اسقدر کہ مخلوق کی
صحبت سے بہت وحشت ہوتی اور طبع مبارک بہت
گھبراتی اسوقت سے آپ کا یہ معمول ہو گیا کہ حضرت
خدیجہ سے کئی کئی دن کا ناشتہ تیار کرا لیتے اور

اور اس ناشتہ کو لے کر غار حرا میں تشریف لیجاتے حرا ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اسمین ایک غار تھا اسی غار مین جاکر بیٹھتے اور کئی کئی روز باہر نہ نکلتے جب ناشتہ ختم ہو جاتا تو پھر تشریف لاتے اور ناشتہ تیار کراکے پھر لیجاتے۔ یہان تک کہ ایک روز آپ اسی غار مین ایک پتھر سے تکیہ لگائے ہوے بیٹھے تھے کہ آپ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا پیچھے سے کسی نے دھکا دیا۔ آپ نے ادھر اُدھر دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ اسکے بعد ہی حضرت جبریل آپکے سامنے آئے اور آپ سے کہا اقرأ پڑھیے۔ آپ نے فرمایا مین پڑھا ہوا نہین ہون۔ حضرت جبریل نے آپ کو آغوش مین لیکر دبایا اور پھر چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ پڑھیے آپ نے فرمایا مین پڑھا ہوا نہین ہون۔ حضرت جبریل نے پھر آپکو دبایا اور پھر کہا کہ پڑھیے آپ نے پھر وہی جواب دیا پھر تیسری مرتبہ حضرت جبریل نے آپکو دبایا اور اس مرتبہ بہت زور سے دبایا کہ حضرت فرماتے ہین مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ بعد اسکے کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربک الاکرم الذی الخ اسکے بعد حضرت جبریل غائب ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہان سے اُٹھے۔ اس وقت

حالت یہ تھی کہ یہ آیتین زبان مبارک پہ بے اختیار جاری تھین اور دل مبارک ہل رہا تھا۔ حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور یہ عجیب و غریب واقعہ اُن سے بیان کیا اور فرمایا مجھے اپنے اوپر خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے آپ کی تسلی کی اور کہا آپ ایسا خیال نہ کرین آپ جیسے شخص کو اللہ تعالیٰ ضائع نہ کریگا۔ اسکے بعد وہ اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے پاس گئین ورقہ اپنی تحقیق سے عیسائی ہو گئے تھے اور اُس مذہب کے محقق تھے انجیل کا ترجمہ عبرانی سے عربی مین کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اُن سے بیان کی انھون نے کہا مین چاہتا ہون کہ اُنھین کی زبان سے اس واقعہ کو سنون۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لے گئین حضرت نے جو کیفیت پیش آئی تھی اُن سے بیان کی۔ ورقہ نے کہا آپ خوش ہون کہ آپ کو خدا نے نبی کیا یہ وہی فرشتہ ہے جو موسی اور عیسی کے پاس آیا تھا عنقریب آپ کو حکم تبلیغ کا ملیگا اور آپ کی قوم کے لوگ آپ کے دشمن ہو جائینگے اور آپ کو مکہ سے نکال دینگے۔ کاش اگر مین

اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کی اچھی مدد کرونگا
پھر اسکے چند ہی روز بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا۔
پھر چند روز تک کوئی واقعہ پیش نہ آیا تو آپ حضرت
کے دل مبارک کو اضطراب پیدا ہوا بے اختیار
طبیعت متقاضی تھی کہ اُس شخص کو پھر دیکھیں
جسکو غار حرا مین دیکھا تھا اور پھر اُس سے
ہم کلامی کی لذت حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے
ایک روز دیکھا کہ حضرت جبریل آسمان وزمین
کے درمیان مین معلق کھڑے ہین اور اپنے
دونون بازو پھیلائے ہوے ہین ایک بازو
انکا مشرق مین ہے اور دوسرا مغرب مین۔ اسکے
بعد پھر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا
اور آپ کو حکم ہوا کہ مخفی طور پر خاص خاص
لوگونکو ہدایت فرمائیے۔ تین برس کے بعد حکم ہوا
کہ اب بالاعلان تبلیغ کیجیے۔ سارے عالم مین
توحید کا ڈنکا بجائیے۔ شرک وظلم کی قباحت
برملا بیان فرمائیے۔ اور مخلوق خدا کو ظلمت سے
نور کی طرف بلائیے۔ پس آپ نے کمر ہمت چست
باندھی اور تبلیغ رسالت شروع کی۔ قسم ہے مالک
عرش وکرسی کی کہ آپ نے فرائض رسالت کو
مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین فرمایا۔ ایک
عالم کو ایمان ویقین کی روشنی سے منور کردیا
خدا پرستی کی راہین جو بالکل بے نشان ہوچکی
تھین از سر نو قائم کین اور اپنی اُمت کو ایسی
صاف اور روشن شاہراہ پر چھوڑ گئے جس کی
رات بھی دن ہے۔

نبوت کے بعد تیرہ برس آپکا قیام مکہ مین رہا
اسکے بعد ہجرت کرکے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے
اور دس برس وہان قیام کیا۔ کل تئیس برس
مین آپ نے اپنا کام پورا کردیا

السابقون الاولون

(۱) جس وقت تک آپ کو اعلان
کا حکم نہین ملا تھا آپ خاص خاص
لوگون کو خاص طور پر تفہیم وتلقین
فرماتے تھے۔ چند ازلی سعادتمند
جنکو قرآن مجید مین السابقون الاولون کا خطاب
دیا گیا ہے دولت ایمان سے مشرف ہوے
انہین سے جو لوگ سب سے پہلے آپ پر
ایمان لائے۔ اُنکے نام یہ ہین۔
حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت خدیجہ۔
زید بن حارثہ۔ حضرت علی مرتضیٰ۔

فرائض رسالت مین آپکا ہاتھ بٹانا شروع کیا
چنانچہ انکی تفہیم و تلقین سے اکابر صحابہ مثل
حضرت عثمان و حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت
سعد بن وقاص و حضرت عبدالرحمن بن عوف
ایمان لائے۔

(۲) جب تک اظہار و اعلان کا حکم نہ تھا مسلمان
لوگ اپنی حالت کافرون سے مخفی رکھتے تھے۔
یہان تک کہ جب کسیکو نماز پڑھنا ہوتی تو وہ جنگلون
اور پہاڑون مین چلا جاتا اور وہان جاکر پڑھ آتا
ایک مرتبہ کچھ کافرون نے حضرت سعد کو مع اور
چند مسلمانون کے ایک پہاڑ کے درہ مین نماز
پڑھتے دیکھ لیا تو مزاحمت پیش آئے۔ حضرت سعد
نے انہین سے ایک شخص کے سرمین ایک ضرب
لگائی جس سے خون بہنے لگا۔ یہ پہلا خون ہے
جو اسلام مین بہایا گیا اسکے بعد کافرونکو ایک کد
پیدا ہوگئی یہ حال دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم مع اپنے اصحاب کے حضرت ارقم بن ابی ارقم
صحابی کے گھر مین جو کوہ صفا کے دامن مین تھا
مخفی ہوگئے۔ اور جب تک حضرت کی جماعت
پوری چالیس عدد نہ ہوئی اسی گھر مین رہے چالیس
کا عدد حضرت عمر بن خطاب سے پورا ہوا۔ انکے
مسلمان ہوتے ہی اسلام کو قوت حاصل ہوئی اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہ کے اس
گھر سے باہر نکلے اور علانیہ عبادت الٰہی اور
وعظ و نصائح مین مشغول ہوے۔ حضرت عمرؓ
سے پہلے سید الشہدا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب
مشرف باسلام ہو چکے تھے انکی وجہ سے بھی
اسلام کو ایک عمدہ طاقت حاصل ہوئی۔

(۳) جب کفار مکہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی جماعت یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے حتی
کہ علاوہ اشراف کے خود کافرون کے کئی ایک
غلام بھی اسلام سے مشرف ہو چکے ہین اور
انکے دلون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
اور آپ کی تعلیم ایسی سرایت کر گئی ہے کہ ماسوا کی
گنجایش نہین باقی رہی تو تمام مکہ ظلم پر کمربستہ
ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
اصحاب پر جو جو مصائب گزرے انکے ذکر کیلیے
ایک دفتر چاہیے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جیسے مصائب میرے اوپر گذرے کسی
کسی نبی پر نہین گذرے۔
پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے گئے۔ ایکمرتبہ ایک پتھر
جبین مبارک پر ایسا لگا جس سے خون کا فوارہ نکلا

اور حضرت کو جاڑ آگیا - نجاست آنحضرت کے اوپر
ڈال دی گئی - ایک مرتبہ حضرت سجدے مین تھے
ایک اونٹنی کی اوجھڑی اور آلائش وغیرہ سب
آپ کے سر پر رکھدیگئی - حضرت کی دو صاحبزادیان
رقیہ اور ام کلثوم عتبہ اور عتیبہ پسران ابو لہب
کے نکاح مین تھین اُن دونون بے زبان بے زادیون
کو ستایا گیا اور ہر طرح ستایا گیا آخر اُنکو طلاق دیگئی
اُس صادق مصدوق کو کاذب کہا گیا - ساحر و
شاعر کا لقب دیا گیا مجنون کہکر پکارا گیا - غرض
جسمانی اور روحانی ہر قسم کے صدمے دیے گیے
صحابۂ کرام مین جو لوگ کمزور تھے اُنپر ظلم کے پہاڑ
توڑے گئے - کسی کو گرم ریگ پر برہنہ کرکے لٹایا
جاتا تھا کسی کا جسم گرم پتھرون سے داغا جاتا
تھا - حضرت بلال اور خباب عمار اور انکے والد
یاسر اور والدہ سمیہ وغیرہ … سب مظالم ختم
کردیے گئے - حضرت یاسر توان تکالیف کی برداشت
نہ کرسکے اور جان بحق ہو گئے - حضرت سمیہ کی
شرمگاہ مین نیزہ داخل کیا گیا اور اس ناپاک ظلم
سے وہ شہید ہو گئین - اسلام کی یہ پہلی شہیدہ
ہین حضرت ابو بکر صدیق نے اُسی زمانہ مین ایسے
چند غلامون کو جنپر محض اسلام کی وجہ سے
ظلم کیا جاتا تھا اپنے مال سے خرید کرکے آزاد کیا
جنمین سے حضرت بلال کا قصہ مشہور ہے -

(۴) جب مسلمانون پر مظالم کی حد نہ رہی تو ایک
جماعت نے باشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ملک حبش کیطرف ہجرت کی -

ف حبش کیطرف مسلمانون نے مکہ سے دو مرتبہ
ہجرت کی پہلی ہجرت رجب ۵ھ نبوت مین ہوئی
تھی - اس ہجرت مین گیارہ مرد اور چار عورتین
تھین - حضرت عثمان بھی مع اپنی زوجہ محترمہ
رقیہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انھین
لوگون مین تھے - یہ لوگ جب حبش پہونچ چکے تو چند دن
بعد انکو خبر ملی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے اور مشرکین سے صلح ہو گئی اب مکہ مین بالکل
امن ہے - لہذا یہ خبر سنکر پھر کہ واپس آئے یہان
پہونچکر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی لہذا پھر دوبارہ
حبش کی طرف ہجرت ہوئی - اس دوسری ہجرت
مین قریباً اسّی آدمیون کے تھے - پہلی ہجرت کے
کچھ لوگ اسکی مرتبہ نہین گئے مثل حضرت عثمان کے
اسکی مرتبہ جو لوگ گئے تھے وہ حبش سے اُسوقت
واپس آئے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
خیبر مین مشغول تھے یہ لوگ بعد فتح خیبر کے حضور

نبوی میں پہونچے - حضرت نے غنیمت خیبر میں
انکو بھی حصہ دیا -

(۵) جب دوسری مرتبہ ہجرت کرکے مسلمان حبش
گئے تو سرداران مکہ نے باہم مشورہ کرکے کچھ تحفے
بادشاہ حبش کیلیے بھیجے اور مقصد یہ تھا کہ بادشاہ
حبش کو کسی طرح کہ سنکر اس بات پر راضی کرین کہ
کہ مسلمان جو اُسکی سلطنت مین پناہ گزین ہوے
ہین انکو ہمارے حوالہ کردے - مگر نجاشی بادشاہ
حبش ایک سعید ازلی شخص تھے ان سے جب
کافرون نے جاکر گفتگو کی اور بادشاہ حبش نے
مسلمانون کو بلاکر ان سے سب مفصل حالات سنے
تو وہ مسلمان ہو گئے -

(۶) جب کافرون نے دیکھا کہ مظالم کا کچھ نتیجہ
نہ ہوا مسلمان نہایت امن سے حبش مین چین
کر رہے ہین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی سرگرمی تبلیغ رسالت مین اُسی شان پر ہے
کوئی شدید سے شدید ظلم اس مامور من اللہ کے
ملنے مین ذرہ برابر جنبش نہین پیدا کرتا - نہ کوئی
یار ہے نہ مددگار نہ فوج ہے نہ لشکر اور جو کلام آپکی
زبان پر جاری ہے وہ اس جلال وجبروت کا ہے
کہ ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی ایسی بات منہ سے نکالکر
امن وچین سے نہین بیٹھ سکتا - تو سب کافرون
نے بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قتل کی رائے مضبوط کرلی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے چچا ابوطالب انکے سردار تھے - اور وہ آپکے
بڑے حامی وجان نثار تھے - سب کافرون کی
یہ صلاح ہوئی کہ پہلے اُنکو اطلاع کردیجائے چنانچہ
اُن سے جب یہ تذکرہ آیا تو وہ کسی طرح راضی
نہ ہوے اور انھون نے یہ کیا کہ تمام بنی ہاشم کو جن
مین کافر و مسلمان سب شامل تھے اپنا ہمخیال
بناکر اس بات پر مستعد کردیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ اہل مکہ کرین تو سب آپکی
حمایت کرین - یہ حال دیکھکر کافرون نے باہم معاہدہ
لکھکر کعبہ مین آویزان کیا جیسا کہ دستور تھا کہ کوئی
شخص بنی ہاشم کے ساتھ خرید و فروخت نہ کرے
ان کے ساتھ نشست و برخاست مناکحت بیاہ
نہ کرے حضرت ابوطالب مجبوراً مع تمام بنی ہاشم کے
مکہ سے چلے گئے اور مکے کے مشرقی جانب پہاڑی
چٹانون سے گھرا ہوا ایک مقام تھا وہان سکونت
اختیار کی - اس مقام کا نام شعب ابی طالب ہے
یہ واقعہ ۷ سنہ نبوت کا ہے - شعب ابی طالب مین
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کم تین برس رہے -

یہ زمانہ بہت سختی اور تکلیف مین گزرا۔ بالآخر
انھین سنگدل کافرون مین کے کچھ لوگ اپنے
لکھے ہوے معاہدہ کو توڑنے پر آمادہ ہوے اور
حق تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ
وحی اطلاع دی کہ اُس معاہدہ کو تمام دیمک نے
کھا لیا صرف اللہ کا نام باقی رہگیا ہے اور بس۔
حضرت نے یہ واقعہ حضرت ابی طالب سے بیان کیا
انھون نے جاکر کفار مکہ سے کہا اسپر وہ معاہدہ
ٹوٹ گیا اور سنہ ۱۰ نبوت مین حضرت مع تمام بنی ہاشم
کے شعب ابی طالب سے باہر آئے۔

(۷) شعب ابی طالب سے نکلنے کے آٹھ ماہ
اکیس دن بعد حضرت ابو طالب کی وفات ہو گئی
اور اسکے تین دن بعد حضرت خدیجہ نے جنۃ الفردوس
کی راہ لی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل
تنہا ہوگئے۔ کچھ تھوڑی بہت تقویت جو ابو طالب
کیطرف سے تھی اور کچھ انس و غمخواری جو حضرت
خدیجہ سے ظہور مین آتی تھی سب منقطع ہوگئی۔

ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات

(۸) اسی سنہ نبوت مین بعد وفات ابو طالب و
حضرت خدیجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شہر طائف
اور قبائل ثقیف کیطرف تشریف لیگئے تاکہ انکو گون کو
اسلام کی دعوت دین۔ مگر ان لوگون نے آپکے

سفر طائف

ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ کیا آپ کی مہمان نوازی کیا
یہ کی کہ اپنے غلامون اور احمقون کو لگا دیا انھون نے
آپکو گالیان دینا اور پتھر مارنا شروع کیا یہانتک
کہ دونون پاے مبارک خون آلود ہوگئے حضرت
اسی حال مین وہان سے واپس آئے اثناے راہ
مین ایک باغ ملا اسکے ایک درخت کے سایہ مین
حضرت بیٹھ گئے۔ مالک باغ نے مسافر غریب الوطن
سمجھکر کچھ انگور ایک طبق مین رکھکر اپنے غلام کے
ہاتھ آپ کے پاس بھیجے اُس غلام کو آپنے تلقین
اسلام فرمائی وہ مسلمان ہوگیا۔ نام انکا عداس
تھا۔ نیز اثناے راہ مین بمقام نخلہ (جو مکہ سے
ایکدن کی مسافت پر ہے) کچھ دیر آپ ٹھیرے اور
سات جن مقام نصیبین کے رہنے والے آئے
اور قرآن سنکر حضرت پر ایمان لائے۔ سورۂ جن
مین اس واقعہ کا ذکر ہے۔

(۹) سنہ ۱۱ نبوت مین انصار کو حق تعالی نے
اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ مختصر کیفیت اسکی
اس طرح پر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج
مین اطراف وجوانب کے قبائل کے پاس جو بغرض حج
آتے تھے تشریف لیجاتے تھے اور اُنسے فرماتے کہ
کہ قریش مجھے بہت ستاتے ہین اور تبلیغ احکام الٰہی

مین مزاحمت کرتے ہین تم لوگ میری مدد کرو اور مجھے اپنے یہان لیچلو۔ مگر کوئی بھی آپ کی بات نہ سنتا یہانتک کہ اسی سلسلے مین ایک مرتبہ حضرت کا گذر اُس مقام پر ہوا جہان مدینۂ منورہ کے لوگ ٹھیرے ہوئے تھے اُنسے بھی حضرت نے ایسا ہی فرمایا وہ لوگ چونکہ یہودان مدینہ سے نبی امی صلی اللہ علیہ کا تذکرہ سُن چکے تھے اور اُنکو حضرت کے ظہور کا علم تھا اس سبب سے وہ فوراً متوجہ ہو گئے اور چھہ آدمی انمین سے اُسی وقت اسلام لائے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہ بیعت چونکہ مقام عقبہ مین ہوئی تھی اسی واسطے اسکو بیعت عقبۂ اولیٰ کہتے ہین۔ ان لوگون نے مدینۂ منورہ پہونچکر حضرت کا ذکر خیر ہر ایکسے کرنا شروع کیا۔ کوئی گھر مدینہ کا ایسا نہ تھا جسمین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا نہ ہو۔ یہان تک کہ سال آئندہ بارہ شخص مدینہ منورہ سے آکر حضرت سے ملے۔ پانچ وہ جو سال گذشتہ مین اسلام لا چکے تھے اور سات اور۔ یہ بیعت عقبۂ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ان لوگون کی وجہ سے مدینۂ منورہ مین اسلام کا خوب چرچا ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو قرآن کی تعلیم کیلیے مدینۂ منورہ بھیجدیا۔ پھر سال آئندہ مین ستتر آدمی مدینۂ منورہ سے آکر مشرف باسلام ہوے۔ یہ بیعت عقبۂ ثالثہ کہلاتی ہے۔ اب مدینہ منورہ مین اسلام کی خوب اشاعت ہو گئی اور ایک بڑی جماعت خدا پرستون کی وہان قائم ہو گئی۔ انھین لوگون کو قرآن شریف مین انصار کا لقب دیا گیا ہے۔ انصار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے باصرار تمام التجا کی کہ حضرت آپ مدینۂ منورہ چلیے مکہ کو چھوڑ دیجیے۔ حضرت نے انکی درخواست منظور فرمائی مگر تعیین وقت کو خدا کے حکم پر حوالہ کیا۔

(۱۰) سنہ ۱۲ نبوت مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی جو آپ کے فضائل مختصہ سے ہے۔ اسوقت عمر شریف اکاون برس نو ماہ تھی حضرت جبریل براق لیکر خدمت اقدس مین حاضر ہوے اور حضرت کو اُسپر سوار کر کے پہلے بیت المقدس لیگئے۔ پھر وہان سے آسمانون پر لیگئے وہان کے عجائب و غرائب آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ حق سبحانہ کے دیدار سے مشرف ہوے جنت دیکھی دوزخ دیکھی۔ انبیا علیہم السلام سے ملاقات کی۔ وہین پنجوقتی نماز کی فرضیت کا حکم ملا۔ یہ معراج جسمانی تھی۔ تاریخ مین اختلاف ہے۔ بعض نے ۲۷۔

ربیع الاول لکھی ہے۔ بعض نے ۲۷ ربیع الآخر بعض نے ۲۷ رجب اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ اسکے علاوہ روحانی معراج ۳۳ بار ہوئی جیسا کہ امام شعرانی نے لکھا ہے۔

(۱۱) جب انصار سے بیعت عقبہ ہو چکی اور وہ لوگ ہر طرح سے نصرت و معاونت پر کمر بستہ ہوے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان اصحاب سے جو مکہ میں تھے حکم دیا کہ آہستہ آہستہ ایک ایک کرکے مدینہ کی طرف چلے جائیں۔ چنانچہ یہ سب لوگ مخفی طور پر چلے گئے۔ مگر حضرت فاروق اعظم دلیرانہ یہ کہکر وہان سے چلے کہ مین اس وقت ہجرت کرتا ہون یہ نہ کہنا کہ چھپ کر بھاگ گیا۔ تم مین سے جسکو اپنے بچون کا یتیم کرنا اور عورتو نکا بیوہ کرنا منظور ہو وہ حرم سے باہر نکل کر مجھے روک لے۔ مگر کسی نے نہ روکا۔ بس اب مکہ مین سوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور علی مرتضیٰ و چند ضعفاء کے کوئی باقی نہ رہا پھر شب جمعہ کو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے ہمراہ لیکر مکہ سے روانہ ہوگئے اور تین دن غار ثور مین اقامت فرمائی۔ وہان سے روانہ ہوکر ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ کو مدینہ منورہ پہونچگئے۔

اس سفر مین حضرت صدیق اکبر نے جیسی بے نظیر رفاقت کی اور مدینہ منورہ مین انصار نے جس شان کے ساتھ آپکا استقبال کیا اور جس جوش محبت کا اس موقع پر ظہور ہوا اسکی کیفیت اس مختصر مین نہین آسکتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جسوقت حضور مدینہ مین داخل ہوے عجب عید اور عجب بہار کا دن تھا۔ تمام مدینہ مین ایک شور تھا گلی کوچون مین بچے یہ کہتے پھرتے تھے۔ جاء نبی اللہ جاء رسول اللہ یعنی نبی اللہ تشریف لائے رسول اللہ تشریف لائے۔ انصاری خواتین نے یہ اشعار اسوقت موزون کیے تھے[ع]

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایہا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

اب وہ زمانہ آگیا کہ اسلام کی شوکت و قوت روز افزون ترقی کرے اور ابتداء بعثت مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشینگوئیان کسریٰ و قیصر کے ممالک کے مفتوح ہونے اور مسلمانون کے ہاتھ مین عرب و عجم کی بادشاہت کے آنیکے متعلق

ع ماہ کامل نے ہمپر طلوع کیا۔ (مقام) ثنیات الوداع سے۔ اس نعمت کا شکر ہمپر واجب ہے۔ جبتک کوئی دعا کرنیوالا اللہ سے دعا

[illegible]

فہرست وصولی و واپسی ویلیو

انجمن کے سالانہ چندون کے وصولی واپسی کی یہ تیسری فہرست ہے۔ پہلی دو فہرستون مین (۱۸۷) نام وصولی کے اور (۱۵۷) نام واپسی کے شائع ہو چکے ہین اور اس مرتبہ (۱۰۶) وصولی کے اور (۱۱۹) واپسی کے درج شائع کیے جاتے ہین۔ کُل میزان وصولی کی (۲۸۹۱) ہوئی اور واپسی کی (۲۷۵)

فہرست وصولی

(۱) رمضان علی صاحب انصاری بریلی (۲) قمر یعقوب صاحب ... (۳) محمد احسن صاحب لال پور (۴) بہادر علی خان صاحب باغی پور (۵) عبد الصمد صاحب تیماری (۶) مظہر الحق صاحب مونگیر (۷) غلام حبیب صاحب لکھنؤ (۸) محی الدین صاحب بنگلور (۹) فیاض حسین صاحب فیض آباد (۱۰) مولوی ... علی صاحب سلطانپور (۱۱) عبد الحفیظ صاحب لکھنؤ (۱۲) حکیم تفضل حسین صاحب رامپور (۱۳) چھوٹو خان صاحب پٹنہ (۱۴) خدا بخش صاحب بمبئی (۱۵) وحید الدین صاحب فیض آباد (۱۶) محمد ابراہیم صاحب بمبئی (۱۷) محمد عباس صاحب مظفر پور (۱۸) عبد الرزاق صاحب دربھنگہ (۱۹) شاہ عبد القادر صاحب پٹنہ (۲۰) فضل احمد صاحب مظفرپور (۲۱) شاہ عین الحق صاحب چھپرا (۲۲) اکبر علی صاحب بارہ بنکی (۲۳) نصیر الدین صاحب مدراس (۲۴) اکرام اللہ خان صاحب بریلی (۲۵) محمد حسن صاحب بلند شہر (۲۶) ممتاز علی صاحب قنوج (۲۷) اصغر علی صاحب سلطانپور (۲۸) نور احمد صاحب سیالکوٹ (۲۹) احکام الدین صاحب سلطانپور (۳۰) فرحت علی صاحب الہ آباد (۳۱) عبد الغفار صاحب بنگلور (۳۲) حاجی اسمٰعیل صاحب دکن (۳۳) حیدر خان صاحب بہرائچ (۳۴) طاہر مرزا صاحب گورکھپور (۳۵) حسن الدین صاحب بارہ بنکی (۳۶) غفران صاحب بجنور (۳۷) عبد الباقی صاحب الہ آباد (۳۸) عبد الغفور صاحب جونپور (۳۹) عبد اللہ صاحب مرادآباد (۴۰) محمد محسن صاحب ہردوئی (۴۱) محمد زکریا صاحب جونپور (۴۲) بادشاہ حسین خان صاحب رامپور (۴۳) نور محمد صاحب اعظم گڑھ (۴۴) مصطفےٰ علی صاحب فیض آباد (۴۵) علی بہادر خان صاحب بہرائچ (۴۶) عبد الحافظ خان صاحب آناؤ (۴۷) محمد زمان خان صاحب بلند شہر (۴۸) نوازش احمد صاحب بریلی (۴۹) گل محمد صاحب سندھ (۵۰) مدو خان صاحب سندھ (۵۱) محب الحق صاحب نگینہ (۵۲) غیاث الدین صاحب پٹنہ (۵۳) رحمت خان صاحب سہارنپور (۵۴) مولوی حسام الدین صاحب میرٹھ (۵۵) عبد الجلیل صاحب باندہ (۵۶) مخدوم صاحب بمبئی (۵۷) سرفراز خان صاحب سیتاپور (۵۸) ظہور الدین صاحب باندہ (۵۹) بشیر احمد صاحب بریلی (۶۰) کریم اللہ صاحب سندھ (۶۱) بدر الدین صاحب بمبئی (۶۲) احمد سعید صاحب فرخ آباد (۶۳) محمد اکرام صاحب پرتاب گڑھ

(۶۴) حسین بخش صاحب گوردا سپور (۶۵) کریم الدین صاحب دکن (۶۶) محمد الدین صاحب رنگون (۶۷) میر ولایت حسین صاحب گیا

(۶۸) عبدالوحید صاحب بنگلور (۶۹) امتیاز علی خان صاحب گورکھپور (۷۰) محبوب حسن صاحب دکن (۷۱) بدرالدین احمد صاحب ڈیرہ

(۷۲) محمد عثمان صاحب سارن (۷۶) غلام محمد صاحب پنجاب (۷۷) عبدالرافع خان صاحب علیگڑھ (۷۸) محمد صدیق صاحب بیکانیر

(۷۹) رحمت اللہ صاحب برہما (۸۰) محمد اسحاق صاحب فرخ آباد (۸۱) علاء الدین صاحب لکھنؤ (۸۲) غلام احمد صاحب بہاولپور

(۸۳) محمد یونس صاحب پرتاب گڑھ (۸۴) عبدالعزیز صاحب سیتاپور (۸۵) فضل احمد صاحب پرتاب گڑھ (۸۶) احمد خان صاحب کشمیر

(۸۷) برکت اللہ صاحب بستی (۸۸) ارادت کریم صاحب گیا (۸۹) ابوالفتح صاحب مظفرپور (۹۰) عبدالرزاق صاحب بھوپال

(۹۱) امین الدین صاحب پرتاب گڑھ (۹۲) عبداللہ صاحب چھپرا (۹۳) انعام اللہ صاحب فتحپور (۹۴) امیر الدین صاحب دربھنگہ

(۹۵) خورشید بیگ صاحب جے پور (۹۶) محمد سلیم صاحب گونڈہ (۹۷) افضال الحق صاحب لکھنؤ (۹۸) فخرالدین صاحب بوشنگ آباد

(۹۹) غلام محی الدین صاحب بمبئی (۱۰۰) محمد اسحاق صاحب پرتاب گڑھ (۱۰۱) نصرالدین صاحب بہرائچ (۱۰۲) رفیع الدین صاحب فیض آباد

معذرت

وصولی اور واپسی کے نام نہایت مختصر لکھے گئے حتی کہ امتیازی القاب بھی انکے ساتھ نہیں ہیں۔ ناظرین اسکا خیال نہ فرمائیں۔ کاپی لکھ جانے کے بعد مجھے یہ امر معلوم ہوا ورنہ پہلے اصلاح ہو جاتی۔ اسکا مجھے خود افسوس ہے۔

فہرست واپسی

(۱) محمد علیشاہ صاحب کراچی (۲) مولوی عبیداللہ صاحب سندھ (۳) عبدالغنی صاحب غازیپور

(۴) حیات علی صاحب گوجرانوالہ (۵) ابراہیم صاحب سارن (۶) محمد حامد صاحب گونڈہ (۷) بیدار شاہ صاحب بہرائچ

(۸) محمد باقر صاحب فیض آباد (۹) غلام حسین صاحب برار (۱۰) محمد اسمعیل صاحب اُڑیسہ (۱۱) ارشاد اللہ صاحب سندھ

(۱۲) انوار احمد صاحب دربھنگہ (۱۳) نبی بخش صاحب " (۱۴) عبدالحکیم صاحب پٹنہ (۱۵) محمد دین صاحب پنجاب

(۱۶) عبدالحمید صاحب کلکتہ (۱۷) رحمت اللہ صاحب غازیپور (۱۸) سید ابراہیم صاحب بارہ بنکی (۱۹) سیف صاحب کانپور

(۲۰) رحمت اللہ صاحب برہما (۲۱) برکت اللہ صاحب دکن (۲۲) محمد صاحب رنگون (۲۳) احمد علی صاحب بنگلور

(۲۴) محمد امیر صاحب دربھنگہ (۲۵) ابوالحسن صاحب بھرت پور (۲۶) حسام الدین صاحب باندہ (۲۷) اکرام اشرف صاحب بارہ بنکی

(۲۸) صبیح العالم صاحب بھاگلپور (۲۹) عبدالحمید صاحب بھوپال (۳۰) فضل علی صاحب دکن (۳۱) محبوب علی صاحب دکن

(۳۲) فضل محمد صاحب سندھ (۳۳) محمد زکریا صاحب ملیبار (۳۴) محمد حسین صاحب میسور (۳۵) رحمت اللہ صاحب غازیپور

(۳۵) حافظ احمد صاحب پرتاب گڑھ (۳۶) وصف الرحمن صاحب پورنیہ (۳۷) عبدالکریم صاحب دکن (۳۸) نورالحق صاحب پورنیہ

(۳۹) محمد یحییٰ صاحب کلکتہ (۴۰) محمد عبداللطیف صاحب مرادآباد (۴۱) قطب الدین صاحب مرزاپور (۴۲) منور علیصاحب پورنیہ

(۴۳) عظمت احمد صاحب آسام (۴۴) محمود حسن صاحب بلگرام (۴۵) ظہیر الدین صاحب رانچی (۴۶) کریم اللہ صاحب - لکھنؤ

(۴۷) شمس الحق صاحب پٹنہ (۴۸) محمد یعقوب صاحب بدایوں (۴۹) محمد زکی صاحب بہرائچ (۵۰) برہان الدین صاحب دکن

(۵۱) احمد علیصاحب پورنیہ (۵۲) الٰہی بخش صاحب کشمیر (۵۳) محی الدین صاحب دکن (۵۴) عبدالرحیم خان اعظم گڑھ

(۵۵) عبدالودود صاحب مظفرپور (۵۶) محمد ادریس صاحب کاٹھیاواڑ (۵۷) عبدالقیوم صاحب دکن (۵۸) مظفر احمد خان صاحب [illegible]

(۵۹) مظہر الحق صاحب ڈھاکہ (۶۰) کبیر احمد صاحب رائے بریلی (۶۱) محمد امین صاحب الٰہ آباد (۶۲) سید احمد صاحب کھیری

(۶۳) فراق حسین صاحب بستی (۶۴) علی اختر صاحب بنارس (۶۵) عبدالعزیز صاحب رائے بریلی (۶۶) دستگیر خانصاحب برار

(۶۸) سخاوت علیصاحب بھوپال (۶۹) سید محمد ابراہیم بارہ بنکی (۷۰) علی حسین صاحب الٰہ آباد (۷۱) علی محمد صاحب پنجاب

(۷۲) غلام علیصاحب بہار (۷۳) سیف علی صاحب کانپور (۷۴) رحمت اللہ صاحب غازیپور (۷۵) محمد ابراہیم صاحب بہرائچ

(۷۶) محمد اسمٰعیل صاحب مظفرپور (۷۷) قمرالدین صاحب کانپور (۷۸) محمد نعیم الدین صاحب باندہ (۷۹) محمد خلیل صاحب اعظم گڑھ

(۸۰) فریدالدین صاحب بالاگھاٹ (۸۱) قسیم الدین صاحب پٹنہ (۸۲) رضا علی صاحب فتحپور (۸۳) محمد صدیق صاحب بلیا

(۸۴) نصراللہ صاحب لکھنؤ (۸۵) سراج الدین صاحب بیجاپور (۸۶) محمد دین صاحب پنجاب (۸۷) عبدالحمید صاحب - کلکتہ

(۸۸) عبدالواحد صاحب الور (۸۹) گلاب خانصاحب بھرتپور (۹۰) ضیاء الدین صاحب بنارس (۹۱) شریف خانصاحب سلطانپور

(۹۲) حبیب احمد صاحب منصوری (۹۳) عبدالحی صاحب ناگپور (۹۴) یعقوب علیصاحب بمبئی (۹۵) فضل حق صاحب راجگڑھ

(۹۶) نظام احمد صاحب سیتاپور (۹۷) عبدالصمد صاحب آسام (۹۸) محمد جمیل صاحب فیض آباد (۹۹) مظہر حسن صاحب مظفرپور

(۱۰۰) محمد یوسف صاحب سیالکوٹ (۱۰۱) اکرم حسین صاحب فیض آباد (۱۰۲) فرزند علیصاحب سیتاپور (۱۰۳) احمد اشرف صاحب الٰہ آباد

(۱۰۴) بشیر احمد صاحب بھوپال (۱۰۵) محمد طیب صاحب کلکتہ (۱۰۶) علی حسن خانصاحب جھانسی (۱۰۷) محبوب علیصاحب دکن

(۱۰۸) عبدالکریم صاحب - دکن (۱۰۹) جان محمد صاحب دکن (۱۱۰) محمد ملک صاحب برہما (۱۱۱) فیض محمد صاحب سندھ

(۱۱۲) دین محمد صاحب فیض آباد (۱۱۳) مظہر عالم صاحب مظفرپور (۱۱۴) دوست محمد صاحب منصوری (۱۱۵) محی الدین صاحب - دکن

(۱۱۶) اثبت اسلام صاحب برہما (۱۱۷) عبدالرحیم صاحب دکن (۱۱۸) احسان حسن مظفرپور (۱۱۹) عبدالرزاق صاحب [illegible]

دفتر النجم کی موجودہ کتب کی رعایتی فہرست

اسکی مرتبہ ماہ ربیع الاول مین بھی وہی عظیم الشان رعایت کیجاتی ہے جو سوا ماہ مبارک کے کبھی نہ ہوتی تھی۔ یہ رعایت صرف ماہ ربیع الاول کیلیئے ہے۔ بعد اس مہینے کے پھر وہی اصلی قیمت رہیگی۔

نام کتاب	مختصر کیفیت	[illegible]	[illegible]
علم الفقہ تالیف مولانا محمد عبد الشکور مدیر النجم مترجم انصاف وازالۃ الخفا وتاریخ طبری وغیرہ وغیرہ	جسمین حنفی فقہ کی مستند کتابون سے تمام ضروری مسائل عام فہم اردو مین کیے گئے ہین قابل قدر چند امور ہین (۱) زبان صاف اور سلیس طرز بیان دلکش (۲) ہر مسالہ کی خصوصاً اختلافی مسائل کی بہت تحقیق کی گئی ہے محقق اور مفتیٰ اقوال لکھے گئے ہین (۳) حتی الامکان کوئی ضروری مسالہ چھوٹنے نہین پایا فقہ کی کسی دوسری کتاب مین اسقدر کثرت سے مسائل نہ ملینگے (۴) مسائل کی ترتیب نفیس اور خوش آیند ہے (۵) موقع موقع سے احادیث بھی حاشیہ پر لکھی گئی ہین (۶) ہر جلد کے آخر مین ایک چہل حدیث اور چالیس اقوال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے لکھے گئے ہین۔ یہ بھی ایک نایاب ذخیرہ ہے اس کتاب کو دیکھکر مذہبی مسائل سے اچھی طرح واقفیت ہو سکتی ہے۔ چھ جلدین اس کتاب کی بالفعل تیار ہین۔ جلد اول طہارت کا بیان۔ جلد دوم نماز کا بیان جلد سوم روزہ کا بیان۔ جلد چہارم زکوۃ وعشر وغیرہ کے مسائل۔ جلد پنجم حج وزیارت کا بیان۔ جلد ششم نکاح کا بیان۔	جلد اول [illegible] دوم [illegible] سوم [illegible] چہارم [illegible] پنجم [illegible] ششم [illegible]	[illegible] ۹/
ترجمہ اسد الغابہ تالیف علامہ ابن اثیر جزری	جسمین (۷۵۰۰) صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات ہیں۔ اردو مین کوئی کتاب ایسی نہ تھی جسمین تمام صحابہ کا تذکرہ ہو۔ آٹھ جلدین اس کتاب کی تیار ہین۔ پہلی جلد مین آنحضرت صلعم کے مختصر اور جامع تذکرہ کے بعد (۲۴۴) صحابہ کا ذکر ہے۔ دوسری جلد مین (۸۲۶) صحابہ کا تذکرہ ہے۔ تیسری جلد مین (۱۰۷۵) صحابہ کا ذکر ہے۔ چوتھی جلد مین (۲۰۰ ...) صحابہ کا ذکر ہے۔ پانچوین جلد	فی جلد [illegible]	فی جلد [illegible]

	میں (۱۰۰) صحابہ کا ذکر ہے۔ چھٹی جلد میں (۱۰۰) صحابہ کا ذکر ہے۔ ساتویں جلد میں (۱۰۰) صحابہ کا ذکر ہے۔ آٹھویں جلد میں (۱۵۸) صحابہ کا ذکر ہے۔	مجلد	مجلد
مجمل حدیث (از حضرت امام ربانی)	یہ مجمل حدیث حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی جمع کی ہوئی ہے جو تمام ضروری مسئلوں کے متعلق صحیح حدیثیں صرف نماز روزہ کے متعلق جمع کی ہیں۔ یہ مجمل حدیث اب تک نہیں چھپی ہوئی تھی۔ اسکا ترجمہ کرکے نہایت اہتمام سے چھپوایا ہے۔ اصل عربی بااعراب دیے ہیں۔ بین السطور میں ترجمہ ہے۔	۴۰	۱/
ترجمہ تاریخ طبری (مولانا [illegible])	تاریخ کی یہ قدیم و مستند تاریخ محتاج تعارف نہیں۔ اسکے ترجمہ کا خیال بھی تھا۔ بحمد اللہ اس کتاب کا ترجمہ شروع ہو گیا۔ پہلی جلد کامل موجود ہے جس میں ابتدا آفرینش سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کے حالات ہیں۔	۷	مجلد
آیات بینات (مصنفہ نواب محسن الملک مرحوم مغفور)	اس وقت اس بے نظیر کتاب کی تینوں جلدیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ لکھائی چھپائی تینوں جلدوں کی نہایت اعلیٰ ہے۔ مضامین کی عمدگی و خوبی کی نسبت کچھ لکھنا فضول ہے۔ کیونکہ اس کتاب کی شہرت ایسی نہیں جو کچھ کہنے کی ضرورت ہو۔ پہلی دونوں جلدوں میں صحابہ کرام کے فضائل عقلی و نقلی شواہد اور مسلمہ فریقین دلائل سے دلچسپ عبارت میں بیان کیے ہیں اور شیعوں کی صحیح و معتبر روایات تقریباً دو سو نقل کی ہیں۔ جلد اول کے آخر میں نکاح ام کلثوم کی بحث بہت ہی نفیس ہے۔ جلد سوم میں طعن فدک کے قلع قمع کے علاوہ شروع میں چند مقدمات لکھے ہیں اور ان میں ایسے عمدہ اور کارآمد مضامین بیان کیے ہیں اور کتب شیعہ سے ایسا عمدہ سامان فراہم کیا ہے کہ اسکی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔	جلد اول و دوم [illegible] جلد سوم ۱۵۰	[illegible]
مطرقۃ الکرامۃ	رد شیعہ میں بے نظیر کتاب ہے۔ اسکے دیکھنے سے مذہب شیعہ کی پوری حقیقت کھل جاتی ہے۔ اہل سنت کے خاص عقائد کا ضروری علم حاصل ہو جاتا ہے۔ استدلال کی متانت		

یہ سب کتب بھی دفتر النجم لکھنؤ سے طلب کیجیے

نام کتاب	مختصر کیفیت	[illegible]	[illegible]
ہے	اور عبارت کی صفائی۔ اور شیعون کی عجیب غریب روایتون کا لطف دیکھنے ہی پر موقوف ہے	۸/	۵/
تحقیق المسائل	مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان جو مسائل مختلف فیہ ہین۔ اُنکا معقول فیصلہ۔ اجماع و قیاس کا حجت شرعی ہونا۔ مجتہد اور اجماع کی تعریف انکے اقسام تقلید کا آیات قرآنیہ احادیث و آثار صحابہؓ اقوال علما و فقہا سے ثبوت آخر کتاب مین ایک قابل قدر رسالہ ہے۔	۴/	۳/
مضامین مناظرہ (الہدیت) مولانا محمد عبد الشکور ۔۔۔	پورا لطف دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ سلیس و دلچسپ اردو مین علمی تحقیقات۔ قرآن و حدیث کے معرکۃ الآرا مسائل۔ شیعون کے عقائد کی تنقید۔ انکے امام مولوی حامد حسین کی کتاب استقصا کے عجیب و غریب لطیفے۔ غرض جو بحث ہے دلچسپ ہے۔ پانچ حصے تیار ہین۔ پہلے اور دوسرے مین علاوہ اور کار آمد مضامین کے قرآن کریم کے متعلق ایسے انیق مباحث ہین جنکے دیکھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور قرآن پاک کی رفعت و عظمت و جلالت ظاہر ہوتی ہے تیسرے۔ اور چوتھے۔ اور پانچوین مین فن حدیث کے مباحث ہین جو ابتک اُردو مین کسی نے نہ لکھے تھے۔	حصہ اول ۱۲/ " دوم ۸/ " سوم ۸/ " چہارم ۸/ " پنجم ۸/	۶/ ۶/ ۶/ ۶/ ۶/
الانصاف مترجم (اردو ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب)	جسقدر فقہی اختلافات امت مرحومہ مین واقع ہوے سبکے وجوہ و اسباب ایسی عمدہ تقریر سے بیان کیے ہین کہ پوری تشفی ہو جاتی ہے سیکڑون کتابون کے دیکھنے سے وہ نتیجہ نہ حاصل ہوگا جو اس سے حاصل ہوتا ہے۔	۸/	۶/
رسالہ القضاء والقدر مترجم	مصنف علام نے محققانہ طریقہ سے تقدیر و تدبیر کے مسائل بیان کیے ہین۔ حکیمانہ اسلوب سے تدبیر کی ضرورت اور اسکی خوبیان عقلی و شرعی دکھلائی ہین بنی نوع انسان کے ترقی و تنزل کا اصلی راز بتایا ہے۔	۴/	۳/

مقدس بشارات	جس مین توریت وانجیل وصحف انبیای سابقین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف وصریح بشارتین نقل کی ہین ۔	۲ر	۱۰ر
بہشتی زیور	مسائل شرعیہ بلکہ مصالح دارین کا خزانہ ۔ بچون کے خاصکر لڑکیون کے لیے بے نظیر ہے پوری کتاب کے دس حصے ہین ۔	فی حصہ ۳۰ر	سب کے خریدار ۱۴ر
المنطق	سلیس اُردو مین علم منطق کی اصطلاحات کا حل مبتدیون کے لیے بکارآمد چیز ہے ۔ ترتیب وطرز ادا جدید ۔ اکثر مثالین فقہ وکلام کے مسائل سے دی ہین ۔	۲۰ر	۳ر
الفلسفہ	قدیم یونانی فلسفہ سے واقف ہونیکے لیے بکارآمد رسالہ ہے ۔	۲ر	۱۰ر
البیان الصحیح	ایک قادیانی کے رسالہ متعلق وفات مسیح کا رد ۔ آخر مین مدیر النجم کی ایک مختصر اور جامع تحریر ہے ۔		
تحقیق البیان	بدعات کی تحقیق وتردید اور جابجا دلچسپ نظم	۳ر	۲ر
تحفۃ الذاکرین	ذکر بالجہر کی تائید مین ایک ولایتی بزرگ کا قدیم رسالہ ہے ۔	۲ر	۱۰ر
قصد السبیل	مختصر رسالہ ہے مگر بہت کارآمد ہے خصوصاً اُن لوگون کے لیے جو علم باطن اور سلوک کا شوق رکھتے ہین رہبر کامل کا حکم رکھتا ہے ۔	ــر	۱ر
برکات المکی	اُن سوالات کا مجموعہ جو مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی سے کیے گئے تھے ۔ جن کے جواب سے وہ اور اُن کی جماعت عاجز رہی عجیب نفع بخش سوالات ہین ۔	۳ر	۲ر
دستِ غیب	یہ رسالہ بھی عجیب وغریب اور قابل دید ہے ۔ مصنفہ مولوی اصغر حسین دیوبندی	۱۰ر	۱ر
فتاوی اشرفیہ	مولانا اشرف علیصاحب تھانوی کے قابل قدر فتوون کا مجموعہ	۲ر	۱۰ر

نام کتاب	مختصر کیفیت	[illegible]	[illegible]
ترجمہ فتاوی عزیزی	حضرت اُستاد البریہ صاحب قوت قدسیہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نام سے کون مسلمان واقف نہین ہے۔ اپنے زمانہ مین عرب عجم کے ملجا وماوی تھے۔ دُور دُور سے طالبان علم انکا نام سنکر ہندوستان آتے تھے۔ اطراف عالم سے انکی خدمت مین لوگ فتوے بھیجتے تھے۔ پہلے انکے فتوون کا مجموعہ زبان فارسی چھپا تھا۔ اب اسکا ترجمہ اردو مین چھپ گیا۔ دہلی کا چھپا ہوا ہے مسلمانون کے روزمرہ کام آنیوالی چیز ہے۔	[illegible]	[illegible]
مناظرہ جدید شیعہ و سنی مع ضمیمہ	اس مباحثہ کی کل کارروائی دستخطی جو روبروے پنڈت جگت پرشاد صاحب شاستری انتخاب ہند ہوئی۔ جسمین حق تعالی کی مدد سے اہل حق کو فتح ملی۔ اور ثابت ہوگیا کہ شیعون کا ایمان قرآن شریف پر نہین ہے اور نہ ہوسکتا ہے	[illegible]	[illegible]
مجموعہ وظائف اکسیر اعظم	یہ مجموعہ وظائف ابھی حال ہی مین طبع ہوا ہے۔ اس مجموعہ مین چھ رسالے ہین۔ حزب البحر حزب الاعظم دعاے مغنی چہل اسماء اعظم اسماء بدرین شجرہ منظوم۔ کاغذ۔ چھپائی نہایت عمدہ ہے۔ پیمانہ بہت دلکش۔	[illegible]	[illegible]
الدر المکنون فی تحقیق الطاعون	طاعون کے متعلق اردو مین ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ نہایت عمدہ ترتیب سے مفید مضامین جمع کیے گئے ہین۔ طاعون کی طبی و شرعی تحقیق۔ علماء کرام کے تجربے واقوال۔ طاعون کی تاریخ۔ طاعون قبل اسلام۔ بعد اسلام کس کس زمانہ اور مقام پر طاعون پھیلا۔ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ کے طاعون کے عبرت انگیز ونصیحت بخش واقعات۔ طاعونی مقامات کے متعلق شرعی احکام۔ شرعی اسباب اور شرعی علاجات وغیرہ وغیرہ درج ہین۔ نہایت عمدہ کتاب ہے پوری کیفیت کتاب دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔	[illegible]	[illegible]

(المشتہر) مینیجر النجم لکھنؤ

الاخبار كلها لا تخلوا من قسم من هذه الاقسام ووجدت ايضا ما عملنا عليه في هذا الكتاب في غيره من كتبنا في الفتاوى في الحلال والحرام لا يخلو من واحد من هذه الاقسام ولم نشرع في اول كل باب في ذكر ما رجحنا به الاخبار التي عملنا عليها وان كنا قد شرحنا في كثير من ذلك طلبا للايجاز والاختصار واقتصرنا على هذه الجملة التي قدمناها اذ كان المقصود بهذا الكتاب من كان متوسطا في العلوم ومن كان بهذه المنزلة تنبه وفي تأمل من تبيين ما ذكرناه ونحن الان نبتدي في كتابنا هذا بذكر ابواب المياه واحكامها وما اختلف فيه من الاخبار حسب ما ضمناه في كتابنا الموسوم بالنهاية في الفتاوى والله الموفق للصواب

تو تم حدیثون کو اِن قسمون سے خالی نہ پاؤگے اور تم یہ بھی دیکھوگے کہ جو عمل ہمنے اپنی اس کتاب مین اور نیز دوسری کتابون مین اور حلال وحرام کے فتوون مین کیا ہے وہ بھی ان قسمون سے خالی نہین ہے ۔ ہمنے ہر باب کے شروع مین ان قواعد کو جن سے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دی ہے بیان نہین کیا اگرچہ اکثر مقامات مین اس کو بیان کردیا ہے ۔ کیونکہ ہمین ایجاز واختصار مقصود ہے اور مین نے اُس خلاصہ پر اکتفا کی جسکو بیان کرچکا ۔ کیونکہ اس کتاب کا مخاطب وہ شخص ہے جو علم مین متوسط ہو ۔ اور جو شخص ایسا ہوگا اُسکو تھوڑے سے غور مین وہ باتین ظاہر ہوجائینگی جو ہمنے بیان کین ۔

اب ہم اصل مقصد کو شروع کرتے ہین اور سب سے پہلے پانی کے احکام بیان کرتے ہین اور جو اسکے متعلق حدیثین ہین جیسا کہ ہمنے اپنی کتاب فتاوی موسوم بہ نہایہ مین بیان کیا ہے اسی مقصد کے لیے جو ہمنے وہان بیان کیا ۔ اور اللہ توفیق دینے والا صواب کی ہے

ناقد کہتا ہے کہ اس مقام پر دو تین عادتین مصنف کی بیان کردینا مناسب ہے (۱) جو حدیث موافق مذہب مصنف کے ہوتی ہے اسکو مقدم کرتے ہین اور جو حدیثین مخالف مذہب کے ہوتی ہین اسکو مؤخر کرتے ہین (۲) اہل سنت کو عامہ کہتے ہین اور تمام شیعہ ایسا ہی کرتے تھے (۳) حدیث مخالف مذہب پر کہین کہین جرح بھی کی ہے مگر زیادہ تر تطبیق کی کوشش کی ہے اور تاویل سے کام لیا ہے یہی چیز خاص طور پر اس کتاب مین دیکھنے کی ہے ۱۲

ذکرناه هناک والله الموفق للصواب

كتاب الطهارة - ابواب المياه واحكامها باب مقدار الماء الذي لا ينجسه شيء اخبرني الشيخ ابو عبد الله محمد بن محمد بن
النعمان رحمه الله قال
اخبرني احمد بن محمد بن
الحسن بن الوليد عن ابيه
عن محمد بن الحسن الصفار
وسعد بن عبد الله عن
احمد بن محمد بن عيسى و
الحسين بن الحسن بن
ابان عن الحسين بن سعيد
عن ابن ابي عمير عن ابي
ايوب عن محمد بن مسلم عن
ابي عبد الله عليه السلام
انه سئل عن الماء تبول
فيه الدواب وتلغ فيه الكلاب
ويغتسل فيه الجنب قال
اذا كان الماء قدر كر لم
ينجسه شيء وبهذا الاسناد
عن الحسين بن سعيد
عن حماد بن عيسى عن
معاوية بن عمار عن ابي
عبد الله عليه السلام قال اذا كان الماء قدر كر لم ينجسه شيء واخبرني الشيخ رحمه الله عن ابي القاسم جعفر بن محمد بن قولويه عن محمد بن

كتاب الطهارت

باب اُس پانی کی مقدار جسکو کوئی چیز نجس نہین کر سکتی۔ مجھے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان رحمہ اللہ نے خبر دی۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے احمد بن محمد بن حسن بن ولید نے اپنے والد سے انھون نے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبد اللہ سے انھون نے احمد بن محمد بن عیسی سے اور حسین بن حسن بن ابان سے انھون نے حسین بن سعید سے انھون نے ابن ابی عمیر سے انھون نے ابو ایوب سے انھون نے محمد بن مسلم سے انھون نے ابو عبد اللہ (جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ جس پانی مین جانور پیشاب کرین اور کتے مُنہ ڈالین اور جُنب اُس سے غسل کرین (اُسکا کیا حکم ہے) امام نے فرمایا جب پانی بقدر کُر کے ہو تو اُسکو کوئی چیز نجس نہین کر سکتی۔

اور اسی سند کے ساتھ حسین بن سعید سے روایت ہے وہ حماد بن عیسی سے وہ معاویہ بن عمار سے وہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے تھے کہ انھون نے فرمایا جب پانی بقدر کُر کے ہو تو اُسکو کوئی چیز نجس نہین کر سکتی

اور مجھے شیخ رحمہ اللہ نے ابو القاسم یعنی جعفر بن محمد بن قولویہ سے انھون نے محمد بن

ناقد کہتا ہے کہ دیباچہ ختم ہو چکا۔ مصنف نے دیباچہ مین اپنی کتاب تہذیب کی تعریف و توصیف مین خوب خوب مبالغے کیے۔ اسکے بعد کتاب استبصار کی وجہ تالیف بیان کی ہے جس مین ایک خواہش جمیل ذکر کی ہے جسکے معنی ذکر خیر و نیکنامی۔ اس سے مصنف کی نیک نیتی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

يعقوب عن محمد بن اسمٰعيل عن الفضل بن شاذان عن صفوان وعلي بن ابراهيم عن ابيه عن حماد بن عيسى جميعا عن معاوية بن عمار

یعقوب سے روایت کرکے خبر دی انھون نے محمد بن اسمٰعیل سے انھون نے فضل بن شاذان سے انھون نے صفوان اور علی بن ابراہیم سے انھون نے اپنے والد سے اُنھون نے حماد بن عیسی سے ان سب نے معاویہ بن عمار سے روایت کی ہو وہ کہتے تھے مین نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے جب پانی بقدر کُر کے ہو تو اُسکو کوئی چیز نجس نہین کر سکتی۔

لیکن جو محمد بن یعقوب (کلینی) نے علی بن ابراہیم (قمی) سے اُنھون نے اپنے والد سے انھون نے محمد بن ابی عمیر اور محمد بن اسمٰعیل سے انھون نے فضل بن شاذان سے ان سب نے حماد بن عیسی سے انھون نے زرارہ سے اُنھون نے ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب پانی ایک مشک سے زیادہ ہو تو اُسکو کوئی چیز نجس نہین کر سکتی خواہ اُس مین گر کر (اور پھولکر) پھٹ جائے یا نہ پھٹے مگر یہ کہ اُس مین بو آجائے جو پانی کی بو پر غالب ہو پس یہ حدیث گذشتہ حدیثون کے مخالف نہین ہو کیونکہ امام نے فرمایا ہے کہ جب پانی ایک مشک سے زیادہ ہو پس معلوم ہوا کہ اُس کا نجس نہونا اسوقت ہے جبکہ ایک مشک سے زیادہ ہو اور ممکن ہے کہ اس زیادتی سے اس قدر زیادتی مراد ہو جس سے ایک کُر پورا ہوجائے۔ باقی رہی وہ حدیث جو محمد بن یعقوب (کلینی) نے علی بن ابراہیم سے اُنھون نے

له ناقد کہتا ہو کہ یہ تاویل الفاظِ روایت سے بہت دور ہے۔ روایت مین ایک مشک سے زیادہ ہونا مذکور ہے۔ اس زیادتی کو ایک مقدار خاص سے مقید کرنا اور پھر ایسی کہ جو مزید علیہ سے زائد یا اُسکی برابر ہوجائے۔ کلام کو بالکل مہمل بنانا ہو کما لا یخفی۔ ۱۲

قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول اذا كان الماء قدر كر لم ينجسه شيء محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن ابيه عن محمد بن ابي عمير [illegible] اسمٰعيل عن الفضل بن شاذان جميعا عن حماد بن عيسى عن حريز عن زرارة عن ابي جعفر عليه السلام قال اذا كان الماء اكثر من راوية لم ينجسه شيء تفسخ فيه او لم يتفسخ الا ان يجيء له ريح تغلب على ريح الماء فقد [illegible] الاخبار [illegible] قال [illegible] اكثر من راوية [illegible]

من الراوية وذلك الزيادة لا تمنع ان يكون المراد بها ما يكون به تمام الكر واما ما رواه محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن

عن عبد الله بن المغیرة عن بعض اصحابنا عن ابی عبد الله علیه السلام قال الکر من الماء نحو حبی ہذا واشار الی حب من تلک الحباب التی
تکون بالمدینة فلا
یمتنع ان یکون الحب
یسع من الماء مقدار الکر
ولیس ہذا ببعید فاما ما رواه
محمد بن علی بن محبوب عن
العباس عن عبد الله
بن المغیرة عن بعض اصحابه
عن ابی عبد الله علیه السلام
قال اذا کان الماء قدر
قلتین لم ینجسه شیء والقلتان
جرتان فاول ما فی ہذا الخبر
انه مرسل ویحتمل ان یکون
ایضا ورد مورد التقیة
لانه مذہب کثیر من العامة
ویحتمل مع تسلیمه ان یکون
الوجه فیه ما ذکرناه فی الخبر
المتقدم وہو ان یکون
مقدار القلتین مقدار
الکر لان ذلک لیس بمستنکر
لان القلة ہی الجرة الکبیرة فی اللغة وعلی ہذا لا تنافی بین الاخبار۔

یہ روایت ہے انھون نے عبد اللہ بن مغیرہ سے انھون نے ہمارے بعض اصحاب سے انھون نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انھون نے فرمایا ایک کر پانی میرے اس گھڑے کے برابر ہوتا ہے اور انھون نے انھین گھڑون مین سے ایک گھڑے کی طرف اشارہ کیا جو مدینہ مین ہوتے ہین۔

پس (جواب اسکا یہ ہے کہ) ممکن ہے کہ وہ گھڑا اتنا بڑا ہو کہ ایک کر پانی اس مین آجاتا ہو یہ بعید از عقل نہین ہے۔

لیکن وہ روایت جو محمد بن علی بن محبوب نے عباس سے انھون نے عبد اللہ بن مغیرہ سے انھون نے اپنے بعض اصحاب سے انھون نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انھون نے فرمایا جب پانی بقدر قلتین (دو گھڑون) کے ہو تو اس کو کوئی چیز نجس نہین کر سکتی۔ اور قلہ گھڑے کو کہتے ہین۔ **پس** پہلی بات اس روایت مین یہ ہے کہ یہ مرسل ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ تقیہ کے طور پر وارد ہوئی ہو کیونکہ یہ مذہب بہت سے عامہ کا ہے اور باوجود تسلیم کے وہ مطلب بھی ہو سکتا ہے جو ہم پہلے روایت مین بیان کر چکے ہین کہ شاید قلتین کی مقدار دو کر کے برابر ہوتی ہو کیونکہ یہ بات بعید از عقل نہین ہے اس لیے کہ قُلّہ لغت مین بڑے گھڑے کو کہتے ہین اس بنا پر ان حدیثون مین کچھ مخالفت نہ رہی

ل ناقد کہتا ہے کہ اس مقام پر صرف احتمال سے فائدہ نہین ہو سکتا بلکہ مصنف کو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ایسے گھڑے بھی مدینہ مین ہوتے تھے جنمین ایک کر پانی آجاتا تھا ۱۲ **ل** ناقد کہتا ہے کہ تقیہ کا احتمال اس علم پر خلجان پیدا کرتا ہے کیونکہ اگر بہت سے عامہ کا مذہب قلتین ہے تو بہتون کا مذہب اسکے خلاف بھی ہے جیسے



نمبر ۶ | ۲۰ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ | ۱۹۲۴ء | جلد

فہرست مضامین



قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دوبار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷ و ۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ شائع ہوا کریگا -

(۲) رسالہ کا خاص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۴۸ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہوسکیگا -

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو -

سالانہ	سے
ششماہی	۲ع
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کرلیا جائیگا -

(۴) چندہ بہرحال پیشگی لیا جائیگا -

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا -

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اُسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں اور چاہے صرف بقیہ دنون کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدیں -

(۷) جو صاحب مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کرالیں چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے لیلیں -

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۱ روپیہ قیمت کی انعام میں دیجائیگی

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے۔ مسلمانون کے عقائد و خیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا -

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہین -

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ مین مضامین تصوف کہہ لیا جائے اس ذیل مین انشاء اللہ تعالی بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح و حالات ہدیۂ ناظرین ہونگے -

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص مبنی علمی و دینی مسائل سے متعلق ہو -

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملون سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار - !!

(۴) ہر پرچہ مین کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبرون کا بھی ہوگا - خبرین جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جاینگی -

(۵) ہر سال جو کتاب انعام مین تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالی بیشتر و اکثر سلف صالحین مین سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	سے	عللے	للعہ	للعمہ
ایک کالم	صہ	للعہ	عمہ	للعلعہ
پورا صفحہ	لعہ	عہ	صہ	للعہ

اتفاقی اشتہار فی سطر کالم ۴ر اجرت ضمیمہ فیصدی ۸ بشرطیکہ قواعد ڈاکخانہ کے خلاف نہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً

النجم۔ لکھنؤ

دوشنبہ ۲۱- ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

معروضات خاص

النجم کے سالانہ چندہ کیلیے جو وی پی روانہ ہوے تھے اُنکی وصولی واپسی کی آخری فہرست آیندہ نمبر یعنی ... ربیع الآخر کے النجم مین شائع ہوگی اسکے دیکھنے سے آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ النجم کو کس قدر نقصان پہونچی رسالہ کا پہلا سال اور آغاز ہی مین یہ نقصان۔ آپ خود اندازہ کرسکتے ہین کہ کس قدر مشکلات کا سامنا ہے۔

بعض ہمدردان النجم کے خطوط اس مضمون کے آرہے ہین کہ واپسی کی تعداد دیکھکر ہم کو صدمہ ہوا۔ لیکن اس صدمہ کا کوئی اثر خارج مین ظاہر ہونا چاہیے

یہ پہلا موقع ہے کہ النجم مین واپسی کی فہرست شائع ہوئی اب تک ایسی فہرست کے شائع کرنے سے محض اس خیال سے احتراز رہا کہ مخالفین کو مسرت ہوگی۔ مگر جب بعض اصحاب کا اصرار بڑھ گیا اور انھوں نے کہا کہ واپسی کی فہرست شائع ہونے سے خود واپس کرنیوالے حضرات کو بھی ندامت ہوگی نیز دوسرے ہمدرد اصحاب بھی متاثر ہونگے تو یہ کیا گیا

مسلمانونکو چاہیے کہ دوسری قومون کے حالات سے عبرت حاصل کرین۔ آنکھ اُٹھا کر دیکھین کہ اُن کے کسقدر ملکی و مذہبی رسالے اور اخبار نکل رہے ہین اور قوم کیطرف سے انکی کیسی قدر شناسی ہوتی ہے خود شیعون کی طرف سے باوجودیکہ انکی تعداد ہمارا دسوان حصہ بھی نہین ہے۔ کسقدر اخبار و رسائل رد اہل سنت مین شائع ہوتے ہین۔ پھر اپنے کو دیکھین کہ ایک النجم و اُسکی یہ حالت۔

جسقدر خریدار النجم کے اسوقت ہین اگر وہ کوشش کرین تو بہت جلد اس نقصان کی تلافی ہوسکتی ہے مگر افسوس ہے کہ جب کبھی توسیع اشاعت کی درخواست کی گئی سوا معدودے چند اصحاب کے اور کسی پر اثر نہین ہوتا یہی وجہ ہے کہ النجم کو اپنے مقاصد مین پوری کامیابی نہین ہوتی اور جس اعلی پیمانہ پر اُسکو ہونا چاہیے تھا نہین پہونچ سکتا۔

کاش اب بھی برادران ایمانی توجہ کرین

روئداد

جلسہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ امروہہ

(جو)

بعد وفات حضرت قدوۃ الاقطاب مولنا مولوی حاجی سید احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرپرست صدر مدرس مدرسہ مذکور واقع بتاریخ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ یوم جمعہ ۱۰ بجے دن کو عمارت مدرسہ میں منعقد ہوا۔

بموجودگی حضرات اہل شوریٰ و دیگر معززین علما و اہل اسلام امروہہ و بیرونجات۔

بصدارت حضرت مولنا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند دامت برکاتہم۔

کارروائی جلسہ

(۱) مولوی محمد اسمعیل صاحب نے تحریک کی اور سید معظم حسین اور مولوی سید عبد الرؤف صاحب نے تائید کی کہ حضرت مولنا حاجی حافظ شاہ عبد الرحمن صاحب مرادآبادی اور حضرت مولنا مولوی محمود حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند اور حضرت مولنا حاجی حافظ محمد احمد صاحب مدرسہ عالیہ دیوبند مدظلہم العالی مدرسہ ہذا کے سرپرست مقرر فرمائے جائیں۔ بالاتفاق یہ رائے قائم ہوئی کہ یہ ہر سہ حضرات موصوفین ہر طرح سے اس منصب کے اہل ہیں اور مدرسہ ان حضرات کا حاجتمند ہے۔

اسی بنا پر جلسہ حاضرین نے ان حضرات کی خدمت میں درخواست کی۔ حضرات موصوفین نے اسکو منظور فرمایا اور اسی تاریخ سے ہر سہ حضرات مدرسہ امروہہ کے سرپرست قرار پائے۔

(نمبر ۲) صوبیدار نبی بخش صاحب نے تحریک کی کہ سید محمود عزت بنے میاں خلف الصدق حضرت مخدومنا و مولنا حاجی احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ سے کچھ وظیفہ مقرر فرمایا جائے۔ جسپر حضرت حافظ عبد الرحمن صاحب قبلہ مرادآبادی دام فیوضہم اور بعض دیگر حضرات نے اسکی تائید کی۔ لیکن مولوی رضا حسین صاحب حاجی غضنفر محسن صاحب نے (جو حضرت مولنا مرحوم کے داماد ہیں) اسکی قطعاً مخالفت فرمائی۔ اور مانعین کی تائید میں مولنا محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند نے ایک عالمانہ فصیح و بلیغ تقریر فرمائی جسپر سب حضرات نے اپنی رائے کو بخوشی واپس لیلیا اور قرار پایا کہ بنے میاں کی مالی امداد مدرسہ سے نہ ہونی چاہیے۔

(نمبر ۳) منشی محمد حسنین صاحب نے یہ رائے پیش کی کہ سوای سرپرستان ممدوح الصدر کے جو شخص اس مدرسہ میں صدر مدرس ہو وہ بھی بزمرۂ سرپرستان شامل ہے۔ بصورت عدم موجودگی حضرات سرپرستان موصوفین وعند الضرورت صدر مدرس بھی کام انجام دے سکیں۔

[illegible]دری بھی باتفاق منظور ہوئی۔

(نمبر۷) مولوی حبیب الرحمن صاحب دیوبندی نے یہ تحریک کی کہ سید محمد عرف بنے میاں صدر مدرسی مدرسہ ہٰذا کے واسطے ابھی سے نامزد کر دیے جاویں۔ جس وقت وہ صدر مدرسی کے قابل ہوں اس مدرسہ کا صدر مدرس انکو بنایا جائے اسکو تمام حاضرین نے جوش و مسرت کے ساتھ منظور فرمایا۔

اور یہ بھی باتفاق طے قرار پایا کہ مولوی حافظ عبد الرحمن صاحب جو سابق مین ایک عرصہ دراز تک مدرسہ ہٰذا مین مدرس رہ چکے ہین انکو صدر مدرسی کے واسطے بلایا جائے پر اگر کسی وجہ سے مولنا موصوف تشریف نہ لا سکین تو کسی دوسرے لایق دیندار کو اس منصب پر مامور کیا جائے۔

(نمبر۸) محمد اسحاق صاحب انصاری نے تحریک کی کہ لائق دیندار عالم کو جامع مسجد امروہہ کا امام مقرر فرما دیا جائے۔ جسپر حاجی سید رئیس الدین صاحب رئیس امروہہ نے سید محمد عرف بنے میان کو امامت کیواسطے تجویز فرمایا۔ اس رائے کو تمام حاضرین نے منظور فرما کر یہ اضافہ کیا کہ بنے میان اگر ضرورت خود اس کام کو انجام نفرمادین تو اپنی طرف سے جسکو چاہین نام مقرر فرمادین۔ یہ بھی باتفاق منظور ہوا۔ اور کاغذ روئداد پر حاضرین نے اپنی اپنی دستخط ثبت فرمائی۔

اسکے بعد حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے دعا مغفرت اور مدرسہ کیلئے دعا ترقی کی گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔

جامع مسجد مین بعد نماز جمعہ حضرت مولنا حافظ شاہ عبد الرحمن صاحب نے وعظ فرمایا۔ اور مسلمانون کے بیچین دلون کو تسکین دے کر مدرسہ کی جانب متوجہ فرمایا۔ اس جمعہ مین معمول سے بہت زیادہ آدمی جمع تھے۔ بعدہٗ مولنا مولوی حکیم اظہر الدین صاحب فارغ التحصیل مدرسہ ہٰذا نے جو تجاویز منظور ہوئی تھین انکا اعلان منجانب مدرسہ فرما دیا۔

اسکے بعد جناب منشی حمید الدین صاحب رئیس سنبھل نے ایک پرمغز تقریر مین مدرسہ کی آیندہ حالت پر نہایت ہمدردانہ بحث کرتے ہوئے مسلمانونکو مدرسہ کیطرف متوجہ فرمایا۔

بہت سے ایسے مسلمانون نے جنکا حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا اُسیوقت حضرت مرحوم کی ایصال ثواب کی غرض سے حضرت کیجانب سے دار القرآن کی تعمیر وغیرہ کیلئے چندہ دیا چنانچہ اُسیوقت تقریباً ستر روپیہ چندہ ہو گیا دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ ہفتہ کی صبح کو حضرات سرپرستان و منتظمین مدرسہ نے مدرسین کو مدرسہ بلا کر انکے کام پر مامور فرمادیا۔

احقر سید معظم حسین

از مدرسہ اسلامیہ امروہہ ضلع مرادآباد

الشمس

نمبر ۲ و ۳ - جلد ۱

کل کی ڈاک مین یہ دونون نمبر ایک ساتھ پہونچے اب تک قریب ہر نمبر پہ نہ کچھ نہ کچھ لکھدیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس مرتبہ بھی کچھ لکھ دیا جائے۔

الشمس کے ابتدائی نمبرون پر نہایت کافی وافی بحث ہو چکی ہی اور اچھی طرح واضح کردیا گیا ہی کہ یہ رسالہ ہرگز اہل علم و عقل کے التفات کے لائق نہین اور اس رسالہ کے ایڈیٹر صاحبان دیدہ و دانستہ خلاف حق مضامین لکھا کرتے ہین۔ مقصود انکا صرف اسقدر ہی اپنے عوام کالانعام پر یہ بات ظاہر کردین کہ النجم کا جواب شیعون کی طرف سے ہو رہا ہی اور بس۔

رسالہ الشمس کو اور نیز علمای شیعہ کی دوسری تصانیف کو دیکھکر حیرت ہوتی ہی کہ الٰہی یہ کس قسم کے انسان ہین انمین کیسی دلیری و بیباکی ہی۔ جس بات کو خود جانتے ہین کہ غلط ہی اور ایسی غلط ہی کہ کسی شخص کو اسکے غلط ہونا مشتبہ نہین ہو سکتا۔ اپنے قلم سے لکھتے ہین اپنی زبانون سے کہتے ہین اور ذرا بھی انکو تامل نہین ہوتا۔ نہ خدا کا خوف نہ اس بات کی حیا لوگ ہماری باتون کو دیکھین گے تو کیا کہین گے۔ مگر حیرت نہین ہی جب قرآن شریف مین یہ مضمون دیکھا جاتا ہی کہ لوگ یہود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کا یقین کامل رکھتے تھے مگر مانتے نہ تھے۔

الشمس کے مذکورہ نمبر کا صرف ایک لطیفہ انتخاب تمام اس مقام پر نقل کرتا ہون۔ جسکو دیکھکر شخص باسانی اس رسالہ کی حقیقت سے مطلع ہو سکتا ہی۔

وہو ہذا

النجم کے مناظرہ حصہ اول کے ابتدائی اوراق مین حدیث حسد آدم علیہ السلام کی بحث کی گئی ہی۔ شیعون کی کتب حدیث مین مروی ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالی نے منع فرمایا تھا کہ ائمہ اہل بیت پر حسد نہ کرو مگر انھون نہ مانا اور حسد کیا۔ لہذا وہ جنت سے نکال دیے گئے۔ سب سے پہلے یہ روایت تحفہ مین نقل کی گئی اس کا جواب مولوی دلدار علی مجتہد نے دیا مولوی دلدار علی کے جواب کو مولنا حیدر علی صاحب علیہ الرحمہ نے منتہی الکلام مین رد فرمایا۔ مولنا حیدر علی صاحب کے رد کا جواب مولوی حامد حسین صاحب نے استقصا مین دیا۔ استقصار کی تحریر مزخرف کا ابطال النجم مین کیا گیا۔ اب اڈیٹران الشمس نے النجم کی

تحریر کا جواب دینا چاہا - مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کے لا طائل جوابون سے سوا اسکے کہ مجیب کی قابلیت اور اُسکے دین و دیانت کا پردہ فاش ہو جائے اور کچھ حاصل نہین ہوتا -

مولوی دلدار علی مجتہد نے اِس حدیث کا ایک جواب یہ دیا تھا کہ " این حدیث از جملہ صحاح نیست " یعنی یہ حدیث ہماری صحیح حدیثون مین سے نہین ہے - مولانا حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام مین حسب قواعد محدثین اس حدیث کی صحت ثابت کی -

مولوی حامد حسین صاحب نے استقصاء الافحام مین بجواب اسکے رقم فرمایا کہ " مولوی دلدار علی صاحب کی مراد اس حدیث کے صحیح نہ ہونے سے یہ ہے کہ یہ حدیث قطعی الصدور نہین ہے "

النجم مین اسکا جواب یہ عرض کیا گیا کہ " یہ تاویل اُسوقت قابل قبول ہو سکتی ہے جب صحیح بمعنی قطعی الصدور ہونا کتب اصول حدیث سے دکھا دیا جائے اور اگر یہ خاص اصطلاح مولوی دلدار علی صاحب کی ہے تو اُنہین کی کوئی تصریح نقل کیجائے یا انکے دس بیس استعمال اس قسم کے دکھا دیے جائین - ورنہ یون تو ہر شخص کو اختیار ہے کہ آسمان سے زمین مراد لیلے "

اب ایڈیٹران الشمس کی دلیری و قابلیت قابل دید و لائق داد ہے کہ وہ بڑے زور و شور سے اس بات کے مدعی بنکر النجم کے مقابلہ مین آئے ہین کہ صحیح بمعنی قطعی الصدور ہے -

واقعی ہم بھی صاد کرتے ہین کہ شیعون مین کبھی ایسے لائق و قابل لوگ نہوے ہونگے جیسے فرخ (؟) علی اور اُنکے اعوان و انصار ہین - خیر سنیے اور بغور سنیے ایڈیٹران الشمس فرماتے ہین بلکہ گوہر افشانی کرتے ہین -

" مگر آپنے جو اعتراض کیا ہے " اول تو لفظ صحیح بمعنی قطعی الصدور کتب اصول حدیث مین انکو دکھانا چاہیے " تو ایسی تقریر مضحک ہے کہ اہل علم کے نزدیک آپ قابل خطاب ہی نہین رہتے کیونکہ صحت سند سے مقصود اصلی تو یہی ہے کہ علم اسکا حاصل ہو کہ یہ قول قایل منسوب الیہ ہے - ورنہ ہزارون روایتین ہین جو سند صحیح مگر وہ بیکار ہین -

دیکھیے تدریب الراوی مین علامہ سیوطی فرماتے ہین

وذکر الشیخ یعنی ابن الصلاح ان ما رویاہ او احدہما فہو مقطوع بصحتہ والعلم القطعی حاصل فیہ مثلہ

یعنی شیخ ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ جس روایت کو بخاری و مسلم دونون نے یا ایک نے روایت کیا ہے وہ قطعی الصحۃ ہے علم قطعی اُس سے حاصل ہے -

علامہ محمد معین دراسات اللبیب مین فرماتے ہین

تمسک ابن الصلاح بصورۃ شکلہ انی الصحیحین مقطوع الصدور من النبی لان الامۃ اجتمعت علی قبولہ وکلما اجتمعت الامۃ علی قبولہ مقطوع فانی الصحیحین مقطوع ص ۲۶۹

یعنی ابن الصلاح کی تقریر کو بصورت قیاس یون بنا سکتے ہین کہ جو کچھ صحیحین مین ہے وہ قطعی الصدور ہے کیونکہ امت نے اجماع کیا ہے اُسکے قبول پر۔ اور جس قول پر اجماع امت ہے وہ قطعی الصدور ہے پس جو کچھ صحیحین مین ہے وہ قطعی الصدور ہے۔

اب اڈیٹر صاحب فرمائین کہ صحیح کا معنی قطعی الصدور ہونا آپ کی کتب اصول حدیث سے ثابت ہوا یا نہین ؟ کیا اسکی نسبت کہا جا سکتا ہے "ورنہ یونتو ہر شخص کو اختیار ہے کہ آسمان سے زمین مراد لے" کیونکہ ان عبارتون سے آپکو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ صحیح کی غرض اصلی یہی ہے۔ اور صحیحین کو اسیوجہ سے دیگر کتب احادیث پر فوقیت ہے کہ اسکی حدیثین قطعی الصدور مانی جاتی ہین۔

علامہ سیوطی تدریب الراوی مین لکھتے ہین

قال امام الحرمین لو حلف انسان بطلاق امرأتہ ان ما فی الصحیحین مما حکما بصحتہ من قول النبی لما الزمتہ الطلاق لاجماع المسلمین علی صحتہ ص ۴۲

کہا امام الحرمین نے کہ اگر کوئی شخص اس طرح حلف کرے کہ جو کچھ صحیحین مین ایسا ہے جسکی صحت کا حکم دیا ہے۔ وہ قول نبی ہے۔ تو طلاق ہو جائیگا کیونکہ مسلمین کا اجماع ہے اُسکی صحت پر۔

شاہ ولی اللہ صاحب فی مبشرات النبی الامین مین لکھتے ہین فلما فرغ من الزیارۃ وما یتعلق بہا سأل ان یروی عنہ صحیح البخاری وصحیح مسلم فسمع الاجازۃ من النبی فذکر صحیح المسلم ایضاً

یعنی شیخ عبد المعطی تونسی جب زیارت سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ کا اجازہ لیا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کو ایسے روایت کرین حضرت نے اسکی اجازت دی

کیون اڈیٹر صاحب کیا اب بھی آپکو شبہہ رہیگا کہ صحت کا معنی قطعی الصدور ہونا کتب اصول احادیث مین موجود ہے ؟ "

رسالہ الشمس کی عبارت تمام ہوگئی

با فہم ناظرین اس عبارت کو دیکھکر سمجھ گئے ہون گے کہ اس مین کیا کیا لطائف ہین مگر بنظر توضیح کچھ ظاہر کیے جاتے ہیں

(۱) الشمس کے اڈیٹر صاحبان کو چاہیے تھا کہ اس مقام پر شیعون کے اصول حدیث کی کتابون کی عبارت نقل کرتے۔ کیونکہ بحث مولوی دلدار علی صاحب کے کلام کی مراد مین اور خاص ایک حدیث شیعہ کے متعلق تھی مگر ان عالی دماغون نے بجاے اسکے اہل سنت کی کتابون

سے نقل کر دی۔ خیر اسکو بہت حسن ظن سے کام لیجیے تو بدحواسی سے تعبیر کیجیے۔

(۲) اہل سنت کی کتب سے بھی جو عبارتیں نقل کی ہیں اُن سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ صحیح یعنی قطعی الصدور آتا ہے۔ ان عبارتوں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ صحیح کے چند افراد خاص یعنی صحیحین کی احادیث کی نسبت ہے مطلق صحیح کی نسبت کچھ نہیں ہے اگر کوئی شخص کسی خاص طبیب کی نسبت کہے کہ وہ عالم بھی ہے تو کیا اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ طبیب کو یعنی عالم کہتا ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (جو رسول کے ایک خاص فرد ہیں) خاتم الانبیا کہنے سے لازم آتا ہے کہ رسول یعنی خاتم الانبیا ہے۔ اور چونکہ حضرت موسیٰ عیسیٰ خاتم الانبیا نہیں ہیں اس لیے یہ کہنا جائز ہو جائے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ رسول نہیں ہیں۔

پس اسی طرح صحیحین کی حدیثیں صحیح کی ایک خاص فرد ہیں انکی نسبت کسی نے کہا کہ وہ قطعی الصدور ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحیح یعنی قطعی الصدور ہو جائے اور جو حدیث قطعی الصدور نہ ہو اسکی نسبت یہ کہنا درست ہو جائے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

یہ ایک ایسی بات ہے کہ معمولی سمجھ کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ایڈیٹر ان الشمس کا ایسی صاف و صریح بات کو اس طرح خلط و خبط کرنا کسی طرح اُن کی نافہمی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ النجم کی گرفت سے جو بدحواسی انپر طاری ہے اسکی وجہ سے وہ اسکی تمیز نہ کر سکے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان عبارات سے اگر زیادہ از زائد ثابت ہو سکتا ہے تو صحیحین کی احادیث کا قطعی الصدور ہونا۔ نہ یہ کہ صحیح یعنی قطعی الصدور ہے۔ یا جب کسی حدیث کو کہا جائے کہ وہ صحیح نہیں ہے تو مطلب یہ ہو کہ وہ قطعی الصدور نہیں ہے۔

اب فرمائیے کہ اس حالت کو دیکھکر کیا پھر کسی صاحب علم و عقل کی طبیعت الشمس کے جواب دینے کی طرف ملتفت ہو سکتی ہے؟ کیا ایسا ناحق شناس اور کج فہم کسی انسان کے نزدیک قابل خطاب ہو سکتا ہے؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔

ف صحیحین کی احادیث کے قطعی الصدور ہونے کا تذکرہ آگیا ہے اس لیے مختصراً اسکے متعلق بھی سن لیجیے اس بارے میں علما کے دو فریق ہیں بعض احادیث صحیحین کو قطعی الصدور کہتے ہیں۔ اور بعض نہیں کہتے جو نہیں کہتے اُنکی دلیل یہ ہے کہ صحیحین کی احادیث اکثر خبر احاد ہیں اور خبر احاد قطعی الصدور نہیں ہوتی مگر در اصل یہ اختلاف ایک قسم کا نزاع لفظی ہے۔ قطعیت

قطعیت کی دو قسمین ہین - ایک نظری دوسری بدیہی - جو لوگ احادیث صحیحین کو قطعی کہتے ہین وہ قطعیت نظریہ مراد لیتے ہین اور جو انکار کرتے ہین وہ قطعیت بدیہیہ کا انکار کرتے ہین

مولوی حامد حسین بھلا اس نکتہ کو کیا سمجھ سکتے تھے - اُنھون نے استقصاء الافحام کے شروع مین اس مسئلہ مین ایک عجیب خبط کیا ہی -

(۳) ایڈیٹران الشمس لکھتے ہین کہ صحت سند سے مقصود اصلی یہ ہی کہ الخ

اس قول سے معلوم ہوا کہ جو حدیث قطعی الصدور نہ ہو وہ بیکار ہی - حالانکہ یہ محض غلط ہی - اگر یہی بات ہو تو تمام دفترِ حدیث بیکار ہو جائیگا - کیونکہ قطعی الصدور حدیثین کہان ہین - ہان اگر باب عقائد مین بیکار ہونا مراد لیا جائے تو صحیح ہی مگر اس کو مطلقاً بیکار کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہی -

آخر مین ایڈیٹران الشمس کی خدمت مین گزارش ہے کہ اگر صحیح یعنی قطعی الصدور ہی تو براہِ کرم مولوی حامد حسین و نیز اپنے دوسرے علما کے اس قول کا مطلب بیان کر دیجیے کہ ہر حدیث صحیح واجب العمل بلکہ جائز العمل بھی نہین - کیا اس کا یہ مطلب ہی کہ حدیث قطعی واجب العمل بلکہ جائز العمل بھی نہین -

ایسے جوابات سے جو عذرِ گناہ بدتر از گناہ کے پورے مصداق ہین سکوت کرنا ہزار درجہ بہتر ہی مگر یہ حق شناسی جنکے خمیر مین ہو اُسکو کیا عار ہو سکتا ہی

یہ نمونہ ہی الشمس کے مضامین کا - ایسے ہی مضامین عالیہ سے "النجم" کے مقابلہ مین کامیابی حاصل کرنے کی ہوس ہے

این خیال ست و محال ست و جنون

حسدِ آدم کی بحث مین جسقدر فاحش اغلاط مولوی حامد حسین و مولوی دلدار علی کے ظاہر ہوے ہین انکا جواب ان یاوہ گوئیون سے نہین ہو سکتا - لیکن پھر بھی ہم ان یاوہ گوئیون کا جواب حرف بحرف دینے کیلیے تیار ہین - بشرطیکہ ہمارا جواب بھی حرف بحرف الشمس مین چھپے - ہم تو اب بعونہ تعالی اس بات پر آمادہ ہین کہ تحریری مناظرہ کی ہوس بھی شیعون کے دماغ سے نکال دین - مگر صورت اُسکی یہی ہی کہ الشمس کو بھی شیعہ حضرات پسند کرین اُس بحث کے متعلق میری اور شیعی علما کی تحریرین دونون شیعون کے کسی موقت الشیوع رسالہ مین چھپین تاکہ شیعہ بھی تو دیکھین کہ اُنکے علما کی یہ کارگزاریان ہین - اگر اسکو کسی شیعی عالم نے منظور کر لیا اور پھر بھی دو اس قسم کے چند تحریری مناظرے ہو تو سمجھ لیجیے کہ تحریری مناظرہ کا خیال بھی مٹ جائیگا

عاشورۂ محرم

سب لوگ حضرت امام حسین کی شہادت کو افسوسناک واقعے سے تعبیر کرتے ہین - یہ دوسری بات ہو کہ اس شہادت کا باعث محض یزید کی دنیا پرستی اور قساوت قلبی تھی یا ہوا خواہان اہلبیت کرام یعنی شیعیان کوفہ کی جلد بازی اور بیوفائی -

تقریباً تیرہ سو (۱۳۰۰) برس کے عرصہ بعید کے بعد اصلی واقعات و اسباب شہادت کا پتہ لگانا ہرچند دشوار ہو- تاہم اس مین بھی شک نہین کہ عام اہل اسلام کی جہالت اور علم تاریخ سے بے اعتنائی نے بھی بہت کچھ پردہ ڈال رکھا ہو-

اسی طرح اس واقعۂ ہائلہ کی جو یادگار ہر سال عشرۂ محرم کے موقع پر ہندوستان اور ایران مین جس رنگ مین منائی جاتی ہو- اسکی ابتدا و اصلیت کا پتہ بھی ابھی تک ہمارے تاریخ دان بزرگان ملت کے ذمے باقی ہو-

خاکسار ہیچمدان نے واقعات کربلا کی تحقیق مین ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو انشاءاللہ عنقریب شائع ہوگا جسمین کوشش کیگئی ہو کہ جو روایات عام طور پر اس بارے اور تاریخی واقعے کے متعلق زبانزد عوام ہین اور بعض صورتون مین ملت اسلام مین تفرقہ اندازی کے باعث ہو رہے ہین - انکی تنقید کیجائے - اسی سلسلہ تحقیق مین عشرۂ محرم کی یادگار کے متعلق بھی کچھ حالات معلوم ہوگئے جنکو اس مختصر مین ہدیۂ ناظرین کرنا مقصود ہو-

معتقدات مذاہب مین خوش اعتقادی بھی ایک عجیب چیز ہو- اسکی بنا پر ہر فرقے کو گونہ حق حاصل ہو کہ بدعات و مخترعات کو اصول دین مین شامل کرلے یا حقائق سے چشم پوشی کرکے اوہام و رسوم کا پابند ہو جائے

ممکن ہے اس یادگار کا جواز بھی کسی آیۂ قرآنی یا سنتِ رسولؐ یا کسی قول امامؑ کی طرف منسوب ہو سکے لیکن اس مین شک نہین کہ اسکے قیام مین ایک گروہ کی خوش اعتقادی کا بہت کچھ دخل ہو- اسلیے اس بحث کو نظر انداز کرکے حوالہ بخدا کرتا ہون - اور سردست تاریخی طور پر اس یادگار کی اصلیت کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا ہون -

---

تواریخ اسلام مین مذکور ہو کہ جب خلفاء عباسیہ کی سلطنت مین بعض اندرونی و خارجی وجوہات سے ضعف آگیا تو ایک خاندان جو آل بویہ سے مشہور ہو اور جسکو دیالمہ بھی کہتے ہین - معمولی حالت سے ترقی کرتے کرتے بڑا زبردست اور با اقتدار ہوگیا -

خاندان ملوک عجم کی یادگار تھا۔ اور یزدجرد بن شہریار
کی اولاد ہونے کا مدعی تھا۔

سنہ [illegible] ہجری میں حضرت امام زین العابدین
کی اولاد سے ایک صاحب حسن الاطروش کے ہاتھ پہ
بہت لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ایران و
طبرستان وغیرہ ممالک میں انکو جب پورا اقتدار حاصل
تھا۔ اُسوقت خلفاے عباسی نے انکو اپنی امداد کے
واسطے بغداد میں طلب کر لیا تھا۔

خوش قسمتی سے ایک حد تک ان مددگاروں کو
خلفاے عباسی کے دشمنوں کو جہاں مغلوب کرنے میں
کامیابی ہوگئی۔ وہیں خود خلفا ان کے یہانتک
ممنون احسان اور رہین منت ہوگئے کہ سارا خلافت
کا اختیار ان ہی کے ہاتھ میں ہوگیا۔ اور خلیفے برائے
نام خلیفے رہ گئے۔

آل بویہ کے چشم و چراغ تین بھائی ہوئے ہیں
جنکا نام عماد الدولہ۔ رکن الدولہ۔ اور معز الدولہ
ہے۔ دو بھائیوں کا ذکر چھوڑ کر صرف معز الدولہ کا
ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نفس مضمون کا تعلق اسی سے ہے۔

قاضی نور اللہ صاحب شوستری مجالس المومنین
میں فرماتے ہیں کہ معز الدولہ بن بویہ کرمان اور خوزستان
کو فتح کرکے بغداد میں گیا اور وہاں امیر الامرا بنگیا۔
اسی نے مکتفی خلیفۂ عباسی کو خلافت سے معزول کرکے
اسکی جگہ مطیع کو خلیفہ بنایا۔ اور جب پورا با اقتدار ہوگیا
تو اسنے باپ داوا کے عقیدے کا اظہار اور مذہب حقہ
ائمہ اثنا عشری کی ترویج کو شروع کر دیا۔ حکم دیا کہ بغداد
کی مسجدوں کے دروازوں پر اور علاوہ ازیں دوسری
سب عمارات پر لکھ دیا جائے کہ لعن اللہ معویۃ بن ابی سفیان
ولعن اللہ من غصب فدک و لعن اللہ من منع ان یدفن
الحسن عند قبر جدہ ومن نفی اباذر الغفاری ومن اخرج
العباس من الشوریٰ۔

اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے مجھکو حیا معلوم ہوتی
ہے۔ علاوہ ازیں مطلب بھی قریب الفہم ہے۔ اسواسطے
نظر انداز کرتا ہوں۔

اسکے بعد لکھا ہے۔ چونکہ خلیفہ مطیع، معز الدولہ
کے حکم کے مطیع تھے۔ نیز وہ بھی اسی عقیدے کے گرویدہ
تھے۔ معز الدولہ کو کسی طرح منع نہ کر سکتے تھے۔ تاہم
بغداد کے اہل سنت لوگوں میں شورش عظیم برپا ہوگئی
اور جب رات ہوگئی تو ان کلمات سے بعض کو جو دیواروں
پر لکھے اور کھدے تھے انھوں نے مٹا دیا۔ لیکن
معز الدولہ نے حکم دیا کہ پھر لکھا کھدا دیا جائے۔ اسکے تعصب
کی آگ یہانتک بھڑکی کہ معز الدولہ باشندگان دار السلام
بغداد کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ مگر وزیر محمد بن مہلبی

کی کہ سوائے معاویہ بن ابی سفیان کے جنت میں دوسروں
کا نام شامل نہ کریں اور اُن کی جگہ یہ عبارت درج کریں

لعن اللہ الظالمین لآل محمد رسول اللہ

خدا خدا کرکے اس وزیر کے سمجھانے سے شورش
ٹھنڈی ہوئی۔ معز الدولہ ۲۲ سال بغداد میں امیر الامرا
بلکہ خلیفۃ الخلفا تھا۔ آخری فقرہ اس عبارت کا یہ ہے

معز الدولہ بیست و یکسال در بغداد امیر الامرا
بلکہ خلیفۃ الخلفا بود۔ مجالس المومنین مجلس ہشتم۔

یہاں تک مطالعہ کرلینے کے بعد امید ہے کہ معز الدولہ
کے اعلیٰ پوزیشن اور اُس کے زبردست رسوخ کو ناظرین
نے بخوبی ذہن نشین کرلیا ہوگا۔

اس کے بعد معلوم ہو کہ اسی معز الدولہ نے ۳۵۲ھ
اٹھارہ ماہ ذی الحجہ کو بغداد میں لوگوں کو حکم دیا تھا کہ
عید غدیر کی تقریب میں زینت اور خوشی کا اظہار کریں
اور اسی کے بعد لوگوں کو حکم دیا کہ عاشورہ محرم
کے دن دکانوں کو مقفل کریں۔ اور خرید و فروخت
سے باز رہیں۔ اور خراب لباس پہنیں اور زور سے
گریہ و نوحہ کریں۔ اور عورتیں نکلیں اپنے بالوں کو
پریشان کیے ہوئے اور منہ پر خاک ملے ہوئے۔
اپنے پیرہنوں کو چاک چاک کیے ہوئے اور اپنے گالوں
پر طمانچے مارتی ہوئیں۔ عزاداری امام حسین کی خاطر۔

پس لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اہل سنت اس سے
مانع نہ ہو سکے کیونکہ بادشاہ شیعوں کا طرفدار تھا
جب ۳۵۳ھ میں پھر ایسا ہی کیا گیا۔ تو
فریقین میں فتنہ پیدا ہو گیا۔ اور بہت مال غارت ہوا

نیز تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے
صفحہ ۲۷۵ خلیفہ مطیع کے حالات میں بعد ذکر کتبۂ
مساجد و اجرائے تعزیہ داری امام حسینؑ علامۂ
سیوطی نے لکھا ہے

وہذا اول یوم ریخ علیہ ببغداد واستمرت
ہذہ البدعۃ السنین۔ صفحہ ۲۷۵

علاوہ ازیں سید امیر علی صاحب سابق
جج ہائیکورٹ کلکتہ بالقابہ نے بھی اپنی تصانیف میں
صاف طور پر لکھا ہے کہ سب سے پہلے معز الدولہ
ہی نے عاشورہ محرم کے دن مراسم تعزیت
امام حسینؑ کا اجرا کیا۔

دیکھو سپرٹ آف اسلام انگریزی پہلا ایڈیشن
صفحہ ۴۶۱۔ و کلکتہ ایڈیشن انگریزی صفحہ ۲۸۵۔ اور
صاحب موصوف کی تاریخ اسلام مترجمہ اردو مطبوعہ
وطن لاہور صفحہ ۲۳۲۔

خادم حسین خادم بھیروی

مین راجہ

میرے دو تین ہجولی رشتہ کے بھائی تھے۔ ہم سب ساتھ رہتے۔ ساتھ کھیلتے۔ ساتھ سوتے۔ ایک دن ان مین سے ایک مدرسہ سے نجانے کیا پڑھ آئے کہ مجھسے کہنے لگے "ہمارے تمھارے باپ دادا گھوڑے تھے۔ گدھے تھے۔ بندر تھے" بھائی مجھ سے نہ سنا گیا۔ اور جھلا کے مین نے کہدیا کہ جہان تک میری تمھاری پشت ملی ہین وہانتک تمکو اختیار ہے اُس سے آگے نہ بڑھنا۔ اور سچ یہ اُسوقت اپنے آپ کو بھی مین آدمی جانتا تھا۔

وہ بچپنے کا زمانہ تھا گذر گیا۔ مین نے بھی میرے زینے پر قدم رکھا بھائی باپ دادا کو تو مین کچھ کہتا نہین۔ اور نہ اتنی مجھے چھٹی ہے نہ بچار۔ اپنے دم کی سوچتا ہون تو بھائی نے سچ کہا تھا۔ ارے مین تو سچ مچ جانور سے بھی بدتر ہون۔ دیکھو۔ گھوڑے ہاتھی اونٹ۔ گدھے۔ بیل۔ کیسے کام کے ہین۔ انپر سوار ہوکر سفر ہوتے ہین۔ مال لادتے ہین۔ لڑائیان فتح ہوتی ہین۔ زمین جوتتے ہین۔ انکے گوبر کی پانس بناتے ہین۔ غلہ پیدا کرتے ہین۔ مجھے بھی [illegible] ہین۔ مین تو اس کام کا بھی نہین۔

گائے۔ بھینس۔ بکری۔ مین انکا دودھ پیتا ہون بالائیان بناتا ہون۔ مکھن نکالتا ہون۔ دہی جماتا ہون۔ طرح طرح کے ذائقہ پاتا ہون۔ جاڑون مین کھچڑی کا مزا انھین کے دم سے ہے۔ لڑکے جب چرانے لیجاتے ہین تو سوار بھی ہوتے ہین اور مین تو اس کام کا بھی نہین۔ ہان بچپنے مین بندر جیسا ضرور تھا۔ وہ بھی سب کو ستاتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ مین بھی ستاتا تھا خوش بھی ہوتا تھا۔ وہ بھی لوگون کی روٹی چھین جھپٹ کھا جاتا ہے۔ مین بھی یہی کرتا تھا۔ وہ بھی کپڑے نوچنے مین بڑا مشاق ہے مین بھی کپڑون کا دشمن تھا۔ وہ بھی مکانون کا ستیاناس کر ڈالتا ہے۔ مین بھی کبھی مکانونکی شیشون پر ڈھیلے چلاتا۔ کرکٹ کے ڈنڈے گاڑتا۔ کیلین گاڑتا۔ غرض کہ مکان کو چھلنی کر ڈالتا۔ وہ بھی درختون پر مارا مارا پھرتا ہے۔ دوسرون کے باغ کے پھلونکو کھاتا کم کاٹ کاٹ کے پھینکتا زیادہ ہے۔ مجھے بھی درختون کے پھلونکو غارت کرنے مین بڑا مزا آتا تھا۔ انکی بھی غول ہوتا ہے۔ میرا بھی غول تھا۔ اُنکے غول مین بھی دو ایک بڑے ہوتے ہین۔ جو چھوٹون کو شیفت سکھاتے ہین۔ میرے غول کے بڑے بھی یہی کام کرتے۔ گر[illegible]

بات ہے کہ بندر کی کھوپری لوگ زچہ خانے مین رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ اس سے بچے کو بیماری نہین ہوتی۔ مگر میری کھوپڑی تو اس کام کی بھی نہین۔

جب بیاہ ہوا اور دو کے چار پاؤن ہوے تو میری حالت کتے سے ملنے لگی۔ وہ بھی در در روٹی کیواسطے گھومتا ہر ایک کھانیوالے کا منہ تکتا۔ جسنے ٹکڑا دیا اُس کے قدمون پر لوٹنے لگتا ہے۔ مین بھی در در دوڑنے لگا۔ ہر ایک کا منہ تکنے لگا۔ ہر ایک کے قدمون پر لوٹنے لگا۔ مگر وہ اپنے روٹی دیوا کا وفادار ہوتا ہے۔ جس در پر اُسنے پہلے روٹی پائی اُسکو نہین چھوڑتا۔ دن بھر کہین جائے کہین پڑے۔ کسی کا منہ تکے مگر رات کو اپنے مالک ہی کے گھر پر دم لیتا ہے اور رات رات بھر جاگ چیخ کے اپنے ہی گھر کی حفاظت کرتا ہے مجھسے تو یہ بھی نہین ہوتا۔ دن بھر دوڑتا رات بھر سوتا ہون نہ مال کی حفاظت نہ مالک کا خیال۔

جب لڑکا ہوا۔ چار کے چھ پاؤن ہوے۔ اِدہر اُدہر دوڑتے دوڑتے مین تھک بھی گیا۔ تو میری حالت مکڑے سے ملتی جلتی ہو گئی۔ وہ بھی دن رات اپنے جالے کی [illegible] مین بھی اُسی طرح رہنے لگا۔ مگر لوگ کہتے ہین کہ مکڑی کے پیٹ مین پارہ بھر کے کیمیا بنتی ہے۔ اور مین تو اس کام کا بھی نہین۔ پھر آخر مین کس کام کا ہون۔

کتابون مین بھی لکھا ہے اور لوگ بھی کہتے ہین کہ مین سب جانون کا راجہ ہون مگر مجھے تو اپنے مین آدمیت ہی کی کوئی بات نہین معلوم ہوتی۔ پھر راجہ کیسی؟

کچھ نہین۔ یہ سب میری اپنی بنائی باتین ہین آپ ہی کتابون مین بھی لکھدی ہین اور خود ہی ڈھنڈھورا پیٹتا پھرتا ہون۔ مگر پھر آخر قران۔ پوران۔ وید۔ یہ تو میری بنائے نہین ہین۔ اِن مین کیون لکھا ہے؟

بھائی میری سمجھ مین تو کچھ نہین آتا ہے کہ مجھمین کیا ہے اور مین کیون راجہ ہون۔ کیا اس وجہ سے کہ چڑیا ہرن۔ بکری۔ گاے کو مار کے پکڑ کے اپنا پیٹ پالتا ہون تو شیر۔ بھیڑیا۔ باز۔ جرہ۔ بھی یہی کرتے ہین۔ مین تو جال بندوق۔ غلیل۔ بغیر کچھ نہین کر سکتا وہ اسکے بھی محتاج نہین پھر مجھمین کیا ہے۔ اور مین کیون راجہ ہون۔

کیا مین دن رات بک بک کیا کرتا ہون۔ آپس مین لڑا کرتا ہون۔ اِس سے مین راجہ ہون۔ طوطے۔ مینا۔ مجھسے زیادہ پیاری باتین کرتے ہین۔ وہ کیون راجہ نہین کہلاتے۔ بندر لڑتے خوب ہین۔ مین اپنے سگے بھائی بہنون تک سے لڑتا ہون۔ کتے بندر اپنے محلہ والون و بچے تک کا لڑنے مین بھی خیال رکھتے ہین وہ کیون راجہ نہین

ہزار سوچتا ہون میری سمجھ مین کچھ نہین آتا۔ شاید مین جہاز بنا لیتا ہون۔ اُسپر بیٹھ کے [illegible] سمندر جہان چاہون ہون۔ ریل بناتا ہون۔ اُسپر بیٹھکے زمین کے سب [illegible]

اڑتا پھرتا ہون - تار برقی لگا لیتا ہون - یہان سے بیٹھے
بیٹھے کوسون خبر بھیج دیتا ہون - ہوائی جہاز بنا لیتا ہون
اسپر بیٹھکے اُڑا اُڑا پھرتا ہون - اسوجہ سے راجہ ہون -
اگر نہین - دیکھو تو میرا بغیران سب چیزون کے کچھ کام ہی
نہین چل سکتا - مجھسے تو جانور کہین اچھے - جنکو
ان سب چیزون کی حاجت نہین - پھر مین کیون سب کا
راجہ ہون -

اگر میرے پاس بنا - لال - چاندی - سونیکے ڈھیر
صندوق کے صندوق بھرے ہوے ہین - تو زمین اور
پہاڑون کے پاس مجھ سے کہین زیادہ یہ سب چیزین
ہین کہ مین نے انھین سے چھین کھسوٹ کر اتنا جمع کرلیا ہے
مگر اُنکے پاس اب بھی کمی نہین -

بڑی بڑی کتابون مین بھی لکھا ہے اور لوگ بھی کہتے ہین
کہ میرے پاس عقل ہے - اس سے کام لیکے مین سب جانورونکو
اپنا پرجا بنا لیتا ہون - اسلیے مین سبکا راجہ ہون - مگر
اپنی اپنی حاجت بھر مجھے تو سبکے پاس عقل معلوم ہوتی ہے
جتنی جسکو حاجت اُتنی اُسکے پاس عقل - تو وہ اچھے
جنکو حاجت ہی کم ہے یا وہ جنکو حاجتین تو بہت اور اُنکے
واسطے عقل کی روشنی ڈھونڈتے پھرین -

ابھی کچھ بھی نہین - مگر وہی ٹھیک ہے - جیسا مالک
کی عنایت ہو وہ ہے - مین راجہ بھی ہون اور پرجا بھی

اگر ایسے کام کرون جس سے مالک کی عنایت مجھپر رہے تو
راجہ ، نہین تو پرجون سے بدتر -

میرے بڑون نے یہی کیا تھا - جسکا کھاتے تھے
اُسیکا گاتے تھے - اگر تھوڑی دیر اپنے جی کو سکھ دیا تو
باقی رات و دن مالک کے خوش کرنیکی فکر رکھی - اگر کھاتے
تھے تو اُسکا حکم بجالانے کو - اگر روتے تھے تو اُسکے خوش کرنیکو
اگر دیتے تھے تو اُسکے نام پر - اگر خرچتے تھے تو اُسکے بھلے
غرض جو کرتے ایسا کرتے جس سے مالک خوش ہو جبھی
مالک نے اُنکو راجگدی پر بٹھایا - اور سب جانون کو
اُنکا پرجا بنایا -

اب اگر مین اپنے بڑون کی راہ پر چلون - اپنے
مالک کو خوش رکھون تو سپوت ہون - راجگدی پاؤن
نہین تو پرجون سے بدتر -

معاف کرنا - میرے جی پر جو مٹھی وہ مین نے کہدی
کوئی برا نہ ماننا - اور کسی سے گلا نہ کرنا - ایک پرجا
کی بکواس کا گلا ہی کیا ؟

راقم - نست دانا -

خریداران النجم اپنے خطون مین نمبر
خریداری ضرور تحریر فرمایا کرین - ورنہ عدم
تعمیل کی شکایت معاف - ...

لوائح لیلیہ

عنوان مذکورہ بالا ایک رسالہ کا نام ہے جو ابھی حال میں شایع ہوا ہے۔ چھوٹی تقطیع پر تقریباً تین جز کا رسالہ ہے کہ جسکے صاحب مولوی مرتضیٰ حسین انکی تالیف ہے۔ سرورق میں جناب کی تعریف اور انکے القاب چند سطروں میں مذکور ہیں اور انکا فلسفی ہونا بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ خود انکے طرز تحریر سے بھی مستنبط ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو فلسفہ کا ماہر سمجھتے ہیں۔

مولف نے اس رسالہ میں صحیفۂ سجادیہ کی چند دعاؤں کی شرح کی ہے۔ صحیفۂ سجادیہ شیعہ مذہب میں ایک بڑی معتبر کتاب ہے۔ امام زین العابدین کی طرف منسوب ہے شیعوں نے اسکو زبور آل محمد کا لقب دیا ہے۔

شرح کا رنگ فلسفیانہ ہے۔ کہیں کہیں حضرات صوفیہ کے کلام سے بھی استراق کیا ہے۔ شرح عربی زبان میں لکھی ہے اس مقام پر مجھے فلسفہ کے متعلق انکے اغلاط کا اظہار منظور نہیں ہے۔ اس رسالہ کو دیکھکر یہ بات اچھی طرح معلوم ہو سکتی ہے کہ شیعوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو مذہب کے بیجا تعصب سے خالی ہو اور رد اہل سنت پر شیفتہ و شیدا نہ ہو۔ جو لوگ ابنا ہر فن ہی رنگ سے سیدا معلوم ہوتے ہیں انکی بھی اس مادہ خاص میں وہی حالت ہے جو

دن رات اسی بحث میں رہنے والوں کی ہوتی ہے۔ تعجب تو فلسفی پر ہے۔ مگر خیالات کی تاریکی ویسی ہی ہے جو مباحث حکمت کے اپنے کو ماہر سمجھتے ہیں مگر کج ذوق وہ ہوتی حالت ہوتی

اس رسالہ کے صفحہ ۱۸ میں آپنے کون بکنون کی کیفیت لکھتے ہوئے تفسیر کبیر سے وہ حدیث نقل کی کہ فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ آیۂ فتبارک اللہ احسن الخالقین کا نزول اس طرح پر ہوا کہ جب کہ آیۂ ثم خلقنا النطفۃ الی آخرہ نازل ہوئی تو میں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

مولف صاحب اس حدیث کو رد کرنا چاہتے ہیں فرماتے ہیں روی العلامۃ الرازی فی تفسیر الکبیر هذا فقضیت العجب من کیف یروی هذا۔ یعنی امام رازی نے تفسیر کبیر میں یہاں دو روایتیں لکھی ہیں جنسے مجھکو صدر کا تعجب ہے اسکو کیونکر یقین کیا جائے۔

آپ اس روایت پر اپنی حدت نظر سے چند اعتراض وارد فرماتے ہیں

اول یہ کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین پوری آیۃ ہے یا جزو کسی آیت کا ہے اگر پوری آیت ہے تو لازم آیا کہ ایک بشر نے کلام خدا کے مثل کلام کہدیا۔ گو ایک آیت ہی سہی۔ حالانکہ اسپر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ کتاب

کی ہر آیت معجزہ ہو کوئی اسکے مثل نہیں بنا سکتا۔ پس یہ تقریب
عمریہ بھی ہو جس سے قرآن کے اعجاز میں قدح ہوتی ہو
اور اگر یہ پوری آیت نہیں ہو بلکہ ٹکڑا ہے تا ہم آیت کا جز ہو تو یہ بھی جائز
ہے کہ ایک شخص آیت کو مکمل کرے اور اُسکو عمر یا اور کوئی شخص
پورا کرے اور اسکے اسے جملہ کے درمیان میں توارد ہو جائے
اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں کہ آپنے
کبھی آیت ناقصہ زبان سے نکالی ہو۔

جواب اسکا یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں کوئی
خرابی لازم نہیں آتی۔ اگر آیت کامل ہو تو اسلیے کہ تحدی
ایک آیت کے ساتھ نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک سورۃ کے ساتھ
ہوئی۔ جسمیں کم از کم تین آیتیں ہوتی ہیں۔ پس اگر شرکت
محال ہو تو تین آیتوں کی۔ اور اعجاز قرآنی میں اگر قادح ہو سکتی
ہو سکتی ہے تو شراکت میں آیتوں کی۔ اور اگر آیت سابقہ کا
جز ہو تو اسلیے کہ یہ محض بے دلیل دعوی ہے کہ پوری آیت
سے کم کبھی نازل نہیں ہوئی۔ وصح نزول غیر اولی الضرر
وحدہا وہی بعض آیۃ وکذا قولہ وان خفتم عیلۃ الی آخر الآیۃ
وہی بعض آیۃ (اتقان)

اب رہا یہ کہ حضرت عمر نے اس آیت کو پورا کیا۔
یہ مولف صاحب کا ذہنی مضمون ہے۔ روایت میں یہ مضمون
نہیں ہے۔ بلکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بعد
فتبارک اللہ احسن الخالقین کے نازل ہو چکی تھی۔ حضرت عمر
نے خلقا آخر تک سنکر آیندہ الفاظ کے سننے سے پیشتر فتبارک
اللہ احسن الخالقین کہدیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ
یوں ہی نازل ہو چکی ہے۔

الفاظ روایت یہ ہیں۔ قلت فتبارک اللہ احسن
الخالقین فقال ہکذا نزلت۔

نیز اس واقعہ کا نام توارد رکھنا بھی مولف ہی کی
ایجاد ہے۔ ہاں یہ کہنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت شریف کی برکت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
قلب کو ایک ایسی قوت عنایت ہوئی تھی کہ وحی الہی
کا انعکاس آپ کے قلب مبارک پر ہو جاتا تھا

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ تفسیر کبیر کی منقولہ روایت میں
یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عمر نے کہا وافقنی ربی فی اربع یعنی
میرے پروردگار نے چار موقعوں پر میری موافقت فرمائی۔ اللہ تعالی
کیطرف موافقت کی نسبت کرنا اپنے کو خدا کہنا اور خدا کی تنقیص
کرنا ہے ورنہ کہنا چاہیے تھا۔ وافقت ربی یعنی میں نے اپنے رب کی موافقت

جواب یہ ہے کہ مولف کی وسعت نظر نے اسقدر بھی اجازت نہیں دی کہ تحقیق کرتا
اور خبر نہیں کہ روایات میں وافقنی ربی اور وافقت ربی دونوں آئے
ہیں۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں وافقنی ربی اور وافقت ربی
تینوں کے ساتھ منقول ہے۔ پس بے شک ان دونوں کی طرف
فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ حضرت عمر کے اصلی الفاظ کیا تھے
پس اگر بالفرض کفرض المحال اس لفظ میں بھی

فرائی تھین پوری ہون -

سنہ ۱ ہجری مین مدینہ آنے سے ایک مہینے بعد نماز (ظہر عصر عشا) مین چار رکعتین کر دی گئین اور اس سے پہلے (ان مین بھی) دو ہی دو رکعتین تھین اسی سنہ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ پڑھی جب آپ قبا سے مدینہ چلے تو آپ نے اثنار راہ مین قبیلہ بنی سالم کے یہان جمعہ پڑھا اور یہ پہلا جمعہ تھا جو پڑھا گیا اور آپنے اسوقت خطبہ بھی پڑھا اور یہ اسلام مین پہلا خطبہ تھا اور اسی سنہ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد (مقدس) بنائی اور اپنی ازواج کے مکان تعمیر فرمائے اور مسجد قبا کی تعمیر کی -

سنہ ۲ مین رمضان مین غزوۂ بدر عظمیٰ ہوا اور اسی سنہ مین شعبان مین رمضان کے روزے فرض کیے گئے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرہ کا حکم دیا اور اسی سنہ مین شعبان ہی مین قبلہ بدلا گیا بجاے بیت المقدس کے کعبہ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ (تحویل قبلہ) رجب مین ہوئی اور اسی سنہ مین عید سے دو دن پہلے صدقہ فطر واجب کیا گیا اور اسی سنہ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مین قربانی کی اور آپ لوگون کو لیکر عید کی نماز پڑھنے گئے اور دو بکریان اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائین اور بعض کا قول ہے کہ ایک بکری -

سنہ ۳ مین شوال مین غزوہ احد ہوا اور اسی سنہ مین اور بعض کا قول ہے کہ سنہ ۴ ربیع الاول مین شراب حرام کیگئی -

سنہ ۴ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع مین نماز خوف پڑھی اور بعض لوگون نے کہا ہے کہ اسی سنہ مین (اسی ماہ ربیع الاول کے پہلے) نماز قصر کا حکم دیا گیا اور اسی سنہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی اور یہودیہ کو سنگسار کیا اور قصہ اسکا مشہور ہے اور اسی سنہ مین تیمم کی آیت نازل ہوئی -

سنہ ۵ مین ذیقعدہ مین پردے کی آیت نازل ہوئی اور اسی سنہ مین مدینہ مین زلزلہ آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل تمکو مستعتب کرتا ہے پس تم مستعتب

ہو جاؤ۔ اور اسی سنہ میں غزوۂ خندق ہوا۔
سنہ میں غزوۂ بنی مصطلق میں اہلِ افک
نے افترا پردازی کی اور اسی سنہ میں
منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول
نے کہا تھا کہ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز
منہا الاذل۔ اور اسی سنہ میں آفتاب
میں گرہن پڑا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز کسوف پڑھی اور یہی پہلی نماز کسوف ہے جو
پڑھی گئی اور اسی سنہ میں ذیقعدہ میں رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کا عمرہ کیا اور درخت
کے نیچے بیعت الرضوان کی اور اسی سنہ
میں لوگوں پر قحط پڑا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے پانی برسنے کی دعا کی چنانچہ پانی برسنے لگا
اور لگاتار برسا پھر آپ سے ایک شخص نے کہا
کہ یا رسول اللہ (پانی کی کثرت سے) راستے بند
ہو گئے۔ مکانات گر گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اللھم حوالینا ولا علینا چنانچہ ابر مدینہ
سے ہٹ گیا اور اسی سنہ میں رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے درمیان میں مسابقت
کرائی تو ایک عرب کا اونٹ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی اونٹنی قصوی (نامی) سے سبقت لے گیا
اور اس سے پہلے کبھی کوئی اونٹ اس سے سبقت نہ
لے گیا تھا۔ یہ بات مسلمانوں پر بہت شاق ہوئی
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر حق ہے
کہ دنیا میں جس چیز کو بلند کرے اس کو پست بھی کرے
اور اسی سنہ میں آپ نے گھوڑ دوڑ کرائی
تو حضرت صدیق اکبر کا ایک گھوڑا سبقت لے گیا اور
انہوں نے انعام لے لیا اور یہ سب سے پہلی گھوڑ دوڑ
تھی جو اسلام میں ہوئی۔

سنہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے عمرۂ حدیبیہ کی قضا کا عمرہ کیا کیونکہ (حدیبیہ والے
سال میں) مشرکین نے آپ کو (عمرہ سے) روک
لیا تھا تب اس عمرہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم اور تمام مسلمانوں نے اضطباع[1] کیا اور رمل[2] کیا
اور یہ سب سے پہلا اضطباع اور رمل تھا جو اسلام میں
ہوا اور اسی سنہ میں جنگ خیبر ہوئی اور
اسی سنہ میں ایک (یہودی) عورت نے
جس کا نام زینب تھا وہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی

[1] اضطباع چادر کا اس طرح اوڑھنا کہ اس کا ایک سرا
داہنے شانے سے اتار کر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر
بائیں شانے پر ڈال لے۔

[2] شانہ ہلا ہلا کر کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھ کر چلنا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا - ایک
بکری (کے گوشت) میں زہر ملا کے ہدیۃً آپکے پاس
بھیجی تھی آپ نے اُسے کھایا تھا اور اسی سنہ
مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور
قیصر اور نجاشی اور بادشاہ غسان (نام مقام)
اور ہوذہ بن علی کی طرف سفارت بھیجی اور اسی سنہ
مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے لیے)
مُہر بنوائی اور جو خطوط بادشاہونکو بھیجے اُن پر
وہ مُہر کی اسی سنہ مین رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے پالے ہوے گدھون کے گوشت کو حرام
فرمایا اور اسی سنہ مین خیبر کے دن عورتون
سے متعہ کرنے کو بھی حرام[۱] کردیا۔

[۱] تحقیق یہ ہے کہ متعہ کی تحلیل و تحریم کئی بار ہوئی پہلے جنگ
خیبر مین جو سنہ ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔ پھر فتح مکہ مین جو سنہ ۸
ہجری کا واقعہ ہے۔ پھر جنگ اوطاس مین کہ وہ بھی سنہ ۸ ہجری کا
واقعہ ہے اور اسی جنگ اوطاس مین تین دن کے بعد ہمیشہ کیلئے حرام
کردیا گیا۔ تمام اہل اسلام کا اسپر اتفاق ہو گیا صحابہ کیا تابعین کیا
فقہا کیا محدثین۔ صحابہ مین صرف ابن عباس پہلے بحالت اضطرار
متعہ کو جائز سمجھتے تھے مگر جب حضرت علی مرتضیٰ نے اسپر انکو تنبیہ کی
متعہ کا مسئلہ متعلق ہوی سے انکو واقف کیا تو انھون نے اپنے قول سے رجوع کیا
(کذا فی کتب احادیث و فقہ مین مذکور ہے اعلام الفقہ جلد ششم صفحہ ۲۰)

سنہ ۸ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر
بنایا گیا اور اُسپر آپ نے خطبہ پڑھا اور (اس سے
پہلے آپ ایک ستون سے تکیہ لگا کر خطبہ پڑھا کرتے
تھے پس (جب آپ اُسے چھوڑ کے منبر پر تشریف لائے
تو وہ ستون رونے لگا یہانتک کہ لوگون نے اُس
(کے رونے) کی آواز سنی پس آپ منبر سے اُتر کے
اُسکے پاس گئے اور اُسپر آپ نے اپنا ہاتھ رکھدیا اُسپر
وہ چُپ ہوگیا۔ اور یہ پہلا منبر تھا جو اسلام مین بنایا
گیا۔ اسی سنہ مین رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور طائف کا محاصرہ کیا
اور اُسپر منجنیق[۲] نصب کیا اور یہ پہلا منجنیق تھا جو
اسلام مین نصب کیا گیا۔

سنہ ۹ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی ازواج سے ایلا کیا یعنی قسم کھائی کہ ایک مہینہ
تک اُنکے پاس نہ جائینگے اور یہ قصہ مشہور ہے اسی
سنہ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد

[۲] منجنیق فلاخن بزرگ (صراح) ایک رسی ہوتی ہے
جسکے سرے پر کچھ باندھکر اُسمین پتھر وغیرہ رکھکر کاشتکار لوگ
چڑیون سے کھیت کی حفاظت کرتے ہین جسکو ہمارے یہان گوپھن
کہتے ہین اسی وضع کا قدیم زمانہ مین لڑائی کا ایک ہتھیار ہوتا تھا جو
قریب قریب توپ کا کام دیتا تھا بڑے بڑے پتھر اس سے پھینکے جاتے تھے

ضرار کو جو مدینہ میں تھی گروا دیا۔ یہ مسجد منافقوں نے
بنوائی تھی۔ اسکا ہدم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
تبوک سے واپس آنے کے بعد ہوا اور اسی سنہ
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر طرف
سے وُفُود آئے اور اسی وجہ سے اس سنہ کا نام
سنۃ الوفود رکھا گیا اور اسی سنہ میں شعبان
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عُوَیمر عجلانی اور
اُنکی بی بی کے درمیان میں عصر (کی نماز کے) بعد
اپنی مسجد میں لعان کرایا اور (وجہ اسکی یہ ہوئی کہ)
عویمر تبوک سے لوٹ کے آئے تو اُنھوں نے اپنی
بی بی کو حاملہ پایا۔ اور اسی سنہ میں شوال
میں عبد اللہ بن اُبی بن سلول منافق مر گیا اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے جنازہ کی
نماز پڑھی اور اسکے بعد کسی منافق کی نماز نہیں پڑھی
کیونکہ (اسکے بعد ہی) اللہ تعالیٰ نے آیت نازل
فرمائی "ولا تصل علی احد منھم مات ابدا" اور اسی

سنہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ابو بکر کو امیر حج بنایا اُنھوں نے لوگوں کے
ہمراہ حج کیا اور حضرت علی بن ابی طالب کو حکم دیا
کہ سورہ براءۃ مشرکوں کو سنا دیں اور انکا عہد ا
نہیں واپس کر دیں اور یہ (اعلان کر دیں) کہ
اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور
کوئی برہنہ ہو کر کعبے کا طواف نہ کرے اور یہی آخری
حج تھا جو مشرکوں نے کیا۔

۱۰ سنہ میں آیۂ "لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم
والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات" نازل ہوئی۔
اس (آیت کے نازل ہونے) سے پہلے لوگ ایسا
نہ کرتے تھے اور اسی سنہ میں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں
کہ آپ نے اسی حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سوا اسکے کوئی حج
نہیں کیا۔

لہ وفود جمع ہے وفد کی۔ وفد کے معنی قاصد۔ یہ لوگ اپنی اپنی قوم کیطرف سے
اسلام کی خبر لینے اور ضروریات دین کا علم حاصل کرنے آتے تھے
لہ جب مرد اپنی عورت کو تہمت لگائے اور کوئی گواہ نہ ہو تو یہ حکم ہے کہ ان
دونوں سے خاص طریقہ پر قسم لیکر تفریق کرا دیجائے۔ اسی کو لعان کہتے ہیں۔
لہ ترجمہ اور جو کوئی اُن میں سے مر جائے تو آپ اسکی جنازہ کی نماز پڑھیے

لہ مشرکین عرب برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا افضل سمجھتے تھے۔
لہ چاہیے کہ تم سے لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو نابالغ
ہوں تمہارے پاس آنے کیلئے تین وقتوں میں تم سے اجازت طلب کریں
(جب تم اجازت دو تو آویں)
لہ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آپ نے صرف حج کیا تھا یا قران یا تمتع

معجزات کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مثل انبیاے سابقین کے اپنی قوم کو معجزات دکھائے۔ اور چونکہ آپ اشرف الانبیا ہین اسلیے آپ کے معجزات بھی سب سے اعلی و اشرف ہے۔ چونکہ آپکے معجزات کا جاننا تقویت ایمان کا ایک عمدہ ذریعہ ہو اس لیے معجزات کے بیان مین کچھ بسط دیا جاتا ہو۔ تاہم اختصار و ایجاز ملحوظ ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ان معجزات کا بیان ایک نقشہ کی صورت مین کیا جائے۔

نمبر	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
۱	قرآن مجید	سب سے اعلی و اشرف معجزہ آپ کا قرآن مجید ہو۔ جو اب تک ہمارے ہاتھون مین باقی ہو اور تا قیامت باقی رہیگا۔ یہ ایک زندہ معجزہ ہو۔ جو خود ہزارہا معجزات پر شامل ہے۔ واضح رہے کہ قرآن مجید مین کئی قسم کا اعجاز ہو۔ اول بوجہ بلاغت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود امی محض ہونے اور مشق شعر و سخن سے ناآشنا ہونے کے اُس مجمع فصحا و بلغا مین کہ بڑے بڑے قصید و مکافی البدیہ تصنیف کرنا اور طول طویل خطبونکا بے تامل انشا کرنا جنکا روزمرہ تھا۔ اسکی فصاحت و بلاغت (ما فوق الفطرۃ) کا اعلان دیا۔ اور فاتوا بسورۃ من مثلہ کا ڈنکا بجایا۔ پھر انکو جوش بھی دلایا گیا کہ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا پھر انتہا یہ کی گئی کہ لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی۔ اور کوئی شخص سورۂ انا اعطینا کا بھی مثل نہ بنا سکا۔ قاضی عیاض شفا مین لکھتے ہین کہ باعتبار بلاغت کے قرآن کریم مین سات ہزار سے زیادہ معجزے ہین۔ کیونکہ کلام اللہ مین جس قدر کلام بجابر سورۂ انا اعطینا کے ہے معجزہ ہو اور سورۂ انا اعطینا مین دس لفظین ہین۔ اور پورے قرآن مین ستر ہزار سے

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
		زائد الفاظ ہین- دوسرا اعجاز بوجہ عدم اختلاف کے ہے- جیساکہ فرمایا ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا- عدم اختلاف ایک بہت وسیع لفظ ہے اسکے کئی معنی ہین- ایک معنی یہ ہین کہ اسمین باہم تناقض نہین- ایک آیت دوسری آیت کے خلاف نہین- کلام بشر اس سے محفوظ نہین رہ سکتا- دوسرے معنی یہ ہین کہ اس مین ہر قسم کا کمال اپنے منتہاے کمال پر ہے- یہ نہین کہ کسی قسم کا کلام کامل ہو کسی قسم کا کامل نہو- کلام انسانی کی یہ حالت نہین ہوسکتی اُسکے کلام مین اختلاف کا ہونا لازم ہے- جس چیز سے اسکی طبیعت کو مناسبت ہے اُس چیز مین اُسکا کلام کامل ہوگا دوسری چیزون مین ناقص ہوگا- کسی کا کلام رزم مین اچھا ہے تو بزم مین وہ کیفیت نہین- پند و نصائح مین اچھا ہے تو اور چیزون مین ویسا نہین- سیاست و جہانداری کے آداب اچھے بیان کرسکتا ہے تو عزلت و گوشہ نشینی کے طریقے ویسے نہین بیان کرسکتا- قرآن مین اس قسم کا بھی اختلاف نہین ہے- تیسرے معنی عدم اختلاف کے یہ ہین کہ اختلاف حالات کی وجہ سے ہوجاتا ہے کہ مثلاً انسان کمزور ہوتا ہے- بیکسی کی حالت ہوتی ہے- دشمنون کا غلبہ ہوتا ہے اُسوقت اور قسم کی باتین اسکی زبان سے نکلتی ہین- جب اُسکو قوت و شوکت حاصل ہوجاتی ہے دشمنون کا خوف نہین رہتا ہے- اُسوقت دوسری قسم کی باتین اُسکی زبان سے نکلتی ہین- پہلی حالت مین ملاطفت اور نرمی کی باتین کہتا ہے اور دوسری حالت مین جلال و جبروت سے خطاب کرتا ہے- قرآن کریم اس اختلاف سے بھی پاک ہے- قبل ہجرت کا زمانہ جو ایک عجیب نازک و پرخطر زمانہ تھا- [illegible]

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
		یار تھا نہ یاور۔ نہ فوج تھی نہ لشکر۔ ہر طرف دشمن ہی دشمن تھے اور سب جان کے خواہان خون کے پیاسے - ایسے نازک وقت مین جو آیتین نازل ہوئی ہین ان مین جس جلال وجبروت کے ساتھ کافرون سے خطاب کیا گیا ہے بعد ہجرت کی آیتون مین جبکہ ایک قوت و شوکت اور اعوان و انصار کی کثرت تھی اس سے شمہ برابر بھی ویسی نہین ہے۔ سورۂ اقرأ مین (جو مکی ہے) ابوجہل سے جو سردار قریش تھا۔ یون خطاب کیا گیا
		کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ فلیدع نادیہ سندع الزبانیۃ یعنی اگر ابوجہل حضرت کی ایذا رسانی سے باز نہ آئیگا تو ہم ضرور ضرور اُسکو پیشانی کے بل گھسیٹین گے وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے۔ پس اُسکو چاہیے کہ اپنی تمام مجلس کو مدد کے لیے پکارے۔ ہم بھی زبانیہ (نام فرشتہ) کو بلاتے ہین۔ اسی طرح مکی آیتون مین جابجا ارشاد ہوا ہے۔ تنبیہ و تہدید کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا گیا۔ دنیا مین اُنکو تخویف کی گئی اور آخرت کے عذابون سے بھی اُنکو ڈرایا گیا مدنی سورتون مین کوئی بات اس زیادہ نہین۔ اسکے علاوہ عدم اختلاف کے اور بھی مطلب ہین اور کسی مطلب کے اعتبار سے قرآن کریم مین اختلاف نہین ہے۔ تیسرا اعجاز قرآن مجید کی پیشین گوئیون کے اعتبار سے ہے - یہ اعجاز بھی قرآن مجید کی بہت سی آیتون مین ہے۔ منجملہ انکے چند پیشین گوئیان اس مقام پر ذکر کیجاتی ہین۔
		(۱) پیشین گوئی متعلق فتح خیبر آیۂ واثابہم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ مین۔
		(۲) پیشین گوئی متعلق عمرۃ القضا آیہ لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین مین

نمبرشمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
		(۳) پیشین گوئی متعلق فتح فارس و روم کریمہ و آخری لم تقدروا علیہا۔ اور کریمہ ستدعون الی قوم اولی باس شدید میں۔ (۴) متعلق دفع شر مرتدین کریمہ من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم میں۔ (۵) پیشین گوئی متعلق غلبۂ روم کریمہ الم غلبت الروم وہم من بعد غلبہم سیغلبون میں۔ (۶) پیشین گوئی متعلق اسکے کہ یہود موت کی تمنا نکرین گے۔ (۷) پیشین گوئی متعلق حضرات خلفای راشدین کریمہ وعد اللہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض ۔ ونیز دوسری آیات میں۔ (۸) پیشین گوئی متعلق غلبۂ دین اسلام بر جمیع ادیان کریمہ لیظہرہ علی الدین کلہ وغیرہ میں (۹) پیشین گوئی متعلق محفوظی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واللہ یعصمک من الناس میں (۱۰) پیشین گوئی متعلق حفاظت قرآن۔ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون انکے علاوہ اور بھی بہت سی پیشین گوئیان ہین۔ جو بخیال اختصار ترک کی گئین۔
۲	بے دیکھی ہوئی باتون کا بیان کرنا	بے دیکھی ہوئی باتین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قسم کی بیان کی ہیں اوّل زمانۂ گذشتہ کی۔ دوّم زمانۂ حال کی۔ سوّم زمانۂ آیندہ کی۔ یہ تینون قسمین معجزہ ہین۔ مگر پہلی قسم کا اعجاز چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونیکے ساتھ وابستہ ہے۔ اسلیے اُس کو ترک کرکے صرف آخری دونون قسمون کے پانچ پانچ معجزے اس مقام پر بیان کیے جاتے ہین۔ قسم دوم (۱) صحیحین مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبش کی وفات کی خبر اُسی روز جس روز کہ انکی وفات ہوئی بیان فرمائی، اور آپ نے غائبانہ نماز جنازہ کی پڑھی۔

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
〃	〃	(۲) سنن بیہقی مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ بادشاہ ایران کی مقتولی کی خبر اُسی صبح کو بیان فرمائی جس شب کو وہ قتل کیا گیا۔ قصہ اسکا طویل ہے (۳) امام احمد اور حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہو کہ حضرت عباس جب کافرون کے ساتھ غزوۂ بدر مین قید ہوے۔ اور تمام قیدیون پر فدیہ مقرر کیا گیا تو حضرت عباس نے کہا کہ اس قدر روپیہ میرے پاس نہین ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو مال تمنے ام فضل کے پاس جمع کیا ہو وہ کیا ہوا؟ حضرت عباس کہتے ہین کہ اُس مال کی سوا میرے اور ام فضل کے کسی کو خبر نہ تھی۔ (۴) سنن بیہقی مین ہو کہ ایک مرتبہ اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گم ہوگئی لوگون نے بہت ڈھونڈھا مگر نہ ملی۔ ایک منافق نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو غیب دانی کے مدعی ہین انھین یہ کیون نہین معلوم ہو جاتا کہ اونٹنی ان کی کہان ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ مین غیب دانی کا مدعی نہین ہون۔ مگر اللہ نے مجھے منافق کے اس مقولہ سے نیز اونٹنی کے مقام سے آگاہ کر دیا وہ اونٹنی فلان مقام پر ہو"۔ چنانچہ وہ وہین ملی۔ (۵) صحیحین مین ہو کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے (جو اصحاب بدر مین سے تھے) مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ ایک خط کفار مکہ کو لکھا۔ حضرت نے بیان فرما دیا کہ حاطب نے ایسا کیا ہو اور وہ عورت خط لیے ہوے جا رہی ہو۔ چنانچہ کچھ لوگ آپ کے حکم سے گئے اور اُس خط کو اُس عورت سے لے آئے۔ قسم سوم (۱) خلفای اربعہ رضوان اللہ علیہم کا بترتیب خلیفہ ہونا۔ خلافت راشدہ کا تیس برس رہنا حضرت نے بیان فرما دیا۔ دیکھو ازالۃ الخفا۔

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت مع حوالہ کتاب
″	″	(۲) حضرت عثمان و حضرت علی کے ظلماً مقتول ہونے کی خبر دی (دیکھو ازالۃ الخفا) (۳) صحیح بخاری مین عوف بن مالک سے روایت ہو کہ حضرت نے فرمایا میرے بعد بیت المقدس فتح ہوگا۔ (۴) صحیحین مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت آنے سے پہلے ملک حجاز مین ایک آگ نکلیگی کہ ظاہر کردیگی اونٹون کی گردنون کو شہر بصرے مین۔ یعنی اُس آگ کی روشنی شہر بصرے تک پہونچیگی (جو ملک شام کا ایک شہر ہی) اور وہان لوگ اس روشنی کی مدد سے راستہ طے کرینگے" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اخیر خلافت عباسیہ مین ۳۔ جمادی الاول ۶۵۴ھ ہجری مین جمعہ کے دن عشا کے بعد یہ آگ مدینہ کے قریب ظاہر ہوئی مثل ایسے شہر کے جسمین قلعے اور برج اور کنگرے ہون۔ طول اسکا بقدر ۱۲ میل کے تھا اور عرض بقدر ۴ میل۔ اور اونچائی اسکی قد آدم سے ڈیوڑھی۔ دریا کی طرح موجین مارتی تھی اور سیلاب کی طرح چلتی تھی۔ رعد کی طرح آواز کرتی تھی۔ یہ ایک نہایت عجیب بات تھی کہ پتھرونکو جلادیتی اور پہاڑون کو رانگے کی طرح پگھلا دیتی تھی مگر درختون پر اس سے کوئی اثر نہ پہونچتا تھا۔ مدینے کے لوگ اس آگ کی روشنی مین رات کو مثل دن کے کام کرتے تھے۔ اس آگ کی روشنی مکہ مین اور بصرے مین دیکھی گئی۔ علامہ قسطلانی اسی زمانہ مین تھے۔ انھون نے اس آگ کی بیان مین ایک کتاب مستقل تصنیف کی ہی۔ نیز اور علما نے بھی اسکا تذکرہ لکھا ہو۔ اس آگ کی پیشینگوئی جن کتابون مین لکھی ہوئی ہو مثل صحیحین کے وہ اس واقعہ سے کئی سو برس پہلے کی تصنیف ہین۔ (۵) صحیح مسلم مین حضرت ابوذر سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

نمبر شمار	معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
"	"	قریب ہے کہ تم مصر کو فتح کرو گے تو وہاں کے لوگوں سے نیکی کرنا ۔
۴	فرشتوں کا نظر آنا اور دکھائی دینا	(۱) بیہقی نے سائب بن ابی حبیش سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے خدا کی قسم مجھے جنگ بدر میں کسی انسان نے قید نہیں کیا بلکہ یوں ہوا کہ جب کفار قریش شکست کھا کر بھاگے تو میں بھی بھاگا ۔ پس ایک مرد سفید رنگ دراز قامت سے کہ ایک گھوڑے پر سوار تھا اور آسمان و زمین کے درمیان میں معلق تھا مجھے باندھ کر چھوڑ دیا ۔ اور عبدالرحمن بن عوف مجھے بندھا ہوا دیکھ کر پکڑ لائے ۔ (۲) بیہقی نے اور ابن سعد نے حضرت عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ حضرت حمزہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میں حضرت جبرئیل کو انکی اصلی صورت پر دیکھنا چاہتا ہوں ۔ حضرت نے فرمایا کہ نہ دیکھ سکو گے ۔ مگر انھوں نے زیادہ اصرار کیا ۔ پس حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ۔ حضرت جبرئیل کعبہ کے اوپر آئے حضرت نے فرمایا کہ اے حمزہ اوپر دیکھو ۔ چنانچہ انھوں نے دیکھا دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑے ۔ (۳) صحیحین میں اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت جبرئیل کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں دیکھا ۔ (۴) صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ اکثر ملائکہ انکے پاس آتے تھے اور انکو سلام کرتے تھے یہاں تک کہ میں بیمار ہوا اور میں نے اپنے بدن میں داغ دیا ۔ اسوقت سے فرشتوں کا سلام کرنا موقوف ہو گیا ۔ (۵) بدر کے دن اکثر صحابہ نے دیکھا کہ مسلمان کسی کافر پر حملہ کرتے ہیں ابھی ان کی تلوار کافر کی گردن پر پہونچنے نہ پائی تھی کہ گردن علیحدہ کٹ کر گر گئی ۔

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
۴	جنون کا ایمان لانا اور آپ کی بشارت سنانا	(۱) بیہقی نے سواد بن قارب سے روایت کی ہی کہ وہ کہتے تھے کہ زمانۂ جاہلیت مین مجھسے ایک جن سے دوستی تھی۔ وہ مجھے آیندہ کی خبرین پہونچایا کرتا تھا اور مین لوگون سے بتاتا تھا۔ اسمین میرا بہت کچھ فائدہ ہوجاتا تھا۔ ایک مرتبہ مین سو رہا تھا کہ اس جن نے آکر مجھے جگایا اور کہا کہ: "اٹھ اہوش مین آ۔ اور سمجھ لے اگر تجھے شعور ہے کہ ایک پیغمبر اولاد لوی بن غالب سے پیدا ہوے ہین" پھر چند اشعار اُس نے پڑھے۔ مجھے سخت بے چینی اس واقعہ کی پیدا ہوئی۔ دوسری رات کو بھی اُس جن نے ایسا ہی بیان کیا اور تیسری رات کو بھی۔ بس میرے دل مین محبت اسلام کی پیدا ہوئی اور مین مکہ جا کر حضرت کے حضور مین مشرف بہ اسلام ہوا۔ (۲) امام احمد نے حضرت جابر سے اور ابو نعیم نے ضمرہ سے اور بیہقی نے امام زین العابدین سے روایت کی ہی کہ سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ [illegible] کی خبر مدینۂ منورہ مین اس طرح معلوم ہوئی کہ مدینہ کی ایک عورت کو کسی جن سے تعلق تھا وہ روزانہ اُسکے پاس آیا کرتا تھا۔ چند روز کے لیے اوسکا آنا موقوف ہوگیا۔ پھر وہ آیا تو اُس عورت نے "آنیکا سبب پوچھا۔ اُس نے جواب دیا کہ اب مین ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتا ہون۔ مکہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوے ہین اُنھون نے ہمپر زنا حرام کردیا ہے"۔ (۳) صحیح بخاری مین حضرت فاروق اعظم سے روایت ہی کہ ایک روز [illegible] بتون کے پاس بیٹھے ہوے تھے کہ بت کے پیٹ سے یہ آواز نکلی کہ اے مرد قوی سن! کام کی بات ہی۔ ایک شخص فصیح کہتا ہی لا الہ الا اللہ" لوگ یہ آواز سنکر بھاگ گئے۔ مگر مین بیٹھا رہا۔ یہی آواز پھر دوبارا پیدا ہوئی

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
"	"	چند ہی روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر مشہور ہوئی۔ (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود سے محدثین کی ایک جماعت نے مثل بیہقی و ابو نعیم کے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو اپنے ہمراہ لیا اور ایک دائرہ کھینچکر انکو اسکے اندر بٹھادیا اور آپ آگے تشریف لیگئے۔ اور کچھ آیتین قرآن شریف کی پڑھین اور جن آپ کے پاس آئے اور ایمان لائے (۵) ابن سعد نے جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے کہ ہم چار آدمی اپنے وطن سے بارادہ حج روانہ ہوے۔ یمن کے ایک جنگل مین چلے جارہے تھے کہ ایک آواز آئی جس مین اس مضمون کے اشعار تھے کہ لے سوارو جب تم زمزم اور حطیم پر پہونچو تو ہمارا اسلام کہدینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خدا کے رسول ہین، اور یہ کہدینا کہ ہم آپ کے دین کے تابعدار ہین، ہمسے مسیح بن مریم نے اسکی وصیت کی تھی" ابو البقار شبلی حنفی نے اپنی کتاب آکام المرجان فی احکام الجان مین لکھا ہے کہ حدیثون سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ چھ مرتبہ جن آپ کے حضور مین حاضر ہوے۔ پہلی مرتبہ مکے مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکایک ناگاہ گم ہوگئے۔ اور اصحاب نے آپکو میدانون مین اور پہاڑ کی گھاٹیون مین تلاش کیا۔ صبح کو آپ جانب کوہ حرا سے تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جنون کا بلانیوالا آیا تھا سو مین اسکے ساتھ گیا اور مین نے جنون کو کلام اللہ سنایا۔ اور اس قصہ کو ابو داؤد نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ اور اس مرتبہ آپکے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اور دوسری مرتبہ جن آپ کے پاس حجون مین اور تیسری مرتبہ اعلای مکہ کے پہاڑون مین اور چوتھی مرتبہ بقیع الغرقد مین اور ان دونون بار

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
		عبد اللہ بن مسعود آپ کے ساتھ تھے۔ اور پانچوین مرتبہ خارج مدینہ مین اور اس بار حضرت ابن زبیرؓ آپکے ہمراہ تھے اور چھٹی مرتبہ ایک سفر مین کہ بلال آپکے ساتھ تھے
۵	برکت کا ظاہر ہونا۔	(۱) صحیح بخاری مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ مین ایک روز بھوکا تھا۔ حضرت مجھے اپنے ہمراہ لیگئے۔ دولت خانہ مین صرف ایک قدح دودھ نکلا جو کہین سے ہدیتاً آیا تھا۔ حضرت نے مجھسے فرمایا کہ اصحاب صفہ کو بلالاؤ۔ مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس قلیل مقدار دودھ مین سب آدمی کیونکر شریک ہوسکتے ہین۔ کاش مجھی کو دیدیتے۔ مگر مین نے سب کو بلالیا بعد اسکے آپ نے مجھے حکم دیا کہ ان سب کو دودھ پلاؤ۔ چنانچہ مین نے پلانا شروع کیا۔ سب نے سیر ہو ہو کر پیا۔ پھر حضرت نے پیالہ اپنے ہاتھ مین لیا اور فرمایا کہ اب ہم اور تم باقی ہین سو تم پیو۔ چنانچہ مین نے پیا۔ بار بار حضرت فرماتے تھے کہ اور پیو۔ یہان تک کہ میرے پیٹ مین گنجایش باقی نہ رہی۔ بعد اسکے حضرت نے پیا۔ (۲) ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہو کہ مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھوڑے چھوہارے لایا اور مین نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان چھوہارون کے لیے دعای برکت فرمائیے۔ آپ نے اُن چھوہارونکو اُٹھاکے دعای برکت کی اور مجھ سے فرمایا کہ انھین لیکے اپنے توشہ دان مین ڈال رکھو جب تمھارا جی چاہے اُسمین سے ہاتھ ڈالکر نکالا کیجیو مگر اسکو جھاڑیو مت۔ ابوہریرہ کہتے ہین کہ اُن چھوہارون مین ایسی برکت ہوئی کہ مین نے اتنے اتنے وسق اللہ کی راہ مین خرچ کیے اور ہمیشہ اُس مین سے ہم کھاتے کھلاتے رہے اور وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر مین لگا رہتا تھا۔ یہان تک کہ بروز شہادت

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتاب
		حضرت عثمان کے میری کمر سے کٹ کر کہین گر پڑا اور جاتا رہا۔ (۳) صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک مین لوگون کو بھوک کی تکلیف پہونچی - یعنی توشہ کم تھا۔ لوگ بھوکے رہنے لگے۔ حضرت عمر فاروق نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ جو کچھ توشہ لوگون کے پاس باقی رہا ہو اُسے آپ منگا کر دعای برکت فرما دین آپ نے ایک دسترخوان چرمی بچھوایا اور لوگون کو حکم دیا کہ جو کچھ توشہ بچا ہوے آوین لوگ اپنے اپنے پاس سے جو کچھ باقی رہا تھا لے آئے۔ یہان تک کہ بعض آدمی ایک مٹھی بھر جوار لے آئے اور بعضے ایک مٹھی چھوہارے اور کوئی ٹکڑا روٹی کا یہان تک کہ اُس دسترخوان پر تھوڑا سا فراہم ہوا آپ نے اُسپر دعاے برکت فرمائی اور لوگون سے کہا کہ اپنے اپنے برتن بھر لو- سب لوگون نے سارے لشکر کے سب برتن بھر لیے اور سب لشکر نے سیر ہو کر کھایا اور بچ رہا تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انی رسول اللہ یعنی گواہی دیتا ہون مین کہ نہین کوئی معبود برحق مگر اللہ تعالی اور گواہی دیتا ہون کہ مین تحقیق رسول خدا کا ہون اور اس کلمہ کو جو شخص بغیر شک کے لیگا بہشت مین جائیگا۔ (۴) ابوداؤد نے دُکین سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ چارسو سوارون کو قبیلۂ احمس مین سے توشہ دیوین حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ چھوہارے جن سے آپ توشہ دینے کو فرماتے ہین چار صاع چھوہارے ہین اُن سے ان سبھون کا توشہ کیونکر ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ تو سہی - حضرت عمر گئے اور اُن چھوہارون

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتب
//	//	سے اُن چار سو آدمیون کو توشہ بقدر کفایت دیدیا اور چھوہارے جتنے تھے اُتنے ہی باقی رہے۔ (۴) صحیحین مین انس سے روایت ہو کہ ابو طلحہ نے ام سُلیم سے کہا کہ مین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو بسبب بھوک کے ضعیف پایا ہو سو تمھارے پاس کچھ ہو؟ ام سُلیم نے کچھ روٹیان جو کی نکالین اور ایک اوڑھنی مین لپیٹکر مجھے دین۔ مین نے اُنھین ہاتھون کے تلے چھپالیا اور وہ روٹیان لیکر مجھے پاس آنحضرت کے بھیجا۔ آپ مسجد مین تھے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمھین ابو طلحہ نے بھیجا ہو؟ مین نے عرض کیا کہ ہان۔ آپ نے فرمایا کہ کھانا لیکر؟ مین نے کہا کہ ہان۔ آپ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اُٹھو آپ چلے اور آپ کے ساتھ سب حاضرین بھی چلے۔ مین نے آگے بڑھکر ابو طلحہ کو خبر کی ابو طلحہ نے ام سُلیم سے کہا کہ آنحضرت لوگون کو لیے تشریف لاتے ہین اور ہمارے پاس تو کھانا اتنا نہین ہو کہ سب کو کھلا سکین۔ ام سُلیم نے کہا کہ خدا اور خدا کا رسول داناتر ہو۔ پس ابو طلحہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ابو طلحہ کے گھر مین آئے اور ام سُلیم سے کہا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہو لاؤ؟ انھون نے وہ روٹیان پیش کین آپ نے فرمایا ٹکڑے کر ڈالو۔ پھر ام سلیم نے گھی کی برتن کو نچوڑ کر اُن ٹکڑون کو چُپڑ دیا۔ بعد اسکے آنحضرت نے اُسپر کچھ پڑھا پھر آپ نے فرمایا کہ دس آدمیون کو آنے دو۔ دس آدمی آئے اور پیٹ بھر کھا کر اُٹھے پھر دس آدمی آپ نے اور بلائے۔ اسی طرح سے دس دس آتے اور پیٹ بھر کھاتے گئے۔ سبھون نے پیٹ بھر کے کھا لیا۔ اور وہ لوگ ستر یا اسی آدمی تھے۔

لا الہ الا اللہ — محمد رسول اللہ

قال اللہ تبارک و تعالیٰ وبالنجم ہم یہتدون

النجم لکھنؤ

رسالۂ ماہوار

نمبر ۶ — جلد ۸

فہرست مضامین

قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دوبار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷ و ۲۱ تاریخ کو انشاء اللہ شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خاص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	سے
شش ماہی	ع
سہ ماہی	عہ

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کر دیا جائیگا۔

(۴) چندہ ہر حال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اُس وقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں اور چاہے صرف بقیہ دنوں کی قیمت موافق نقشہ تقسیم رسالہ النجم کے بھیجدیں۔

(۷) جو صاحب ۱۰ مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کرائیں چاہے ۲ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے لیلیں۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب ۱ روپیہ قیمت کی انعام میں دیجائیگی

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے۔ مسلمانوں کے عقائد و خیالات، خصائل و عادات، عبادات و معاملات کی اصلاح بطور اتباع شریعت حضرت محمد رسول اللہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان بڑے مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہیں

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ میں تصوف کہا جائے۔ اس ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح و حالات ہدیہ ناظرین ہونگے۔

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص علمی و دینی مسائل سے متعلق ہو۔

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ میں کچھ حصہ جدید جدید اسلامی خبروں کا بھی ہوگا خبریں جہاں تک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی۔

(۵) ہر سال جو کتاب انعام میں تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالیٰ بیشتر و اکثر سلف صالحین میں سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	شش ماہی	سالانہ
نصف کالم	ے	مٹے	للعہ	للعہ
ایک کالم	عہ	للعہ	عہ	للعہ
پورا صفحہ	لعہ	عہ	صہ	للعہ

اتفاقی اشتہار فی سطر کالم ۲ اجرت ضمیمہ فی صدی ۱۰ بشرطیکہ قواعد ڈاکخانہ کے خلاف نہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

"النجم لکھنؤ"

۰۰ ربیع الثانی پنجشنبہ سنہ ۱۳۔۔ھ

جب سے النجم رسالہ کی صورت میں نکلنے لگا ہے دین کی ایک جماعت منتظر تھی۔ اس وقت سے النجم کی اشاعت کو بہ نسبت سابق کے ترقی کرنا چاہیے تھا مگر افسوس ہے کہ یہاں بجائے ترقی کے تنزل ہی تنزل ہے جس کی کیفیت دفتروں کی روانگی اور وصولی کی فہرست سے معلوم ہو سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالی یہ حالت قائم نہ رہیگی اور جس قدر تعداد قدیم خریداروں کی گھٹ گئی ہے اسی قدر جدید خریداروں سے پوری ہو جائیگی مگر کیا بہتر ہو کہ ہمارا یا اخبار کی اشاعت اسکے خریداروں ہی کے ذریعہ سے بڑھتی ہے پس کیا خریداران النجم اس طرف توجہ نہ کریں گے اور کیا وہ اپنے النجم ہی کو اسی تنزل کی حالت میں دیکھتے رہیں گے

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ زمانہ فتنہ میں دین کی خدمت کا بڑا ثواب ہے اور اتنا بڑا ثواب ہے کہ ہجرت کے برابر ہے۔ آج کل کے زمانے سے زیادہ فتنے کا زمانہ کب ہوگا کہ ہر طرف سے الحاد و بے دینی کا زور ہے۔ علم دین مفقود ہوتا جاتا ہے۔ علمای سابقین دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور نئی نسلیں علم دین کی طرف بالکل متوجہ نہیں۔ وہ زمانہ قریب آ رہا ہے کہ علم دین بالکل معدوم ہو جائے انما ذہاب العلم بذہاب العلماء۔ علما کے تشریف لیجانے سے علم دین مفقود ہو جائیگا۔ پس جو لوگ اس فتنہ کے زمانہ میں علم دین کے باقی رکھنے کی کوشش کریں انہیں کے لیے اجر بے حساب ہے۔

علم دین کی اشاعت کی چند صورتیں ہیں۔ اول درس دینا۔ دوسرے وعظ کہنا۔ تیسرے تصنیف و تالیف کرنا۔ کیا اس میں کچھ شک ہو سکتا ہے کہ النجم اس تیسری قسم کی خدمت کو انجام دے رہا ہے اور اسی خدمت کی انجام دہی اسکا مقصد اصلی ہے۔ پس جو لوگ النجم کی ہمدردی و اعانت میں کوشش کریں وہ درحقیقت علم دین کی خدمت کرنیوالے ہیں۔

نوٹ: ضمیمہ و [illegible] کا مضمون شائع نہ ہو سکا آئندہ پرچہ سے انشاء اللہ درج ہوگا۔ سیرۃ نبوی کا بقیہ بھی آئندہ پرچے میں پورا ہو جائیگا۔

فہرست وصولی و واپسی ویلو

انجمن کے سالانہ چندے کی وصولی و واپسی کی یہ چوتھی فہرست ہے۔ پہلی تین فہرستوں میں (۲۸۹) نام وصولی کے اور (۲۴۵) نام واپسی کے شائع ہو چکے ہیں۔ اس مرتبہ (۸) نام وصولی کے اور (۲۲) واپسی کے شائع کیے جاتے ہیں۔

کل میزان وصولی کی (۲۹۷) ہوئی اور واپسی کی (۲۶۷)۔

فہرست وصولی :- (۱) جناب مظہر الحق صاحب مونگیر (۲) جناب سید عبد الوہاب صاحب دکن (۳) جناب محمود احسن صاحب آرہ (۴) جناب فخر الدین صاحب دکن (۵) جناب اکرام الہی صاحب اودھ (۶) جناب محمد عباس صاحب بستی (۷) جناب عبد الکریم صاحب رنگون (۸) جناب فضل احمد صاحب سندھ

فہرست واپسی :- (۱) محمد صدیق صاحب عدن (۲) محمد قاسم صاحب دربھنگہ (۳) احمد حسن صاحب برہما (۴) سید احمد صاحب اعظم گڑھ (۵) غلام محمد صاحب پنجاب (۶) نظام الدین صاحب مالوہ (۷) وہاج الدین صاحب بجنور (۸) وصی الدین صاحب دربھنگہ (۹) غفار خان صاحب کشمیر (۱۰) صلاح الدین صاحب احمد نگر (۱۱) محمد منظور صاحب بارہ بنکی (۱۲) شاہ محمد صاحب اعظم گڑھ (۱۳) دوست محمد صاحب برہما (۱۴) زنگا ریڈی صاحب دکن (۱۵) احمد حسین صاحب بھوپال (۱۶) سجاد علی صاحب ریواں (۱۷) علی حسین صاحب کشمیر (۱۸) عبد المجید صاحب دربھنگہ (۱۹) ابو الحسن صاحب کشمیر (۲۰) حبیب اللہ صاحب کانپور (۲۱) تہور علی صاحب لکھنؤ (۲۲) غلام محی الدین صاحب گیا

بقیہ مضمون

تنقید لوائح لیلیہ

(سلسلہ کے لیے دیکھیے النجم ۱۴ ربیع الاول صفحہ ۱۱)

سوء ادب یا کچھ خرابی ہو تو اسکا الزام حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نہیں ہو سکتا۔

مگر نظر دقیق سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دراصل وافقنی ربی ہی ہونا چاہیے کیونکہ موافقت اسکی طرف سے ہو سکتی ہے جسکو دوسرے کے فعل یا ضمیر کا علم ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جناب فاروق اعظم کو اللہ تعالی کے فعل کا علم نہیں ہو سکتا تھا ہاں اللہ تعالی کو ہر چیز کا علم ہے لہذا موافقت کا فعل حق سبحانہ سے صادر ہو سکتا ہے نہ حضرت فاروق سے یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اُن روایات کی شرح میں (جنمیں وافقت ربی وارد ہوئی) وافقت کے تحت میں لکھا ہے ای وافقنی ربی

اور موافقت کی نسبت حق سبحانہ کی طرف سوء ادب یہ محض ایک وہمی اور اختراعی مضمون مؤلف کا ہے۔ موافقت چھوٹے کی طرف سے بڑے کی ساتھ بھی ہوتی ہے اور بڑے کی طرف سے چھوٹے کے ساتھ اور مساوی کی طرف سے مساوی کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ ہاں اگر مؤلف صاحب یہ بات ثابت کردیں کہ موافقت ہمیشہ چھوٹے ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے تو البتہ یہ لفظ سوء ادب پر محمول ہو سکے گا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر کا اگر یہ قول اتفاقی تھا تو انکی کوئی فضیلت اس سے ثابت نہیں ہو سکتی اور اگر بطور ارادہ کے تھا تو اعجاز قرآنی میں قدح ہو جائیگی۔

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ محض لغویات ہے۔ اتفاق سے اگر بغیر ارادہ مراد ہے تو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر اس فضیلت کا عدم ثبوت ممنوع ہے۔ فضیلت کیلیے کچھ ضروری نہیں کہ امور ارادیہ و اختیاریہ ہی سے ثابت ہو ورنہ حضرت علی کا کعبہ میں پیدا ہونا فضیلت نہ رہیگا۔ نیز بہت سے فضائل اہل فضائل کے فضول ہو جائیں گے۔

اسی قسم کے مزخرف اعتراضات پر صاحب لوائح لیلیہ کو ناز ہے۔

مؤلف لوائح لیلیہ کو واضح رہے کہ اپنی فلسفہ دانی پر آنکو ناز بیجا ہے۔ بڑے بڑے فلسفی طوسی و حلی وغیرہ باطل کو حق اور حق کو باطل بنا نہ سکے تو وہ کیا کر سکتے ہیں۔ حق کو باطل اور باطل کو حق بنانا کسی کے امکان میں نہیں ہے

فقط

راقم۔ مدیر النجم

مرزائی صاحبان

لکھنوی انجمن مرزائیہ کی تحریک پر مین نے مرزائی صاحبان سے مناظرہ منظور کیا اور بحث بھی طے ہو گیا وہ یہ کہ مرزا صاحب نے اپنی نسبت کیا دعویٰ کیا اور اس دعوے پر کیا دلائل انھون نے پیش کیے؟ مولوی کبیر الدین احمد سکریٹری انجمن مرزائیہ لکھنو میرے مقابل مین مناظرہ کے لیے تیار ہوے۔ مینے اسکو بھی منظور کر لیا مگر اپنی شرط کہ فریقین کی بحث بے کم و کاست بدر و النجم دونون مین چھپے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب بدر نے اسکو کسی طرح منظور نہ فرمایا۔ حد ہو گئی کہ انکو یہان تک لکھا گیا کہ چھپائی وغیرہ کے مصارف دفتر النجم سے دیے جائینگے۔ پھر بھی انکی ہمت نہ ہوئی

اس قدر اصرار صرف اس لیے کیا گیا کہ اس مناظرہ سے فریقین خصوصاً مرزائی صاحبان کے حق مین بہت نفع متصور تھا۔ بہت سے لوگ محض اپنی سادہ لوحی سے دھوکہ مین آ گئے ہین اور مرزائی گروہ کی حالت اور انکے عقائد کی حقیقت کو جانچے بغیر دام مین اپنا پھنس گئے ہین اسمین شک نہین کہ اس بحث سے ایسے لوگون کو بڑا فائدہ ہوتا ایڈیٹر صاحب بدر کا اس بحث کے چھاپنے سے گریز فرمانا خود بتا رہا ہے کہ اصل بات کیا ہے۔

اب تک قادیان سے تو کوئی جواب نہین ملا مگر مولوی کبیر الدین صاحب نے ایک خط مین مجھے لکھا ہے کہ آپ سے مناظرہ کرنے کا عزم ہو گیا ہے اور میر قاسم علی صاحب دہلوی آپ کے مقابل مین تجویز ہو گئے۔

کچھ رمز سمجھ مین نہین آتی کہ آخر اب تک مجھے کوئی اطلاع کیون نہ دی گئی۔ خیر۔ بہر کیف مجھے بسر و چشم منظور ہے اور مجھے اس سے بحث نہین کہ باشد اظہار حق سے کام ہے اور بس۔

دیکھیے اب میر قاسم علی صاحب کی بحث کو ایڈیٹر صاحب بدر چھاپنا منظور کرتے ہین یا نہین۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

راقم۔ ناچیز۔ مدیر النجم

اطلاع گذشتہ سال کے اوراق اسد الغابہ و مناظرہ کی تکمیل کیلیے قدیم خریداران النجم کے خطوط آتے ہین جو مطبوعات رکھنا چاہیے کہ یہ اوراق انشاء اللہ ضرور کامل کیے جاوینگے اور بغیر قیمت ہدیتاً انکی خدمت مین پہونچین گے مگر چونکہ ورق زیادہ ہین اسلیے انکی تیاری اس قدر جلد ناممکن ہے لہذا یہ تجویز ہوا ہے کہ آخیر سال پر بھی اوراق سالانہ چندہ وصول کرنے کے لیے بذریعہ ویلیو بھیجے جائین۔

مین کیون سنی ہو گیا

جناب محمد ضامن صاحب ساکن موضع رستم ڈاکخانہ ٹکیت گنج ضلع بارہ بنکی جو قدیم خریدار النجم کے ہین۔ تحریر فرماتے ہین۔

اس جگہ ایک موضع سنی تھا اور وہان بھی رافضی چند دنون سے شاہان لکھنؤ کے دسترخوان سے ساگیا فیضیاب ہوے اور اپنا اصلی مذہب اہل سنت وجماعت چھوڑ کر ابن سبا کے پیرو ہوے۔ تیس چالیس برس قبل اس قدر رافضیت کا شور تبرہ کا زور نہ تھا۔ سنیون مین بیاہ شادی ہوتی تھی۔ چنانچہ میرے ایک پھوپھی حقیقی میر نوروز علی ولد حیدر علی کو منسوب تھین ان سے ایک پسر شہزاد حسین صاحب موجود ہین خداوند کریم انکی عمر دراز کرے اور جناب کو جزائے خیر دے کہ آپ کے مناظرہ نے وہ اثر ڈالا کہ الحمد للہ۔ وہ کیا۔ کتنے ایک راہ راست پر آ گئے۔

میرے برادر میر شہزاد حسین صاحب سلمہٗ محض النجم کے دیکھنے سے راہ راست پر آ گئے اور الحمد للہ کہ اپنے آبائی مذہب رفض سے بیزار ہو کر بہ جناب حافظ شاہ سراج الیقین صاحب کرسوی کے ہاتھ پر تائب ہو گئے۔

میر شہزاد حسین صاحب کے سنی ہو جانے کے وجوہ اگر مفصل شائع ہون تو امید ہے کہ دوسرون کو بھی ہدایت ہو۔ اس لیے کچھ گزارش کرتا ہون۔ آپ عبارت مین مناسب اصلاح فرما کر صحیفہ النجم مین درج فرما دین۔

میر شہزاد حسین صاحب النجم دیکھکر کیون سنی ہوے

(۱) النجم مین انھون نے دیکھا کہ شیعہ مولویون اور مجتہدون کو بار بار اعلان دیا گیا۔ غیرت دلائی گئی۔ کہ گھر مین بیٹھکر زمین کو آسمان۔ دن کو رات لکھنے سے کیا فائدہ؟ بالمشافہ مناظرہ کیجیے۔ مگر کسی شیعہ مولوی نے ہمت نہ کی۔

بعض اوقات کسی شیعہ نے جھوٹی ہمت ظاہر کی جیسے مقبول احمد دہلوی نے اپنی مجلسون مین برملا کہا کہ جس سنی کا جی چاہے مجھ سے مناظرہ کر لے۔

اسی طرح ایڈیٹر شیعہ نے بڑی مستعدی دکھائی تھی کہ ایڈیٹر صاحب النجم مجھوہ تشریف لا کر ایڈیٹر سے مناظرہ کر لین۔ مگر جب عالیجناب ایڈیٹر النجم

مستفید ہو سکے۔ تو وہ صاحب فرار ہو گئے۔ اسی
طرح کے بہت سے واقعات پیش آئے۔ گونڈہ بہرائچ
ضلع حیدرآباد سندھ کا واقعہ۔ بستی ضلع کانپور کا
واقعہ۔

غرض ان واقعات سے مجھے معلوم ہو گیا
کہ شیعہ مذہب کے مولوی مجتہد خود بھی اپنے مذہب
کے باطل ہونے کا حقہ واقف ہیں اور مذہب
اہل سنت کے برحق ہونیکا یقین کامل رکھتے ہیں۔
ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ بالمشافہ مناظرہ سے اسقدر
بھاگیں۔

نقض امن کا حیلہ ہرگز دل نشین نہیں ہو سکتا
بالمشافہ مناظرہ میں آج تک نقض امن کہیں نہیں
ہوا۔ مناظرہ بالمشافہ میں نقض امن کا اندیشہ کیوں
اور تعزیہ داری، تبرہ بازی، جسمیں برابر نقض امن
ہوتا رہتا ہے ترک نہ کریں۔ بلکہ ہر سال اسمیں
کچھ نہ کچھ اضافہ کرتے رہیں۔ کچھ کم حیرت کی بات نہیں

ف علمای شیعہ کا بالمشافہ مناظرہ سے
فرار دیکھکر اب میں نے یہ بھی منظور کر لیا کہ اچھا
تحریری مناظرہ ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ جو صاحب مناظرہ
کریں وہ اپنی اور میری دونوں تحریریں کسی شیعہ
رسالہ میں (خواہ وہ اصلاح ہو یا شیعہ) چھپوائیں۔
اور میں بھی طرفین کی تحریریں النجم میں چھاپ دونگا

اس اعلان کو بھی دیئے ہوئے بہت دن
ہو گئے مگر کوئی شیعہ اب تحریری مناظرہ پر بھی مستعد
نہیں ہوتا۔ فی الحقیقت یہ بات بالکل حق ہے کہ علمائے
شیعہ اپنے مذہب کے بطلان اور مذہب اہل سنت
کی حقیت کا یقین کامل رکھتے ہیں۔ مگر احبار یہود
کی طرح قبول حق سے منحرف ہیں۔ (مدیر نجم)

(۲) النجم میں بار بار اعلان دیا گیا کہ حضرات
شیعہ محبت اہلبیت کا بہت کچھ دعوی کرتے ہیں اور
اپنے کو اہل بیت کا پیرو کہتے ہیں۔ مگر کوئی شیعہ نہیں
بتا سکتا کہ اہل بیت رسول کون لوگ ہیں۔

اس اعلان پر بھی آج تک کسی شیعہ نے
اہل بیت رسول کو نہ بتایا۔ مقبول احمد صاحب نے ایک
رسالہ اس باب میں لکھا۔ مگر انھوں نے بجائے اہل بیت
رسول کے اہل بیت خدا کی تحقیق شروع کر دی۔ یہ تحقیق
کیا تھی اور جواب کیا دیا۔ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ بھی
اہل بیت رسول کو نہیں جانتے نہ بتا سکتے ہیں۔

ف ابھی اسی ہفتہ میں نواب محمد حسن خانصاحب
رئیس بھرہ کے مکان واقع قیصر باغ۔ لکھنؤ میں ایک
شیعہ مولوی صاحب الہ آباد کے [illegible] تشریف لائے
تھے اور نواب صاحب سے ان سے کچھ گفتگو ہوئی

نواب صاحب نے جناب مولوی عبدالحلیم صاحب کو بلا بھیجا - شیعہ مولوی صاحب اسوقت نواب صاحب سے فرما رہے تھے کہ آپ جو کہتے ہیں کہ مذہب شیعہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے - پھر آپ اسکو قبول کیوں نہیں کرتے ؟

جناب مولوی عبدالحکیم صاحب نے اُنسے کہا کہ اسکا جواب میں عرض کرتا ہوں مجھے بھی مذہب شیعہ بہت پسند ہے - نماز کی پابندی اس میں نہیں - کئی کئی وقت کی ایک ساتھ ملا کر پڑھ لی - خواہشات نفسانی کو پورا کرنیکے لیے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں - زنا کا نام ونشان نہیں بلکہ زنا کا نام متعہ ہے - جسکے کرنے میں ثواب ملتا ہے - مگر صرف ایک بات مانع ہے - ورنہ میں میں شیعہ ہوجاتا "

شیعہ مولوی صاحب نے بہت مشتاق ہوکر پوچھا کہ ہاں جناب! وہ کیا بات ہے؟

مولوی عبدالحکیم صاحب نے فرمایا "وہ بات یہ ہے کہ میں شیعہ مذہب میں آنیکے بعد یہ نہ بتا سکونگا کہ اہل بیت رسول کون لوگ ہیں - میرے خیال میں اس سے بڑھکر ذلت و رسوائی اور کیا ہوگی؟ کہ آدمی اپنے مقتدا کو نہ بتا سکے - یہ ذلت و رسوائی مجھے گوارا نہ ہوگی - اگر آپ مجھے اہل بیت رسول کے نام کسی دلیل کے ساتھ بتا دیں تو میں اسی وقت بے تامل شیعہ ہوتا ہوں "

اسکو سنکر شیعہ مولوی صاحب نے ایسا سکوت کیا کہ گویا انکے منہ میں زبان ہی نہ تھی (مدیر النجم)

(۳) النجم میں بار بار اعلان دیا گیا کہ شیعہ حضرات کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے نہ ہوسکتا ہے - سال گذشتہ میں لکھنؤ میں اتفاقاً مناظرہ بھی ہوگیا - اسمیں بھی عالیجناب مدیر النجم نے بصراحت یہ دعویٰ فرمایا کہ کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ناممکن ومحال ہے - مگر کسی شیعہ کی ہمت نہ ہوئی کہ اُن سے اس دعوی کا ثبوت طلب کرتا - ثبوت طلب کرنا چہ معنی - جو ثبوت انھوں نے بغیر طلب پیش فرمایا اسکی تردید کی بھی ہمت نہ ہوئی - اور شیعہ مناظر صاحب روپوش ہوکر گھر میں بیٹھ رہے اور ہر طرف سے اُن بیچارے پر لعنت ملامت ہونے لگی کہ تم نے مناظرہ کیوں کیا ایڈیٹر اصلاح نے اُن کو طالب علم لکھکر اپنا پیچھا چھڑایا

پس میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جس مذہب کے لوگ اپنے مذہب کی حقیقت کا یقین نہ رکھتے ہوں اور اپنے مقتداؤں کے نام بھی نہ بتا سکیں قرآن پر ایمان نہ رکھتے ہوں اس مذہب میں نہ رہنا چاہیے ہر چند تعلقات خاندانی بہت مانع ہوئے مگر خدا کی مدد ہوئی اور اب کا شکر ہے کہ میں بھی زمرۂ اہل حق میں داخل ہوگیا -

ان موت العالم باللہ موت العالم

افسوس ہندوستان اب خالی ہوتا جاتا ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان مین ایسے ایسے جید علما موجود تھے جنکی ذات مرجع عرب عجم تھی اور ایک یہ زمانہ ہے کہ علمای ربانیین کی موت فی الحقیقت ایک عالم کی موت ہے۔ اور سب سے زیادہ رنج کی بات یہ ہے کہ جو عالم جاتا ہے وہ اپنا نظیر نہین چھوڑ جاتا۔ بڑے بڑے باکمال اُٹھتے جاتے ہین اور اپنی اولاد یا تلامذہ مین کسیکو ایسا نہین چھوڑ جاتے جو انکی جانشینی کر سکے۔

ابھی ہفتہ گزشتہ مین مولنا سید احمد حسن صاحب امروہی جو ہندوستان کے مشاہیر علما مین تھے صرف دو دن مرض ذات الجنب مین مبتلا رہ کر راہی جنت ہوے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالی جناب مرحوم کو غریق مغفرت فرمائے مولنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار تھے۔

یہ بھی ایک حسن اتفاق کی بات ہے کہ مولوی حافظ احمد صاحب فرزند مولنا محمد قاسم صاحب کو میرٹھ مین انکی خبر علالت معلوم ہوئی اور وہ وقت اخیر امروہہ پہونچ گئے۔ نماز جنازہ انھون نے پڑھائی اور خاص مدرسہ اسلامیہ امروہہ مین جو مرحوم ہی کا قائم کیا ہوا تھا مدفون کیا۔ تمام قصبہ امروہہ مین اُس روز ایک کہرام تھا۔ اور قصبہ امروہہ کیا بلکہ دور دور تک اس خبر سے کہرام ہوگا۔

مولنا مرحوم مین علم و کمال کے ساتھ خلق و تواضع بھی بدرجۂ غایت تھا۔ اسمین شک نہین کہ امروہہ کا مدرسہ اسلامیہ یتیم ہوگیا۔

مولنا مرحوم کی ذات سے بہت سی مدارس اسلامیہ ظہور مین آئین اور بہت لوگون کو فیض پہونچا۔ بہت لوگ ان سے پڑھکر فارغ التحصیل ہوے۔

انجمن کے ساتھ بھی آپکو خاص محبت تھی جلسہ دیوبند مین کئی مرتبہ اسکا ذکر فرمایا۔ مزاج مین توسط خوب تھا افراط و تفریط سے بالکل علحدہ رہتے تھے اہل انصاف کو ہونا چاہیے۔ کل شی [illegible]

مولنا نے ایک فرزند چھوڑا جنکا نام سید محمد ہے۔ حفظ قرآن سے فارغ ہو چکے ہین اب علوم عربیہ کی تحصیل مین مصروف ہین۔ اللہ تعالے انکو صبر جمیل عطا فرمائے اور انکے والد ماجد کی جانشینی کے لیے جلد سے جلد [illegible] کرے۔

آمین ثم آمین۔

مضمون ذیل جناب حاجی حافظ محمد حسین صاحب کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے۔

یہ مضمون انکا پہلے اور کسی رسالہ میں بھی چھپ چکا ہے مگر ان کو جو محبت النجم کے ساتھ ہے وہ مقتضی اس امر کی ہوئی کہ پھر اسکو النجم میں چھپوادیں۔ ناچیز مدیر اپنی رائے آخر میں ظاہر کرے گا۔

ولادت مسیح علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک عجیب بات ہو کہ دنیا کے تمام مذاہب میں بعض ایسی روایات موجود و مشہور ہیں جو بظاہر قانون قدرت و اسباب عادیہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں اور کسی طرح عقل انکی تائید نہیں کرتی مگر اس سے زیادہ تعجب کے قابل یہ امر ہو کہ باوجود دعائے معقولیت و اکتشاف حقائق و ہمہ دانی عموماً پیروان مذاہب ایسی روایات کے صرف بربنائے النقل زور و شور سے معتقد اور ایسے معتقدات کو اسرار قدرت مانکر نہیں چھوڑتے بلکہ انکار موجب کفر سمجھتے ہیں۔ طرہ یہ کہ گو خود ایسے اعتقادات رکھتے ہوں لیکن جب کبھی دوسرے مذہب والے سے مقابلہ پڑتا ہو تو اس کے ایسے معتقدات پر طعن و تشنیع کرنے سے نہیں چوکتے۔

نصف صدی ادہر تک دنیا خصوصاً ایشیا میں عقائد مذہبی کی اتنی وقعت کیجاتی تھی کہ آدمی ظاہری مسائل میں اسباب و علل کا دریافت کرنا مذہب کے ساتھ گستاخی تصور کرتے تھے مگر اب وہ زمانہ آیا ہو کہ لوگ ذات باری پر بھی حملہ کرنے سے نہیں چوکتے۔ جیوں جیوں نام نہاد تہذیب بڑھتی جاتی ہو مذہب کی وقعت کم ہوتی جاتی ہو اور یہ کہنا بیجا نہو گا کہ موجودہ دور میں مذہب کا اقرار کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ گو اس میں شک نہیں کہ وقعت مذہبی روز بروز محدود ہوتی جاتی ہو۔ مگر جب سے تجربہ و مشاہدہ کا بول بالا ہوا ہو مذہبی اصول کو لوگ اسی معیار سے پرکھنا چاہتے ہیں اور یہ خیال تو شاید کسی کو بھولے سے بھی نہ آتا ہو گا کہ ہماری معلومات کی وسعت کہاں تک ہو اور جن تجربات پر ہم اچھل کود رہے ہیں چاہے وہ ہماری نگاہوں میں پہاڑ ہی کیوں نہ دکھائی دیں لیکن در اصل انکی حقیقت رائی سے زیادہ نہیں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا گو مذہب بھی عجیب و غریب با برکت چیز ہو کہ ایسے ایسے حوادث کو برداشت کرنے کو تیار رہتا ہو چند منٹ تک ہم اختلاف مذاہب اور انکی تنقید و ترجیح کو نظر انداز کر کے لیکن [illegible] تو [illegible] نظر آئے گا کہ ہر ایک مذہب [illegible]

مطابق اصول سائنس سے اپنے مذہب کی حقانیت
اور اُسکے برکات وفیض کی اہمیت ثابت کرنیکی
کوشش میں مصروف ہو اور تمام ملل کے پیرو
اس معرکہ آرائی میں یکسان سرگرم ہیں اور وہ بھی
اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ کسی بات کو جہان تک اُسپر
بحث ومباحثہ ممکن ہو جہان بہان کے بغیر کوئی
شخص تسلیم کرے یا معترض کو محض کلمہ کفر کہدینے
سے نجات ہو جائے بلکہ اسی عالمگیر ہوئے جنون
نے اُن لوگون کو سخت پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے
جنھون نے مختلف مذاہب کے انتخاب و تالیف سے
اپنے اصول وعقائد قائم کیے ہیں اور ذاتی رائے
سے نجات اخروی کے اسباب و ذرائع معین کرکے
اپنی مشن کو کامیاب بنانے کے خیال میں سرگردان ہیں
الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم
یقولون ما لا یفعلون ہم مسلمانون میں
ایمان بالغیب کا مسئلہ مشہور ومعروف ہے۔ ہماری
مقدس کتاب کے ابتدا ہی میں ھدی
للمتقین الذین یؤمنون بالغیب کے الفاظ سے
ایمان بالغیب کی ثنا وصفت کی گئی ہے غالب نے اپنے
ایک شعر میں اسی عقیدہ کو بڑی خوبی
وخوش اسلوبی سے لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب
اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من است

مسلمانون کے عقائد میں بہت سی باتیں ایسی
ہیں جو عام مشاہدہ وتجربہ کی مغائر معلوم ہوتی
ہیں۔ اور گو جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے قریب قریب
تمام مذاہب میں ویسی ہی روایات موجود ہیں
اور بالخصوص اہل کتاب (عیسائی ویہودی)
ایسے معتقدات میں ہم سے قطعاً متحد ہیں مگر جہان
نام اسلام کا درمیان میں آیا طعن وتشنیع کی بوچھار
شروع ہو جاتی ہے اور اسلام کی آنکھ کا تنکا دیکھنے
وقت انھیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

خوبی قسمت سے انبیائے سلف کی نبوت
کو بالفاظ لا نفرق بین احد من رسلہ تسلیم
کر لینے سے مسلمانون کو ابنائے زمانہ کے سیکڑون
صد ہا اعتراض کا جواب دہ قرار دے رکھا ہے اور
باوجودیکہ بموجب روایت قرآنی اسلام کے ایسے
کوئی جواب دہی نہیں آتی مگر حکایات ان کی
جو مسلمانون میں بوجہ اقرب العقیدہ ہونے کے
بطور احکام دین مشہور ومخلوط ہو گئی ہیں اور جن
آج بالکل صحیح وسقیم کے مسلمانون کے سر تھوپا
جاتا ہے انھون نے ہمارے دامن کو داغی

نجومن میں پھنسا رکھا ہے اور عوام میں اُن قصص
حکایات کی ریا ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ تسکین جسم کے
اسباب تلاش کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا
ہم نہایت زور اور صدق دل کے ساتھ کہتے
ہیں کہ مذہب اسلام میں خدا نے انوار حقانیت
کی ایسی جید و لازوال قوت مکنون فرمائی ہے کہ وہ
کسی زمانہ میں اور کسی قسم کی معارضات کا جواب
دینے سے عاجز نہیں رہا اور اگر ایک خدا کے ماننے
والے آدمی کا ہر چیز کی نسبت خدا کی قدرت پر
محول کر دینا مناسب جواب ہے کیونکہ جب وہ
وجود باری تعالیٰ کا قائل ہے اور اس پاک ذات کو
ہمہ اوصاف قدرت و حکمت سے موصوف مانتا ہے
تو اسکے نزدیک کوئی بات دائرہ قدرت الٰہی سے
خارج نہیں ہو سکتی تاہم یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ
مخالف و موافق ہر شخص کی تسکین کر دینے کو سطے
اسلام میں کافی سے زیادہ طاقت موجود ہے اور
اُس کا تحریری و خدائی قانون یعنے قرآن مجید
مسلمانوں کی حفاظت و حمایت کیواسطے حصن
حصین سے کم نہیں - ذرا سا غور و تدبر کرنے سے
مخالفین کے تمام اعتراضات کی قلعی قرآن مجید
ہی کھول دیتا ہے اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ

پر ہو سکے اُسکو موجود رہتا ہے و لقد صرفنا فی هذا القرآن
للذکر فهل من مدکر
عرصہ ہوا ہمارے ایک محترم مقدس اور روشن
خیال عالم نے اثنائے گفتگو میں فرمایا تھا کہ جیون
جیون سائنس اور مشاہدہ و تجربہ کو ترقی ہوگی اسلام
کی حقانیت سے لوگ خود بخود معترف ہوتے جاوینگے
اور قرآن مجید میں تدبر کرنے والوں کی نگاہ میں
اُن معارف و حقایق کو مقتضیات زمانہ کے مطابق
ثابت کر دینگے جو بظاہر علوم جدیدہ کے بالکل خلاف
نظر آتے ہیں ہمنے جب کبھی غور کیا ہے اس قول کو
حرف بحرف صحیح پایا ہے اکابر علما کی جن تصانیف کے
مطالعہ سے ہم کو شرف اندوز سعادت ہونیکا
موقع ملا ہے اُنکے مضامین سے یہ صاف اور صحیح
طور پر آشکار ہے کہ ہمارے مقدس مذہب کے
استدلالات نے معترضین کے مضحوات کا بخوبی
قلع و قمع اور مذہب و سائنس کے اختلاف کے
وہم کو ہبا منثورا کر دیا ہے والحمد للہ تعالیٰ ذالک
منجملہ اُن اسلامی عقائد کے جن پر مخالفین کو
اعتراض ہے ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے
باپ کے تسلیم کرنا ہے ہم لوگ اس مسئلہ میں
اقرار الوہیت حضرت عیسیٰ و تثلیث کے عیسائی

بالکل متفق ہیں یہود نے تو اس مقدس مولود کی پیدائش کے وقت ہی اعتراض کیا تھا کہ ولادت مشکوک ہے کہیں دنیا میں کوئی بے باپ کے بھی پیدا ہوا ہے اور زیادہ تر اسی شکوک کے سبب حضرت عیسیٰ کی مشن کو آپ کے سامنے کامیاب نہونے دیا مگر وہ زمانہ معجزات اور خوارق عادات ماننے والوں کا تھا اس وجہ سے بالآخر معتقدات مذہبی کا خیال لوگوں پر غالب آیا۔ اور ایک حد تک دنیا نے آپکی ولادت کو معجزہ مان کر نبوت کا اقرار کیا لیکن مخالفین کے اعتراضات سے محفوظ رہنے کے خیال سے اُنھیں ایسے ایسے پراسرار شرائط و عقائد اضافہ کرنے پڑے کہ جنکی پیچیدہ بھول بھلیّون میں بھٹکتے پھرنے کے سوا شاہراہ ہدایت ملنا دشوار ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ماہران علوم جدیدہ و سائنس کا ایک بڑا گروہ یہود کی ہم زبانی میں عیسوی مذہب کے مقدس بانی کی عظمت و جلالت کو تسلیم کرنے سے منکر ہے اور مذاہب میں بھی مافوق العادت اور مافوق الفطرت ولادتین ہوئی ہیں جس میں مذہب ہنود کے روایات سے تو بہت زیادہ ولادتین ایسی پائی جاتی ہیں مگر اس پر کوئی زور و توجہ نہیں کیجاتی بخلاف اسکے مسلمانون پر حضرت مسیح کی

ولادت بے پدر مان لینے سے اس زور و شور سے نکتہ چینی کیجاتی ہے کہ عیسائیون سے بھی اس غلو کے ساتھ جواب طلب نہیں ہوتا۔

مینے اکثر اس بارے مین غور کیا ہے کہ حضرت آدم کی پیدائش پر کیون اس شدت کا اعتراض نہین کیا جاتا جیسا کہ حضرت مسیح کی ولادت پر کیا جاتا ہے لیکن جہان تک میرے ذہن مین آتا ہے سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ پیدائش آدم علیہ السلام کے متعلق مسئلہ ارتقا و ترقی نوعی پر قیاسی طبع آزمائیان کر کے لوگ کسی قدر مطمئن ہو گئے ہیں اور حضرت مسیح کی پیدائش ایسے زمانہ مین ہوئی جب دنیا مین صرف زن و شوہر کے تعلقات ہی اسباب پیدائش قرار پا گئے تھے۔ لہذا خلاف قانون قدرت اور مشاہدات روزمرہ بے باپ کے پیدا ہونا عقل سلیم کے نزدیک مشکوک اور باور کرنے کے قابل نہین اسلامی قانون یعنی قرآن مجید و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ (خدا کے قانون قدرت کو ہرگز بدلا ہوا نہ پاؤ گے) ایک ایسا کلیہ بیان کیا گیا ہے جس کی تائید کرتے ہوئے بعض مسلمان بھی اس امر مین متفق ہو گئے کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت بلا باپ

کیونکر ہو سکتی ہی۔ چنانچہ انھون نے محض اسی
اعتراض کے دفع کرنے کیلئے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت
مریم کی شادی یوسف نجار سے ہوئی تھی اور
جناب مسیح دراصل یوسف کے بیٹے ہین۔ اور جن
لوگون نے بوجہ عقیدہ مشہور ہونیکے علی الاعلان
اختلاف نہین کیا وہ یا تو دل مین مشکوک رہے
یا قدرت خدا کے حوالہ کر کے جان چھوڑائی مگر جب
ہمارا دعوی ہی کہ اسلام عین فطرت کے مطابق ہی
تو خلاف عقیدہ مشہور کوئی بات فرض کر لینے یا حوالہ
بخدا کر دینے سے تشفی نہین ہو سکتی۔

حاش للہ مجھکو یہ دعوی نہین کہ مجھے الہام
ہوتا ہی یا مین مؤید من اللہ یا ولی کامل یا عارف
باللہ کہ اسرار حقائق مجھپر منکشف ہو جاتے ہین۔ بلکہ
بخلاف اسکے ایک بدنصیب اور بداعمال آدمی ہون
کہ اگر خدا اپنی صفت ستاری کو کام نہ فرما کر عیب پوشی
نہ کرے تو تمام عالم مین رسوائی ہو لیکن بااین ہمہ
ایک کلمہ گو مسلمان ضرور ہون اشھد ان لا
الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ
اور بحیثیت ایک مسلمان کے ولادت مسیح علیہ السلام کے
متعلق سائنس والونکے اعتراضات رفع کرنے
کے واسطے جو مراتب میرے ذہن مین آئے ہین
انکو حوالہ قلم کرتا ہون اور یقین رکھتا ہون کہ یہ
تاویلات صحیح ہونگے اور نہ صرف میرے ہمذہب
مسلمان بھائی ہی اس کو قدر کی نگاہ سے
دیکھینگے بلکہ گرجا نشین راہب و پادری بھی دلی
شوق سے لبیک کہینگے اور مخالفین و مجادلین
اس مضمون کو پڑھنے کے بعد بیجا موشگافیون سے
باز آوینگے وباللہ التوفیق۔

مسیح علیہ السلام کی ولادت کا راز فلسفیانہ طور پر
اسوقت تک نہین کھولا جا سکتا جبتک کہ ہم توالد و
تناسل کے مسئلہ کی پوری طور سے چھان بین
نکرین۔ یون تو روزمرہ پیدائش و مرگ کے واقعات
دنیا مین پیش آتے رہتے ہین مگر دیکھنا یہ ہی کہ پیدائش
ہوتی کیونکر ہی۔ ظاہر حال جسطرح دیگر حیوانات مین
نر و مادہ کا جوڑا لگنے سے بچہ پیدا ہوتا ہی اسیطرح
انسان مین بھی مرد و عورت کی صحبت و مقاربت سے
اولاد پیدا ہونے کا قاعدہ ہی۔ البتہ بعض حیوانات
اور قسم حشرات الارض ایسے ہین جو وقت مقررہ پر
پیدا ہوتے ہین۔ اور بعد مدت معینہ کے فنا ہو کر
پیوند خاک ہو جاتے ہین جنمین سے بعض تو بارش کیساتھ
پھر نکل پڑتے ہین جیسے کنکھجورا اور بیر بہوٹی وغیرہ۔ اور
بعض کی یہ کیفیت ہوتی ہی کہ وہ مدت حیات پوری

کرکے مردہ و خشک ہوجاتے ہیں اور ایک زمانہ معین
پر انکے جسد بے جان میں پھر نشو و نما ہوتا ہو جیسے
بعض گھاس جاڑوں میں بالکل خشک ہوجاتے دیکھا
گیا ہو۔ اور گرمیوں میں اُسی جسد میں ایک حالت
نمو کی پیدا ہوجاتی ہو۔ اِس نوع سے ترقی کرکے
پرندوں کے حالات دیکھو تو علاوہ ملنے کے نر و مادہ
یکجا ہوکر انڈہ دیتے و بچہ نکالتے ہیں بعض اقسام پرند
بلا نر کے بھی انڈہ دیتے ہیں جیسے مرغ خانگی کے
خاکی انڈے۔ مگر ان انڈوں سے بچے نکالنے میں
پوری کامیابی نہیں ہوتی مگر انڈے ضرور ہوتے
ہیں۔ اور بظاہر کوئی فرق نر سے جوڑ ملے ہوئے
انڈوں اور خاکی انڈوں میں نہیں ہوتا۔ گو یہ معلوم
ہونیکے بعد کہ خاکی انڈے سے بچہ نہیں نکلتا تسلیم
کرنا پڑتا ہو کہ نوع حیوانی کی نسل بڑہانے کیواسطے
نر و مادہ کی یکجائی ضروری ہو لیکن ساتھ ہی مرغ کی
مثال سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بعض حیوانوں کے
مادہ نسل میں یہ قوت ہوتی ہو کہ اس سے نر و
مادہ دونوں کے مجموعی افعال و آثار ظاہر ہوتے
ہیں۔ گو وہ ایک حد تک ناکمل ہی کیوں نہوں
اور یہ امر منجملہ عجائبات قدرت کے ہو۔

مفرح القلوب میں حکیم ارزانی صاحب
لکھتے ہیں کہ بعض نفوس (ذوات) کے مادہ تولید
میں قوت فاعلہ و منفعلہ دونوں ہوتی ہیں۔ یہ
ایک ایسا مقولہ ہو جس پر جرح کرنیکا حق ہمکو
نہیں پہونچتا کیونکہ جب طبیب حاذق نے لکھا ہو
تو کسی دلیل کی بنا پر لکھا ہوگا لیکن چونکہ حکیم صاحب
نے کوئی تفصیل اسکی نہیں بیان کی لہذا اسپر
اعتراض ہوسکتا ہو کہ حضرت مریم علیہا السلام
کی عصمت ثابت کرنے اور جناب مسیح کے بے
باپ پیدا ہونے پر اعتراض نہ وارد ہونے کیلئے
کیا اسلئے یہ کلیہ بطور پیش بندی لکھدیا ہو خصوصاً
جب تشریح اجسام کی کتابیں اور تجربات جدید
دیکھنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہو کہ مرد و عورت
دونوں کے مادۂ تولید میں بڑا فرق ہوتا ہو عورت
کے مادہ تولید میں تھیلیاں ہوتی ہیں۔ اور مرد کے
مادہ میں سب کیڑے ہوتے ہیں جو وقت جماع
اُن تھیلیوں میں چلے جاتے ہیں اور اسی کا نام
نطفہ قرار پانا ہو۔ تو قیاس کسی طرح قبول نہیں کرتا
کہ ایک ہی مقام میں اور ایک ہی قسم کی ایک
اور رنگوں اور ایک ہی مادے میں دو مختلف
الصورت و مختلف الکیف آثار پیدا ہوں مثلاً
ہم نباتات کے متعلق مشاہدات پر غور

گرچہ تو بھی ایک تخم سے دو قسم کے پھل پیدا ہوتے
نہ دیکھے جاوینگے جس ذرہ ارضی مین ایک گھاس
کی جڑ لگی اُسی ذرہ صرف اُسی کی رو سے بغیر علیحدگی جڑ
لگی ہے کہ دوسرے نباتات اُگ ہی نہین سکتے
تب کیونکر مانا جاسکتا ہو کہ ایک ہی عورت کے
رحم مین اور ایک ہی مقام پر دو رہری قوت والا
مادہ موجود رہتا ۔ اور اُس سے اولاد پیدا ہو سکتی ہو
جبکہ دو جدا جدا قسم کے مادونکے یکجائی کے بغیر
حمل نہین رہسکتا ۔ ہمنے مناظرہ کی کتابون مین
ولادت مسیح کے متعلق خلاف نیچر ہونے کا جو
جواب دیکھا ہو وہ بھی قریب قریب بالکل یہی ہو
جو حکیم ازلانی صاحب نے لکھا ہو کہ یہ امر خدائی
قدرت سے بعید نہین کہ کسی عورت کے مادہ
مین دونون قوتین پیدا کردے جس سے حمل قرار
پا جائے ۔ اور اسی جواب نے ہم کو پریشان کرکے
اس حکمت آمیز کا پتہ لگانے پر مجبور کیا کیونکہ
ایک ہی مادہ مین دونون قوتین ہو نہین سکتین
اور دو مختلف قسم کے مادون کا ایک ہی مقام پر
بجا کسی خاص کیفیت کے پیدا ہونا ممکن نہین اور
مرغ کے خاکی انڈون سے مسکت خصم استدلال
اسوجہ سے نہین ہوسکتا کہ چڑیون مین ایک

ذخیرہ انڈون کا پہلے ہی سے موجود رہتا ہو ۔
گویا اصل نوع حقیقی جب ان کو مادہ بناتا ہو تو بجائے
سوا و ولادت کے ایک ذخیرہ تخم کا اُس مین پیدا
کردیتا ہو جو عمر کے ساتھ ترقی پاکر ایک وقت مین
اس قابل ہوجاتا ہو کہ افزائش نسل مین معین
ہو ۔ اور نر کی صحبت سے اُس مین بچہ نکلنے کی
قابلیت پیدا ہوجاتی ہو ۔ اور اس کے اگر ہم ایسا
ہی مادہ کسی انسان مین ہونا مان لیین تو بھی
مثل ایسے معجزات کے ہوگا جن کو ہم اسباب
قوانین قدرت کے مطابق ثابت کرکے خصم کی
تسکین نہین کرسکتے ۔ گو اس تمثیل سے امر [illegible]
دور کرنے مین ہم کو بہت بڑی مدد ملتی ہو کیونکہ
صدہا رموز قدرت کے بعض بہانے تفہیمات
عقل کے نزدیک قابل قبول ہین خواہ اُنکی
تشریح کیجا سکے یا نہین ۔ علم تشریح کا استقرا کرنے
سے معلوم ہوتا ہو کہ انسانی مشین کا اصل الاصول
دماغ ہو تمام حرکات و سکنات و ارادت پر اسی
کی حکومت ہو بقراط کا مقولہ ہو کہ مادہ تولید دماغ
سے پیدا ہوکر کان کے پیچھے کی رگون مین ہوکر
حرام مغز کے ذریعہ سے گردہ مین ہوتا ہوا خارج
مین پہونچتا ہو ۔ ڈاکٹری اصول مین بھی یہی ہو کہ ۔

قرار پایا ہو۔ مگر عورت و مرد کے مخارج و مواضع
استلذاذ مین فرق ہے۔ اسی وجہ سے عورت کے
اعصاب بعنہ کی طرف مائل ہو کر مخارج تک
پہونچتے ہین اور مرد کی کمر کیجانب۔ قدرت نے
عورت و مرد کے ان رگون کی بناوٹ مین جسطرح
مرکزی فرق رکھا ہو اسی طرح اُن کے افعال و
خواص مین بھی فرق ہو اور باوجود اشتراک کیفیت
لذت ہیجہ کے دونون کی حالت لذت جداگانہ
ہوتی ہو۔ ایک مین مادہ پہنچانے کی قوت ہو
ایک مین جذب کرنے کی۔ ایک کے مادہ مین
صعود و قرار پانے کی قوت ہو۔ اور ایک کے
مادہ مین روک سکنے کی۔ خلاصہ یہ کہ جس قسم کے
اعضا جس غرض سے عطا ہوئے ہین اُن سے
ویسا ہی فعل سرزد ہوتا ہو کسی ایک عضو کا فعل دوسرا
عضو انجام نہین دے سکتا جسطرح آنکھ سے سُن اور
کان سے دیکھ نہین سکتے۔

یہ بات معلوم ہو جانیکے بعد کہ عورت و مرد کے
بعض اعضا کی ساخت اور انکے افعال و خواص مین
اختلاف ہوتا ہو تشریح ابدان مین مستثنیات کا پہلو
غور باقی رہتا ہو کیونکہ جسطرح ہم ہر نوع انسانی مین
مرد و عورت کی کامل و مکمل صورتین دیکھتے چلے
گئے ہین ویسے ہی کبھی کبھی ایسے افراد بھی
ملتے ہین جنکی ظاہری و اندرونی ساخت جسمی عام
آدمیون سے بہت بڑا فرق ہوتا ہو جس کو ناقص
یا عجیب الخلقت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین اور گو ایسا
انکی تعداد و شمار کیلئے قابل نہین ہوتی لیکن اگر خاص
اہتمام سے اعداد یکجا کیے جائین تو ایسے آدمیون کی
گنتی ہزارون لاکھون تک پہونچ سکتی ہو۔ لُولا لنگڑا اور
چھ سات انگلی والا آدمی تو اکثر دیکھا جاتا ہو ایسے
آدمی بھی دیکھے گئے ہین جنکے انگوٹھا یا اور کوئی انگلی
نہین ہو۔ ہاتھون پیرون کے جوڑ گھومے ہوئے
اور ناقابل استعمال بھی دیکھے گئے ہین۔ بعض
عجائب خانون مین دوسرے لوگون کی نعشین رکھی
ہوئی پائی گئین البتہ بعض خلقی نقص و عیوب ایسے
ہین جن سے انسان کسی کام کا نہین رہتا اور بعض
ایسے ہین جو چندان مخل و ہارج کار دنیاوی نہین
ایسے ناقص یا عجیب الخلقت لوگون سے قطع نظر
کیجئے تو ایک خاص قسم اس نوع کی وہ نظر آئیگی
جنکے جسم ظاہری مین تو کوئی نقص نہین ہوتا مگر
اعضائے تناسل ناقص سمجھے جاتے ہین اور ایسا نقص
رکھنے والی نوع مین اعتبار حالت کی قسمین ہوتی ہین
ایک قسم ایسے آدمیون کی جو خواجہ سرا کہلاتے ہین

پیدائش صحیح و سالم مرد کی شکل مین پیدا ہوئے ہین
مگر انکی علامت مردی سوائے پیشاب نکالنے
کے افزایش نسل کا کام دینے کے قابل نہین ہوتی
یہ عجیب بات ہے کہ سارا جسم تو سن کیساتھ بڑھتا
اور نشو پاتا ہے مگر ایک خاص عضو مین نہ تو نشو ہوتا ہے
نہ اسکے اعصاب اس قابل ہوتے ہین کہ رطوبت
کا مادہ اسکے ذریعہ سے خارج ہو سکے اسی طرح
بعض عورتون مین اندام نہانی ناقص اور ناقابل
صحبت ہوتا ہے وہ بھی پیشاب خارج کرنے کے
سوا دوسرا کام نہین دیسکتا ایسے نقص کی نسبت
اسکے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ کسی خاص عصب
مین قوت فعلیہ ناقص رہ جانے سے تکمیل نہین
ہوتی منجملہ ایسے ہی نقصانون کے ایک نقص پاخانے
کا راستہ نہونے کا ہے کہ بعض عورت یا مرد کے احشا کا
رخ بجائے بول کیطرف ہوتا ہے اور پیشاب کے مقام
سے پاخانہ خارج ہوتا ہے گو کبھی کبھی بعض ہوشیار
ڈاکٹرون نے فن جراحی کا کمال دکھا کر اس نقص کا
علاج کرنے مین کامیابی بھی حاصل کر لی ہے۔

اسی طرح ایک قسم اس نوع کی خنثی ہے۔
جسمین مردانہ و نسوانی دونون علامتین ہوتی ہین۔
ان مین سے بعض مین مردی کی علامت غالب
ہوتی ہے۔ اور بعض مین عورت کی۔ اور خال
خال ایسے بھی دیکھے گئے ہین جنکے دونون
علامتون مین قوت فعل موجود ہو جیسا کہ مولانا
عبدالحلیم مرحوم فرنگی محلی نے مراقی کے حاشیہ
پر ایک ایسے مشہور شخص کا حوالہ دیا ہے اور کتب فقہ
مین خنثائے مشکل کے بیان مین ایسے افراد کے
وجود کی تصریح کی گئی ہے۔ بہرکیف ہر دو علامات
اور منجملہ انکے ایک قوی اور ایک ضعیف رکھنے
والون کا وجود مسلم اور کبھی کبھی مشاہدہ مین آیا ہے
سنا تو یہی گیا ہے کہ بعض ایسے ہوتے ہین کہ ان کی
ایک علامت کسی زمانۂ سن تک ظاہر و غالب
رہتی ہے اسکے بعد دوسری غالب آجاتی ہے۔
لیکن اسکا زیادہ کھوج لگانا کچھ ضرور نہین۔ البتہ
اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند کریم بطور
عجیب الخلقت و نادرہ روزگار بعض آدمیون کی
ترکیب جسمی ایسی بھی رکھتا ہے جنکے اعصاب و
عضلات مین کسی مرکز سے دوہرا نشو ہوتا ہے
اور بجائے ایک جانب کارفرما ہونے کے
دماغ کو دو طرف کام کرنا اور ایسے افعال و آثار
صادر کرنا پڑتے ہین جو باہم اضداد یا متشابہ دونون
کے خلاف ہوتے ہین چنانچہ مئی سنہ ۱۹۰۹ء مین ہم

بہرائچ گئے تھے - یہ زمانہ سید سالار مسعود غازی کے میلہ کا تھا - وہان ایک عجیب الخلقت لڑکا ضلع ہردوئی کے کسی پاسی کا بطور نمائش کے لایا گیا تھا - اسکے تین پیر تھے دو صحیح و سالم تھے - اور تیسرا پیر جو درمیان دونون پیرون کے تھا کمزور تھا - اس بچہ کے داہنے و بائین جانب دونون علامتین زنانہ و مردانہ تھین - اور دونون سے وہ پیشاب کرتا تھا - یہ تماشا ہزارون آدمیون نے دیکھا اور ابھی کل کی بات ہو اگر ہم مندرجہ بالا شہادت کے خلاف چند منٹ کیواسطے یہ بھی فرض کرلین کہ باوجود خنثیٰ ہونے کے ایک ہی آدمی سے کسی حالت مین بھی دونون علامات کے افعال بروز نہین ہو سکتے تو بھی یہ بالضرور اور مجبوراً ماننا پڑیگا کہ جب عجیب الخلقت لوگون مین دو علامات رکھنے والے آدمی کا وجود پایا جاتا ہو - اور بغیر اندرونی رگون اور اعصاب و عضلات کے سلسلہ کے ظاہر جسم پر کوئی عضو خاص پیدا نہین ہو سکتا تو لازمی طور پر تسلیم کرنے سے چارہ نہین کہ ایک ہی جسم کے بعض اعصاب بجائے ایک کے دو شاخ ہوکر ایک حصہ اور دوسرا پشت کیطرف جاسکتا ہو - بلکہ جاتا ہو اور انھی انتہا پر اپنی علامت اپنا اثر اور اپنا فعل ظاہر کرتا ہو - سوا اسکے کہ کسی صدمہ ظاہری سے وہ ناقص ہو جائے - یا اندرونی خلقی نقص سے موضع انتہا پر نہ پہونچے جیسے بعض آدمیون مین اشارہ کلان پیشاب گاہ کیطرف مڑ جاتا ہو -

خلقت انسانی کے نقائص و عجائبات کے متعلق تقریر متذکرہ بالا و تشریح اجسام کی تعلیم کو پیش نظر رکھنے کے بعد قطعی اور لازمی طور سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ آدمی کے دماغ سے نکلنے والی وہ رگین جو مادہ تولید پیدا کرنے کے واسطے کان کے پیچھے ہوکر حرام مغز مین ہوتی ہوئی عورت و مرد کے جدا جدا جسمی مرکزون تک پہونچتی ہین - انھین کبھی بجائے ایک کے دو شاخین نکل آتی ہین جنمین سے ایک مین نسوانی اور ایک مین مردانہ مادہ پیدا ہوتا ہو کبھی ایسا ہوتا ہو کہ ان دونون شاخون کے منتہا پر جو علامت مردانہ یا زنانہ ہوتی ہو انھین یہ رگین اپنی اپنی قسم کا مادہ پہونچاتی ہین - اور یا یہ ہوتا ہو کہ ایک شاخ کا فعل دوسری پر غالب آجاتا ہو اسلیے جسطرح سے بعض ناقص الخلقت لوگون مین اشارہ کا منفذ پیشاب گاہ کیطرف ہو جاتا ہو - اسیطرح یہ بھی ممکن اور قابل قبول و تسلیم ہو کہ مادہ تولید کی دونون شاخین رکھنے والا

روکی ایک شاخ تو اپنے منتہائے مخرج پر پہونچے اور دوسری کسی وجہ سے بجائے منتہائے مخرج اور جب حال علامت ظاہری پر پہونچکر ختم ہونے کے درمیان سے دوسری شاخ کیطرف رجوع ہوجائے۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

ہم اوپر اس عام قاعدہ کو لکھ چکے ہین کہ عورت ومرد کی یکجائی ومقاربت سے حمل قرار پاتا ہو اور ساخت جسمانی کے متعلق انکی تفصیل لکھ دینے سے ذکور واناث کے بعض اعضا کے افعال وخصوصیات تاثیری بھی معلوم ہوگئے۔ اور عرف عام مین بھی یہ ہر شخص کو معلوم ہو کہ کس عضو سے کیا کام لیا جاتا ہو۔ اور وہ کیونکر اپنا کام کرتا ہو لیکن یہ عجیب بات ہو کہ باوجودیکہ منجملہ جسم انسانی کے تمام اعضا کو ایک ایک خدمت سپرد ہو اسی طرح اعضائے تناسل بھی ایک خدمت پر مامور ہین۔ تاہم انکے فعل مین ایک مستثنیٰ بمقابلہ دیگر اعضا کے یہ موجود ہو کہ دوسرے اعضاء یا تو خدمت مقررہ کو بموجب قانون قدرت بجالاتے ہین اور یا بوجہ بیماری وصدمات ناگہانی اپنے فعل سے معطل ہو جاتے ہین مگر اعضائے تناسل کا فعل علاوہ طریقہ معلومہ کے خود بخود بھی حالتین

بھی ظاہر ہوتا ہو جسکا نام احتلام رکھا گیا ہو۔ نیز کبھی کبھی نوجوان اور مغلوب الحال مردون کو محض غلبۂ تصورات سے بوجہ جوش جوانی بے اختیاری طاری ہوکر اخراج مادہ کا باعث ہوجاتی ہو۔ اس کو بھی حالت خواب سے تعبیر کرسکتے ہین۔ کیونکہ کثرت تصورات واجتماع بخارات ردیہ سے دماغ مغلوب ہوکر اُسپر کیفیت طاری ہوجاتی ہے جو نوم سے کم نہین ہوتی اور بجائے خود خواب مقناطیسی کا حکم رکھتی ہو

رویا جس کو ہندی مین سپنا اور فارسی مین خواب کہتے ہین صرف سوتے ہی وقت انسان دیکھ سکتا ہو۔ خواہ طبعی نیند سے سوتا ہو یا نوم مقناطیسی طاری کیا گیا ہو۔ اور دونون صورتون مین جو واقعات نظر آوینگے وہ دماغ کے حرکات وسکنات سے متعلق ہونگے۔

خواب مقناطیسی مین معمول پر اکثر وہ واردات آتی ہو جو عامل کی قوت عملیہ وتخیل سے اقرب ہو۔ اور خواب طبعی مین یا تو رویائے صادقہ ہوگا یا اُن واقعات وخیالات کا تصور ہوگا جو کسی وقت سونے والے پر گزرے ہون۔ اسیطرح رویائے صادقہ مین کبھی تو من وعن واقعات بھی

آنکھوں کے سامنے آجاتے ہین - اور کبھی ایسی
باتین منکشف ہوتی ہین جن مین تاویل کی
ضرورت ہوتی ہو - اور صحیح تاویل کرنا معبّر کی
ذکاوت پر موقوف ہو - مگر سب سے زیادہ تعجب انگیز
یہ امر ہو کہ احتلام جس کو رویاے صادقہ نہین
کہا جاسکتا اُسکا نتیجہ مثلاً سامنے آجاتا ہو - رہی یہ
بات کہ احتلام کیا ہو چندان محتاج تشریح نہین ہو کیونکہ
ہر شخص کو معلوم ہو البتہ اتنا جان لینا چاہیے کہ
جب خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا ہو اور دماغ تک
اُسکے بخارات پہونچتے ہین اور شدت حرارت
مرکزی سے مادہ خارج ہونے والا ہوتا ہو تو جو
طریقہ عرف عام مین اس فعل کے واسطے
مقرر ہو اسکو قوت متخیلہ سامنے لاکھڑا کر دیتی ہو
گویا قوت مصورہ کا یہ کام ہو کہ اس خواہش
کے محل و دماغ پر مستولی ہوتی ہو اخراج مادہ کے
واسطے ویسی ہی تصویر پیش کرے جو اس فعل کا
ذریعہ ہو اور اس طرح ایک مجلس کا تصور بندھکر یہ
کیفیت واقع ہوتی ہو جسکا اثر صحیح طور پر
عالم بیداری مین پایا جاتا ہے

جناب مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کے
خیال پر جب ہم حسب بالا اصول و ضوابط طبی کو
مدنظر رکھکر غور کرتے ہین تو ہم کو مجبوراً ہونا پڑتا ہو
کہ حضرت مریم علیہا السلام کو ہم اُس عجیب
انسانی قسم مین داخل سمجھین جنکے اجسام مین
صانع قدرت نے نسوانی و مردانہ دو نوع
رکھنے والے اعصاب پیدا فرماے ہین مگر تو
ہی ہم اس بات کو قطعی طور پر قابل تسلیم سمجھتے ہین
کہ معمولی خنثی کیطرح بظاہر آپ مین دونون
علامات (مردانہ و زنانہ) موجود نہ تھین - بلکہ ظاہر
طور پر آپ کی ساخت جسمی اناث کے معمولی
اعضا کے موافق تھے - اور اندرونی ترکیب مین
وہ اعصاب بھی موجود تھے جو مردانہ جسم سے
تعلق رکھتے ہین - لیکن جسطرح اصول ڈاکٹری
بالعموم عجائبات خلقت کے سلسلہ مین بیان کیا گیا
ہو کہ بعض لوگون کے احشا کا منہ بجاے مخرج
براز کیطرف ہونیکے مجرای بول کی جانب جاتا ہو
اُسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کے مردانہ
اعصاب بجاے اسکے کہ معمولی خنثی کیطرح آپ کے
جسم ظاہری مین علامت مردی ہوتی اُن کا مقام
ختم ہونے رحم کیطرف منتقل ہوکر خاص اس مقام
پر ختم ہوئے جہان کہ عورت و مرد کے مواد تولید
باہم اتصال و تصادم ہوتا ہو - دریں حالت ہم

جس کے ماننے میں پس و پیش کو ذرا گنجائش نہیں کیونکہ جب ایک تشکیل نقص خلقت کی عجب ایسی ہی موجود ہو اور یہ معلوم ہو کہ ایسے عجیب الخلقت لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں جنمیں دونوں قسم کے اعصاب ہوتے ہیں منجملہ ایسے ہی کسی شخص کے اگر ایک میں اتنا تغیر رہا ہو کہ دونوں قسم کے اعصاب ایک مرکز پر جمع ہو گئے ہوں جس کو بظاہر نقص خلقت کہا جا سکتا ہے تو کوئی محل تعجب نہیں کیونکہ جو امر بظاہر موجب تعجب معلوم ہوتا ہے فی الواقع اُسی میں خدا کی ایک قدرت خاص مضمر ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسی ہی اور متواتر مثالیں بھی کیوں نہیں پائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے قابل توجہ نہیں کہ ماتحن فیہ میں مستثنیات و عجائبات پر بحث ہے۔ اور عجائبات کیواسطے یہ قطعاً ضروری نہیں کہ کثرت ہو بلکہ اُس کا شاذ و منفرد ہونا ہی دراصل اُسکے استثناء و عجیب ہونے کی دلیل ہے۔

پس اس رائے کو ولادت مسیح علیہ السلام سے منطبق کرنے کیواسطے ہم قرآنی شہادت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جسمیں حضرت عیسیٰ کی پیدایش کے واقعات بتفصیل بیان کئے گئے ہیں۔ یوں تو یہ قصہ شروع سے لیکر آخر قرآن تک کئی جگہ اور مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن تمام تفصیلات قرآنی سے جو تاریخی نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے۔

حضرت مریم اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں اُس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ لوگ اپنی اولاد کو خانہ خدا (بیت المقدس) کی خدمت اور عبادت کیواسطے مخصوص کر دیتے تھے۔ مریم کی ماں نے بھی اس امید میں کہ خدا بیٹا دیگا منت مانی کہ میں اپنے پیٹ کے بچہ کو دنیاوی تعلقات سے آزاد کرکے خدا کی خدمت و عبادت کیواسطے نذر کرتی ہوں۔ پھر وضع حمل کیا تو بیٹی پیدا ہوئی اُسوقت ماں کو تردد ہوا کہ مرد کا کام عورت سے کیونکر انجام پاویگا۔ مگر نذر کا ایفا ضروری تھا لہذا المعروض نے اپنی مناجات میں اس مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے بیٹی کا نام مریم رکھکر خدمت خداوندی کے واسطے مخصوص کر دیا۔ اور دعا کی کہ خداوندا اس لڑکی اور اسکی ذریت کو میں شیطان کے فریب سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ اور مریم کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ذمہ لی پھر بعد بلوغ کے ایک دن مریم کو غسل کی ضرورت

ہوئی اپنے مکان کے مشرقی حصہ مین دو پردہ ڈالکر نہانے گئین - اسوقت خدا کا فرشتہ ایک نوجوان مرد کی شکل مین انپر ظاہر ہوا - یہ بیچاری بے عصمتی سے ڈرین - اور اُسکو آدمی سمجھکر خدا کا واسطہ دلانے لگین - فرشتہ نے کہا مین تمھارے خدا کا مرسل ہون - اور تمھین اولاد پیدا ہونیکی بشارت دینے آیا ہون - یہ سنکر مریم اور گھبرا گئین اور تعجب سے بولین کہ مجھکو کسی مرد نے چھوا تک نہین - میرے اولاد کیسے پیدا ہوگی - فرشتہ بولا خدا کا یونہی حکم ہے - یہ مولود خدا کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی اور ایمان لانے والون کے واسطے موجب رحمت ہوگا - بمجرد اسکے مریم حاملہ ہوگئین اور بعد ختم مدت حمل حضرت عیسی پیدا ہوے - اس قصہ مین دو جزو ہین ایک ولادت مریم سے متعلق ہے - اور دوسرا پیدایش حضرت مسیح سے - اور دونوکے واقعات جس طریقہ سے بیان کیے گئے ہین انسے ہمارے خیال کی پوری تائید ہوتی ہے - مگر چونکہ ہمنے ابھی تک حضرت عیسی کی پیدایش پر کوئی رائے نہین ظاہر کی ہے - بلکہ صرف حضرت مریم کا عجیب الخلقت ہونا بیان کیا گیا ہے لہذا پہلی مریم ہی کے متعلق تائید قرآنی کی تفصیل کرتے ہین -

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ زوجہ عمران یعنی والدہ مریم کو امید تھی کہ اس حمل سے اولاد نرینہ ہوگی اور اسی بھروسہ پر اُنھون نے قبل وضع حمل بچہ کو نذر کردیا - پھر پیدا ہوئی لڑکی - مگر پھر بھی وہ اپنے عہد پر قائم رہین اور باوجودیکہ خود و لیس الذکر کالانثی اپنے منہ سے کہا تو بھی مولود کو خدا کی نذر کردیا - ہم کہتے ہین کہ یہ واقعات ہی اس بات کی دلیل ہین کہ والدہ مریم نے باوجود مریم کے بصورت تانیث ہونے کے بھی اُنکی ساخت جسمانی مین کوئی ایسی انوکھی بات ضرور دیکھی جسپر مطمئن ہوکر اُنھون نے عورت کو مردانہ خدمات کی غرض سے نذر کردیا - کیونکہ نذر کرتے وقت رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا کہا تھا جسکا یہ مطلب کہ اس بچہ کو دنیا کے جنجال اور گرستی کے قیود سے کوئی تعلق نہ ہوگا - کیونکہ راہبانہ زندگی بسر کرنیوالے شادی بیاہ وغیرہ تعلقات خانہ داری سے بالکل آزاد ہوتے ہین - مریم کو بھی یہی مرحلہ پیش آنیوالا تھا - بخلاف اسکے جب مریم کو وہ خدا مین دینے گئین تو دعا کی کہ خداوندا اس ذریۃ مریم کو تیری پناہ

میں دیتی ہوں۔ پس اگر والدہ مریم نے قوم میں کوئی عجیب بات نہیں دیکھی تو یہ دعا کیوں کی۔ اس لیے کہ بسبب منذور ہونے مریم کا ساری عمر کنواری رہنا لازمی تھا تو ذریت کیواسطے دعا مانگنا بے سود تھا یہ ایسے وجوہ ہیں جو یہ ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ وقت ولادت حضرت مریم کی ماں کو بعض آثار معمولی لڑکیوں کے مغائر حضرت مریم میں ضرور معلوم ہوئے جنہوں نے انکو ایسی دعا مانگنے کی ضرورت محسوس کرائی۔ یا یہ کہ گو وہ مریم کی ساخت جسمانی کے عجائبات سے بیخبر رہی ہوں لیکن پیدا ہوتے وقت مریم سے بعض حرکات ایسے صادر ہوے جو انکی ماں کو تعجب میں ڈالنے والے رہے ہوں یا قد و قامت اور وغیرہ میں کوئی ایسی خصوصیت نظر آئی جس سے متاثر ہو کر بطور الہام و القا انکے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوے جسکی وجہ سے بے اختیار انکی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ مگر اس جگہ ایک خاص نکتہ قابل غور ہے کہ اس واقعہ کو قرآن مجید میں بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے فلما وضعتها قالت رب انی وضعتها انثی واللہ اعلم بما وضعت اور واللہ اعلم بما وضعت ایسا بلیغ اشارہ ہے جس سے ہمارے کلام کی پوری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ لفظ بما وضعت پکار پکار کر کہہ رہا ہے

زوجہ عمران نے جیسی اونچی حیثیت شان کی لڑکی جنی ہے اسکو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مریم کی جو کچھ شان و قربت ہے وہ محض جناب مسیح کی ماں ہونے کی وجہ سے ہے۔ لہذا ہم بالوثوق تردید کرتے ہیں کہ ان الفاظ میں خداوند کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کی اس عجیب ساخت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جسکو ہمنے اوپر حوالہ قلم کیا ہے۔ اسی طرح وجعلنا ابن مریم و امہ آیۃ سے بھی حضرت مریم کی خلقت کی خصوصیت مستفاد ہوتی ہے کیونکہ سوائے اس اظہار قدرت کے مریم کو بمقابلہ دوسری عورتوں کے اور کوئی شرف و امتیاز حاصل نہ تھا اور نہ بغیر ایسی کسی خصوصیت کے وہ آیۃ اللہ میں شمار ہو سکتی تھیں۔ طبی اور قرآنی شہادت سے یہ ثابت ہو جانیکے بعد کہ حضرت مریم کی ساخت جسمانی عجیب قسم کی تھی اور ان میں مردانہ و زنانہ دونوں قوتوں کے اعصاب موجود تھے۔ پیدایش مسیح علیہ السلام کے واقعہ کو ہم یوں سمجھتے ہیں کہ جب مریم کی بھرپور جوانی کا وقت آیا۔ ظاہری طور پر نسوانی علامت غالب ہونیکے سبب سے آپکو ماہواری غسل کی ضرورت ہوئی اور آپ مکان کے گوشہ میں نہانے بیٹھیں تو جس طرح بحالت فطرت طبعی تقاضائے طبیعی

آدمی کو احتلام ہوتا یا اور خواب نظر آتے ہیں بباعث
ہیجان مادۂ جوانی و تصور کیفیت مقاربت جس کی
تفصیل آگے آئے گی ۔ آپ کے مردانہ اعصاب میں
بھی ایک قسم کی حرکت پیدا ہوئی جس سے آپ کا دماغ
مغلوب ہو گیا ۔ اور آپ کو عالم تصور میں ایک مرد کی
شکل نظر پڑی ۔ جس کا موجب قانون قدرت ایسے
موقع پر نظر آنا ضروری تھا ۔ کیونکہ نسوانی خواہشات
نے جو تصور کیفیت مقاربت کا باندھا تھا اُس کے
پورا کرنے کی اور کوئی صورت ممکن نہ تھی ۔ ایسی
حالت میں اُس مادہ نے جو مردانہ اعصاب میں تھا
بسبب تحریک جذبات دہ نسوانی رحم کی طرف صعود
کیا اور آپ کو حمل رہ گیا جو بلحاظ مسلمات مندرجہ
بالا قابل قبول ہے ۔ ذٰلک عیسی ابن مریم قول
الحق الذی فیہ یمترون ۔

چونکہ آیات قرآنی میں فرشتہ کا ذکر کیا گیا ہے
اس لیے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ دماغی حالت
کو فرشتہ سے تعبیر کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے
لیکن ہمارے خیال میں یہ کہنا محض وہم ہی وہم ہے
کیونکہ سورۂ مریم میں جہاں کیفیت غسل و استقرار
حمل بیان ہوئی ہے ۔ بجائے ملک کے لفظ روحنا
آئی ہے ۔ اور روح ایک ایسی اصطلاح ہے جس کو
قطعاً اور ہر موقع پر ملائکہ سے تعبیر نہیں کر سکتے جیسا کہ
قل الروح من امر ربی سے صاف ظاہر ہے کہ
روح امر الٰہی ہے ۔ اُسکی نوعیت و کیفیت کسی شخص
کو معلوم نہیں اور روح سے روح حیوانی اور روح نباتی
بھی مراد ہیں جن پر حیات انسانی کا مدار ہے ۔ اور
استقرار حمل میں اُن بخارات کا ہیجان میں آنا
لازمی ہے ۔ اور جہاں کہیں ملائکہ کا ذکر ہے وہاں صرف
بشارت دینے کا بیان کیا گیا ہے ۔ وہ ایک دوسری
بات ہے ۔ رہا یہ کہ جو بات چیت مریم اور فرشتہ
(بصورت مرد) سے ہوئی اُسکی نسبت کیا کہا
جائیگا ۔ اُسکا جواب یہ ہے کہ جب دماغ پر ایک
خاص کیفیت طاری ہو گئی تو حسین اُسی مناسبت
سے تمام تخیلات کا آجانا بالکل ممکن الوقوع اور
قرین قیاس ہے ۔ یہاں ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے
ہیں کہ سورۂ مریم میں روح کے آنے کو پروردگار
نے بالفاظ فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشراً
سویا ۔ بیان فرمایا ہے ۔ اور جہاں کہیں روح
کو خدا نے اپنی ذات پاک سے منسوب فرما کر ذکر
فرمایا ہے وہاں روح من امر ربی ہی مراد لیگئی ہے
لہذا یہاں بھی روحنا سے امر ربی ہی مراد
لینا چاہیے ۔ علاوہ اسکے تمثل لہا بشراً سویا

ابن حدید عن حماد بن عیسی عن حریز عن زرارۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ راویۃ من ماء سقطت فیہا فارۃ او جرذ او صعوۃ

میتۃ قال اذا تفسخ فیہا فلا تشرب من مائہا ولا تتوضأ منہا وان کان غیر متفسخ فاشرب منہ وتوضأ واطرح المیتۃ اذا اخرجتہا طریۃ وکذلک الجرۃ وحب الماء والقربۃ واشباہ ذلک من اوعیۃ الماء وقال قال ابو جعفر اذا کان الماء اکثر من راویۃ لم ینجسہ شیء تفسخ فیہ او لم یتفسخ الا ان یجیء لہ ریح تغلب علی ریح الماء [illegible] مقدار [illegible] [illegible] ان تفسخ فیہا فلا تشرب [illegible] ولا تتوضأ [illegible] وکذلک القول فی الجرۃ وحب الماء والقربۃ لیس [illegible]

ابن حدید سے اُنھوں نے حماد ابن عیسی سے اُنھوں نے حریز سے اُنھوں نے زرارہ سے اُنھوں نے ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کر کے خبر دی کہ میں نے ان سے پوچھا کہ ایک مشک پانی میں چوہا یا ممولا مرا ہوا گر جائے۔ امام نے فرمایا جب وہ اُس میں پھٹ جائے تو اُس کا پانی نہ پیو اور نہ اُس سے وضو کرو۔ اور اگر پھٹا ہوا نہ ہو تو اُس سے پیو اور وضو کرو اور اُس سے مردار کو نکالڈالو بشرطیکہ اُسکو فوراً نکال ڈالو۔ یہی حکم پانی کے مٹکے اور گھڑے اور چھاگل کا ہے اور اسکے مثل دوسری چیزوں کا ہے جو پانی کے ظروف ہوں۔

وہ یہ بھی کہتے تھے کہ امام ابو جعفر نے فرمایا کہ پانی جب ایک مشک سے زیادہ ہو تو اُس کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی خواہ اُس میں پھٹ جائے یا نہ پھٹے مگر یہ کہ اُس میں بو آنے لگے جو پانی کی بو پر غالب ہو۔ پس ممکن ہے کہ اس روایت میں پانی کی مشک سے وہ مشک مراد لیجائے جس میں ایک کُر پانی آجائے جب وہ ایسی ہوگی تو اسکو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی جو اُسمیں گر جائے۔ اور یہ کہ اگر اسمیں پھٹ جائے تو نہ پیو اور نہ وضو کرو اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر پانی کا کوئی وصف بدل جائے۔ یہی گفتگو مٹکے اور گھڑے اور چھاگل کے متعلق ہے۔ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ مٹکے اور گھڑے اور چھاگل میں ایک کُر پانی نہیں آسکتا۔ کیونکہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ایک گھڑے کا یہ حکم ہے بلکہ اس کو الف۔ لام کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

[۱] اور یہی ہم وجہ بھی لطیف ہیں لیکن وہ تاویل سب سے زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ امام نے ایک گھڑے کا حکم نہیں بیان کیا بلکہ وہ سب ہی گھڑوں کا پانی لا لیا جائے اس کا یہ حکم ہے لیکن گھڑے سے ایک ہی گھڑا سمجھا جا سکتا ہے وہ سب ہی گھڑے نہیں سمجھے جا سکتے۔۱۲

وحب الماء والقربۃ والراویۃ لا یسع شیء منہا ذلک کراً من الماء لانہ لیس فی الجرار [illegible] وکذلک حکمہ [illegible]

على العموم عند كثير من اهل اللغة واذا احتمل العموم كان مطابقاً لما تقدم من الاخبار واما رواه الحسين بن سعيد عن عثمان بن عيسى عن سماعة

بن مهران عن ابی بصیر قال سألته عن كر من ماء مررت به وانا في سفر قد بال فيه حمار او بغل او انسان قال لا تتوضأ منه ولا تشرب منه فالوجه فيه ان نحمله على انه اذا تغير احد اوصافه اما اللون او الطعم او الرائحة فلا يجوز حينئذ استعماله بحسب ما قدمناه من الاخبار ويدل على ذلك ما اخبرني به الشيخ رحمه الله عن احمد بن محمد بن الحسن عن ابيه عن سعد بن عبد الله عن احمد بن محمد بن عيسى عن [illegible] عن حريز بن عبد الله عن ابی بصیر عن ابی عبد الله عليه السلام انه سئل عن الماء النقيع تبول فيه الدواب

عموم[1] پر دلالت کرتا ہے اکثر اہل لغت کے نزدیک۔ اور جب عموم کا احتمال ہوا تو گذشتہ حدیثوں کے مخالف نہ رہا۔ باقی رہی وہ روایت جو حسین بن سعید نے عثمان بن عیسیٰ سے انھوں نے سماعہ بن مہران سے انھوں نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے امام سے پوچھا کہ بحالت سفر میرا گذر ایک کر پانی پر ہوا جس میں گدھے نے یا خچر نے یا کسی انسان نے پیشاب کیا ہو امام نے فرمایا کہ اس سے وضو کرو اور نہ پیو۔

پس مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ ہم اسکو اس حالت پر محمول کریں جبکہ پانی کے کسی وصف میں تغیر آگیا ہو خواہ مزے میں یا رنگ میں یا بو میں۔ لیکن باوجود تغیر آ جانے کے اس کے استعمال میں کچھ مضائقہ نہیں جیسا کہ گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا۔ اس مطلب کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو مجھ سے شیخ رحمہ اللہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انھوں نے حسین نابینا سے انھوں نے حریز بن عبداللہ سے انھوں نے ابو بصیر سے انھوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی کہ بیان کیا کہ ان سے پوچھا کہ ٹھیرا ہوا پانی جس میں جانور پیشاب کریں۔ کیسا ہے؟ امام نے فرمایا اگر پانی میں تغیر آگیا ہو تو اس سے وضو کرو اور اگر پیشاب سے اس میں تغیر نہ آیا ہو تو اس سے وضو کرو یہی حال خون کا بھی ہے کہ جب وہ پانی وغیرہ میں مل جائے اور اسی سند کے ساتھ سعد بن عبداللہ سے روایت ہے وہ

فقال ان تغير الماء فلا تتوضأ منه وان لم تغيره ابوالها فتوضأ منه وكذلك الدم اذا سال في الماء واشباهه

[1] عموم کا مطلب بھی مصنف نے خوب بیان کیا۔ عموم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واحد کا صیغہ بول کر جمع مراد لیا جائے۔ پھر یہ قاعدہ کہ الف لام عموم پر دلالت کرتا ہے ہر حالت کے لیے نہیں ہے۔

عن احمد بن محمد بن عیسی عن العباس بن معروف عن حماد بن عیسی عن ابراهیم بن عمر الیمانی عن ابی خالد القماط انه سمع ابا عبد الله علیه السلام یقول فی الماء یمر به الرجل وهو نقیع فیه المیتة والجیفة فقال ابو عبد الله علیه السلام ان کان الماء قد تغیر ریحه او طعمه فلا تشرب ولا تتوضأ منه وان لم یتغیر ریحه وطعمه فاشرب وتوضأ فاما ما رواه الحسین بن سعید عن محمد بن اسمعیل بن بزیع قال کتبت الی من یسأله عن الغدیر یجتمع فیه ماء السماء ویستقی فیه من بئر فیستنجی فیه الانسان من بول او یغتسل فیه الجنب ما حده الذی لا یجوز فکتب لا تتوضأ من مثل هذا الا من ضرورة الیه فمحمول علی ضرب من الکراهیة لانه لو لم یحمل علی ذلک لکان ... الاضطرار

احمد بن محمد بن عیسی سے وہ عباس بن معروف سے وہ حماد بن عیسی سے وہ ابراہیم بن عمر یمانی سے وہ ابو خالد قماط سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کا گزر ٹھیرے ہوے پانی پر ہو جس میں مردار گر گیا ہو تو امام نے فرمایا کہ اگر پانی کی بو یا مزا بدل گیا ہو تو نہ پیو نہ اُس سے وضو کرو اور اُسکی بو اور مزا نہ بدلا ہو تو اُسکو پیو اور اُس سے وضو کرو۔ لیکن وہ روایت جو حسین بن سعید نے محمد بن اسمعیل بن بزیع سے روایت کی ہو کہ وہ کہتے تھے میں نے ایک شخص کو لکھا کہ وہ امام سے پوچھے کہ حوض جس میں آسمان کا پانی جمع ہو اور اُس میں ایسے کنوین کا پانی بھی آتا ہو جس میں انسان پیشاب یا پاخانہ سے استنجا کرتے ہوں یا اُس میں جنب نہاتے ہوں تو اُسکے جائز نہ ہونے کی کیا حد ہے۔ امام نے لکھا کہ ایسے پانی سے وضو نہ کرو مگر بضرورت اور یہ روایت ایک قسم کی کراہت[1] پر محمول ہو کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو حوض کا پانی ایک کُر سے کم ہوگا تو ایسی حالت میں وہ نجس ہوگا اور اسکا استعمال کسی حالت میں جائز نہ ہوگا۔ بلکہ تیمم فرض ہوگا۔ اور یا پانی حوض کا ایک کُر سے زائد ہوگا تو وہ نجس نہیں ہوسکتا اور حالت ضرورت کی قید نہیں ہوسکتی

[1] کراہت کی کوئی وجہ مصنف نے نہیں بیان کی جب وہ پانی نجس نہیں ہے اور کوئی دلیل اسکی نجاست کی نہیں تو کراہت کیوں ہو۔ ایسے مقامات پر مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ وہیں سے دونوں حدیثوں میں تعارض کا اعتراف کرتے اور اہل اصحاب وغیرہ سے اپنی معمول بہ حدیث کو ترجیح دیتے ۱۲

الا جلی بوه والروایة الاولى محمولة على الكراهية لان مع وجود ما يتيقن الطهارة لا ينبغي استعمال هذه المياه وانما تستعمل عند فقدانها على كل حال

اور مطلب اس روایت کا وہی ہو گا کہ کراہت پر محمول کی جائے کیونکہ باوجود تیقن الطہارۃ پانیوں کے اس قسم کے پانیوں کا استعمال جائز نہیں اس قسم کے پانی تو اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب پانی بالکل نہ ملے۔

باب ۔ کر کی مقدار کا بیان

مجھے حسن بن عبید اللہ نے احمد بن محمد بن یحیی سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے محمد بن احمد بن یحیی سے انھوں نے ایوب بن نوح سے انھوں نے صفوان سے انھوں نے اسمعیل بن جابر سے روایت کر کے خبر دی کہ وہ کہتے تھے میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ جو پانی کسی چیز سے نجس نہیں ہوتا۔ امام نے کہا دو گز لانبا ایک گز گہرا ایک بالشت چوڑا۔ اور اسی سند کے ساتھ محمد بن احمد بن یحیی سے روایت ہے وہ احمد بن محمد سے وہ برقی سے وہ عبد اللہ بن سنان سے وہ اسمعیل بن جابر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ کہتے تھے میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ جو پانی کسی چیز سے نجس نہ ہو اسکی کیا مقدار ہے۔ امام نے فرمایا ایک کر میں نے پوچھا کہ کس قدر ہوتا ہے امام نے فرمایا تین بالشت مربع۔

اور مجھے شیخ رحمہ اللہ نے ابو القاسم یعنی جعفر بن محمد سے روایت کر کے خبر دی وہ محمد بن یعقوب سے وہ محمد بن یحیی سے وہ احمد بن محمد سے وہ عثمان بن عیسی سے وہ ابن مسکان سے وہ ابو بصیر سے روایت کرتے تھے کہ انھوں نے کہا میں نے ابو عبد اللہ

سلہ آخر اس پانی کے تیقن الطہارۃ نہ ہونے کی کیا وجہ ہے جبکہ وہ پانی ایک کر سے زیادہ ہو اور اسکا کوئی وصف بھی نہیں بدلا تو اسکے تیقن الطہارۃ نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

باب كمية الكر

اخبرني الحسين بن عبيد الله عن احمد بن محمد بن يحيى عن ابيه عن محمد بن احمد بن يحيى عن ايوب بن نوح عن صفوان عن اسماعيل بن جابر قال قلت لابي عبد الله عليه السلام الماء الذي لا ينجسه شيء قال ذراعان عمقه في ذراع وشبر سعته وبهذا الاسناد عن محمد بن احمد بن يحيى عن احمد بن محمد عن البرقي عن عبد الله بن سنان عن اسماعيل بن جابر قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الماء الذي لا ينجسه شيء قال كر قلت وما الكر قال ثلاثة اشبار في ثلاثة اشبار واخبرني الشيخ رحمه الله عن ابي القاسم جعفر بن محمد

عن محمد بن يعقوب عن محمد بن يحيى عن احمد بن محمد عن عثمان بن عيسى عن ابن مسكان عن ابي بصير قال سألت ابا عبد الله

عليه السلام عن الكر من الماء كم يكون قدره قال اذا كان الماء ثلاثة اشبار ونصف في عمقه في الارض

علیہ السلام سے ایک کر پانی کی بابت پوچھا کہ اسکی مقدار کیا ہوتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب پانی ساڑھے تین بالشت مربع میں ہو اور نصف بالشت اسکی گہرائی زمین میں ہو تو وہ ایک کر ہے

لیکن جو روایت محمد بن احمد بن یحیی نے یعقوب بن یزید سے انھوں نے ابن ابی عمیر سے انھوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انھوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے کی ہے کہ ایک کر پانی جسکو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی ایک ہزار دو سو رطل ہوتا ہے۔ یہ روایت روایات سابقہ کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہم کتاب تہذیب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں کہ عمل اسی روایت پر ہے جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ نے اسکی تائید کی ہے۔ اور جن روایات میں بالشت کی مقدار مذکور ہے انکو ہم نے اس بات پر محمول کیا ہے کہ وہ اسکے وزن کے موافق ہوں[1] یعنی اسکی مقدار وہی ہو جو اس وزن کی ہے۔ گویا امام نے ہمارے لیے کر کے پہچاننے کے دو طریقے مقرر کر دیے۔ ایک یہ کہ ہم اس کو رطل سے پیمایش کریں جبکہ رطل سے پیمایش ممکن ہو اور جب رطل سے پیمایش ممکن نہ ہو تو ہم بالشتوں سے پیمایش کریں کہ وہ کسی حالت میں ناممکن نہیں ہوتی۔

اور شیخ رحمہ اللہ نے رطل میں رطل بغدادی کو اختیار کیا ہے اور ہمارے دوسرے اصحاب نے

[1] یہ تاویل ایک عجیب و غریب تاویل رجم بالغیب کی مصداق ہے۔ چاہیے کہ دونوں کو جانچ کے دیکھتے اور کہتے کہ دونوں وزن میں موافق ہوتے ہیں۔ پھر خود ہی آگے چلکر کہتے ہیں کہ دونوں کا وزن موافق نہیں ہوتا۔ یہ اور بھی زیادہ عجیب بات ہے۔

فذلك الكر من الماء. ورواه محمد بن احمد بن يحيى عن يعقوب بن يزيد عن ابن ابي عمير عن بعض اصحابنا عن ابي عبد الله عليه السلام قال الكر من الماء الذي لا ينجسه شيء الف ومائتا رطل ولا ينافي هذا الخبر ما تقدم من الاخبار لانا قد ذكرنا في كتاب التهذيب الاحكام ان العمل على هذا الخبر على ما نص عليه الشيخ رحمه الله وحملنا ما ورد من التحديد بالاشبار على ان يكون مطابقا لذلك بان يكون مقدارها القدر الذي يطابق وكانه جعل لنا طريقين احدهما الاعتبار بالارطال اذا كان لنا طريق اليه واذا لم يكن الى ذلك طريق اعتبرنا

بالاشبار لان ذلك لا يتعذر في حال من الاحوال وكان الشيخ رحمه الله اختار في الارطال ان يكون بالبغدادي وغيره من اصحابنا

وعوّدوا اهل ذلك عبر ثانی اعتبار رطال الصاع بحسب ارطال بالعراق وذلك خلاف عادتهم وكذلك الخبر الذي

اسی وجہ سے ہمنے صاع کے رطل میں نو رطل عراقی اعتبار کیے ہیں۔ حالانکہ یہ انکی عادت کے خلاف ہے۔ یہی حالت اس حدیث کی ہے جس پر ابھی ہمنے بحث کی جسمیں پچاس[1] رطل کا اعتبار ہے۔ کہ اس میں اہل مکہ کے رطل کا اعتبار ہے۔ ائمہ علیہم السلام تمام شہروں[2] کے رواج کو اعتبار کر لیا کرتے تھے جیسا کہ ان سے پوچھا جاتا تھا۔

باب ۔ کثیر[3] پانی کا حکم جب اس کا کوئی ایک وصف بدل جائے رنگ یا مزا یا بو۔

مجھے شیخ رحمہ اللہ نے احمد بن محمد سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حسین بن حسن بن ابان سے انھوں نے حسین بن سعید سے انھوں نے عثمان بن عیسی سے انھوں نے سماعہ سے انھوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ میں نے ان سے پوچھا کہ کسی آدمی کا گزر پانی پر ہوا اور اسمیں کوئی مردار جانور پڑا ہو جو سڑ گیا ہو۔ امام نے فرمایا کہ اگر اسکی بو پانی کی بو پر غالب آ گئی ہو تو اس سے نہ وضو کرو نہ پیو۔ اور مجھے شیخ نے ابو القاسم یعنے جعفر بن محمد بن قولویہ سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے سعد بن عبداللہ

---

[1] اس کا پتہ چلنا کہ کس حدیث میں سائل نے کس شہر کے رواج کا لحاظ کیا ہے اور کس میں نہیں، سخت دشوار ہے۔ جیسا کہ آئندہ واضح ہو گا۔

[2] کثیر بحسب اصطلاح شیعہ اس پانی کو کہتے ہیں جس کی مقدار ایک کر یا ایک کر سے زائد ہو۔ اس سے کم مقدار کے پانی کو قلیل کہتے ہیں۔

تضمن الخمسين اعتبارهم بسماحة رطل اهل ذلك اعتبار رطال اهل مكة لانهم عليهم السلام كانوا يعتبرون عادة سائر البلاد حسب ما يسألون عنه باب حكم الماء الكثير اذا تغير احد اوصافه اما اللون واما الطعم او الرائحة اخبرني الشيخ رحمه الله عن احمد بن محمد عن ابيه عن الحسين بن الحسن بن ابان عن الحسين بن سعيد عن عثمان بن عيسى عن سماعة عن ابي عبدالله عليه السلام قال سألته عن الرجل يمر بالماء وفيه دابة ميتة قد انتنت قال اذا كان النتن الغالب

على الماء فلا تتوضأ ولا تشرب واخبرني الشيخ رحمه الله عن ابي القاسم جعفر بن محمد بن قولويه عن ابيه عن سعد بن عبدالله

رسائل ضروریہ مفیدہ

حضرت مولٰنا السید محمد علی ابن القضاۃ صاحب عم فیضہ

خیر النواهی عن ارتکاب الملاهی

یہ رسالہ مسئلہ غنا کے متعلق جو ایک استفتی کا جواب ہے عبارت نہایت صاف [illegible] حرمت غنا کو [illegible] ثابت کیا ہے [illegible]

[illegible] وہ مزید [illegible] ہوگا۔

الاغناء فی تحریم الغناء

یہ رسالہ بھی مسئلہ غنا کے متعلق ہے [illegible] حرمت غنا کا [illegible] رسالہ میں [illegible] قیمت [illegible]

یہ دو رسالے حضرت مولانا ممدوح کے [illegible] شائع [illegible] رسائل کے متعلق [illegible]

التحقیق المجتبیٰ فی غیب المصطفیٰ

عربی زبان میں ایک استفتی کا جواب ہے [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب کہنا کسی طرح جائز ہو [illegible] قیمت [illegible]

ابراز المکنون فی مبحث العلم بما کان وما یکون

اس رسالہ میں [illegible] زبان عربی قیمت [illegible]

[illegible] رسائل کی [illegible] اس [illegible] ان سب رسائل کو [illegible]

البیان الصائب فی تفسیر علم الغائب

یہ رسالہ مسئلہ علم غیب کے متعلق [illegible] ذات باری تعالیٰ کے [illegible] زبان عربی قیمت [illegible]

ازاحۃ العیب عن مبحث علم الغیب

یہ رسالہ مسئلہ علم غیب میں تمام رسائل سابقہ کے بعد حضرت ممدوح نے [illegible] تحریر فرمایا [illegible] قیمت [illegible]

سب رسائل خرید [illegible] فرمائیں گے ان سے [illegible] کے [illegible] لیے جائیں گے۔

المشتہر حکیم سید حافظ احمد و سید خلیل احمد محلہ کٹرہ حیدر حسین خان شہر لکھنؤ



سفوف مسواک

روغن شفا

روغن طلا

سرمہ عجیب

حبوب طحال

حبوب بخار کہنہ

حبوب بواسیر

حبوب داد

حبوب سعال بلغم

حبوب مقوی باہ

حبوب ممسک

روغن وجع مفاصل

سرمہ دافع دھند غبار

سفوف جریان

سرمہ لاجواب

سفوف دافع قبض

سفوف ضیق النفس

حبوب آتشک

ناس دردسر

سفوف ہاضم طعام



نمبر ۶ — ۲۰ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ — ۹ مئی ۱۹۱۲ء — جلد ۸

فہرست مضامین



قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دو بار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۷ و ۲۲ تاریخ کو ان شاء اللہ شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خاص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورة اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص حسب مقدور جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	[illegible]
ششماہی	[illegible]
سہ ماہی	[illegible]

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کردیا جائیگا۔

(۴) چندہ بہرحال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو صاحبان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اُسوقت تک کل رسالے بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں چاہے صرف بقیہ دنوں کی قیمت موافق تقسیم قیمت النجم کے بھیجدیں۔

(۷) جو صاحب مستقل خریدار النجم کے نہیں انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کے لیے پانچ نمبر رسالہ جاری کرالیں چاہیے ۳ روپیہ قیمت کی کتاب دفتر النجم سے لیلیں۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب [illegible] قیمت کی انعام میں دیجائیگی

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین یعنی مسلمانوں کے عقائد و خیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوة والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہیں

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ میں تصوف کہا جاتا ہے اس ذیل میں ان شاء اللہ تعالی بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و مؤثر نصائح و حالات [illegible] ہونگے

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص مضمون و رسالہ سے متعلق ہو

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ میں کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبروں کا بھی ہوگا خبریں جہاں تک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی

(۵) ہر سال جو کتاب انعام میں تجویز کیجائیگی وہ ان شاء اللہ تعالی بیشتر و اکثر سلف صالحین میں سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ایک کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اتفاقی اشتہار فی سطر فی کالم [illegible] اجرت پیشگی [illegible]
بشرطیکہ قواعد کے موافق ہوں [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

النجم لکھنؤ

۲۱- جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۰ھ

بقیہ تذکرۂ حضرت مولانا شاہ احمد سعید رح

نقش بندی - مجددی - رحمۃ اللہ علیہ

الغرض نہایت جمعیت و طمانینت کے ساتھ دہلی کی خانقاہ عالیجاہ مین پچیس برس تک خلق خدا کی ہدایت و ارشاد مین مصروف رہے - یہان تک کہ جب غدر کا واقعہ پیش آیا اور تمام دہلی مین تہلکہ پڑ گیا اور جس سے جس طرف ممکن ہوا بھاگ گیا، اس واقعہ کے بعد بھی حضرت ممدوح چار مہینے نہایت استقلال کے ساتھ تشریف فرما رہے - مگر آخر محرم سنہ ۱۲۷۴ھ مین جبکہ انگریزی فوج شہر کے اندر داخل ہو گئی اور لوگ نہایت کرب و بے چینی مین مبتلا ہوے تو بعض احباب کے اصرار سے آپ نے بھی اپنے اہل و عیال کو شہر سے باہر بھیج دیا - اسکے بعد بھی آپ چند روز وہین رہے - آخر جب حضرت مشائخ نے خانقاہ چھوڑنے کا حکم دیا تو آپ وہان سے چلے - منصور کے مقبرہ مین (جو شہر سے چار میل ہی) پہونچکر آرام کیا - ایک روز و شب وہان قیام فرمانے کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کے مزار کی طرف تشریف لے گئے اہل و عیال سب وہین تھے، اُس وقت لوگون کی پریشانی کا یہ عالم تھا کہ کسی کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا - مگر حضرت ممدوح نہایت اطمینان سے بدستور اپنے اوراد و معمولہ مین مشغول رہتے تھے - یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ کوئی حادثہ اور ہنگامہ برپا ہوا ہے -

آخر اللہ تعالی نے کچھ افغانیون کو (جو انگریزی فوج مین تھے) آپ کا مسخر کر دیا - انھین لوگون کے ساتھ پھر آپ منصور کے مقبرہ مین تشریف لائے وہان آپ کی زوجہ محترمہ نے مرض وبا سے رحلت فرمائی - انکی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ اب ہم خانقاہ سے نکل چکے لہذا مناسب نہین کہ پھر وہان جائین - بہتر ہوگا کہ اب حرمین شریفین کا رخ کرین اور بقیہ عمر وہین تمام کرین -

یہی ارادہ آپ نے افغانیون کے سردار سے بیان کیا وہ انگریز حاکم دہلی سے پروانہ راہداری لے آیا اور سب سامان سفر کا درست کر دیا - پس حضرت نے براہ پنجاب سفر کیا - اثناے راہ مین جس شہر اور قصبہ مین آپکا گزر ہوتا وہان کے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور بہ کمال عقیدت

پیش آتے - وہ جہاز پہونچ کر یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی کہ ایک انگریز کپتان سردار آپ کا معتقد ہو گیا اور اُس نے اپنے افسر انگریز سے جا کر کہا کہ یہ بزرگ تمام اہل ولایت کے پیر ہیں ہمارے تمام شہر کے تمام مسلمان ان کے خادم ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ ان کو اپنے گھر میں اُتاروں اور ان کی دعوت کروں - اُس انگریز نے بہت خوشی سے اجازت دی اور کہا کہ میری طرف سے بھی اُن کی دعوت کرو - اور کشتیوں کا محصول جو اس کے متعلق تھا اُس نے معاف کر دیا - یہ وقت تھا کہ دہلی کے تمام سے زمین لی تھی - مگر حضرت ممدوح جو اکابر دہلی سے تھے اتنے بڑے قافلہ کے ساتھ علانیہ نمازیں پڑھتے اذانیں دیتے ہوئے سفر کر رہے تھے اور کوئی شخص مزاحم نہیں ہوتا بلکہ جن کی طرف سے مزاحمت کا اندیشہ تھا وہ خود معتقد ہو جاتے تھے اور مثل ادنیٰ خادموں کے خدمت کرتے تھے -

اسی خیر و خوبی کے ساتھ بمبئی پہونچے اور وہاں سے بسواری جہاز مکہ وارد ہوئے - مکہ معظمہ کے بزرگوں نے بڑی عزت و عظمت حضرت ممدوح کی کی اور کچھ لوگ داخل طریقت بھی ہوئے - لوگوں کا بہت اصرار ہوا کہ آپ یہیں قیام فرمائیں - لیکن حضرت ممدوح نے منظور نہ فرمایا اور مدینہ منورہ پہونچے وہاں کے بزرگوں نے بھی بڑی عزت کی الغرض وہیں سکونت اختیار فرمائی اور آخر عمر تک وہیں رہے اور حضرت حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر جان دی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شاہ ابو سعید

مجددی - رضی اللہ عنہ

حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد ہیں اور شیخ طریقت بھی ہیں - سنہ ۱۱۹۶ ہجری میں بمقام رامپور پیدا ہوئے - لڑکپن سے رُشد و ہدایت کے آثار چہرہ مبارک پر ظاہر تھے - گیارہ برس کی عمر میں حفظ قرآن کیا اور انیس برس کے سن میں تمام علوم عقلیہ نقلیہ سے فراغت حاصل کی -

علوم باطنیہ میں پہلے چند روز اپنے والد ماجد سے تعلیم لی - پھر حضرت شاہ درگاہی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے یہاں تک کہ خاندان قادریہ میں سلوک کو تمام کیا - اور حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ نے انہیں خلافت عطا فرمائی - اور اپنا قائم مقام کر دیا - لوگ رجوع ہونا شروع ہوئے - یہاں تک کہ ہزار آدمیوں سے زیادہ ہاتھ پر مرید ہوئے اور بہت سے تصرفات و کرامات کا ظہور ہوا - مگر انکے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا سلوک مجھے اب تک حاصل نہیں ہوا - اس خیال نے یہاں تک ترقی کی کہ پیری کا منصب چھوڑ کر مریدی کا شوق از سر نو پیدا ہوا - اور حضرت

قطب الاقطاب قیوم زمان حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور اقدس میں حاضر ہوئے اور طریقہ مجددیہ کی نسبت حاصل کی اور بڑے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے۔

آخر عمر میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر ہندوستان واپس آتے ہوئے مقام ٹونک میں پہونچے۔ وہیں بیمار ہوئے۔ یوم عید الفطر کے دن ظہر و عصر کے درمیان ۱۲۵۰ھ ہجری میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔

نعش مبارک ٹونک سے دہلی آئی۔ چالیس روز میں تابوت دہلی پہونچا۔ باوجود اس قدر مدت گزر جانے کے جس وقت نعش مبارک کو صندوق سے نکالا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا ہے۔ ذرا بھی تغیر پیدا نہ ہوا تھا۔

خانقاہ عالیجاہ دہلی میں حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ کی قبر کے برابر انکی بھی قبر بنائی گئی۔ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب انکے فرزند تھے۔ اُنھوں نے تاریخ وفات حسب ذیل نظم فرمائی۔

امام و مرشد ما شاہ بوسعید سعید
بروز عید چو شد واصل جناب خدا
دل شکستہ منظوم گفت تاریخش
ستون محکم دین نبی فتاد ز پا

تذکرہ حضرت خلیفۂ خدا نائب خیر البشر مجدد مأۃ ثالث عشر حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۵۶ھ ہجری میں بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب پیدا ہوئے۔ نسب میں علوی ہیں۔ تمام علوم دینیہ سے ۲۲ سال کی عمر میں فارغ ہو کر حضرت میرزا جان جاناں شہید رضی اللہ عنہ سے اخذ طریقت کی اور پندرہ برس انکے مقدس حلقہ میں بیٹھے۔ خوب ریاضتیں کیں۔ بالآخر انکے خلیفہ ہو گئے۔ نسبت باطنی اس قدر قوی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ فرماتے تھے کہ جب میں جامع مسجد دہلی میں جاتا تھا تو تمام مسجد نور باطن سے منور ہو جاتی تھی اور جس بزرگ کی قبر پر میرا گذر ہوتا تھا اُسکی نسبت میری نسبت کے آگے پست معلوم ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت ممدوح نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ تمھارا نام عبداللہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ وہ انکے گھر میں تشریف لائی ہیں اور فرماتی ہیں کہ ہم تمھارے لیے زندہ ہو کر آگئے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت امام ربانی کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے

ہیں کہ تم میرے خلیفہ ہو۔ ایک مرتبہ الہام ہوا کہ اے غلام علی تم قیومیت کے منصب پر ہو۔ ایک مرتبہ الہام ہوا کہ تم سے ایک نیا طریقہ رائج ہوگا۔

فی الواقع حضرت ممدوح کی ذات بابرکات مثل حضرت مرزا صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باہرات میں سے تھی۔ اس قدر فیض آپ کی ذات سے ہوا اور طریقۂ عالیہ کا رواج اس درجہ ہوا کہ کم کسی سے ہوا ہوگا قریب قریب یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلاد اسلامیہ میں کم کوئی ایسا مقام ہوگا جہاں آپ کا کوئی فیض یافتہ نہ ہو۔ بعض تو خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آپ کے حضور میں آئے مثل حضرت مولانا خالد رومی اور شیخ احمد کردی اور سید اسمٰعیل مدنی وغیرہم کے۔ مولانا خالد رومی وہ شخص ہیں جن کے مناقب میں علامہ شامی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

دہلی کی خانقاہ بھی آپ ہی کی بنوائی ہوئی ہے اس خانقاہ میں تقریباً دو سو طالب علم رہا کرتے تھے اور سب کے مصارف آپ ہی کی طرف سے ملتے تھے۔

باوجود ان تمام مراتب و درجات کے اس قدر منکسر تھے کہ بسا اوقات کسی کتے کو دیکھ لیتے تو فرماتے کہ الٰہی پروردگار میری کیا ہستی ہے کہ میں تیرے برگزیدہ بندوں کے توسل سے دعا مانگوں اے پروردگار اپنی اس مخلوق کے طفیل میں مجھ پر رحم فرما۔

ہمیشہ موٹے اور ادنیٰ درجے کے کپڑے پہنا کرتے تھے سوتے بہت کم تھے۔ تہجد کے وقت خود لوگوں کو اٹھایا کرتے تھے۔ دنیا کا ذکر آپ کی محفل میں ہرگز نہ آنے پاتا تھا بزرگوں نے لکھا ہے کہ آپ کی مجلس اقدس حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی مجلس کے مشابہ ہوتی تھی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نہایت قدم راسخ رکھتے تھے۔ توکل کی یہ کیفیت کہ اکثر بادشاہ وقت اور امرا کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ خرچ خانقاہ کے لیے کچھ مقرر کر دیں مگر آپ منظور نہ فرماتے تھے۔ یہ اشعار بالکل آپ کے حسب حال تھے اکثر زبان مبارک پر آتے تھے۔

خاک نشینی ست سلیمانیم — ننگ بود افسر سلطانیم
ہست چو چل سال کہ می پوشدش — کہنہ نمد جامۂ عریانیم

اور فرمایا کرتے تھے کہ فقیروں کی زندگی ایسی ہونی چاہیے جیسی شیخ ابن یمین کبروی فرماتے ہیں۔

نان جوین و خرقۂ پشمین و آب شور — سیپارۂ کلام و حدیث پیمبری
ہم نسخۂ دو چار ز علمی کہ نافع است — در دین نہ لغو بوعلی و نہ ژاژ عنصری
تاریک کلبۂ کہ پے روشنی آن

بیہودہ نیستی نبرد شمع خاوری
با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو
در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری
این آن سعادتی ست کہ حسرت برد بآن
جویائے تخت قیصر و ملک سکندری

فرماتے تھے کہ مین نے حق تعالیٰ کا کلام جو آواز سے بڑی ہیبت بار سنا ہے۔ خوارق عادات اور کرامات اس کثرت سے ہین کہ انکا استیعاب دشوار ہے۔ اکثر کلمات ناز زبان مبارک پر جاری ہو جایا کرتے تھے - چنانچہ ایک مرتبہ قحط عظیم پڑا۔ پانی نہین برستا تھا۔ آپ مسجد کے صحن مین آکر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک پانی نہ برسیگا مین یہان سے نہ اٹھونگا پس خوب برسا۔

توجہ اس قدر قوی تھی کہ ایک مرتبہ ایک کشتی بڑے زور کے ساتھ جا رہی تھی آپ نے توجہ فرمائی۔ وہ کشتی فی الفور ساکن ہوگئی۔

ایک مرتبہ ایک ہندو کا لڑکا آپ کی محفل مین آگیا آپ پر توجہ فرمائی فی الحال اُس نے اپنے گلے سے زنار اُتار کر پھینکدیا اور مسلمان ہوگیا۔ اس قسم کے واقعات بہت ہین۔

۲۲ - صفر ۱۲۴۰ھ ہجری مین بحالت استغراق واصل بحق ہوئے۔

تذکرہ حضرت قیوم طریقۂ احمدیہ شمس الدین حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہید رضی اللہ عنہ

نسب شریف حضرت محمد بن حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی مرتضیٰ تک پہونچتا ہے۔

۱۱۱۱ھ ہجری یا ۱۱۱۳ھ ہجری مین آپ کی ولادت ہوئی بچپن سے آثار رشد و ہدایت جبین مبارک سے ظاہر تھے۔ نو برس کی عمر مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب مین دیکھا حضرت ابوبکر صدیق کا جب تذکرہ ہوتا تو اُن کی صورت اقدس پیش نظر ہو جاتی اور انکو اپنے سر کی آنکھون سے دیکھتے۔ اسی طرح حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی زیارت سے بارہا مشرف ہوئے۔

شور عشق بھی لڑکپن سے مزاج اقدس پر غالب تھا جہان کوئی خوبصورت چیز دیکھتے تو اُسکی طرف بیحد مائل ہوتے چھ ماہ کی عمر مین ایک صاحب حسن و جمال عورت نے انکو اپنی گود مین لے لیا اس عورت کے حسن و جمال پر ایسے گرویدہ ہوئے کہ بغیر اسکے قرار نہ تھا جب وہ نظر کے سامنے نہ ہوتی تو روتے۔ پانچ برس کی عمر مین یہ کیفیت ہوئی کہ لوگون کی زبان پر اسکا چرچا تھا کہ اس لڑکے کا مزاج عاشقانہ ہے۔

اُنکے والد ماجد نے ان کی تعلیم و تربیت میں اعلیٰ درجہ کا اہتمام کیا۔ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی انکو تعلیم دلائی علاوہ علوم کے بہت سے ہنر اور صنعتیں انکو سکھلائیں۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہنر اور صنعتیں میں نے تمکو اس لیے سکھائے ہیں کہ اگر تم امیر ہوگئے تو اہل ہنر کی قدر کروگے اور اگر میری دلی خواہش کے موافق تم فقیر اور تارک الدنیا ہوئے تو کسی ذی ہنر کی تمکو احتیاج نہ ہوگی"۔ چنانچہ ہر فن اور صنعت میں اس قدر کمال تھا کہ جس فن کا اُستاد ملنے ملتا وہ اپنے فن میں انکے فائق ہونے کا اعتراف کرتا۔

ان تمام کمالات کی تحصیل کے بعد اٹھارہ برس کی عمر میں جذب باطنی کی کشش سے حضرت نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہونچے اور طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں اُن سے بیعت کی۔ اور بڑی بڑی ریاضتیں شاقہ عمل میں لائے۔ انکی وفات کے بعد بہت دنوں اُنکی قبر شریف سے استفادہ کیا۔ پھر اُنہیں کی قبر سے اشارہ معلوم ہوا کہ قبور سے استفادہ کرنا خلاف دستور ہے۔ کسی زندہ کے پاس جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں [illegible] برس اور حضرت شیخ عبدالاحد رح کی خدمت میں بارہ برس رہے۔ بعد اسکے حضرت حافظ سعد اللہ صاحب کی طرف رجوع کیا۔ پھر حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ چاروں طریقوں میں بے نظیر کمال حاصل ہوا۔

تمام مشائخ عظام حضرت ممدوح کی بہت عظمت کرتے تھے۔ حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ نے ایک روز کہ حضرت ممدوح انکے سامنے بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ دو آفتاب میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں کہ دونوں کی چمک دمک کی وجہ سے باہم امتیاز مشکل ہے۔ اگر طالبان خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ایک عالم کو منور کردیں۔ ایک روز فرمایا کہ میرے اصحاب میں مرزا صاحب کا مثل کوئی نہیں ہے، جو محبت خدا و رسول کے ساتھ ان کو ہے کسیکو نہیں ہے، اب اس طریقۂ عالیہ کی ترویج انہیں کی ذات سے ہوگی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمکو شمس الدین حبیب اللہ کا لقب ملا ہے۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام دنیا کے فقراء کے حالات میرے پیش نظر ہیں میں اُن کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح کوئی شخص اپنی ہتھیلی پر رائی کے دانہ کو دیکھتا ہے اس وقت حضرت مرزا جان جاناں کے مثل کسی اقلیم اور کسی شہر میں نہیں ہے"

ان حضرات مشائخ کی وفات کے بعد حضرت ممدوح اُنکے جانشین ہوئے اور ہدایت عالم کا کام اپنے ذمہ لیا۔ پینتیس برس تک نہایت استقلال کے ساتھ طالبان خدا کی تربیت فرماتے رہے اور ایک عالم کو نور باطن سے

نورانی کر دیا۔ ہزارہا بندگان خدا طریقہ عالیہ میں داخل ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے اور تقریباً دو سو آدمی منصب خلافت و اجازت پر پہونچے اور ان میں سے پچاس بزرگ نہایت کمالات احمدیہ پر پہونچ کر ارباب طریقت کے مقتدا اور امام بنے۔ آپ کے خلفا میں حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ تو ایک فرد کامل و مکمل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت بزرگ بے نظیر ہیں۔ جنمیں سب سے زیادہ مذکور و مشہور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی ہیں۔ جو علم ظاہر میں بھی ویسا ہی کمال رکھتے تھے جیسا علم باطن میں۔ صاحب تصنیف اور تمام علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب اپنے وقت کے بیہقی ہیں۔"

حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ تم میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو۔ تو میں عرض کروں گا کہ قاضی ثناء اللہ کو لایا ہوں۔"

ابتدائی عمر میں اسی شور عشق کی تحریک سے کچھ اشعار بھی حضرت ممدوح نے نظم کیے تھے۔ آپکا دیوان چھپ گیا ہے۔ اسکے دیباچہ میں خود حضرت ممدوح نے لکھا ہے کہ شور عشق کی تحریک سے جو گویا میرا خمیر تھا یہ نالہ موزوں کرتا تھا۔ مگر انکے جمع کرنے کا خیال نہ تھا بڑا حصہ انکا ضائع ہو گیا۔ تب بعض عزیزوں کے اصرار سے جسقدر حصہ باقی تھا اسکو جمع کر کے

انکے دیوان عالیشان سے ایک غزل اور چند اشعار تبرکاً نقل کیے جاتے ہیں۔

غزل

از ان پہلوے خود جا میدہم این رنج و محنت را
کہ غیر من پناہے نیست در عالم مصیبت را
قضا از شہد ما نشتِ خونے وام مے گیرد
کہ تا رنگین کند ہنگامۂ روزِ قیامت را
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را
نگیرد باطنِ اہلِ صفا زنگ از نظر بازی
تصرف نیست ہرگز در دلِ آئینہ صورت را
دماغِ دل درین جا گاہ گاہی چاق مے گردد
خدا آباد تر سازد خراباتِ محبت را
تلف کردست این دل حق صحبت ہائے دیرینم
بہ بزم خود نخواہی داد جا این بے مروت را
بجائے سنگ طفلان پارۂ شیشہ باید زد
چو مرزا مظہر دیوانۂ نازک طبیعت را

اشعار

نشستم عاقبت چون آفتاب از بہر گردیدن
سیہ کردم بداغ رنگ چشم پوشی روئے دنیا را
تاجر ما جنس صد از راہ دور آوردہ است

از برای داغ دل آتش نظر آورده است
گه به سوئے قہر آن شوخ می آید فرود
بہر نازش نیاز ما بزور آورده است
ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق
بپرسی کہ و خون چشم و گوئی از برائے من است
حیف دردے کہ بخود شب مداوا برده است
ہر جا کہ نتوان ناز مسیحا برداشت
نقش مظہر چو زکویت گذرد چشم بپوش
آخر این مژده ہمان ست کہ بیمار تو بود
نوبہار آمد مرا زنجیر در گلشن کنید
دوستان امسال تدبیرم بطور دیگر کنید
نیست خاک بیکسان منت کش شمع و چراغ
خار بر گور غریبان گلفشانی می کند
مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کرده
بمی من بکس کم ساختن بسیار میسازد
دل اوار جسم آورد آخر نازدارم
بلائے اعجاز عشق است انکہ زاری ندو میگردد
نرگس از تربت من بستہ و خوبان گویند
خاک گردیده و چشمش نگران است ہنوز
گرفتار حیات از ہجر آن زلف گره گیرم
بسے بستہ حت این زندگانی ہیچ تصویر

از درد ہرگز نخواہد رفت آزار دلم
دل ہی باشد علاج من کہ بیمار بود
مذہب عشق جدا مشرب عشاق جدا ست
ہر در از مظہر دیوانہ دوا می داند
نگاه مست تو آن را کہ مستفید کند
ہزار پیر خرابات را مرید کند
آنکہ مظہر یک نفس بے گریہ با چشم یاد نیست
از نم مژگان چو ابر تر خمیرم کرده اند
انفعال جرم بہتر از غرور طاعت است
مظہر اے دور از حقیقت بر نماز خود مناز
تاثیر محبت در دلش کردیم جان مظہر
بجا باشد اگر خوانند یاران جان جانان
تا ز رنج خود بہ سینہائے آسودے
بچو مظہر کاش را اے باخدا بودے
ز عشق او بہ داغے گر تسلی میشوم مظہر
کہ غرق سوختن چون شعلہ میخواہم سراپا
امید قتل دلم را بہ اضطراب رساند
کہ این نوید بہ این خانمان خراب رساند
مظہر بجرم نیم نگاہم کریختہ
یک بار خود کنید با او بہ رو برو

(باقی آئنده)

ایثاق الوثوق
فی عقد
ام کلثوم والفاروق

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں عقد حضرت ام کلثوم کوئی اہم بالشان واقعہ نہ تھا۔ مگر بعض جدید متکلمین شیعہ نے محض بغض و عناد کی وجہ سے جو وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ روا رکھتے ہیں اس میں اس قدر شبہات وارد کیے ہیں کہ عوام کو یقین کامل ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل غلط بلکہ افترا و بہتان ہے۔ چند ماہ پیشتر ضلع ڈیرہ غازیخان سے ایک صاحب نے بمقام کوٹ ایک پرچہ رسالہ اصلاح کا راقم کے پاس بھیجا تھا جس میں اڈیٹر اصلاح نے بڑے شد و مد سے عقد ام کلثوم سے انکار کیا تھا۔

صاحب موصوف نے دریافت کیا تھا کہ اس مسئلہ میں تمہاری تحقیق کیا ہے؟ جب سے مجھکو یہ خیال دامنگیر رہا اور اس دوران میں بعض کتب شیعہ کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا۔ اگرچہ النجم کے کسی گذشتہ پرچہ میں ایک فاضل کچھ اپنے خیالات فرما چکے ہیں اور مجھ ایسے ہیچمدان کا اسپر کچھ اضافہ کرنا بھونادری بات کا مصداق ہے تاہم چونکہ اس مختصر میں بعض بڑے بڑے شبہات کا نہایت صراحت سے جواب پہنچایا گیا ہے اس واسطے امید ہے کہ منصف مزاج ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

منکرین عقد کی تالیفات سے میں نے بعض پرچے اصلاح کے دیکھے ہیں اور ایک رسالہ شرح کنز مکتوم سید سجاد حسین کا۔ اور پھر ایک تازہ تالیف ام الاکیہ نام سید محمد محسن دماکی۔

اور موجدین عقد کی تالیفات سے الفاروق مولنا شبلی، اور مجالس المؤمنین قاضی نوراللہ شوستری کی عرصہ ہوا مطالعہ کی تھیں۔ اور حال میں کتاب ناسخ التواریخ کی دو جلد جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات میں ہے۔ اور جو کہ مرزا محمد تقی خان وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار کی مشہور کتاب ہے جسکو اسکی علمی قابلیتوں کے لسان الملک کا معزز خطاب حاصل تھا۔ اور کتاب طراز مذہب مظفری، جو لسان الملک کے بیٹے مرزا عباس علی قلی خان سپہر کی تصنیف ہے۔ حضرت سپہر بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح مظفر الدین شاہ قاچار کے وزیر اعظم تھے

منکرین عقد کی تحریروں سے صاف ظاہر ہے کہ انکو تحقیق حق منظور نہ تھی۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ نہ وہ خود کسی صحیح نتیجہ تک پہونچے نہ انھوں نے اپنے ناظرین کو پہونچایا! کسی نے کہدیا کہ ام کلثوم کا خاوند حضرت عمرؓ حضرت علی کی

صاحبزادی ہی نہ تھیں بلکہ وہ تو ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں
جنکو اسماء بنت عمیس بیوہ ابوبکرؓ بوقت نکاح کرنے ساتھ جناب
علیؑ کے محمد بن ابوبکر کے ساتھ لائی تھیں گویا وہ حضرت علی
کی ربیبہ تھیں لہٰذا ربیبہ ہونیکے وہ ام کلثوم بنت علی سے مشہور
ہو گئی الخ (شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۵۰)

کسی نے کہا کہ ہاں حضرت علی ہی کی بیٹی تھیں مگر
ایک کنیز کے بطن سے تھیں اور وہ چار سال کی تھیں۔

کسی نے کہا کہ جو ام کلثوم حضرت سیدہؑ کے بطن
مبارک سے تھیں وہ پیشتر حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب کے
بیٹوں سے منسوب ہو چکی تھیں۔ اور جناب علیؑ نے اسی بنا
پر حضرت عمرؓ کی خواستگاری کے وقت انکار فرما دیا تھا۔
اس انکار کے جوش میں انھوں نے صاف و صریح احادیث
مندرجہ کافی سے بھی انکار کر دیا۔ مثلاً وہ حدیث جسکا ترجمہ
یہ ہے کہ یہ پہلی [illegible] ہم سے چھینی گئی۔ اول فرج غصبناہ
یا ان ذالک فرج غصبناہ

اور دوسری حدیث جو کتاب طلاق فروع کافی
میں ہے کہ جب عمرؓ فوت ہو گئے تو حضرت علیؑ ام کلثوم کو اپنے گھر
لے آئے۔ ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتی
ام کلثوم فاخذ بیدہا فانطلق بہا الی بیتہ۔

سید سجاد حسین صاحب بیانک برافروختہ ہوتے
کہ اپنی احادیث کی کتابوں کی صحت ہی سے انکاری ہو گئے

چنانچہ فرماتے ہیں

"ہمارے مذہب میں جس قدر بھی کتب احادیث ہیں
اُن میں سے ایک کی نسبت بھی ہمارا دعویٰ نہیں ہے کہ ان
میں جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح اور معتقد یافتہ ہے بسا اوقات
پر ایک حدیث دوسری حدیث کے ناقض و مخالف واقع
ہوئی ہے" (دیکھو شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۴۹، مطبوعہ مطبع
یوسفی دہلی)

علاوہ ازیں صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ "علمائے
شیعہ کو قدیماً و جدیداً اس سے انکار رہا ہے۔ شیخ مفید جیسے
قریب العہد آئمہ کرام تھے اس عقد سے انکار کرتے ہیں"
(شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۳۷)

ایڈیٹر صاحب اصلاح فرماتے ہیں: "نہ عمر نے کبھی عقد کا
قصد کیا نہ کبھی واقع ہوا نہ کوئی اس کی اصلیت ہے"
اصلاح نمبر ۱۲ جلد ۱۳ صفحہ ۵۴

قاضی سید محمد محسن صاحب فرماتے ہیں "جو خلاف
حضرت سیدہؑ کے کہ شیخین میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں
جناب امیر اس وصیت کو پوری طرح سے ادا کریں ایسی
حالت میں کون سی عقل اس بات کا تصور کر سکتی ہے کہ
اسی فاطمہ کی بیٹی کا نکاح عمر سے کرایا گیا۔ وہ عمر جو فاطمہ
کا پکا دشمن تھا (فاک بدہن گوش) اسے نہ عقل قبول
کرتی ہے اور نہ کوئی معتبر نقل اس دعوے کے ثبوت کے

کی گئی ہے :- دیکھو ام الائمہ صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۶

بعد وہ انکار سے قائل ہو کہ حضرت ام کلثوم کی صغر سنی کی بنا
پر یہی کہا گیا ہے کہ ام کلثوم بنت جناب علی نا قابل و نابالغہ
شدہ دیوان السمعین شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۷ صغیر
سن جو تھیں تو وہ ام کلثوم بنت ابوبکر کی تھیں (اصلاح
نمبر ۹ جلد ۱۳)

اس تمدنی آمیز انکار کے ساتھ ناظرین متعجب ہوں گے
کہ اس ہی شرح میں مصنف نے اس امر واقعہ ہونیکا اقرار بھی کیا
ہے مگر عجیب طرح پر - سید سجاد حسین نے شرح
کنز مکتوم میں متعدد جگہ اقرار کا اظہار کیا ہے ایک مقام پر
لکھتے ہیں اگر روایت کو صحیح مان لیا جائے تو دوسے میں
کیا قباحت ہوئی ہے حضرت عمر پر الزام جبر و ظلم و غصب کا
ہوتا ہے مجبور و مظلوم ہونا کوئی عیب نہیں ہمیشہ انبیا و اولیا
پامال اشقیا ہوے ہیں - صفحہ ۸

مؤلف کتاب ام الائمہ فرماتے ہیں " اگر یہی تسلیم کر لیا
جائے کہ نہیں - حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کا ہی
نکاح عمر سے ہوا تھا وہ بھی اس وقت کمسن تھیں تو لامحالہ
ماننا پڑیگا کہ عمر صاحب ان سے متمتع نہیں ہو سکے " صفحہ ۱۲۱

پھر شرح کنز مکتوم میں لکھا ہے کہ اس نکاح کا
ہونا تو قطعی و یقینی نہیں ہے کیونکہ اس امر کا وقوع بر بنائے
خلوص و رضامندی نہیں ہوا - بلکہ تہدید و تخویف و جبر و تعدی

کے بعد جیسا کہ تمہاری روایات سے بھی ثابت ہے " صفحہ ۱۳۵
اسی عنوان کو ہم تسلیم کر کے اقرار عقد کرتے ہیں جس سے
نکاح کو سوائے مظلومی آخرت کوئی دینی فائدہ نہ ہوگا " صفحہ ۱۳۹

لیکن اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ " نہ جبر ہوا نہ نکاح - حضرت
سنیوں نے بات بنائی مگر نہ بن سکی " صفحہ ۱۳۹

ناظرین ! انصاف سے فرمائیے کہ ان مختلف
اور متضاد کلام سے کسی صحیح نتیجہ پر کوئی شخص کس طرح
پہونچ سکتا ہے ؟ کیا اسی کو تحقیق کہتے ہیں کہ پہلے تو نکاح
کا انکار ہے - پھر اقرار ہے اگرچہ جبر کے ساتھ - پھر آخر میں جبر سے
بھی انکار - بات تو سیدھی سی تھی - یعنی یہ کہ حضرت ام کلثوم
جن کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا اور جن سے ایک لڑکا
زید اور ایک لڑکی رقیہ بھی متولد ہوئی تھی وہ ام کلثوم
حضرت فاطمہ کے بطن مبارک سے نہ تھی - بلکہ ابوبکر صدیق
کی لڑکی تھیں - یا فلاں کنیز کی بیٹی تھی - یا یہ کہ نکاح ہوا بھی
ہے تو حضرت علی نے مجبور ہو کر ایسا کیا اور بس - لیکن یہاں
تو یہ کیفیت ہے کہ کوئی صاحب کچھ فرماتے ہیں اور کوئی کچھ -

عقد فاروق سے ضد ہے کبھی انکار بھی ہے
ساتھ انکار کے شیعوں کو کچھ اقرار بھی ہے
بعض کہتے ہیں وہ تھی دوسری ام کلثوم
بعض کہتے ہیں وہی تھیں یہ بجا سر تو بھی ہے
بعض کہتے ہیں کہ مجبور ہوے شیر خدا

یعنی در حجاب کے پردے میں کچھ اجالا بھی ہے

خود ہی بتلاؤ کہ اس مختلف آتا ہی ہیں

سند ہی سند ہے کہ صداقت کا کچھ اظہار بھی ہے

یہ طویل تمہید جو صرف مخالفین کے شبہات پر حاوی ہونے کیلئے لکھی گئی ہے اگرچہ بعض ناظرین کو ناگوار ہوگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ آیندہ جوابات اور کتب شیعہ کے مختلف حوالوں کے ذہن نشین کرانے میں انشاء اللہ کافی مدد دیگی۔

جوابات شبہات مذکورہ

(۱) ام کلثوم دختر جناب علی علیہ السلام۔

ناسخ التواریخ میں صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ جناب علیؓ کی بیٹی تھیں اور عمرؓ بن خطاب نے اُن سے شادی کی اور اُن سے زید و رقیہ متولد ہوئے۔ اصل عبارت "ام کلثوم بنت علی علیہ السلام عمرؓ بن الخطاب ویرا تزویج کرد و از وے زید و رقیہ متولد شد وفات ام کلثوم و پسرش زید در وقت واحد بود چنانکہ در کتاب عمر بشرح نگاشتیم۔" (دیکھو ناسخ التواریخ کتاب ۲ صفحہ ۔۔۔)

(۲) ام کلثوم دختر حضرت ابوبکرؓ۔ اسماء بنت عمیس بیوہ حضرت ابوبکر صدیق جو بعد کو حضرت علی کے ہاں معہ اپنے بیٹے محمد بن ابی بکر کے چلی آئی تھی۔ یہ ام کلثوم اُنکے بطن سے نہ تھیں کہ حضرت علی کی ربیبہ بن سکتیں۔ بلکہ وہ کسی اور ہی دوسری بیوی سے تھیں جسکا نام حبیبہ یا ملیکہ تھا۔

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ یہ حبیبہ دختر خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج تھیں۔ یہ حضرت صدیقؓ کی زوجہ تھیں۔ اور آپکی وفات کے وقت حاملہ تھیں بعد ازاں لڑکی پیدا ہوئی جسکا نام حضرت عائشہؓ نے ام کلثوم رکھا۔ عمر بن الخطاب نے اُنکی خواستگاری کی تھی مگر ام کلثوم نے انکار کر دیا اور کہا میں عمر بن الخطاب ایسے درشت خو کے ساتھ گذارہ نہیں کر سکتی۔ دیکھو صفحہ ۔۔ اصل عبارت بخوف طوالت نہیں لکھتا۔

اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان ام کلثوم کا عقد کس سے ہوا تھا؟ اسکا جواب بھی ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ "اما ام کلثوم دختر ابوبکر بحبالہ نکاح عبداللہ در آمد و از وے دو فرزند آورد۔ یکے زکریا و آن دیگر دختر بود نامش عائشہ نام و حبیب بعد از ابوبکر بحبالہ نکاح حبیب بن السائب در آمد" دیکھو صفحہ (۲)

جب یہ ثابت ہو چکا کہ ام کلثوم دختر حضرت علی کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا اور اُس سے دو اولاد بھی پیدا ہوئیں۔ تو اب منکرین کو کوئی حق نہیں کہ ام کلثوم دختر ابوبکر صدیقؓ کا حال جیسے دریافت کئے غلط مبحث کریں۔ مگر چونکہ ہمکو تحقیق حق منظور ہے نیز مدعی مخالف کا نقطہ ساکت کر دینا۔ لہٰذا ام کلثوم

دختر ابوبکر - بلکہ انکی والدہ کا عقد ثانی بھی بعد وفات
حضرت صدیق اکبر لکھدیا -

(۳) اسماء بنت عمیس اور انکی اولاد کی تحقیق

مورخ ناسخ التواریخ لکھتے ہین کہ وہ پہلے حضرت جعفر
بن ابی طالب کی زوجہ تھین - ہجرت حبشہ کے وقت
ساتھ تھین - فتح خیبر کے دن اپنے شوہر عالی گہر کے ہمراہ
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین -
حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے نکاح
مین آئین - و محمد بن ابی بکر ازو متولد شد و بعد از ابوبکر
علی علیہ السلام او را تزویج بست و یحیی ازو متولد
شد (ص ۱۰۱)

اس سے یہ شبہہ اچھی طرح حل ہو جاتا ہے کہ
اسماء بنت عمیس کے بطن سے کوئی لڑکی ام کلثوم نام
نہ ابوبکر صدیق کے نطفہ سے پیدا ہوئی نہ حضرت علی کے
نطفہ سے - اور حضرت ابوبکر کے یہان جب تھین تو حضرت
محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے تھے - اور حضرت علی کے ہان
بھی جو پیدا ہوا وہ لڑکا تھا یحیی نام - پس ابوبکر صدیق
کی صاحبزادی ام کلثوم کی مان ہی دوسری تھی - اور
اس صورت مین اسماء رضی اللہ عنہا کو کوئی حق نہ تھا کہ ام کلثوم
کو وہ اپنے ساتھ حضرت علی کے پاس لیجاتین - اور وہ انکی
ربیبہ کہلاتین - بلکہ ان ام کلثوم کی مان ہی دوسری تھین

جنکا نام حبیبہ تھا -

(۴) حبیبہ کا حال اوپر لکھا گیا - لیکن مزید
تشفی کے واسطے گزارش کیا جاتا ہے کہ ناسخ التواریخ
مین حبیبہ کا ذکر زمرۂ ازواج حضرت ابوبکر مین بھی لکھا
ہے اور ساتھ ہی انکی اولاد کی تشریح مین لکھا ہے کہ در وقت
وفات ابوبکر حاملہ بود پس ازو دخترے آورد نام او
ام کلثوم (ص ۲۱۵)

(۵) ازواج و اولاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

منکرین نے یہ توجیہ بھی بعض مقام پر کی ہے کہ حضرت کی
بیویون مین سے دو تین ساڑھے تین تین چار
ام کلثوم نام کی تھین (دیکھو شرح کنز مکتوم ص ۹۵)
ایڈیٹر صاحب اصلاح فرماتے ہین "عمر کی تین بیبیان
مسمی بہ ام کلثوم تھین" (اصلاح نمبر ۲ جلد ۱۲ ص ۵۵)
کچھ تو اس شبہہ کے ازالہ کیواسطے اور کچھ ام کلثوم
کو زمرۂ ازواج مین بھی دکھلانیکے واسطے ناسخ التواریخ
سے ذیل کا استدلال انشاء اللہ کفایت کریگا -
شروع مین لکھا ہے "بالجملہ عمر در زندگانی خود ہشت
زن بسر آوردہ" یعنی حضرت عمر نے آٹھ عورتون
سے عمر بھر مین نکاح کیا - مین بخوف طوالت صرف
انکے نام لکھے دیتا ہون - اول زینب بنت مظعون
دوم ملیکہ دختر جرول - سوم عاتکہ دختر زید بن عمرو - چہارم

جمیلہ دختر عاصم - پنجم ام حکیم - ششم نعیمہ - ہفتم رقیہ
ہشتم "ام کلثوم دختر علی بن ابی طالب علیہ السلام بود"
اسکے آگے اولاد کا ذکر لکھا ہے "و عمر را نہ پسر بود
و چہار دختر بود اول حفصہ - دوم فاطمہ - مادر حفصہ زینب
دختر مظعون ست و مادر فاطمہ ام حکیم ست - سوم رقیہ
و او را نیز از ام کلثوم دختر است - چہارم زینب و مادر او لہیہ بود"
پھر لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اور دو عورتوں کی
بھی خواہش کی تھی لیکن وہ راضی نہ ہوئیں - پہلی کا نام
ام ابان دختر عتبہ لکھا ہے اور دوسری ام کلثوم دختر
ابوبکر صدیق رضی ص ۲۳۳

(۶) اقرار عقد - فاضل مورخ مذکور واقعات
سنہ ۱۷ ہجری میں اس عقد کا ذکر بھی کرتے ہیں - پہلے
تو جو کچھ قدیم تاریخوں میں لکھا ہے اسکا ذکر کرتے ہیں پھر
ذاتی رائے جو لکھی ہے اسکے چند فقرات اصل عبارت
فارسی مع خلاصہ ترجمہ کے عرض کیے دیتا ہوں -

"مردم شیعہ درین قصہ سخن فراوان کردہ اند
و گویند اینکہ رسول خدا عثمان ابن عفان را بمصاہرت
خویش اختیار می فرمود بظاہر شریعت متابعت داشت
و نفاق و شقاق از وے پدیدار نبود اما عمر بن
الخطاب بے فرمانی خدا و رسول نمودہ و غصب خلافت
کردہ و از دین بیرون شدہ مصاہرت او در شریعت
روا نبود از ین روے علی علیہ السلام ام کلثوم را مضایقہ می فرمود
و عمر با تمام غلظت و شدت تہدید و تخویف قتل می فرستاد
عباس چون نگریست کہ درین امر فتنہ بزرگ حادث
شود - این خبر را بعلی آورد و با الحاح از حضرتش
انجاح مسئول عمر گرفت - بعضی از مردم شیعہ گویند کہ
ام کلثوم بسرائے عمر نرفت بلکہ یک تن جنیہ بصورت
ام کلثوم برآمد و با عمر ہمبستر گشت - لکن مردم شیعی ازاں
نیفتادہ کہ حمل چندین مصاعب کنند چہ در پیرایہ داستان
خطبہ کردن ام کلثوم بیرون شریعت از غصب خلافت
کردن آن تا قیامت باقیست بزیادت نیست از حضرت
صادق علیہ السلام حدیث کردہ اند کہ فرمود ص ۳۰۲
اول فرج غصبت منا ام کلثوم پس لازم نیست کہ
جنیہ بصورت ام کلثوم درآید" ص ۳۰۳

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ شیعوں نے
اس قصے کے متعلق بہت باتیں بنائی ہیں - کہتے ہیں کہ
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو جو
شرف دامادی بخشا تھا تو اس وجہ سے کہ وہ بظاہر شریعت
کے پابند تھے اور ان سے کوئی نفاق یا عداوت کی بات
ظاہر نہ ہوئی تھی - اور عمر (رضی اللہ عنہ) نے خدا و رسول
کی کھلی نافرمانی کرکے خلافت بھی غصب کرلی اور دین
سے خارج ہوگیا (نعوذ باللہ) اس کی دامادی از روئے شریعت

روا رکھی - یہی باعث ہی کہ جناب شیر خدا منظور نہ فرماتے
تھے - اور عمر نہایت سختی کے ساتھ قتل کی دھمکیاں دیتا
تھا - جب عباسؓ نے دیکھا کہ فتنۂ عظیم پیدا ہوتا ہے
تو حضرت علی کو آکر خبر دی اور نہایت منت وزاری کر
عمر کی درخواست کو قبول کرایا - بعض شیعہ کہتے ہین
کہ ام کلثوم تو عمر کے ہان گئی ہی نہین بلکہ ایک جنیہ
ام کلثوم کی صورت مین ظاہر ہو گئی اور عمر کے ساتھ
ہمبستر ہوئی - (یہانتک تو شیعون کے مزعومات تھے آگے
مورخ مذکور اپنی رائے ظاہر کرتا ہی) لیکن شیعون کو
ان مشکلات کا بوجھ اٹھانا کیا ضرور ہی جبکہ انکے نزدیک
ام کلثوم کی خواستگاری غصب خلافت سے بڑھکر
جسکا فتنہ قیامت تک باقی ہی - شریعت کے برخلاف نہین ہی
امام صادق کی حدیث بھی ہی کہ فرمایا یہ بھی لڑکی ہی جو ہمسے
چھینی گئی ام کلثوم ہی - پھر لازم نہین ہی کہ کوئی جنیہ ام
کلثوم کی صورت بن جائے (ترجمہ ختم ہوا)

اس سے بڑھکر مفصل اور مشرح ثبوت مسئلہ
عقد کلثوم مین کیا ہو سکتا ہی - پہلے مختلف پہلوون سے
دکھایا گیا ہی کہ ام کلثوم منکوحہ حضرت عمر وہی ام کلثوم تھین
جو حضرت سیدہ کے بطن مطہرہ سے حضرت علی کی صاحبزادی
تھین - آخر مین ناظرین کی مزید تسلی کیلیے خود مورخ کا
شیعی بیان بھی اصل عبارت کے ساتھ پیش کر دیا ہی - جس مین مورخ

شیعہ کے ان شکوک و شبہات کا بھی جواب جو ارکان عقد کو
پر کرتے ہین جواب آگیا یعنی مورخ نے صاف الفاظ
مین تسلیم کر لیا ہی کہ عقد ہوا اور ضرور ہوا -

اور حسن اتفاق سے اس نے اسی حدیث صادق
سے استدلال کیا جسکو یہان ہندوستان کے شیعہ
صاحبان رد کر چکے ہین - اور اس سے لیے بگڑتے
ہین کہ ائمہ کرام کی احادیث کی سلسلہ کتب سے نکلی جاتی
ہو گئے - تاہم چونکہ کچھ شبہات جواب طلب ابھی باقی
ہین اس واسطے منکرین عقد کی مزید تسلی کیلیے ہم اس
کتاب سے استدلال کرتے ہین جو ناسخ التواریخ کے
عہد اسی مصنف کے بیٹے اور ویسے ہی رکن رکین سلطنت
ایران مرزا عباس علی قلی خان سپہر نے لکھی ہی - جیسا کہ
اوپر ذکر کیا گیا - اس کتاب کا نام طراز المذہب مظفری ہے
اور حضرت زینب علیہا السلام کے سوانح پر مشتمل ہی - اسمین
حضرت علی کی سب صاحبزادیون کا بھی ضمناً ذکر کیا
گیا ہی - اور اسی کتاب سے نکاح تزویج جناب
ام کلثوم با عمر بن الخطاب کا ایک مستقل باب ہی - جو
۲۲۳ سے لیکر ۲۲۶ تک چلا گیا ہی - اسی باب مین سے
چند حوالے جو مین نے بوقت مطالعہ نوٹ کر لیے تھے
پیش کرتا ہون -

اول صفحہ ۷۵ پر معارف ابن قتیبہ کے ...

ت جب کہ مولانا شبلی نے الفاروق میں لکھا۔ عرب سے فارسی میں ترجمہ اپنے یوں لکھا ہے۔

"جناب ام کلثوم کبریٰ دختر فاطمہ زہرا دختر رسول عمر بن الخطاب بود و او را فرزندی بیاورد و چون عمر کشتہ گشت و چون عمر مقتول شد محمد بن جعفر بن ابی طالب او را تحت نکاح درآورد"

پھر مورخ ابن اثیر کے حوالے سے چالیس ہزار درہم مہر کا ذکر کر کے لکھا ہے "از وے رقیہ و زید پیدا گشتند" (از مذہب مظفری)

دوم (۱) صفحہ اوپر مورخ مذکور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "راقم حروف گوید کہ از ملاحظہ و تحقیق این بحث چند مطلب حاصل می شود تحت اینکہ ام کلثوم علیہا السلام را بسبب تکلیف ظاہر شرع وجود اسلام با عمر تزویج فرمودہ اند و انچہ امیر المومنین مصلحت وقت و رفع فساد را لازم می شمردہ باشد (کذا) فرمودہ است و جناب ام کلثوم در سرائے عمر دارائے فرزند ہم بودہ است" (از مذہب مظفری) خلاصہ کلام یہ کہ ام کلثوم کی شادی حضرت عمر سے ہوئی اور انسے ان کے اولاد بھی ہوئی۔

(ب) تمام شیعہ مفسرین کے جوابات میں کہا ہے کہ [illegible] حاصل ہیں۔ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام باوجود ان شکایتوں اور شکووں کے جو امر خلافت اور اپنے حق کے ابطال پر جو کہ سب فسادوں کی جڑ تھی سے بڑھکر ہے آپ فرمایا کرتے تھے۔ ان اصحاب ثلاثہ کے ساتھ نشست و برخاست اور میل جول کیا کرتے تھے اور تمام امور و جنگوں میں آنحضرت کے مشورہ ہی پر عمل کرتے تھے۔ اور آنحضرت جو مناسب جانتے تھے بھی رہنمائی فرماتے تھے" پس اگر منا کحت روئے دادہ باشد آنحضرت خود بہتر دانند و بہ مفاسد و مصالح امور و حدود دین و احکام شریعت عالم و حاکم است" یعنی پھر اگر یہ نکاح بھی ہو گیا ہو (تو کوئی تعجب کی بات نہیں) حضرت علی خود بہتر جانتے تھے اور مفسدہ اور مصلحت متعلقہ امور اور دین کے حدود اور شریعت کے حکموں میں وہ آپ عالم و حاکم ہیں۔ دیکھو مذہب مظفری

تعجب ہے کہ علما و فضلائے ایران تو اس نکاح کے وجود کا اقرار کریں خواہ جبر کے ساتھ ہی سہی۔ خواہ جناب علی کی مصلحت اندیشی پر محمول کر کے سہی۔ اور اسکی بھلائی برائی کو خود سمجھا کریں۔ لیکن ہندوستان کے شیعین کو دیکھئے کہ اس امر واقع کے اعتراف کرنے میں کس قدر بیجا شبہات وارد کرتے ہیں اور رکیک دلائل و تاویلات بعیدہ سے اس بحث میں اپنا اور دوسروں کا وقت ناحق ضائع کرتے ہیں۔

(۴) جیسا کہ مؤلف شرح کنز مکتوم نے لکھا ہے کہ بعض علمائے سلف وحال اس واقعہ سے بالکل انکار کرتے ہیں اور سلف میں سے انھوں نے شیخ مفید صاحب کی تقلید کو مفید مطلب جانا ہے۔ اسکا جواب ہم ذیل میں عرض کیا جاتا ہے۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ طراز مذہب مظفری کا مؤلف لکھتا ہے۔

"شیخ مفید اصل این واقعہ را انکاری نماید بعلت بیان آنکہ لائق اہل بیت بعید است وگرنہ عبد اللہ مسعود ہم از اصحاب دریں مناکحت انکارش عجیب است دیدہ ام از حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام مرویست ان علیا لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بها الی بیته۔" (صفحہ ۱۰۰ سطر ۴)

مطلب۔ یعنی شیخ مفید اس واقعہ سے انکاری ہیں۔ کیونکہ اہل بیت کے شعار سے بعید معلوم ہوتا ہے لیکن ان سب عبارات سے جو نکاح کے ہونے پر دلالت کرتے ہیں آنکھ بند کرنا بعید معلوم ہوتا ہے اور حضرت صادق سے روایت ہے کہ جناب علی بعد وفات حضرت عمر کے ام کلثوم کے پاس تشریف لے گئے۔ اور انکو اپنے گھر لے آئے۔

ناظرین دیکھیے دوسری حدیث کافی کی بھی تصدیق ہو گئی۔

چہارم۔ صغر سنی حضرت ام کلثوم کی تحقیق میں فاضل موصوف لکھتے ہیں کہ اگر نکاح ۱۷ھ میں ہوا ہو تو ام کلثوم کی عمر آٹھ۔ نو۔ برس سے کمتر نہیں نہیں ہو سکتی۔ "۔۔۔ اگر این حکایت در سال ہفدہم روی دادہ باشد جناب ام کلثوم از ہشت و نہ سال کمتر نبودہ" (دیکھو طراز مذہب مظفری صفحہ ۲۵) اور سید سجاد حسین صاحب کو خود اقرار ہے کہ ام کلثوم جوان السن عاقلہ بالغہ راشدہ اور چودھویں سال میں تھیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ اس (اس حساب عمر میں) کو تمام عالم میں کوئی باطل نہیں کر سکتا" (شرح کنز مکتوم صفحہ ۱۰۷، ۵)

پنجم۔ پھر فاضل مولف موصوف نے ایک اور مقام پر بھی اس نکاح کا ذکر کیا ہے۔ جہاں یہ بحث ہے کہ آیا جناب مرتضی کی بیٹیوں کی اولاد بھی آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہے یا نہ۔ اسکے جواب میں فاضل موصوف کتاب نور الابصار کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"آنچہ گفتہ اند از خصائص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ است کہ فرزندان فاطمہ سلام اللہ علیہا را بہ آنحضرت نسبت دہند لاکن در حق دختران ودخترش این عنوان روا جاری نداشتہ اند بلکہ جریان امر در حق ایشان بر قانون شرع است در آنکہ ولد در نسب با پدر میرود نہ با مادر۔ ہمین سبب گویند پسر شریف اگر اندر حق شریف

نباشد شریعت نمی خواستند پس فرزندان فاطمہ رسول خدا منسوب بودہ و حسن و حسین ایشان را آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ منسوب باشند و فرزندان خواہران ایشان قرینب خاتون و ام کلثوم بپدران خود منسوب اند ابن جعفر و عمر بن خطاب نسبت بہ نہ بمادر و نہ برسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ زیرا کہ ایشان فرزندان دختر آنحضرت ہستند نہ فرزندان دختر ش [illegible]

بقول فاضل موصوف کے حضرت زینب اور ام کلثوم کی اولاد داخل آل رسول اللہ نہیں۔ ہم اسکا فیصلہ خود شیعوں کی دیانت و دعوائے حب اولاد علی کے حوالہ کرتے ہیں۔ لیکن صورت عبارت منقولہ کو سے امر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ حضرت عمر کی ایک منکوحہ ام کلثوم مثل زینب علیہا السلام حضرت سیدہ کی بیٹی تھی اور حضرت علی نے اُسکو حضرت عمر سے بیاہ دیا تھا یہ دوسری بحث ہے کہ حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب نے عمر جیسے بزدل اور فریب پسند کی دھمکیوں سے ڈر کر اور مجبور ہو کر بیاہ دیا تھا یا برضا و رغبت خاطر۔ اور یہ کہ اس سے حضرت عمر کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ ۱۱۔۔ اور اس قدر متواتر اور مشہور ہے کہ علمائے شیعہ کو ضرورت ہوئی کہ اس بحث کا فیصلہ کریں کہ آیا رسول صلعم کی بیٹی کی بیٹیوں کی اولاد کو بھی جو ایک عبداللہ بن جعفر طیار کی نسل سے

کو دیگئی اور دوسری جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیگئی آل رسول کی طرف منسوب کر سکتے ہیں یا نہ؟

اب ناظرین فضلائے ایران کی بوالعجبی اور تحقیق تحقیق کو ایک طرف ملاحظہ فرماویں اور دوسری طرف ہمارے ہندوستان کے جدید شیعہ متکلمین کی جدید تحقیق کا اندازہ کریں کہ انھوں نے کسقدر اپنے بھولے بھالے شیعوں کو سبز باغ دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس فیصلہ شدہ بحث کو از سر نو اٹھا کر کسقدر غلط فہمیوں کے شکار ہوئے ہیں۔ ان منکرین میں سے ہر ایک نے بڑے دعوے سے لکھا ہے کہ عقد کی روایات سب مجروح ہیں خواہ کتب اہل سنت کی ہوں یا شیعوں کی۔ اور یہ ناحق کا افترا ہے۔ لیکن اُنکے دعوے کا بطلان کافی طور پر آپ کو اسی مختصر میں مل سکتا ہے اور متحقق ہو جاتا ہے کہ کتب فریقین میں اس عقد کا برابر ذکر موجود ہے جس سے انکار کرنا صریح حق پوشی ہے۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ آخر میں طوالت مضمون کی معافی مانگتا ہوں اور خداوند کریم سے اپنے ہوشیار و بیدار ہونے کی توفیق چاہتا ہوں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

راقم

خاکسار ریحان خادم حسین خادم عبیدی

نوٹ از مدیر النجم عفا عنہ

عقد ام کلثوم کے متعلق النجم کے گذشتہ پرچون مین کئی مضامین چھپ چکے ہین جن سے اس مسالہ کی پوری توضیح ہو چکی ہے۔ اہل سنت کے یہان اس نکاح کی کوئی اہمیت نہین ہے۔ شیعون کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اس نکاح سے کچھ فضیلت حضرت فاروق اعظم کی ثابت ہوتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم کی اس نکاح سے کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ انکی فضیلت کیلیے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کیا کم ہین۔ ہان اگر فضیلت ہے تو ام کلثوم کی۔ کہ ان کو آنجناب کی زوجیت کا شرف ملا۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین اہلسنت نے کتب حدیث مین فضائل حضرت فاروق اعظم کے باب مین اس نکاح کی ایک روایت بھی ذکر نہ فرمائی۔

ہان اس نکاح کا نتیجہ صرف اس قدر ہو سکتا ہے کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت فاروق کے مابین صفائی و اتحاد کا ثبوت ملتا ہے جو مذہب شیعہ کے مناقض ہے۔

واضح رہے کہ اس بحث کے تین پہلو ہین۔

(۱) نکاح ام کلثوم بنت علی کے ساتھ ہوا اور برضا و رغبت طرفین ہوا۔

(۲) نکاح ام کلثوم بنت علی سے ہوا ہی نہین

(۳) نکاح تو ہوا۔ مگر بجبر و اکراہ ہوا۔

روایات فریقین اور عمل مجتہدین شیعہ سے صورت اول ثابت ہے۔ کتب شیعہ کی روایتین جو اس بارے مین ہین صحت کے اعلے درجہ کو پہونچی ہوئی ہین۔ کتاب کافی سی معتبر کتاب کی حدیثین ہین اور ان حدیثون سے انکے ائمہ مجتہدین نے مسائل کا استنباط کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نکاح سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاشمیہ عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے جائز ہے۔

مگر شیعون نے اپنے لیے ہمیشہ اس نکاح کو مصیبت عظمی سمجھا۔ چنانچہ متقدمین شیعہ اس نکاح کے وقوع سے تو انکار نہ کر سکے مگر انھون نے تیسری صورت اختیار کی یعنی یہ کہ یہ نکاح بجبر و اکراہ ہوا۔ چنانچہ اصول کافی کی روایت مین امام صادق سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ شرمگاہ ہم سے چھین لی گئی۔

اب متاخرین شیعہ نے یہ قول ایجاد کیا ہے کہ یہ نکاح ہی نہین ہوا۔

ان تمام خرافات کا جواب النجم کے گذشتہ مضامین مین دیا جا چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ احتمالات مختلف سے اس مقام پر کوئی کلام نہین چل سکتا۔ نقلیات مین وہی قابل لحاظ ہوتا ہے جو قطعی و یقینی ہو۔ لہذا حضرات شیعہ اگر اس نکاح کو بحث نا پسند کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ کوئی

طرح اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو اور اس تکلیف کے وقوع سے انکار کا موقع ملجائے تو ۲ کام قابل لحاظ ہیں اول یہ کہ اس مضمون کی صحیح روایت پیش کریں کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ یا ہوا مگر ام کلثوم بنت ابی بکر سے ہوا مگر وہ روایت قوت صحت میں اصول کافی کی اُن روایات سے جنمین نکاح کا اثبات کیا گیا ہی فائق ہو۔ دوم یہ کہ روایات وقوع نکاح کے راویوں کی غلط فہمی کے معقول اسباب بیان کریں۔ بغیر ان دونوں مرحلوں کے طے کیے ایسے مشہور تاریخی واقعہ سے انکار ہرگز چل نہیں سکتا۔

مگر میرے نزدیک اگر شیعہ میری صلاح مانیں تو اس نکاح کے وقوع سے انکار کیے بغیر بھی نہایت عمدہ عمدہ جوابات ہوسکتے ہیں جو اصول مذہب شیعہ اور روش علمائے شیعہ کے بہت ہی مناسب ہیں **مثلاً** ایک جواب یہ ہی کہ صاحبو۔ یہ نکاح بھی اسرار امامت سے ہی جس طرح ائمہ کی احادیث کا مطلب سوا نبی مرسل یا ملک مقرب یا بندہ مومن کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اسی طرح اُن کے افعال کی حقیقت بھی ہر کس و ناکس کے فہم سے باہر ہی۔ لہذا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ نکاح کیوں ہوا اور اس نکاح سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہو کیا نہیں۔ **یا مثلاً** ایک جواب یہ ہو کہ بیشک ایک منافق یا مرتد کے ساتھ مسلمہ مومنہ کا نکاح ناجائز اور حرام ہی مگر ائمہ کرام علیہم السلام کو تحلیل و تحریم کا اختیار حاصل ہے جس حلال کو چاہتے ہیں حرام کردیتے ہیں اور جس حرام کو چاہتے ہیں حلال اپنے اس اختیار سے ائمہ کرام علیہم السلام نے جا بجا کام لیا ہو جیسا کہ کتب شیعہ کے دیکھنے والے جانتے ہیں۔ لہذا اس نکاح کو بھی جو شریعت محمدیہ میں حرام تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اختیار سے اپنے لیے اور اپنی بیٹی کے لیے حلال کرلیا۔

یا مثلاً ایک جواب یہ ہی کہ ائمہ کرام کی عادت تھی (جو احادیث صحیحہ شیعہ سے ثابت ہی) کہ وہ اہل نجات کو راہ نجات کی تعلیم کرتے تھے اور اہل ہلاکت کو طریق ہلاکت پر چلاتے تھے۔ پس حضرت فاروق (والعیاذ بہ خاک بدہن) اہل ہلاکت سے تھے ہی بی بی ام کلثوم بھی اہل ہلاکت سے ہونگی۔ اسلیے جناب امیر علیہ السلام نے اُن کو راہ ہلاکت پر چلایا اور معاذ اللہ ... کا ارتکاب اُن سے کرایا۔

اس قسم کے بہت سے جوابات ہوسکتے ہیں۔ جنکا ذکر کرنا اس مقام پر تطویل لاطائل ہی۔ ماہرین اصول شیعہ ووا قفین روایات امامیہ خود مستنبط فرماسکتے ہیں۔

فقط

فرمان واجب الاذعان
پر
ایک نظر

معزز ناظرین - اس فرمان سے مراد وہ مراسلہ ہے جو علمای نجف و کربلا وغیرہ نے تمام دنیای اسلام کے نام حال ہی میں ارسال فرمایا ہے - تبریز اور مشہد مقدس کے قیامت خیز حادثات سے متاثر ہو کر علمای موصوف نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ آج سے بعد شیعہ و سنی کے اختلافات کو بالکل درمیان سے اٹھایا جائے اور حفاظت اسلام و تمسک بالقرآن کی سخت تاکید کی ہے -

قبل اسکے کہ مضمون فرمان کو ہدیہ ناظرین کیا جائے علمای موصوف کی پوزیشن یعنی علوے مرتبت کی تشریح ضروری ہے - تو واضح ہو کہ شیعی دنیا میں انکی وہی پوزیشن ہے جو بلا تشبیہ عیسائی دنیا میں حضرت عیسی کے خلیفہ پوپ اعظم روم دار الخلافہ ملک اطالیہ کی ہے - جس طرح پوپ کا حکم تمام ملت نصرانیہ میں بمنزلہ مسیح کے حکم کے واجب التسلیم ہے - اسی طرح علمای نجف و کربلا کا فرمان بھی ہے - کیونکہ کوفہ کو (جسمیں نجف داخل ہے) حرم علی علیہ السلام مانا گیا ہے - اور کربلاے معلے کو تو حرم خدا یعنی بیت اللہ شریف سے بھی افضل مانا گیا ہے - دیکھو مجالس المومنین و حیات القلوب عقیدہ شیعہ میں جمیع علمائے کرام و مجتہدین عظام کو خواہ وہ کسی ملک کے بھی ہوں بمنزلہ امام و قائم مقام حضرت صاحب الزمان (امام مہدی) مانا گیا ہے - چہ جائیکہ کہ نجف اشرف و کربلائے معلے کے علما جنکے احکام بمنزلہ احکام امام - جنکی اطاعت بمنزلہ اطاعت امام اور جنکی نا فرمانی امام کی نا فرمانی کے مانند ہے دیکھو کتاب اکمال الدین وغیرہ اسی واسطے یہاں کے علما کو شیعہ لوگ حجج اسلام اور آیات اللہ و سرکار شریعت مدار کے معزز خطابوں سے مخاطب کرتے ہیں -

آمدیم برسر مطلب - ایک شیعہ دوست کے ذریعہ مجھکو رسالہ اصلاح جو کھجوہ ضلع سارن سے ہر مہینے شائع ہوتا ہے دیکھنے کا اتفاق ہوا - جسمیں یہ فرمان مندرج تھا - سو اصل فرمان مع تمہید ایڈیٹر صاحب اصلاح بجنسہ ذیل میں عرض کیا جاتا ہے - اسکے بعد میں اپنا ریمارکس عرض کرونگا -

فرمان واجب الاذعان

علمای اعلام حجج اسلام نجف اشرف و کربلاے معلی و سامرہ و کاظمین کا یہ فرمان حبل المتین مورخہ ۲۰ ربیع الاول میں شائع ہوا ہے جسمیں تمام اہل اسلام سے اپیل ہے - اس فرمان پر حسب ذیل علمای اعلام کی دستخط ہے - حجۃ الاسلام آقا عبد اللہ مازندرانی - آقا محمد حسین مازندرانی (خلف آقا جناب شیخ زین العابدین مازندرانی طاب ثراہ) سرکار

آقا صدر - میرزا محمد تقی مازندرانی شیرازی - شیخ الشریعۃ اصفہانی
آقا سید مصطفیٰ الحسینی الکاشانی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

یعنی اے مومنین تم استجابت کرو جبکہ خدا و رسول تمکو بلائے اُس کام کیلیے جو تمکو زندہ کرے -

خاطر فاطمہ اہل توحید و عموم مسلمین کو متوجہ کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں بھی اسلام اور مسلمین کو اس روز سیاہ سے سابقہ نہیں پڑا - اور کبھی ایسی ذلت و نکبت مسلمین کو نہیں پیش نہیں آئی جس سے آج سامنا ہے - جو مصیبت آج پیش آئی ہے وہ اعظم حوادث ہے کہ کبھی ایسا صدمہ نہیں گزرا - اساس دینی اسلام منہدم ہوا جاتا ہے - آثار شریعت خاتم المرسلین معرض زوال میں ہیں - اسلام کی بھی صرف دو سلطنتیں تھیں - اب صرف دو دولت مستقل رہ گئی تھیں عثمانی و ایرانی - جو حامل لوائے محمدی تھیں - اور حامی حوزہ اسلام حرمین شریفین و روضات مقدسہ ہیں دونو تمام مسلمانوں کی دل جمعی و دستگاہ تھیں - نفاذ و حرمت قرآن مبین و رواج شعائر شریعت و تشیید مبانی دین انھیں دونوں سلطنتوں پر موقوف ہے - تمام مسلمین کی حیات معنوی انھیں دونوں سلطنتوں سے باقی تھیں اگرچہ وہ کسی سلطنت میں ہوں اقامت شرائع دین احمدی کی سرحد

انھیں دونوں سلطنتوں کی سلامتی و استقلال و قوت پر موقوف ہے اگر خدا نخواستہ یہ دونوں سلطنتیں مٹ جائیں یا کمزور ہو جائیں تو پھر ضابطہ اسلامی کا کہیں وجود نہ رہیگا اور اسلام و مسلمین ایسی ذلت و خواری میں مبتلا ہونگے - کہ پناہ بخدا - خدا وہ دن نہ دکھلائے -

اس زمانہ میں بعض اجانب نے ہر طرف سے ان دونوں سلطنتوں پر حملہ ویران کن شروع کیا ہے - ایک طرف مسلمین طرابلس ایطالیوں کے پنجۂ ظلم و ستم میں گرفتار ہیں کہ زن و مرد بچے بوڑھے قتل ہو رہے ہیں مال و جان غارت ہو رہے ہیں - دوسری طرف روسیوں نے [illegible] تبریز کو نشانہ بندوق بنایا ہے - اکابر و بزرگان تبریز کو پھانسی دے رہے ہیں - رشت قزوین میں مداخلت ظالمانہ کرتے ہیں اور ایرانیوں کو اس طرح پریشان کیا ہے کہ قریب ہے استقلال دولت زائل اور اسلام مضمحل ہو -

اس خیال سے ہم لوگ خدام اسلام علمائے کرام کے ساتھ و عقیدۂ دینی بحکم نجف اشرف و کربلائے معلی سامرہ سے وارد شہر کاظمین ہوئے ہیں کہ شاید کوئی چارہ کار حفاظت اسلام و مسلمین کا نکلے کہ پنجۂ ظلم و تعدی اجانب سے محفوظ ہوں -

ہم تمامی مسلمین سے اپیل کرتے ہیں جو دوسری دوسری سلطنتوں میں رہتے ہیں کہ اگر جان سے خدمت

خدمت دین نہیں کر سکتے تو دو کام وہ کر سکتے ہیں۔ ایک یہ
کہ جہانتک ہو سکے مال سے اپنے برادران دینی کی امداد کریں
دوسرے یہ کہ اپنی اپنی گورنمنٹ سے عرض حال کریں کہ
روس و اٹالیہ کی مداخلت بیجا کے دفعیہ میں کوشش کریں
یہ بھی ہے کہ اگر تمامی اہل اسلام متفق الکلمہ ہو کر فریاد بلند کریں
کہ روس و اٹالیہ کی اس حرکت بیجا سے ہمکو صدمہ پہنچ رہا ہے
تو ممکن نہیں گورنمنٹ انکی فریاد پر متوجہ نہ ہو۔

مسلمانو! یہ وقت نزاع شیعہ و سنی نہیں ہے۔ یہ
امر دین اسلامیت ہے۔ آج اتفاقی قوت کی ضرورت ہے
اب تساہل و تقاعد کا موقع نہیں ہے۔ جامعہ کلمہ اسلامیت
معرض خطر میں ہے۔ نوامیس شرع مطہر احمدی معرض زوال
و اضمحلال میں ہے (فسارعوا الی مغفرۃ من ربکم) رضاء و مغفرت
الٰہی کے حاصل کرنے میں جلدی کرو۔ ہم خادمان شرع مطہر
تم لوگوں کو اجماعاً از روی دیانت اسلامی سمجھاتے ہیں۔
و احکام خدا اور رسول کی تبلیغ کرتے ہیں کہ جہانتک جلد
ہو سکے اس طرف متوجہ ہو۔ یہ مضمون فرمان بیان کمترین مجتہد

اڈیٹر صاحب اصلاح اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ فرمان واجب الاذعان حجج اسلام نجف اشرف و کربلائے معلے
و سامرہ۔ جنھوں نے محض خدمت دین کیلیے اپنے وطن
اہل و عیال کو چھوڑ کر کاظمین شریفین میں قیام کیا ہے کہ خدمت
اسلام کے لیے ایران روانہ ہوں۔ اہل اسلام میں ایک متنفس
بھی ایسا نہ ہوگا جسکو ان حضرات کے تقدس و عظمت میں
کلام ہو۔ پھر کون مسلمان ایسا ہوگا جسکو اس حکم محکم
کی تعمیل میں عذر ہو انتہی دیکھو اصلاح نمبر ۴ جلد ۱۵ بابت
ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۰ھ

ایسے نازک وقت میں جبکہ غیر مسلم مخالفین ایکطرف
مسلمانوں کے رہے سہے جاہ و جلال سیاسی وقار کو پامال
کرتے ہیں اور دوسری طرف مذہب اسلام کی پاکیزہ تعلیم
و عقائد حقہ پر معترض ہونے میں کمال بیباکی سے ساری
کوششیں صرف کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے دو قدیم فرقوں
شیعہ و سنی کا اتحاد از بس مطلوب و مطلب تھا۔ نجف اشرف و
کربلا جیسی شیعوں کی قدیم یونیورسٹیوں کے اعلےٰ ترین ڈگری
یافتہ علما اور سائر اہلبیت کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے
سچے قائم مقام مجتہدین کے دستخطی فرمان کا صادر ہونا آیۂ
رحمت پروردگار کا حکم رکھتا ہے۔ ہمدردان ملت اس
فرمان کو معمولی خیال نہ فرمائیں بلکہ خلوص نیت سے اسکی
قدر کریں اور خیر خواہان قوم شیعہ بھائیوں کو مدد کرکے جلسے
کریں اور شکریوں کے رزولیوشن پاس کریں۔ کاش کہ یہ
فرمان سو پچاس برس پہلے صادر کیا جاتا۔ تاکہ جو ناگوار واقعات
بباعث عدم اتفاق و اتحاد فریقین مسلمانوں کو اب پیش
آ رہے ہیں۔ شاید اس صورت میں اس کثرت اور قوت
کے ساتھ وقوع نہ آتے۔ جہاں کمترین نے مطالعہ کیا

کیا ہو۔ شیعہ وسنی کا اختلاف ایک عرصہ کے ساتھ فراق
بھی بہت کچھ بے اصل بدگمانی اور بےجا غلط فہمی پر مبنی ہے
شیعہ کے مقابل اگر کوئی فرقہ ہے تو وہ خوارج ہیں۔ اہلسنت
تو شروع سے اب تک جناب مرتضیٰ اور آپکی اولاد امجاد
کی تعظیم و تکریم کو ایک حد تک جزو ایمان سمجھتے آئے ہیں
بلکہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ شیعان علی سے بڑھکر اہلسنت
نے تشیع کے ساتھ غلو و سرپرستی کی ہے۔ ٹھیک
جس طرح کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تعظیم و تکریم میں
اسلام نے بمقابلہ یہود مدد و حمایت و سرپرستی کی ہے
یہ اہل سنت ہی کی فراخ حوصلگی ہے کہ شیعوں
کے ناپاک منہ سے صحابہ کرام اور ازواج مطہرات رسول
کے حق میں لاف و گزاف سنتے ہیں لیکن حضرت علی اور
جناب سیدہ علیہا الصلوۃ والسلام کے حق میں کوئی کلمہ
گستاخی و بے ادبی کا اپنی زبان سے نکالنا گناہ سمجھتے ہیں
شیعہ حضرات ذرا خوارج سے گفتگو کریں تو دیکھیے کیا مزے
آتے ہیں۔

اہل سنت کے محب اہلبیت ہونے کی یہ بھی کافی
دلیل ہے کہ خوارج سے بھی انکو وہی قلبی نفرت ہے جو شیعوں
سے ہے۔ پھر جو گروہ خود اہلبیت کرام کا دشمن ہو اور
انکے دشمنوں کا دشمن ہو اسکو دشمن اہلبیت گردانتا
انکے بزرگوں کو مسلمان نہ سمجھنا زیادتی نہیں تو اور کیا ہے

بزرگان اہل سنت شروع سے تاکید کرتے آئے ہیں کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملات سے حتی الامکان
پرہیز رکھا جائے۔ انکا معاملہ اب خدا اور خدا علم رکھنے والے کے
سپرد ہے۔ جسکو ہماری یا دوسرے یا ہمارے دوستوں کے
ہم پہونچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا ان بزرگوں کی ایسی
نیک اور مفید وصیت چھوڑ جانے کا بہت کچھ اجر دے گا
وصیت اور تاکید کسی کمزوری پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اسمیں بڑے
بڑے قیمتی مشورے اور مصالح مخفی تھے۔ جنکے خلاف چلنے
میں انھیں قیامت خیز حوادث اور مصائب کا اندیشہ تھا
جنکا خمیازہ باوجود سیکڑوں برس کی گھری سلطنت اور
اتفاق عقیدت کے ایران نے ایکطرف بابی جیسے خانہ
برانداز فرقہ کے پیدا ہو جانے اور دوسری طرف حضرت
تبریز اور صوبہ آذربائیجان و مشہد مقدس کے قتل و غارت
کی شکل میں ہر قسم صورت میں اٹھایا بلکہ حضرت امام رضا
علیہ السلام کے خاص روضہ مقدسہ اور مسجد کی بیحرمتی
و انہدام گنبد روضہ جیسے غیر متوقع حادثات کو بھی دیکھنا پڑا
وہ مشہد مقدس جسکی زیارت کا ثواب ہزار حج
بیت اللہ بلکہ دس لاکھ حج کے برابر کتب شیعہ میں مرقوم ہے
کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ایسے مقدس و متبرک
مقامات کی بیحرمتی کو فدایان آل رسول و شیعیان علی
گوشہ گان خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ گروہ

عقیدت و خلوص کا کوئی عملی ثبوت نہ دکھلا سکے۔ اور باوجود تکرار در تکرار واقعات کربلا کے حضرت امام حسین علیہ السلام کا وہ زرین اصول جو تمام واقعہ ہائلۂ کربلا کا اصل اصول ہے بالکل بھول گئے۔ جسکو ایران کے ایک فاضل نے بھی زیادہ موزون نہیں ہوا کہ اپنی کتاب میں درج کیے بغیر چھوڑا اس اصول کے قابل قدر الفاظ یہ ہیں۔

موت فی عزٍ خیرٌ من حیاتٍ فی ذلٍ

(یعنی عزت کی موت بہتر ہے ذلت کی زندگانی سے)

غرض یہ ہے کہ جو طریقہ علمائی شیعہ نے بحث خلافت میں اختیار کیا ہے اور جو قابل نفرت علم کلام اس بارہ میں انھوں نے ایجاد کیا۔ اور جسکا نتیجہ تمام دنیائی اسلام کو دیکھنا پڑا۔ وہ شروع ہی سے غلط اصولوں پر مبنی تھا جسکی غلطی پر آج سیکڑوں برس بعد بھی خود علمائے اعلام نجف اشرف و کربلائے معلی کو علانیہ طور پر اقرار و اعتراف کرنا پڑا۔

لیکن اب سوال تو یہ ہے کہ ہمارے ہندوستان کے شیعوں عبرتناک واقعات سے کہاں تک مذہبی و اخلاقی سبق حاصل کرینگے۔ اور اس فرمان مبارک کی تعمیل میں جو اُنکے عقیدہ کے مطابق بمنزلہ فرمان امام زمان کے ہے۔ شیعہ و سنی کے مباحثات مصدرت ہونے والے اپنے برادران اہل سنت کے ساتھ آج کے جب ہا تقیہ شیر و شکر ہو کر خلوص و محبت و علامت اسلام میں ساتھ دینے میں کہاں تک اخلاقی جرأت سے کام لینگے

خدا کے فضل سے میں ثابت کر سکتا ہوں کہ ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اسلام سے جدا کوئی مذہب نہ تھا۔ بعض فروعی مسائل میں اگر اختلاف تھا تو ہو بھی تو ایسا ہی ہو جیسے دوسرے فرقوں کے بزرگوں کے درمیان۔ اس لیے شیعہ صاحبان اگر اس اختلاف پر زیادہ زور بھی دیں تو اسی حد تک جس حد تک کہ دوسرے فرق اہل سنت دیتے ہیں۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم دوسرے مسلمانوں سے اس حد تک بیزار ہو جائیں کہ غیر مسلم اور مشرکوں کے ساتھ بیٹھنا گوارا ہی کو دشمنوں کا انتقام میں۔ آخر یمن کے زیدی شیعہ بھی تو شیعہ ہی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ خاص ملک عرب میں زیدیہ اور دوسرے اہل سنت لوگوں کے درمیان اسقدر کاوشیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ اسقدر بغض و عناد کی شتعل ہوتی ہے۔ ترکوں کے ساتھ ملکی معاملات کی بنا پر باوجودیکہ زیدیہ کے امام حضرت یحییٰ برسوں سے جنگ و جدل کرتے اور کمال شجاعت سے ترکوں کو عاجز بھی کر دیا تھا۔ لیکن جہاں اٹالیہ کے حملہ اس کی خبر فوراً اپنے تنازعات کو بالائے طاق رکھا۔ اور اپنے مریدوں کو حکم دیا ترکوں کے بچانے سے پہلے حریف ترکی

حالانکہ موقع ان اشعار کا یہ ہو جو آجکل درپیش ہو۔

گر افسوس پر افسوس ہو کہ شیعوں میں جسقدر ہمدردی سنیوں کی ہو اسقدر کیا معنی اسکا عشر عشیر بھی مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہو۔ بلا چشم دید واقعات ہیں جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ کہ جب کبھی مسلمانوں اور کافروں میں مقابلہ ہوا۔ شیعوں نے کافروں ہی کا ساتھ دیا۔ اسی وجہ سے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہو کہ " ایام ہم فی الاسلام کلہا سود " یعنے ان کے دن اسلام میں بالکل تاریک ہیں۔

ابھی چند روز کا ذکر ہو کہ ایڈیٹر اصلاح نے ہندوؤں کے ساتھ میل کرنے کی کوشش کی تھی اور پہلے بہت سے مضامین اصلاح میں لکھے تھے جن میں سے ایک مضمون کا فقرہ یہ تھا۔

" دیکھو ہمنے ہندوؤں ہی کی خاطر سے سنیوں کے مولوی اسیر علی کو قتل کرا دیا تھا "

مگر اب ان سب واقعات کو نسیاً منسیاً کر کے اور آنکھوں میں خاک ڈال کے شیعوں نے مسلمانوں کی دادرسی کے لیے ایک مجلس قائم کرنیکا ارادہ کیا اور اسکے لیے اشتہار شائع کیا اور اسکا شہرہ عام مسلمانوں کو ظاہر کیا۔ اور حضرت رضا کی نسبت امام ہشتم مسلمانان کا لفظ لکھا۔

باوجودیکہ شیعہ چاہتے تھے کہ سنیوں کو اپنے ساتھ اس موقع پر ملائیں مگر پھر بھی اشتہار کی عبارت بغیر سنیوں کے مشورے کے گھڑ لی گئی اور حضرت رضا کے لیے جو لقب استعمال کیا گیا وہ کئی وجہ سے سنیوں کے لیے دل آزار ہوا۔

اول یہ کہ حضرت ممدوح کو " امام ہشتم مسلمانان " لکھا گیا جو شریعت اسلامیہ پر ایک سخت حملہ ہو۔ شریعت اسلامیہ نے ایسے ایسے لائق بھی بہ جا فائق ہزاروں لاکھوں امام پیدا کیے۔ اُن کو آٹھ ہی میں منحصر کر دیا کتنی سخت توہین ہو مثلاً ایک اُستاد کے سو شاگرد رتبۂ کمال کو پہونچے ہوں۔ اگر کہا جائے کہ اُسکے دو یا تین شاگرد کامل ہوئے تو کیا اُسکی توہین نہ ہوگی؟

دوم یہ کہ یہ لفظ **متضمن تبرا** ہو اسلیے کہ حضرت رضا اُسوقت امام ہشتم ہو سکتے ہیں جبکہ حضرات خلفای ثلثہ امام نہ شمار کیے جائیں۔ معاذ اللہ منہ

غیر۔ یہ اشتہار سنیوں کو ناگوار گزرا اور انھوں نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جسکی نقل ہدیۂ ناظرین ہو وھو ہذا

مسلمانو احتیاط کرو

بالفعل ایک گمنام اشتہار بجناب مسلمانان شائع ہوا ہے جسمیں ۲۰ جون ۱۹۱۳ء روز یکشنبہ بانی ۔ نے چاہیے

ون کے وکٹوریہ پارک میں شہنشاہ روس کے سیاسی تشدد
پر جو مشہد میں بمقابلہ شاہ ایران ہوے ہیں۔ ناراضگی
ظاہر کرنے اور انصاف پسند ورحمدل برٹش گورنمنٹ
کے حضور میں روکنے کی استدعا کرنے کیلیے عام مسلمانوں
کے جمع ہونے کی خواہش کیگئی ہے۔ حیرت ہے کہ خواص
وعوام میں سے کسی شخص خاص یا کسی انجمن کو ایسے
قومی اور ضروری اشتہار میں اپنا نام ظاہر کرنے کی
جرأت نہ ہوئی اور لفظ مسلمانان سے بلا تفریق مذہب
عام مسلمانوں کی طرف سے انعقاد جلسہ کا اعلان دیا گیا
ظاہر ہے کہ اہل سنت کی کوئی انجمن یا جماعت اس جلسہ
کی محرک ہوتی تو اخفاے نام میں تقیہ جائز نہ رکھا جاتا
پس یقیناً یہ اشتہار صرف شیعہ حضرات کیطرف سے
ہوگا۔ اس موقع پر جیسے حضرات شیعہ کی سمت میں
کچھ جوش کرنے کا استحقاق ہے اور نہ امید اثر لیکن
مجھے اپنے اہل مذہب کا ملی توقع ہے کہ وہ اس گمنام
اشتہار کی وقعت نہ سمجھیں گے اور اس قسم کی بے اثر
کارروائیوں سے علحدہ رہنے کی کوشش کرینگے ابھی
چند روز ہوے ہیں کہ تبریز وغیرہ بلاد ہندوستان کے شہر
لکھنؤ میں بھی محرم میں زیارت وغیرہ ہوئی کہ ان شہدا
اور اس کی ہمدردی میں معززین اہل سنت کیطرف
سے بمقام بارہ دری قیصر باغ ایک عظیم الشان جلسہ

اور بااثر اس جلسہ کا اعلان دیا گیا تھا۔ جو ہر پہلو سے
کامیاب ہوا۔ اس موقع پر جناب محمد حسین صاحب رضوی
نامے ایک شیعہ صاحب نے ایک اشتہار بنام التماس ضروری
مورخہ ۱۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء مطبع نور المطابع میں چھپوا کر
کوچہ و بازار میں عام طور پر تقسیم کیا تھا جسکے چند فقروں
کا اقتباس یہ ہے۔
(ایام محرم) وقوع معلوم ہوتا ہے کہ انگلش گورنمنٹ
کسیوقت روم کے کسی حصہ پر قابض ہو جائے پس
اگر ہمارے فرقہ میں اور وہ بھی خاص کر عوام وجہلا میں
ترکی سلطنت کے نقصانات کی خبر و نیز اشتعال پر بھی
اور اظہار جوش و خروش کی عادت پڑ جائیگی تو ایسے وقت
میں جبکہ گورنمنٹ برطانیہ بمجبوری ترکی کے کسی نقصان
میں دیگر دول یورپ کا شریک ہوگا یا بحالت خطرات و
اشد ضرورت خود تنہا کسی ترکی مقبوضہ پر حملہ کریگا
تو اسوقت ہمارے عوام وجہلا میں خود برٹش گورنمنٹ
کیطرف سے مخالفت و ناراضگی کا جوش پھیل جائیگا
اور عوام کو اسوقت عوام کو یہ سمجھانا قریب قریب ناممکن
ہوگا کہ گورنمنٹ کن مصالح و ضرورتوں سے یہ کارروائی
کر رہی ہے اور ایسی حالت میں معلوم نہیں عوام کی
کیا حالت ہو اور کیسے بیہودہ خیالات گورنمنٹ کی
نسبت پیدا ہوں اور کون کون جاہلانہ افعال سرزد

ہو جائیں۔ اس زمانہ میں سلطنت روس کا جو برتاؤ ایران کے ساتھ رہا ہے وہ ظاہر ہے اسکا مقتضی تھا کہ نہایت زور کے ساتھ شیعہ برٹش گورنمنٹ سے اسکی اصلاح کے متعلق عرض معروض کرتے پس جو طریقہ اظہار ہمدردی کا شیعوں نے باوصف اتحاد مذہب ایران کے لیے اختیار نہیں کیا وہ ترکی کیلیے ہرگز ہرگز نہ اختیار کرنا چاہیے اس لیے کہ مذہبی لحاظ سے شیعوں کو ترکی سلطنت کیساتھ کوئی خاص تعلق نہیں ہے نہ شیعہ سلطان کو خلیفہ یا امیر المومنین سمجھتے ہیں نہ کوئی مذہبی امتیاز انکی نظر میں سلطان کا ایسا ہے جو کسی دوسرے مسلمان فرمانروا کا نہ ہو۔ لکھنؤ میں جو کارروائیاں اسوقت ترکی سے اظہار ہمدردی کی ہوئیں یا ہو رہی ہیں انکے بانی حضرات اہلسنت ہیں اور انجمن شیعیان لکھنؤ نے بحیثیت مجموعی کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔ اور جناب حامد علیخان صاحب بیرسٹر کا ایک جلسہ میں صدر نشینی منظور کرنا بحیثیت قائم مقام فرقہ شیعہ نہ تھا بلکہ ممدوح کی ذاتی رائے پر مبنی تھا

اب گزارش یہ ہے کہ اس التماس ضروری میں اہل سنت کے جمہوری اور مقبول کارروائیوں پر کن الفاظ سے اثر ڈالا گیا ہے اور گورنمنٹ عالیہ کو سنیوں کے ایک اخلاقی و فطری ہمدردی پر کیسے بے بنیاد شکوک امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ایسی حالت میں برادران اہل سنت کو بھی بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اور ممکن ہے کہ اسوقت بھی اس التماس ضروری کے کل وجوہ منقولہ پر غور کرکے حضرات شیعہ کو کھل کر اپنے نام سے جلسہ کرنے کی جرات نہ ہوئی ہو اور خیال کیا گیا کہ اگر اس جلسہ کا کوئی اثر اچھا ہوگا ہم سرخرو ہونگے ورنہ کہدیا جائیگا کہ اس قسم کی کارروائیاں اہل سنت ہی کیا کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ برادران اہلسنت مشہد کے واقعات موجودہ سے جو کچھ ہمدردی رکھتے ہیں اسکو اپنے طور پر جائز طریقوں سے یا اثر اظہار کا لباس پہنائیں اور دعا یا عرض معروض جو کچھ کرنا ہو بلا تقیہ فرمائیں اور ایسی بے اثر کارروائیوں سے احتیاط رکھیں تاہم اگر کوئی صاحب اہل سنت سے شریک ہونگے تو انکی ذاتی رائے پر مبنی ہوگا۔

المشتہر

نور محمد - قاضی کا باغ

یہ اشتہار [illegible] تاریخ کو تمام شہر میں شائع ہوا اور جلسہ شام کو وکٹوریہ پارک میں ہونیوالا تھا [illegible] گورنمنٹ کی طرف سے جلسہ کے لیے

انتہائی احکام صادر ہوگئے اور جلسہ ملتوی رہا۔

اب پھر دوسرا اشتہار شیعوں کی طرف سے شائع ہوا جسمیں سنیوں کے بھی دستخط حاصل کیے گئے اور شیعوں کے تو تھے ہی۔ اس اشتہار میں مقام کے بدلدیا گیا ہے۔ نیز چند سنی وکلا و بیرسٹران وغیرہ کے دستخط ہیں اور ایک دستخط مولوی اسلم صاحب فرنگی محلی کا ہے۔

فریقین کے دستخط ہونیسے ہر شخص یہی خیال کریگا کہ اشتہار کی عبارت مقبول فریقین ہوگی۔ مگر اشتہار کی عبارت بغور دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ مولوی اسلم صاحب نے تو محض معو کرین آکر اور دستخط لینے والوں پر بوجہ اعتبار کرکے دستخط کردئے ہیں ورنہ ایسی فاش اور ایسی پیش پا افتادہ باتوں سے انکو واقف نہ ہونا محل تعجب ہے۔

مثلاً حضرت رضا رحمہ اللہ کے روضہ کو حرم محترم کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ ایک سنی اور خاص کر وہ سنی جو اہل علم میں محسوب ہو کبھی ایسا لفظ نہ اپنے قلم سے نکال سکتا ہے نہ اسکو پسند کر سکتا ہے۔

اہل سنت میں باہم مدینہ منورہ کے متعلق ہی اختلاف ہے کہ اُسکے لیے حرم ہے یا نہیں۔ حنفیہ اس امر کے قائل ہیں کہ حرم مکہ مکرمہ کے ساتھ مخصوص ہے کسی دوسرے مقام کیلیے نہیں ہے اور باقی ائمہ مدینہ منورہ کے حرم کے بھی قائل ہیں۔ حنفیہ نے اس مقام پر بڑی بڑی بحثیں کی ہیں جو کتب حدیث کے دیکھنے والے جانتے ہیں۔ پس جب مدینہ منورہ کی بابت یہ اختلاف ہے تو کسی دوسرے مقام کا کیا ذکر ہے۔ یہ طریقہ شیعوں ہی کیلیے زیبا ہے کہ انھوں نے حضرت بہترین انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر و ہمرتبہ اُنکی اُمت کے معدودے چند اشخاص کو قرار دیا۔ اسی طرح یہ بھی اُنکے لیے زیب دیتا ہے کہ اُس محبوب خدا کے روضہ کا ہمسر دوسروں کے مدفن کو قرار دیں۔ مگر اہل سنت کو ان باتوں سے احتراز کلی چاہیے۔

یہ اعلی درجہ کی نمکحرامی ہے کہ اپنے آقا و ولی نعمت کا ہمسر اُسی کے خوان نعمت کے چند زلہ برداروں کو قرار دیا جائے۔ اور آقا بھی وہ جسکا مثل دست قدرت نے نہیں بنایا۔ جو اکرم الاولین والآخرین اور سید اولاد آدم ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

بد آن بندہ کہ مولی را نہ بیند
رود بر مسند مولی نشیند

مگر قابل افسوس بات یہ ہے کہ جن لوگوں کی دعوت کہ دہلی کے واقعات کا پورا تجربہ ہوچکا ہو پھر انکے

دھوکہ میں آجانا ایک عاقل کے لیے کہاں تک زیبا ہے؟ قول علیہ السلام لا یلسع المؤمن من حجر واحد مرتین یعنی ایک سوراخ سے مومن دو مرتبہ نہیں کاٹا جا سکتا"

ہمارا مقصد اس تمام تحریر سے یہ نہیں ہے کہ معاملات ایران سے کوئی ہمدردی ہم کو نہیں ہے ہمدردی ہے اور یہ کہ سنی شیعوں سے زائد ہے۔ مگر ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ شیعہ جب سنیوں سے ملنا چاہتے ہیں اُسوقت بھی وہ سنیوں کے دل آزار کلمات سے پرہیز نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ جب وہ ملنا نہ چاہیں

قطعۂ تاریخ

در انتقال حضرت مولانا سید احمد حسن امروہوی

از ابو الفضل محمد تصدق حسین خان شمس لکھنوی

جو احمد حسن تھے فقیہ و محدث — ہیں روضۂ خلد میں آج داخل
بتاتے ہیں دنیا کے سب کارنامے — نہ تھا علم میں کوئی ان کا مقابل
کلام و عقائد میں دخل و اعلیٰ — تراجم میں یکتا تصوف میں کامل
ملی تھی انہیں حافظہ کی وہ قوت — کرو از بر تھے انکو ہزاروں مسائل
ہوا مرنے سے اُنکے امروہہ ویران — وہ ہے خانۂ غم جو تھا عیش منزل
جو صدمہ اعزا پہ گذرا کہوں کیا — نہ بس میں زبان ہے نہ قابو میں ہے دل
لکھو شمس مصراع تاریخ رحلت — گلی باغ قاسم ہوا ہائے زائل

۱۳۳۶ھ



جلد ۱۲ | رجب

فہرست مضامین



قواعد

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دو بار ہر ہجری مہینہ کی ۱۵ و ۳۰ کو شائع ہوتا تھا مگر بالفعل ماہوار ہے۔

(۲) رسالہ کا حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے ۴۰ صفحہ ہے اور عند الضرورۃ اس سے بھی زیادہ ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق نقشہ ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جسکو جو توفیق ہو۔

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
[illegible]	[illegible]	[illegible]

ممالک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک بڑھایا جائیگا۔

(۴) چندہ بہرحال پیشگی لیا جائے گا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال ختم ہوگا تو اُن کو محرم سے اس وقت تک کے کل رسالے بھیجکر شروع سال سے خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے اختیار ہوگا کہ شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں یا صرف بقیہ نمبروں کی قیمت موافق نقشہ بالا کے بھیجدیں۔

(۷) جو صاحب مستقل خریدار النجم کے ہیں انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کیلئے اپنے نام رسالہ جاری کرائیں چاہیں ۲ روپیہ قیمت کی مجموعہ کتب خیرات سلطین (۸) نمونہ کا پرچہ [illegible] کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا بشرطیکہ نمونہ دیکھنے کا شوق ہو [illegible] ابھی سے پرچہ اپنے نام جاری کرا لیجئے کیونکہ ایک دو پرچے سے رسالہ کی کیفیت نہیں معلوم ہو سکتی

(۹) غیر محصول پرچہ نہ بھیجا جائیگا [illegible] طلب کرنا چاہیے

مقاصد

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت سلطین و مسلمانوں کے عقاید و خیالات خصائل و عادات عبادات معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا ان پاکیزہ مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے حسب ذیل عنوانات مقرر کیے گئے ہیں

(۱) ہر مہینہ اُس مہینے کے موافق شرعی مسائل و احکام کی غرض [illegible]

(۲) جہاد اکبر جسکے ذیل میں انشاء اللہ تعالی بہت سی پاکیزہ تعلیمات اسلام کی ظاہر کیجائینگی جن سے مسلمانوں کے ضمیر و اخلاق [illegible]

(۳) زہد و رقائق اس ذیل میں انشاء اللہ تعالی غیر مطبوعہ [illegible] بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح ہر مہینہ شائع ہونگے

(۴) اہل علم سے مراسلت جو خاص [illegible] ضروری مسائل کے متعلق

(۵) غیر مذہب کے اندرونی بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

نرخ نامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ایک کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اتفاقی اشتہار

فی سطر کالم [illegible] اجرت ضمیمہ فی صدی [illegible]
بشرطیکہ مقاصد و اغراض کے خلاف نہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

النجم لکھنؤ - جلد دوازدہم

(نمبر ۱)

بابت ماہ رجب سنہ ۱۳۳۶ھ

النجم کی دوبارہ اشاعت

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ

ترجمہ - وہی اللہ ہے جو برساتا ہے مینہ بعد اسکے کہ لوگ مایوس ہو جاتے ہیں اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی کارساز حمد والا ہے
النجم کی دوبارہ اشاعت کہیے یا از سر نو زندگی کا عطا ہونا کہیے یہ اسی کریم کارساز اور بے نیاز کی کارسازی اور اسی کی بہترین توفیق کا نتیجہ ہے۔ ہمدردان النجم کو اسوقت اس خدائے کارساز کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ اسوقت النجم کو دیکھکر جو مسرت انکے دل میں پیدا ہوئی ہے اور یاس کامل کے بعد جو یہ نعمت ملی ہے اگر اسکا شکریہ ادا کیا جائیگا تو انشاء اللہ اس نعمت میں ترقی اور اسکو بقا عنایت ہوگا۔ قوله تعالى لئن شكرتم لازيدنكم۔

ان خریداران قدیم کی ہمدردی کا بدل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے النجم کے بند ہوجانے پر اپنے تعلق اور صدمہ کا اظہار فرمایا اور اسکی اشاعت کیلیے اصرار رکھا اور کوشش بھی کی جزاہم اللہ خیرا۔

خریداران قدیم سے یہ بھی التماس ہے کہ النجم کا چندہ جو ختم ہو چکا تھا یعنی اسکے ۲۰ نمبر مل چکے ہیں اب گرانی اور ضروریات جدیدہ کا لحاظ کرکے ان موجودہ نمبروں کو قبول فرمائیں اور اس جدید اشاعت کیلیے چندہ بھیجنے میں تاخیر نہ کریں۔

پیشتر النجم پندرہ روزہ تھا لیکن اب گرانی کاغذ وغیرہ چونکہ حد سے متجاوز ہو گئی ہے لہذا ضروری ہے کہ یا تو چندہ میں اضافہ کیا جائے یا النجم بجائے پندرہ روزہ کے ماہوار کیا جائے۔ بعض مصالح کا لحاظ کر کے دوسری صورت اختیار کی جاتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ النجم ماہ کی آخری تاریخوں میں روانہ ہوا کرے گا۔

اس اشاعت جدید میں ارادہ نہ تھا کہ رد شیعہ کا حصہ النجم میں بالاستقلال رہے بلکہ یہ خیال تھا کہ بوقت ضرورت کبھی کبھی کچھ لکھ دیا جایا کریگا۔ گریوں تو ایڈیٹر اصلاح وغیرہ النجم کو سبب بیان کیا کرتے تھے۔ جو اس وجہ سے بھی غلط تھا کہ النجم کی اشاعت کے بہت پہلے سے اصلاح جاری تھا۔ اور اب سوجہ سے بھی غلط ہے کہ اگر یہی وجہ ہوتی تو چاہیے تھا کہ النجم کے بند رہنے کے زمانہ میں یہ لوگ خاموش ہو جاتے۔ لیکن یہ لوگ خاموش نہ ہوئے بلکہ انکی جرأت اور بھی زیادہ بڑھ گئی اور خوب نے خوب دل کھول کر افترا پردازی پر کمر باندھی۔ تقریباً قریباً اخباروں میں سے انھوں نے اہل سنت کو ستانا شروع کیا۔ انکا خیال تھا کہ اب النجم شایع نہ ہوگا۔ خدا کی قوت و قدرت اور اسکی کارسازی کا سبق تو ان لوگوں نے پڑھا ہی نہیں۔

جن مضامین کا سلسلہ النجم میں شروع تھا اور وہ ناتمام تھے بفضلہٖ ان مضامین کو چھاپ چکنے کے بعد نئے مضامین انکی جگہ پر شروع ہونگے۔ البتہ ایک چیز کا اضافہ کیا جاتا ہے اور اگر بغور دیکھا جائے تو وہ بہت بڑی چیز ہے۔ یعنی آٹھ صفحے ہر نمبر میں کتاب نصیحۃ الشیعہ کے جاینگے جو ایک نہایت نفیس اور عجیب کتاب ہے اور اب بالکل نایاب ہو گئی ہے۔ اور وہ کتاب بھی ایک عمدہ شرح کے ساتھ شایع ہوگی جسکو نور علیٰ نور کہنا بجا نہ ہوگا۔

انشاء اللہ تعالیٰ النجم میں مفید معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچانے کی کوشش کیجائیگی لیکن اسکے ساتھ خریداران قدیم و جدید اسکی توسیع اشاعت اور اسکے بقا و استحکام کی کوشش کریں تاکہ پھر کسی قسم کی بدنظمی نہ ہونے پائے۔

النجم جس زمانہ میں بند رہا اُس زمانہ کے بہت سے اہم واقعات قابل اطلاع دینے کے تھے مگر ذریعہ اطلاع اقمیں نہ ہونے سے مجبوری رہی۔ اب ان میں سے چند بڑے بڑے واقعات کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

شیعون کے فرار و مغلوبیت کے واقعات

پہلا واقعہ محرم ۱۳۳۵ھ مین شیعون کے فخر الحکما اڈیٹر "اصلاح" کو مناظرہ کی تحریک کی گئی اور یہ ناچیز ایک ہفتہ تک شہر سیوان مین مقیم رہا۔ ایک طولانی سلسلہ تحریر کے بعد اڈیٹر اصلاح نے یہ عذر کیا کہ عشرۂ محرم مین مناظرہ نہین ہو سکتا، یہ عذر منظور کر لیا گیا۔ بعد اسکے یہ ضد ہوئی کہ مین خود اُنکے دولتخانے پر حاضر ہو کر مناظرہ کرون، یہ بھی مین نے قبول کر لیا اور اُنکو لکھدیا کہ مین فلان وقت آپ کے یہان پہونچ جاؤنگا، تو یہ خط آیا کہ "اہل کجھوہ اس بات پر راضی نہین ہین کہ کجھوہ مین آکر آپ مناظرہ کیجیے"۔ غرض طرح طرح کے حیلے تراشے، لیکن کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ سنا گیا ہے کہ خود اُنکے ہم مذہب بھی اُنکو ملامت کرنے لگے کہ یہ کیا لغویت ہے، چھیڑ کی ابتدا آپ کی طرف سے ہو اور جب دوسرا فریق آمادہ ہو تو آپ اس طرح حیلہ بازی سے کام لین۔ بالآخر مجبور ہو کر فخر الحکما صاحب خود تو نہ آئے، اپنے لخت جگر اقبال مولوی علی حیدر صاحب کو بھیجا۔ اُنھون نے آتے ہی یہ پیام دیا کہ مجلس مناظرہ سے پہلے مین آپ سے تخلیہ کی ملاقات کرنا چاہتا ہون۔ یہ بھی منظور کیا گیا۔ تخلیہ کی ملاقات مین جب یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ مذہب شیعہ مین جھوٹ بولنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، اور بلا ضرورت سچ بولنا گناہ ہے۔ اور اس ناچیز نے کہا کہ مین ابھی اسی وقت شیعون کی منبر کتابون سے اس مضمون کا ثبوت دینے کو تیار ہون۔ تو مولوی علی حیدر صاحب نے نہایت سراسیمگی کی ساتھ کہا کہ مین نے اور میرے میزبان نے ابھی کھانا نہین کھایا ہے ہرچند اصرار کیا گیا کہ کھانا یہین کھا لیجیے، مگر نہ مانا اور چلدیے۔ اور یہان سے جا کر اپنے ایک ہم مذہب حکام رس کو صاحب مجسٹریٹ کے پاس بھیجکر یہ جھوٹی اطلاع کرادی کہ بلوہ عظیم کا سامان ہے مناظرہ کو روک دیجیے۔ چنانچہ صاحب مجسٹریٹ نے مناظرہ کو روک دیا، لیکن ایسپر بھی جان نہ بچی اور پھر ایک ناگہانی ملاقات مین مولوی علی حیدر صاحب کو ایسا مبہوت و مغرور بنا پڑا کہ باوجود حیا و غیرت جب کبھی وہ واقعہ اُنکو یاد آتا ہوگا تو اُنکی جو حالت ہوتی ہوگی خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہ واقعہ تفصیل معلوم کرنا ہو تو رسالہ فتح مبین براعداء ختم المرسلین دیکھیے۔ قیمت ۲ر

مگر لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے واقعہ کے بعد بھی اڈیٹر صاحب اصلاح کی غیرت نے جوش کیا اور آپ نے لکھا کہ "سنیوں نے بہت بڑا مجمع کیا تھا اور خون ریزی پر آمادہ تھے اور صاحب مجسٹریٹ نے مناظرہ کو روک دیا تھا اس سبب سے ہم مجبور رہے"

اس حیا و غیرت اور اس سچائی کو دیکھکر سوا حیرت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر اڈیٹر اصلاح نے اپنی یہ تحریر اہل سنت سے مخفی رکھی تھی حتی کہ وہ فقرا النجم میں بھی نہ بھیجی۔

دوسرا واقعہ جیونیلی ناس ضلع مرزاپور کا ہے کہ وہاں کے سنی شیعہ تحقیقات مذہب پر آمادہ ہوے اور اس غرض کے لیے ایک مجلس مناظرہ کا انعقاد قرار پایا۔ مگر بہت سے شیعہ مولویوں نے تو سکوت سے کام لیا خطوط طلب کا کچھ جواب ہی نہ دیا۔ اڈیٹر صاحب اصلاح نے جو جواب دیا وہ یہ کہ "معلوم ہوتا ہے کہ مدیر النجم نے یہ تحریک آپ لوگوں میں کی ہے۔ میں اسکو ناپسند کرتا ہوں اور وہ مجھ سے مناظرہ نہیں کر سکتے"

تیسرا واقعہ نانپارہ ضلع بہرائچ کا ہے۔ یہ سنیوں کی قدیم ریاست ہے۔ جہاں کے رئیس راجہ کے لقب سے ملقب ہوتے تھے۔ آخری راجہ محمد صدیق خاں صاحب مرحوم تھے۔ انھیں کے زمانہ میں ریاست کورٹ ہوئی۔ اور جب سے کورٹ کے منیجر محمد مصطفی خان بہادر جو ایک شیعہ ہیں مقرر ہوے ہیں اُسوقت سے شیعوں کا زور زیادہ ہو گیا ہے اور ہر سال یہ سننے میں آتا تھا کہ اتنے ناواقف سنیوں کو طمع یا خوف سے بہکا کر شیعہ کر لیا گیا۔ ناچیز مدیر النجم نانپارہ کی انجمن ہلال کے سالانہ جلسہ میں گیا تو ان واقعات کو سنکر بہت افسوس ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی سبط حسن صاحب مجتہد شیعہ کی آمد و رفت نانپارہ میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اور ریاست کے علاوہ قدیم کے خلاف علماے شیعہ کا رسوخ وہاں بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ شیعہ اپنی مجلسوں میں جن میں سُنی بھی شریک کیے جاتے ہیں ایسے مضامین بیان کراتے ہیں جن سے ناواقف سنیوں کا ایمان تباہ ہوتا ہے۔ حسن اتفاق سے رمضان المبارک سنہ ۳۵ھ کے آخری عشرہ میں ناچیز بھی نانپارہ میں تھا اور مولوی سبط حسن صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ مگر پھر بھی میں نے اپنی طرف سے پیشقدمی مناسب نہ سمجھی۔ نواب باقر علی خاں صاحب عرف منن صاحب شیعہ کا ملازم نانپارہ میں یہ اعلان دیتا ہوا نکلا کہ جناب مولوی سبط حسن صاحب مناظرہ کے لیے آمادہ ہیں۔ اعلان سنکر ایک تحریر منن صاحب کو بھیجی گئی جس میں صرف اسقدر دریافت کیا گیا کہ آپ کا ملازم

ایسا اعلان سے رہا تھا کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا آپ کے حکم سے یہ اعلان دیا گیا ہے؟ مگر اس تحریر کا کچھ جواب نہ ملا تو پھر مولوی سبط حسن صاحب کو تحریر بھیجی گئی۔ مولوی سبط حسن صاحب روپوش ہوگئے یعنی ایک مکان کے اندر بیٹھکر دروازہ پر پہرہ مقرر کیا کہ کوئی تحریر یا کوئی آدمی میرے پاس تک نہ آسکے۔ مگر ہزار تدبیر تحریر دعوت مناظرہ ان تک پہونچا دی گئی آخر یہ نتیجہ ہوا کہ مولوی سبط حسن صاحب نے کسی طرح ہمت نہ کی۔ اور انکی اس گریز و روپوشی کو تمام نانپارہ نے اچھی طرح محسوس کر لیا۔ آخر مولوی سبط حسن صاحب نانپارہ سے چلے گئے

ایڈیٹر صاحب اصلاح نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعہ کو بھی خوب چھپایا لکھا کہ مولوی سبط حسن صاحب کے شاگرد مولوی محمد سجاد صاحب نے مدیر النجم کے قیام گاہ میں پہونچکر انکا ہاتھ پکڑ لیا کہ مجھ سے مناظرہ کرو مگر مدیر النجم نے انکار کر دیا اور اپنے لوگوں کو بچانے کے لیے کہدیا کہ میں لڑکے سے کیا مناظرہ کرونگا۔ اور سب سے بڑا لطیفہ یہ لکھا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب بہرائچ نے ہمیشہ کے لیے مدیر النجم کو نانپارہ آنے کی قطعی ممانعت کر دی۔

اس جھوٹی تحریر سے نانپارہ میں بہت اشتعال پیدا ہوا۔ اور ماہ ربیع الاول میں جب یہ ناچیز نانپارہ گیا تو سب لوگ ایڈیٹر اصلاح کی اس دلیری و بیباکی پر سخت متحیر تھے جامع مسجد میں وعظ کے بعد ایک بڑے مجمع کی طرف سے یہ آواز آئی کہ "آپ جو فرماتے تھے کہ مذہب شیعہ میں جھوٹ بولنا عبادت ہے اُسکو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا"۔

قدرت خداوندی دیکھیے کہ جب میں نانپارہ سے آنے لگا تو جس گاڑی میں آنا چاہتا تھا اُسی گاڑی پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بھی کتیا گھاٹ سے آرہے تھے۔ میرے ہمراہ ایک مجمع کثیر پہونچانے والوں کا دیکھکر اُنھوں نے دریافت کیا تو اُنکو میرا نام بتلایا گیا اُسوقت سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہوا کہ اصلاح کا بیان سرتاپا کذب تھا ورنہ اُسوقت صاحب ڈپٹی کمشنر ضرور کہتے کہ انکو ہمنے ہمیشہ کے واسطے منع کیا تھا یہ کیسے آگئے۔

ایڈیٹر اصلاح کو اس بات کا بھی خوف نہیں آتا کہ ایسی جھوٹی باتوں کے لکھنے پر کہیں مقدمہ نہ چل جائے۔ مگر یہ بیخوفی محض اس بنا پر ہے کہ شیعوں کو سنیوں کی طرف سے پورا اطمینان دو باتوں کا ہے۔ اول یہ کہ اُنکے اکثر لوگوں میں حس نہیں۔ اور

جن میں حس ہے وہ ایسے کاموں کو پسند نہیں کرتے یا قابلیت نہیں رکھتے۔

چوتھا واقعہ بمبئی کا ہے جسنے تمام شیعوں میں زلزلہ ڈالدیا۔ اور غیرت ہوتی تو یہ واقعہ ہمیشہ کیلئے کافی تھا پھر کسی شیعہ کو کسی سنی کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مدیر النجم اور شیعوں کے قبلہ ملا محمد باقر صاحب سے مسئلہ خلافت میں بحث ہوئی۔ چار گھنٹے سے زیادہ تقریر ہوئی حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی حقیت خلافت کا ایسا زبردست ثبوت قرآن مجید سے دیا گیا کہ ملا باقر صاحب کچھ جواب نہ دیسکے بلکہ انھوں نے ان دلائل کو بیک سنی تسلیم کرلیا۔ اور ملا صاحب نے حضرت علی کی خلافت بلافصل کے متعلق ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا۔ حتی کہ صدر صاحب جلسہ جو ملا صاحب ہی کے ہمخیال تھے اپنے فیصلہ میں اصل بحث کے متعلق یہ الفاظ لکھنے پر مجبور ہوگئے "آیات قرآن سے مسئلہ خلافت بخوبی ثابت کیا (یعنی مولوی محمد عبد الشکور صاحب نے) مولوی صاحب نے حدیث رایت کی مثال خوب پیش کی اور آپنے حقیت خلافت کا خوب ثبوت دیا" ملا باقر صاحب کی نسبت لکھا کہ "انھوں نے عذر معذرت میں بہت وقت صرف کیا۔ مسئلہ خلافت پر بحث نہ کی ایک طول تقریر کی جسمیں الفاظ بہت اور مطلب کم ہے" یہ خاص الفاظ صدر صاحب کے ہیں۔

اس لطیف و دلچسپ مناظرہ کی پوری کارروائی دیکھنا ہو تو مناظرہ بمبئی دیکھیے جسکا تاریخی نام رد مذہب شیعہ ہے۔ قیمت ۲ر

ایڈیٹر صاحب "اصلاح" نے اس مناظرہ کے متعلق بھی خامہ فرسائی کی ہے اور ایک پورا رسالہ لکھا ہے جسکے آخر میں یہ فقرہ بہت دلچسپ لکھا ہے یا قلم سے نکل گیا ہے کہ "ملا باقر صاحب کے ہمراہ دس بیس معزز شیعہ کیوں نہ گئے؟ امام حسین کو تنہا ہزاروں سے جہاد کرنا پڑا جسپر آپ لوگ روتے ہیں۔ اب موقع ہے کہ جہاں جہاں فریق مخالف کا اشتہار چھپا ہو وہاں اس رسالہ کو پہنچا کر مرہم درد جگر ہو" مگر ایڈیٹر صاحب کو یاد رکھنا چاہیے کہ شیعیان بمبئی جس درد جگر میں مبتلا ہوگئے ہیں اُسکا مرہم آپکے کیا معنی، آپکے امام غائب کے پاس بھی نہیں ہے۔ چند کاغذوں اور پروانوں سے اگر مرہم ہوجایا کرے تو پھر کیا کہنا۔ ایسی مرہم پٹی ہر شخص کر سکتا ہے۔ ملا باقر صاحب بقول آپکے امام حسین ہی کی طرح وہی جو ہم آپ لکھ رہے ہیں کہ انجام میں شیعوں کو رونا پڑا۔ ایڈیٹر صاحب اصلاح کے اس رسالہ کی پوری حقیقت آئندہ کسی نمبر میں انشاء اللہ تعالی شائع کیجائیگی۔

پانچواں واقعہ جسکو ایک لحاظ سے اول تاریخ کرنا چاہیے صوبۂ پنجاب کے علاقہ چکوال کا ہے جو ۱۶ اپریل ۱۹۱۹ء کو پیش آیا اور ایسا پیش آیا کہ تمام صوبۂ پنجاب میں ایک شیعہ بھی ایسا نہیں ہے جسکو اس واقعہ نے بیچین نہ کر دیا ہو۔

فی الحقیقت یہ سال شیعوں کے لیے عجب نحس سال تھا جسکی نحوست انکے حق میں ایام قوم عاد سے کم نہ تھی جسکو قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ فی ایام نحسات۔

یہ مناظرہ ایسا ہوا کہ غیر مذہب کے لوگوں نے بھی جو شریک مناظرہ تھے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ مذہب شیعہ کی کیا حقیقت ہے اور شیعہ مذہب کو قرآن سے کیا تعلق ہے۔ معزز گریجویٹ ہندو صاحبان اور مرزائی صاحبان نے اپنی اپنی دستخطی تحریریں عنایت فرمائیں۔

اس مناظرہ میں دو تین باتیں نہایت عبرت انگیز ہوئیں۔ اول یہ کہ چکوال کے شیعوں نے جا بجا گشت لگائی اور ہندوستان بھر میں انھوں نے کوشش اور تگ و دو کی لیکن انکو کوئی مجتہد صاحب اس مناظرہ کیلیے نہ ملے۔ لکھنؤ سے مولوی محمد سجاد صاحب انکے ہمراہ بھیجے گئے۔ مولوی محمد سجاد باختیار خود تو ہرگز ہمت جانے کی نہ کرتے لیکن جلسے پر جبر کیا گیا اور مجتہدین لکھنؤ نے انکو اسقدر مجبور کیا کہ آخر جاتے ہی بن پڑا۔ یہ ہم بھی مانتے ہیں کہ مولوی محمد سجاد صاحب شیعوں کے مجتہد نہیں ہیں، لیکن یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ شیعہ اب کہہ رہے ہیں کہ وہ ایک طالب علم تھا۔ ۱۹۱۱ء میں اس ناچیز کے مقابلہ میں ان کو طالب علم کا لقب دیا گیا اور آج ۱۹۱۹ء میں پورے آٹھ برس کے بعد بھی وہ طالب علم کہے گئے۔ طالب علمی کا سلسلہ ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ آٹھ برس میں پوری کتب درسیہ تمام ہو جاتی ہیں لہذا اگر ۱۹۱۱ء میں میزان منشعب بھی پڑھتے ہوں تو اب انکو فارغ التحصیل ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر یہ سزا ہے سنیوں سے مناظرہ کرنے کی جو دنیا میں شیعہ مولویوں کو ملتی ہے۔

دوسری بات یہ ہوئی کہ شیعہ آیات قرآنی کے استدلال کا کوئی جواب نہ دے سکے اور آیات قرآنی کے معارضہ میں روایات سے انھوں نے کام لینا چاہا جس سے مذہب شیعہ کی بنیاد سب پر کھل گئی کہ جس قدر روایتیں قرآن کے خلاف ہوں وہی مذہب شیعہ کی بنیاد ہیں۔ اگرچہ ان روایات سے بھی وہ کوئی بات ثابت نہ کر سکے۔

تیسری بات سب سے زیادہ لطیف یہ ہی کہ حضرت علی مرتضی کا ایمان وہ اپنے مذہب کی روسے ثابت نہ کر سکے۔

اس مناظرہ کی کارروائی انجم کے آیندہ صفحات مین درج کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو سب حالات بالتفصیل معلوم ہو جاینگے۔

اگر ایسے ہی مناظرے چار پانچ اور مختلف مقامات پر ہو جائین تو امید قوی ہے کہ شیعہ صاحبان مین افترا پردازی کی ہمت باقی نہ رہے۔ مگر اب مناظرہ کا ہونا قریب محال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شیعہ پہلے ہی سے زبانی مناظرہ سے جی چرایا کرتے تھے اور انکو خوب یقین تھا کہ مناظرہ مین عہدہ برآ نہین ہو سکتے اور اب تو بمبئی اور چکوال کے واقعہ نے انکو تازہ سبق پڑھا دیا۔ تاہم برادران اہل سنت کو چاہیے کہ جو شیعہ اُن سے وہی چھیڑ چھاڑ کرے اُسکو زبانی مناظرہ کی غیرت دلائین۔

دیکھنا ہے کہ ایڈیٹر اصلاح اب مناظرۂ چکوال کی بابت کیا گوہر افشانی کرتے ہین۔ اگرچہ انکی حیا و غیرت سے جو اُنکے مذہب سے انکو میراث مین ملی ہے ہرگز امید نہین ہے کہ وہ اس موقع پر نادم اور شرمندہ ہون۔ لیکن پھر بھی اسقدر ضروری بات ہے کہ جو واقعہ ہزارون کے مجمع مین ہوا ہو، غیر مذہب کے لوگ بھی اُسکی تصدیق کرتے ہون، اُسکی تکذیب کی جرأت کسی انسان کو نہین ہو سکتی۔

مناظرہ کی کارروائی جو درج انجم کیجاتی ہے اسکے اعتبار کی بہت بڑی سند یہ ہے کہ وہ اہل سنت کی لکھی ہوئی نہین ہے بلکہ ایک غیر مذہب کی لکھی ہوئی ہے۔ یعنی مرزائی صاحبان نے اُسکو لکھا اور مفصل کارروائی مرتب کرنے کے لیے ہدیۃً عنایت فرمایا۔

مناظرۂ چکوال کی کارروائی شایع کرنے کے سبب سے نصیحۃ الشیعہ کے اوراق کی اشاعت ملتوی رہی نیز مضامین سابقہ کا سلسلہ بھی شروع نہ ہو سکا انشاء اللہ تعالے اس مناظرہ کی کارروائی شایع ہونے کے بعد پھر مضامین شروع ہونگے۔

دفتر النجم کے مخصوص و رنگین بہا کتابیں

مختصر کیفیت

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
علم الفقہ	حسین حنفی فقہ کی مستند کتابوں سے تمام ضروری احکام مع مسائل علم فقہ اردو میں منتخب کئے گئے ہیں جو بالکل علم ہو چکی اور کہ یہ کتاب ایسی ہے جو ہر ... خریداروں کی جلد ... [illegible]	[illegible]
[illegible]	اس میں ... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات ہیں۔ اردو میں کوئی کتاب ایسی ... [illegible] ... دوسری جلد میں ... صحابہ کا تذکرہ ہے۔ تیسری جلد میں ... صحابہ کا ذکر ہے ... [illegible]	[illegible]
[illegible]	یہ رسالہ ... مصنفہ مولوی ... حسین صاحب ... قیمت	[illegible]
[illegible]	[illegible] ... ترجمہ ... قیمت	[illegible]
[illegible]	[illegible] ... اس کتاب کا ترجمہ شروع ہوگا۔ پہلی جلد ... حالات ہیں	[illegible]
[illegible]	[illegible] ... تینوں جلدوں ... [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
تحقیق المسائل	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیان التسبیح	ایک مقالہ ... [illegible]	
بیان التسبیح	... [illegible]	
آیات اللہ التی	... [illegible] ... جماعت عاجز ... [illegible]	
در المکنون	طاعون کی ... [illegible] ...	
بحث طاعون	... [illegible] ... معلوم ہوگی	
شرح ... [illegible]	ایک ... [illegible] ... احکام ... [illegible]	
... [illegible]	... [illegible] ...	
نظم ... [illegible]	اس کتاب میں ... [illegible] ... بیان کی گئی ہے	
اسلام کی ... [illegible]	... [illegible] ...	
... معصیت	اس کتاب میں ... [illegible] ...	
اسلام کے حسنات	اس کتاب میں علوم ... [illegible] ... کیفیت بیان کی گئی ہے	

کتب نو تصنیف

... صدق و صفا	... [illegible] ...	
... مخلافات	... [illegible] ... رکھتا ہے	
... فاروقی	... [illegible] ...	
سیرۃ ...	مختصر سیرت ... [illegible] ...	
مختصر سیرت نبویہ	... [illegible] ... قیمت ایک آنہ	
... اصلاح کی ...	اس رسالہ میں ... [illegible] ... قیمت ایک آنہ	

کتاب ازالۃ الخفاء مصنفہ حضرت مولانا الشیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مع ترجمہ و شرح اردو مرتبہ مدیر النجم عافاہ اللہ تعالےٰ

... [illegible] ... حضرت مولانا الشیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی ... [illegible] ...

... [illegible] ... رسالت پناہی

... [illegible] ...

... [illegible] ... سفید ... [illegible] ... سفید ولایتی

بخدمت شریف مدیر النجم لکھنؤ

دعوۃ المطابع

تمام کتابیں اس پتہ سے طلب فرمائیے



زیر ادارت

ناصر سنت سنیہ مشتت امور بدعیہ کاشف مکائد اہل غوایت ہادی سبل ہدایت

حضرت مولنا محمد عبد الشکور صاحب فاروقی

معتمد دفتر النجم نے عمدۃ المطابع لکھنؤ سے شائع کیا

ای گروہِ مومنان شادی کنید

لو مبارک ہو کہ پھر نجم منور نکلا
فلکِ علم پہ وہ دین کا اختر نکلا

اہل حق کہتے ہیں خوش ہو کے کہ [illegible]
افقِ دین سے پھر خسروِ خاور نکلا

والہِ سنت و قرآن و فدائے ملت
اہل باطل کے لیے خادمِ حیدر نکلا

اہل حق کے لیے گل دیدۂ باطل میں ہے خار
کچھ عجب شان سے وہ صاحبِ جوہر نکلا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

النجم۔ لکھنؤ دورِ جدید جلد اوّل

نمبر اوّل

بابت ماہ رجب سنہ ١٣٤١ھ

بازگشادم بہ طبیبی دکان مرہم دل دارم و داروی جان

النجم کا دورِ جدید

النجم کے اجرا کیلئے مدت سے اصحاب صدق و صفا کا تقاضا تھا اور خود اِس ناچیز کا دل بھی کبھی اسکے بند رہنے پر راضی نہین ہوا مگر مشیت الٰہی۔

دس گیارہ سال تک مسلسل جاری رہنے اور دینی خدمات کے خوان یغما بچھانیکے بعد اس شعل درخشان کا نظرون سے غائب ہوجانا کچھ کم قابل افسوس نہ تھا پھر درمیان مین دو مرتبہ جاری ہونا اور کئی کئی نمبرون کا نکل کر بند ہوجانا اور زیادہ موجب انقباض و یاس ہوا۔

شاید حکمتِ الٰہیہ النجم کے اِس طرح بند ہونے مین یہ ہو کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ کسی نعمت کی قدر اس وقت تک نہین ہوتی جبتک کہ وہ نعمت رہتی ہے مثل مشہور ہے کہ "قدرِ نعمت بعدِ زوال"۔

لہٰذا امید اور قوی امید ہے کہ النجم کا یہ دورِ جدید ہر لحاظ سے قابل قدر ہوگا اور مخلص ہمدرد اصحاب کی جماعت مین پہلے سے زیادہ گرمجوشی اور قدردانی کیساتھ اسکا استقبال کیا جائیگا

باز آمد آب ما در جوی ما   باز آمد شاہ ما در کوی ما

نجم کے اس دور جدید سے سب سے زیادہ مسرت اہل پنجاب اور خاصتہً اہل لاہور میں جزاہم اللہ خیراً۔

النجم کا موضوع اس دور جدید میں کیا ہوگا

اس سوال کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ "جو تھا"، مگر اس مختصر جواب پر قناعت نہ ہو تو تفصیل یہ ہے کہ النجم کا موضوع صرف ایک تھا اور وہی انشاء اللہ تعالیٰ اب بھی رہیگا یعنی دین کی خدمت اور اس مبارک خدمت کے دو شعبے النجم کے ذمے تھے اول مسلمانوں کے لئے وقتاً فوقتاً بقدر ضرورت انکے مذہبی معلومات کا مہیا کرنا۔ دوسرے مخالفین کے اندرونی و بیرونی حملوں کا حسب ضرورت مہذب و متین جواب دینا۔ اس سلسلے میں آریہ اور عیسائی صاحبان کے متعلق مرزائی صاحبان کے متعلق شیعہ صاحبان کے متعلق ایسے عمدہ عمدہ مضامین نکلے جن کو اہل علم نے پسند کیا اور مخالف سے انکا جواب باوجود کوشش کے نہ ہو سکا شیعہ صاحبان نے اپنی ساری قوت متفقہ طور پر النجم کے مضامین کا جواب دینے کیلئے صرف کی ایک مستقل رسالہ النجم کا جواب دینے کے لئے جاری کیا جس کا نام الشمس رکھا مگر نتیجہ سے تمام اخبار اصحاب واقف ہیں کہ کئی سال کی محنت شاقہ میں النجم کی پہلی جلد کا جواب بھی پورا نہ ہوا اور جس قدر ہوا اسکی بھی یہ حالت کہ اس کا جواب الجواب جو ہماری طرف سے شائع ہوا اسکے مقابلہ میں پہلی دفعہ اور دوسری مرتبہ میں انتہا یہ کہ تیسری چوتھی مرتبہ میں ساکت ہو گئے چنانچہ بعض معرکۃ الآرا مضامین کا حوالہ بوقت ضرورت انشاء اللہ تعالیٰ دیا جائے گا۔

مناظرہ اور مباحثہ کے نام سے پہلے بھی ہمارے تعلیم یافتہ بھائی بہت متنفر تھے اور اب تو غالباً بعض دماغوں میں یہ اعتراض بھی پیدا ہو کہ ضرورت و مصلحت وقت ہندوستانیوں کے متفق و متحد ہونے کو چاہتی ہے اور النجم کا یہ موضوع اسکے خلاف ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان میں ہر طرف اتحاد و اتفاق کی صدائیں بلند ہیں اور اسمیں بھی شک نہیں کہ ضرورت زمانہ اسکو کسی

ہے تک مقتضی ہے مگر اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اہلسنت وجماعت کے سوا جس قدر مذاہب ہندوستان میں ہیں سب اپنی اپنی کوششوں میں سرگرم ہیں اور نہ صرف اپنے مذہب کی اشاعت وحمایت کی کوششیں بلکہ مناظرہ ومباحثہ کی کوششیں اسلام اور بزرگان اسلام پر ناروا اور دل آزار حملوں کی کوششیں بھی اسی طرح جاری ہیں انہیں میں ہنوز فرق نہیں شیعوں کی طرف سے دل آزار حملے تحریرا وتقریرا ہوتے رہتے ہیں جو یقینا احاطہ تحریر سے باہر ہیں انکا ذکر تو بیکار ہے اس لئے کہ غالبا وہ نا تو اس عالمگیر تحریک سے علیحدہ ہیں اور انکو سوا نفاق وشقاق دل آزاری ودشنام دہی کے کچھ تعلیم نہیں دیگئی ہاں قابل ذکر وہ حملے ہیں جو اس گروہ کی طرف سے ہوں جسے صداے اتفاق کے بلند کرنے میں سب سے زیادہ حصہ دار ہونیکا دعویٰ ہے۔ اسوقت ہم اس گروہ کے تحریری وعملی دونوں قسم کے نمونوں کا حوالہ دیتے ہیں۔

تحریری سلسل حملوں کی کیفیت یہ ہے کہ شہر دہلی سے جو تمام ہندوستان کا دار السلطنت ہے ایک رسالہ آریہ مسافر نکل رہا ہے جسکے چند نمبر اسوقت ہمارے سامنے ہیں جن میں اسلام پر حملہ کرنے اور حضرت سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخانہ کلمات لکھنے قرآن کریم پر جاہل اعتراضات کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رہا انشاء اللہ تعالی انکے کسی آیندہ اشاعت میں ہم اس رسالہ کے بعض اعتراضات کا نمونہ پیش کرینگے اور انکا جواب بھی دینگے اور تحریری وعملی حملوں کے ثبوت میں صرف ایک واقعہ کا ذکر کافی ہے جو آجکل اخباروں میں گشت کر رہا ہے کہ آریہ مشن نے ضلع میرٹھ ودہلی وآگرہ میں کئی ایک خاندانوں کو بہکا کر اسلام سے برگشتہ کر دیا ہے اور خدا نخواستہ وہ مرتد ہونے والے ہیں تعداد انکی ساڑھے چار لاکھ بیان کی جاتی ہے یہ وہ خاندان ہیں جنکے آباؤ اجداد بعہد مبارک حضرت اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ مشرف باسلام ہوئے تھے۔ اس خبر سے تمام مسلمانوں کو بے چین ہو جانا چاہیے۔ مرزائی صاحبان نے اور انکی لاہوری پارٹی کے امام مسٹر محمد علی صاحب نے ان مقامات کے دورہ کا ارادہ کیا ہے۔ اچھا موقع انکو مل گیا کہ مسلمانوں کے سامنے مرزائی مشن کو پیش کریں یہ ایک دوسری مصیبت ہے اخبار ہمدم لکھنؤ سے معلوم ہوا کہ امیر شریعت صوبہ بہار (شکر اللہ سعیہ) نے ان مقامات کے دورہ کیلئے ایک

وفد علما کا تجویز کیا ہو ناچیز مدیر النجم خود بھی اس خدمت مین حصہ لینا چاہتا تھا مگر اب پیشقدمی کی ضرورت نہین ہان اگر یہ مجوزہ جماعت مبلغین کچھ ضرورت سمجھے تو یہ ناچیز اپنی امکانی خدمات کے لئے حاضر ہے۔

المختصر جب ہم ہر مذہب والے کو سرگرم دیکھ رہے ہین اور سب کے حملے دین اسلام پر شب و روز ہو رہے ہین اور کسی کا کوئی فعل تحریک اتفاق کے خلاف نہین سمجھا جاتا تو ہم کیون اپنے فرائض کو چھوڑ دین خصوصاً جبکہ فی الواقع ہمارا مقصد بھی یہ نہو کہ کسیکی دل آزاری یا توہین کرین اور یہ بھی مقصد نہو کہ کسی کی گالیون کا جواب گالی سے دین۔

اب ایک سرسری نظر شیعون کے مساعی جمیلہ پر ڈال لیجیے جب النجم شائع ہوتا تھا تو سب نے ملکر ہر طرف یہ غل مچایا تھا کہ النجم ہی شیعہ سنی کے درمیان مین نا اتفاقی کا سبب ہے واقف کار اصحاب جانتے تھے کہ شیعون کا پرچہ اصلاح و شیعہ و الحکم و اخبار امامیہ النجم کے کسقدر پہلے سے شائع ہوتے تھے اور اہلسنت پر کیسے کیسے حملے کئے جاتے تھے اور اب تو سب کو روز روشن کی طرح معلوم ہو گیا کہ النجم کتنے دنون سے بند ہے مگر شیعہ صاحبان کی کارروائیان اسی طرح جاری ہین انکے کسقدر موقت الشیوع پرچے مسلسل نکل رہے ہین جنکا کام سوا رد اہلسنت کے اور کچھ نہین کسقدر غیر موقت رسالے انکی طرف سے نکلا کرتے ہین خاصکر پنجاب مین کوئی جاکے دیکھے تو اسکو حال معلوم ہو شیعہ مشن پنجاب کے واعظین پنجاب کے ہر چھوٹے بڑے شہر اور دیہات مین کس طرح گشت کرتے ہین اور کہین واعظ بنکر کہین پیر بنکر کس طرح ناواقفون کے متاع ایمان کو لوٹتے ہین۔ ان سب حالات کو جنہون نے آنکھون سے دیکھا ہو اسکے دل سے پوچھنا چاہیے۔

آخر مین پھر یاد دہانی کیجاتی ہے کہ النجم کا مقصد صرف رد شیعہ نہین بلکہ دوسرے مقاصد بھی ہین جنکی النجم کا ہر نمبر اسکی شہادت دیگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ رد شیعہ کا مقصد النجم کے ساتھ مخصوص ہو مگر النجم اسکے لئے مخصوص نہین۔

ان چند ایام کی سوانح عمری

اس درمیان مین جبکہ النجم کی اشاعت بند تھی یہ ناچیز کن اشغال و احوال مین رہا یہ سوال اکثر احباب کے ذہن مین بتقاضائے محبت پیدا ہوتا ہے لہذا مختصراً چند چیزین حوالۂ قلم کی جاتی ہین۔

(۱) شغل درس- خاصکر درس قرآن کریم و حدیث برابر جاری رہا باستثناء اوقات سفر کے اور یہ
حق تعالیٰ کا عظیم الشان انعام اس بندۂ ضعیف پر ہے کہ قرآن کریم کیساتھ کچھ نہ کچھ مشغولی برابر
رہتی ہے اور اس شغل میں خاص راحت قلب کو ملتی ہے اور دل کبھی سیر نہیں ہوتا اور خدا کرے
یہ پیاس کبھی نہ بجھے۔

مصلحت نیست مرا سیری ازان آب حیات — ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

(۲) تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی کم و بیش قائم رہا چنانچہ ایک کتاب نماز کے متعلق لکھی جو
چھپکر شائع ہو گئی نام اس کا کتاب الصلوٰۃ ہے- اس کتاب میں قرآن عظیم سے نماز کی عظمت و
رفعت بطرز بدیع دکھلائی گئی ہے ننانوے آیتیں ہیں اور ضمناً و تبعاً کچھ احادیث نبویہ و آثار صحابہ
و تابعین و اقوال ائمہ مجتہدین بھی ہیں حجم ایک سو صفحہ سے زائد ہے- اللہ تعالیٰ قبول فرمائے
اور اسکے سوا کچھ رسائل غیر مطبوع بھی ہیں-

(۳) مناظرہ کیلئے بھی دو سفر پیش آئے اول رنگون کا جہاں مرزائی صاحبان کی لاہوری پارٹی کا مقابلہ
تھا خواجہ کمال الدین صاحب وہاں مرزائیت کی تخم ریزی کیلئے تشریف لے گئے تھے مگر مناظرہ کی نوبت
نہیں آئی خواجہ صاحب نے باوجود بیحد کوشش کے کسی طرح ہمت نہ کی البتہ کچھ خط و کتابت رہی واقعات
رنگون کی مکمل روداد جس کا حجم ڈیڑھ سو صفحہ کے قریب ہے چھپ چکی عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ شائع
ہونے والی ہے جسمیں نہ صرف واقعات رنگون اور خواجہ صاحب کی تحریرات کا جواب ہے بلکہ مرزا اور
مرزائیت کے رد میں ایک ایسی جامع و مکمل کتاب ہے کہ بعونہ تعالیٰ جسکے ہاتھ میں یہ کتاب ہو
مرزائیت کے ابطال کیلئے اسکو پھر کسی کتاب کی حاجت نہ ہوگی-

دوسرا سفر پنجاب کا جسمیں بمقام تکیہ ہار ضلع ہوشیار پور ایک معرکۃ خیز مناظرہ ہوا پنجاب میں شیعہ
حضرات کی غرض سے جو واعظ چھوٹے گئے تھے انہوں نے گاؤں گاؤں پھر کر آگ لگائی تھی کہ کسی
بیچ تینوں خلیفہ کا مومن ہونا تو ثابت نہیں کر سکتے اور اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ مناظرہ تکیہ ہار میں
اسی مسئلہ پر تھا ناچیز میرا نفس مناظر تھا اور دوسرے علماء پنجاب بھی رونق افروز تھے چنانچہ بعون الٰہی
چالیس دلائل ظاہر ہوئے ایک کیلئے ضروری وہ بھی مسئلہ پر قائم کئے گئے۔ دس آیتیں قرآن مجید کی
بیس حدیثیں کتب سنیہ و شیعہ کی دس عقلی و الیلین دس تاریخی شہادتیں بتاریخی واقعات دی گئے

ہو ہو دین الفقہ بعض مسلم میں انکے گئے وطلاوہ مسلم اختصاص میں اس مناظرہ کی روئداد بھی مکمل چھپ کر شائع
ہو چکی ہے اس مناظرہ کی برکت تھی کہ کئی شیعہ تائب ہوکر شرف بایمان ہوئے جنکے نام بقید ولدیت
وسکونت ادارہ کی طرف سے تحریر میں مندرج روئداد میں فالحمد للہ علی ذالک۔

اس مناظرہ نے شیعہ مشن کے عاقبت اندیش مبلغین کی لگائی ہوئی آگ اس طرح بجھا دی کہ دنیا نے پھر
اس آیہ کریمہ کی بہار آنکھوں سے دیکھ لی کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰہُ۔

اسی سلسلہ میں دوسری مرتبہ لاہور جانا ہوا لاہور کے برادران اہلسنت والجماعت نے شیعہ مشن کو اور
اسکے وبائی اثرات کو دیکھ کر دو انجمنیں قائم کی ہیں ایک معین الاسلام دوسرے دائرۃ الاصلاح یہ دونوں
انجمنیں اپنے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دے رہی ہیں خدا انکی مدد کرے اور ان کی حسن کارگذاری سے
دوسرے بھائیوں کو وہ غیرت پیدا ہو کہ وہ ان کی خدمت کریں اور قائم و انجمنیں خدا کرے کہ ان
انجمنوں کی شاخیں تمام پنجاب میں پھیل جائیں۔ آمین۔

(۳) وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی اسی طرح قائم ہے موضوع وعظ مختلف ہوتا ہے جس مقام میں کسی فرقہ مخالف
کی بودوباش ہوتی ہے وہاں ان کے مذہب کی تردید بہتر طریقہ سے کیا جاتا ہے اپنے بھائیوں کو ایسے دلائل سے
واقف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مخالف کا فریب ان پر کارگر نہو سکے چنانچہ ماہ صفر میں بعض
میں بمقام الہ آباد بڑی کامیابی کے ساتھ یہ مقصد پورا ہوا یہاں شیعوں نے بہت سر اٹھایا تھا اور اگر کسی
مقام میں یہ ضرورت نہیں ہوتی تو وہاں کسی مخالف کا نام سہوا بھی نہیں آنے پاتا وہاں صرف اپنے
مذہب کی تلقین عقائد و اعمال اسلام کی تعلیم کی جاتی ہے بالخصوص نماز و جماعت کا سبق زیادہ تاکید سے
دیا جاتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سبق اول الذکر مقام میں بھی ہوتا ہے اور زیادہ ہوتا ہے

نماز کا سبق جس طرح پر قرآن مجید نے دیا ہے اسکے نمونہ کیلئے ایک خط اپنا اس مضمون کے بعد
ہدیہ ناظرین کرونگا کہ وہ بھی بجائے خود ایک تفسیر ہے۔ یہ خط اگرچہ اولا اہل جرول ضلع ہردوئی کے
نام لکھا گیا ہے مگر لکھنؤ بنارس سلطانپور جھانسی فیض آباد سیوان امروہہ لاہور و کوہاٹ
تلہ گنگ ڈیرہ غازیخان چکوال و دیگر مقامات کے مخلص احباب نے اپنے اپنے نام مخصوص کرانے
اور محض خدا کیلئے ان سب سے یہ درخواست ہے کہ اس خط کی تبلیغ و اشاعت میں کوشش کریں
اپنی اپنی مساجد میں بعد نماز جمعہ اس کو سنادیں نمازی اور بے نمازی سب کے ان مطالب سے واقف

ہونا ضروری ہو اگرچہ نفع خدا کے ہاتھ میں ہو لیکن آیات قرآنیہ کا درس کبھی بے اثر نہ رہیگا۔ ایسا ہونا ممکن ہے فرمانا قُرْآنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ۔

(۴) اس درمیان میں ایک واقعہ حزن وغم کا بھی پیش آیا جو محض بغرض یادداشت و بہ نیت دعائے خیر لکھا جاتا ہے۔

قضا نقش یوسف جمالے نکرد | کہ ماہی گورش چو یونس نخورد
درین باغ سرو سے نیامد بلند | کہ باد اجل بیخش از بن نکند

۲۹ شعبان ۱۳۴۰ھ یکہزار و سہ صد و چہل ہجری یوم جمعہ کو ٹھیک جبکہ اذان جمعہ کی مبارک آواز کانوں میں آرہی تھی میرے لخت جگر راحت جان نور بصر محمد عبدالرب نے چودہ روز علالت کے بعد اس دارفانی سے رحلت کی حق تعالیٰ اپنے عباد صالحین کے طفیل میں اس طائر جنت کو اپنے انعامات و اکرامات سے سرفراز کرے اور ہمارے لیے اُسکو اجر و ذخر و شافع و مشفع بنائے۔ آمین یا مجیب السائلین۔

فرزند مرحوم کا یہ تذکرہ لکھتے وقت اب بھی آنکھیں اشکبار ہیں رضی لی الزہراء اللہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خشک شد گلہا و لے جاری ست از زخم دلم | جوی خون کز حسرت سرو روانی ماندہ است

نماز کے متعلق ایک خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

برادران ایمانی کے نام ایک ضروری پیغام

تازہ خواہی داشتن گر داغہای سینہ را | گاہے گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

برادران من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اسوقت جو پیغام میں آپ کو سناتا ہوں میرے نفس کا پیغام نہیں بلکہ یہ وہ پیغام ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا۔ یعنی قرآن کریم کی چند آیتیں ہیں جنمیں مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کا بہت کچھ انحصار ہے آج سے تیرہ سو برس پہلے اقبال مند و نکا ایک طبقہ تھا یعنی صحابہ کرام جنکے سامنے یہ کلام پاک عرش بریں سے اترا اور اس جماعت نے سنتے ہی آمنا بہ کی صدا بلند کی اور انکی یہ سعادت بھری آواز مالک کو اتنی پسند آئی کہ قرآن مجید میں اسکا ذکر ان باعزت کلمات میں ہوا رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا کاش آج

قرآن جو پڑھ عمر کتنی ؟ (۱) نمبر بیان کا ۱۲

تم بھی ان آیتوں کو سنکر اسی طرح لبیک کہو اور اپنی فرمان برداری کا جوہر دکھلا کر اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرو
گر امروز گفتار ما نشنوی　　مبادا کہ فردا پشیمان شوی

نماز اور نماز کی حفاظت ایمان والوں پر ابدی اور دائمی فرض ہے

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (پ ۵ المحصنت سورہ نسا)

ترجمہ پس نماز قائم کرو بیتحقیق نماز ایمان والوں پر لکھی ہوئی وقت مقرر کی ہوئی چیز ہے ف کانت کی لفظ جو آیت میں ہے بتا رہی ہے کہ نماز ایک دائمی فرض ہے جسکی فرضیت ہر زمانہ میں تھی اور ہر زمانہ میں رہیگی درمختار میں ہے ولم یخل عنہا شریعۃ مرسل یعنی نماز سے کسی پیغمبر کی شریعت خالی نہ تھی۔

(۲) حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (سیقول سورہ بقرہ)

ترجمہ حفاظت کرو نمازوں کی اور (خاصکر) درمیانی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے سامنے ادب سے ف درمیانی نماز اکثر مفسرین کے نزدیک عصر کی نماز ہے۔ نماز کی حفاظت کا حکم ایک عجیب معنی رکھتا ہے حفظ کے معنی ہیں کسی چیز کو نگاہ رکھنا مطلب یہ ہوا کہ نماز کا خیال رکھو نماز سے غفلت نہو نے پائے۔

دین الٰہی کا پہلا سبق ایمان کے بعد نماز ہے

قرآن مجید کو دیکھنے سے ظاہر ہے کہ نہ صرف ہماری شریعت میں بلکہ تمام پیغمبروں کی شریعت میں ایمان کے بعد پہلا سبق نماز ہے اس مقام پر اپنی شریعت کے متعلق دو آیتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۳) قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (وما ابری سورہ ابراہیم)

ترجمہ کہو نبی میرے اُن بندوں سے جو ایمان لاچکے ہیں کہدیجے کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہمنے ان کو دیا ہے اسمیں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں قبل اسکے کہ وہ دن آئے جسمیں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستیاں ہونگی یعنی قیامت کا دن۔

(۴) وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ط (پارہ عم سورہ بینہ)

ترجمہ اور نہیں حکم دیا گیا لوگوں کو مگر اس بات کا کہ عبادت کریں اللہ کی اس حال میں کہ خالص کرنے والے ہوں اسکے لیے عبادت کو اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ دیں اور

ہیں جو ملت ابراہیمی یعنی ملت جمیع انبیا کا ف اس آیت سے علاوہ اسکے کہ دین الٰہی کا پہلا سبق ایمان کے بعد نماز ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پاک کی اصل بنیاد یہی تین چیزیں ہیں اول عقیدۂ توحید دوم نماز سوم زکوٰۃ ان تین چیزوں کے سوا جس قدر چیزیں آپ نے تعلیم فرمائیں وہ انہیں کے توابع ہیں۔

نماز کی تاثیر اور خاصیتیں

نماز کی بڑی بڑی تاثیرات قرآن کریم میں مذکور ہیں یہاں صرف دو آیتیں لکھی جاتی ہیں

(۵) اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۤءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (پ ۲۱ سورۂ روم)

ترجمہ بیشک نماز روکتی ہے بیحیائی کے کام اور خلاف شریعت کام سے ف ذرا غور سے دیکھو کتنی بڑی خاصیت ہے معلوم ہوا کہ ایک نماز جسکی اگر درست ہو جائے تو تمام عیبوں سے تمام گناہوں سے بچانے کیلئے پوری شریعت کا پابند بنانے کیلئے نماز کافی ہے کیا اب بھی مسلمانوں کو نماز کیطرف توجہ نہو گی اور کیا اب بھی نمازی اپنی نماز کو باقاعدہ درست کرنیکی فکر نکرینگے۔

(۶) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (رکوع سورۂ بقرہ)

ترجمہ اے ایمان والو مانگو مدد بصبر اور نماز کے بیشک اللہ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے ف معلوم ہوا کہ تمام حاجات کا مقبول وسیلہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھ کر حاجت مانگنے کی تعلیم فرمائی ہے (دیکھو علم الفقہ جلد دوم) یہ آیت قرآن مجید میں دو جگہ ہے ایک جگہ مسلمانوں کو خطاب کرکے ارشاد ہوئی ہے جیسا کہ اوپر دیکھ چکے ہو اور دوسری جگہ بنی اسرائیل کے قصہ میں ہے معلوم ہوا کہ نماز کا وسیلہ حاجت روائی ہونا تمام نبیوں کی متفق شریعت ہے

ایمان حقیقی نمازیوں میں منحصر ہے

(۷) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اُولٰۤىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (انفال سورۂ انفال)

ترجمہ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو انکے دل ڈر جائیں اور جب انکے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جائیں تو انکا ایمان ترقی کرے اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہوں

یعنی وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہوں اور جو ہنے ان کو دیا ہے اسمین کچھ ہماری راہ مین خرچ کرتے ہون
یہی لوگ سچے مومن ہین انکے لیے درجے ہین انکے پروردگار کے پاس اور روزی ہے عزت کی
ف اس آیت مین فرمایا کہ مومن وہی لوگ ہین جنین یہ تین صفتین ہون اللہ کے ذکر سے انکے
دلون مین خوف پیدا ہو قرآن مجید کے سننے سے انکا نور ایمان ترقی کرے خدا کے سوا کسی پر
انکا بھروسہ نہو۔ پھر ان تینون صفتون کو نماز قائم کرنے والون اور زکوۃ دینے والون مین
منحصر کر دیا واقعی نماز کی ایک عجیب شان ہے۔

(۴) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (رکوع سورہ انعام)
ترجمہ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہین وہ قرآن پر ایمان لاتے ہین اور وہ اپنی نماز کی حفاظت
کرتے ہین ف معلوم ہوا کہ قیامت پر اور آخرت پر جس کا ایمان ہوگا وہ نماز کی حفاظت مین ہرگز
کوتاہی نہ کرے گا۔

نمازیون سے مالک عرش کے وعدے

(۹) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (پارہ عم سورۂ اعلیٰ)
ترجمہ بتحقیق فلاح پا گیا وہ شخص جنے پاکی حاصل کی اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی
فلاح کی لفظ ہر قسم کی نعمت کو شامل ہے۔

(۱۰) وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ
بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (لایحب اللہ سورۂ مائدہ)
ترجمہ اور اللہ نے فرمایا کہ بتحقیق مین تمہارے ساتھ ہون بشرطیکہ تم نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور
میرے رسولون پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو
ضرور ضرور تم سے تمھاری برائیان شادونگا اور ضرور ضرور تم کو باغون مین داخل کرونگا جنکے نیچے
نہرین بہ رہی ہین ف اہل ایمان ذرا غور سے دیکھین کہ کتنا سستا سودا ہے۔ خدا کا بندون
کیساتھ ہونا کتنی بڑی دولت ہے اور یہ دولت صرف تین چیزون کے عوض مین مل رہی ہے
ایمان نماز زکوۃ۔ یقیناً مفت ہے اور مفت ہے نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔

قرآن کریم کا فیض نمازیوں کیلئے مخصوص ہے

(۱) الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (الم سورہ بقرہ)

ترجمہ یہ کتاب ایسی ہے کہ کچھ شک اسمیں نہیں ہدایت ہے ان ڈرنے والوں کیلئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہمنے ان کو دیا ہے اسمیں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

(۲) طٰسٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (قال الذین سورہ نمل)

ترجمہ یہ آیتیں ہیں قرآن اور واضح کتاب کی جو ہدایت و بشارت ہے ان ایمان والوں کیلئے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(۳) الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (اتل ما اوحی سورہ لقمان)

ترجمہ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی جو ہدایت اور رحمت ہے ان نیکوکاروں کیلئے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ف اکثر آیتوں میں نماز کیساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے جیسا کہ تمنے دیکھا اور دیکھوگے در مختار میں ہے کہ بتیس ۳۲ جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے اسی سے زکوٰۃ کی اہمیت علما نے ثابت کی ہے۔

نماز نہ قائم کرنا مشرکوں اور کافروں کا کام ہے

(۴) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (اتل ما اوحی سورہ روم)

ترجمہ نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو۔

(۵) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (تبارک الذی سورہ مرسلٰت)

ترجمہ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو یعنی نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے خرابی ہے قیامت کے دن جھٹلانے والوں کیلئے ف معلوم ہوا کہ نماز کی نصیحت پر عمل نہ کرنا خدا و رسول کے جھٹلانے والوں کا کام ہے۔

بے نمازیوں سے دوستی رکھنا اور ان کو دینی بھائی سمجھنا جائز نہیں

(۱۶) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (لا یحب اللہ سورۂ مائدہ)

ترجمہ سوا اس کے نہیں کہ دوست تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔

(۱۷) فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ

ترجمہ پس اگر وہ لوگ کفر و شرک سے توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے بھائی ہیں دین میں **ف** پہلی آیت سے نمازیوں میں دوستی کا انحصار اور دوسری آیت سے دینی برادری کا انحصار ثابت ہوا لہٰذا معلوم ہوا کہ بے نمازیوں سے دوستی یا دینی برادری کا برتاؤ کرنا جائز نہیں۔

اپنے متعلقین بی بی بچوں کو نماز کی تاکید کرنا ہر شخص پر فرض ہے

(۱۸) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (قال الم سورۂ طٰہٰ)

ترجمہ اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی نماز کی پابندی کیجیے جو مصیبت پیش آئے اُس پر صبر کیجیے **ف** اہل سے مراد بی بی اور ہو سکتا ہے کہ تمام متعلقین مراد لئے جائیں۔

(۱۹) يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (اتل ما اوحی سورۂ لقمان)

ترجمہ اے میرے چھوٹے بیٹے نماز قائم کر اور لوگوں کو اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو مصیبت تجھے پہنچے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔ **ف** یہ حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت ہے جو انھوں نے اپنے فرزند کو کی خدا نے ہم کو اس لئے سنائی کہ ہم کو بھی ایسا ہی کرنا لازم ہے چھوٹی عمر میں بھی

اولاد کو نماز کا عادی بنانا چاہئے حدیث شریف مین ہے کہ اپنے لڑکون کو سات برس کی عمر مین نماز کا حکم دو اور جب وہ دس برس کے ہوجائین اور نماز نہ پڑھین تو ان کو مارو۔

ایمان کے بعد سب سے زیادہ عزت و مدحت کی چیز نماز قائم کرنا اور لوگون کو نمازی بنانا ہے

(۲۰) اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (اقترب سورہ حج)

ترجمہ (یہ صحابۂ مہاجرین) ایسے لوگ ہین کہ جب ہم ان کو زمین مین حکومت دینگے تو قائم کرینگے وہ نماز اور دینگے زکوۃ اور حکم دینگے اچھی بات کا اور منع کرینگے بُری بات سے۔

ف مطلب یہ ہے کہ سلطنت وحکومت ایک ایسی چیز ہے کہ اسکے نشہ مین بدمست ہوکر بڑی بڑی بغاوتین لوگون نے کی ہین مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین ایسے ہین کہ حکومت وسلطنت کے مرتبہ پر پہونچنے کے بعد بھی نماز وزکوۃ مین ویسے ہی مشغول وسرگرم رہینگے جیسے کہ تھے اور دین الٰہی کی ترویج مین اسی طرح کوشش کرینگے جس طرح پہلے کرتے تھے۔

(۲۱) تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ؕ (حٰم سورہ فتح)

ترجمہ دیکھتا ہے تو ان (اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے چاہتے ہین بخشش اللہ کی طرف سے اور رضامندی نشانی اُن (کے مقبول ہونے) کی انکے چہرون مین نمودار ہے سجدہ کے اثر سے یہ حالت اُنکی توراۃ مین بیان ہوچکی ہے۔ ف خلاصہ مطلب یہ کہ صحابہ کرام نماز پڑھتے ہین اور نماز سے انکا مقصود سوا ہماری رضا وخوشنودی کے کچھ نہین ہے اور اُنکے مخلصانہ سجدون کے نور نے نہ صرف ان کے دلون کو بلکہ چہرون کو بھی منور کردیا ہے اور خدا کو انکی نماز اس قدر پسند ہے کہ توراۃ مین جو انکے وجود سے صدیون

پہلے کی کتاب ہو ان کے نماز کی اور انکی تعریف نازل فرمائی گئی۔ اے اصحاب نبی (صلی اللہ علی من صحبتم وعلیکم) تم کو یہ دولت خداداد مبارک ہے طوبیٰ لکم طوبیٰ لکم

(۲۲) كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا

ترجمہ وہ (یعنی اسمٰعیل علیہ السلام) اپنے لوگوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

کفر کے بعد سب سے زیادہ ذلت و نفرت کی چیز بے نمازی ہونا اور نماز سے روکنا ہو

(۲۳) وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً (قال الملاء سورہ انفال)

ترجمہ اور نہیں تھی نماز انکی کعبہ کے پاس مگر سیٹی بجانا اور تالی پیٹنا ف کفار مکہ کی مذمت بیان ہورہی ہو کہ وہ نماز اچھی نہ پڑھتے تھے نماز میں کھیل کود کی حرکتیں کرتے جاتے تھے جیسے آج کل بعض کو تم دیکھتے ہو کہ اذان سنتے جاتے ہیں حقہ پیتے جاتے ہیں کبھی جو ملا کی بنی ارگئی تو نماز پڑھنے میں اسکے لئے دوڑے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(۲۴) فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (تبارک الذی سورۂ قیامہ)

ترجمہ پھر اسنے (نبی کی) تصدیق نہ کی اور نماز نہ پڑھی بلکہ نبی کی تکذیب کی اور منہ پھیرا ف کافر کی حالت اور اسکا عذاب آیت میں بیان ہورہا ہو اور دو جرم اسکے بیان فرمائے ہیں اول ایمان نہ لانا دوسرے نماز نہ پڑھنا۔ اس آیت میں نماز نہ پڑھنے کو نبی سے منہ پھیرنا فرمایا جیسا کہ تقابل سے ظاہر ہے یا اللہ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ رکھو بفضلک وکرمک آمین۔

(۲۵) أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهٰى عَبْدًا إِذَا صَلّٰى (پارہ عم سورۂ اقرا)

ترجمہ بس کیا دیکھا ہے تو نے اس شخص کو جو روکتا ہے ہمارے بندہ کو نماز سے ف اس آیت میں ابوجہل کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ نبی کو نماز سے روکتا ہے اور آگے کی آیتوں میں اس قدر غصہ ابھر کیا ہے کہ آج ان الفاظ کے پڑھنے

سے بدن کانپ جاتا ہو فرمایا ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے گا تو ہم اس کو پیشانی کے بل گھسیٹین گے۔ ابوجہل نے بڑی بڑی شرارتین کین سخت سخت ایذائین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچائین مگر اللہ تعالی کو سب سے زیادہ غصہ اس حرکت پر آیا کہ وہ نماز سے روکتا ہے۔

نماز اچھی پڑھنے کی کوشش کرنا چاہیئے اور خدا سے دعا مانگنا چاہیے کہ ہمکو اچھی نماز کی توفیق دے

(۲۶) رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (دعاء ابراہیم سورہ ابراہیم)

ترجمہ۔ اے میرے پروردگار مجھکو نماز کا قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد مین سے بھی **ف** اس آیت مین حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا نقل فرمائی گئی ہے خدا نے ہم کو یہ دعا سنائی کہ دیکھو ہمارے مقبول بندے نماز کو ایسی بڑی چیز سمجھتے تھے کہ عمدہ عمدہ سے نماز پڑھتے تھے پھر ہم سے دعا مانگتے تھے کہ اے مالک ہم کو نماز کا قائم کرنے والا یعنی اچھی نماز پڑھنے والا بنا دے تم بھی ایسا ہی کرو نماز اچھی پڑھو اور اچھی نماز پڑھنے کی توفیق ہم سے مانگتے رہو۔



برادران من - اس وقت مین اس خط کو اسی مقام پر تمام کرتا ہون اگرچہ ابھی بات کہنی باقی ہے ؎

اور کے باتو بگفتم غم دل ترسیدم ۔ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اس کے بعد اگر آپ لوگون کی طرف سے طلب صادق اور شوق کامل کا ظہور ہوا تو انشاء اللہ تعالی کسی دوسرے خط مین اچھی نماز پڑھنے کا وہ طریقہ اور تدبیر لکھون گا جو خداوند کریم جل شانہ نے اپنی کتاب مبارک سے اس ناچیز پر منکشف فرمایا ہے اور یہ اس مالک کا انعام ہے جس کا شکریہ ہر موئے بدن زبان ہو جائے تو بھی ادا نہین ہو سکتا۔

برادران من - اس وقت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ جو وعظ کتاب اللہ کا آپ لوگون کو سنایا گیا ہے اور جو تاثیر اسکی آپکے دلون پر ہوئی ہے اس تاثیر کی حفاظت کیجئے آیات آلٰہیہ کے تیر مژگان نے جو زخم آپ کے دلون پر ڈالے ہین خدا کرے وہ زخم ہمیشہ ہرے رہین ایسا نہو کہ آپ کی غفلت سے وہ زخم مندمل ہو جائین ؎

زخم دل مظہر مباد ا بہ شود ہشیار باش ۔۔۔ کین جراحت یادگارِ ناوکِ مژگان دوست

والسلام آخر الکلام

کتبہ احقر عباد اللہ محمد عبد الشکور عافاہ مولاہ از لکھنو عمدۃ المطابع

۴ جمادی الاولی ۱۳۳۱ ہجری

ضروری اطلاع اور خوشخبری

(۱) اگر خریداران جدید کی تعداد بڑھ گئی اور اشاعت مین معقول ترقی ہوئی تو انشاء اللہ تعالی سال کے اندر ہی النجم کو پندرہ روزہ کر دیا جائیگا۔

(۲) آیندہ پرچہ سے ایک بڑا بیش قیمت مضمون شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ تعالی شعبان کے پرچہ مین دلائل شرعیہ کی نوعیت اور انکے مراتب اور استدلال کے طریقے اور دوسرے ضروری اور کار آمد مطالب لکھے جائینگے اور یہ ایک ایسی زبردست اور کامل تحقیقات ہوگی جو نہ صرف شیعہ بلکہ عیسائی و آریہ و مرزائی صاحبان سے بلکہ ہر فرقہ سے مباحثہ کے وقت کام آئیگی انہین اصول کے نجاننے سے اکثر خرابیان پیش آتی ہین اسکے بعد جسقدر آیات قرآنیہ سے خلفاء راشدین کی حقیت خلافت اور انکی فضیلت ثابت ہوتی ہو انکی جامع واقع تقریر سلسلہ وار ہدیہ ناظرین ہوگی انشاء اللہ تعالی ہر پرچہ مین ایک آیت کی تفسیر پوری ہو جایا کریگی یہ چیز اپنے طرز مین غالباً بے مثل اور پہلی چیز ہوگی اور امید ہے کہ عوام و خواص سب کیلئے نہایت مفید ثابت ہو واللہ ولی التوفیق۔

مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری ثم لاہوری

فاضل شیعہ کی کھلی چٹھی کا جواب

ناظرین کرام! یہ فاضل صاحب وہی بزرگ ہین جو ابھی چند روز ہوئے بمقام بکیریان ضلع ہوشیارپور حضرت مولنا محمد عبدالشکور صاحب مدیر النجم دامت برکاتہم کے مقابلہ مین ایسی شکست فاش اٹھا چکے ہین کہ کوئی دوسرا ہوتا تو یا اس مذہب کو خیرباد کہتا جسکی بدولت ایسی رسوائی نصیب ہوئی یا پھر دنیا کو اپنا منہ نہ دکھاتا مگر حضرت فاضل آفرین ہین کہ ان دونون باتون مین سے ایک بات بھی انھون نے نہین کی سچ ہے إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ترجمہ بیحیا باش ہرچہ خواہی کن۔

سال گذشتہ مین اور امسال ایام محرم مین جو مواعظ بلیغہ حضرت مولنا صاحب ممدوح کے لاہور مین ہوئے جنمین مذہب شیعہ کی حقیقت ایسی عالم آشکار کی گئی کہ سب لوگون نے مذہب شیعہ اور اسکے تبرا طبع مضمون کو اچھی طرح پہچان لیا نیز ان مواعظ مین دلائل وبراہین قطعیہ سے صحابہ کرام کے فضائل اور خلفائے راشدین کے خلیفہ برحق ہونے کا ایسا روشن ثبوت دیا گیا کہ کسی کو مجال چون وچرا نہ رہی خلافت بلافصل کا اور شیعونکی خانہ ساز امامت کا ابطال خود کتب معتبرۂ شیعہ کا حوالہ دیکر انکی بلفظہ عبارتین پڑھکر اس صفائی سے کیا گیا کہ مخالف بھی جو بکثرت شریک وعظ ہوتے تھے مبہوت ہو گئے باوجودیکہ ہر وعظ مین یہ اعلان دے دیا جاتا تھا کہ جسکو کوئی شبہہ ہو وہ بعد ختم وعظ کے بے تکلف پوچھ سکتا ہو پھر لطف یہ تھا کہ تقریر اس قدر مہذب ومتین ہوتی تھی اور مخالف فریق کی کتب ومصنفین کا نام بقدر احترام سے لیا جاتا تھا کہ کبھی دل آزاری کی شکایت نہین ہو سکی۔ اِن مواعظ حسنہ کی برکت سے آج لاہور کے بچہ بچہ کو حسب ذیل مسائل برزبان ہین۔

(۱) شیعون کا ایمان قرآن شریف پر نہین ہو نہ ہو سکتا ہو۔

(۲) شیعون کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر نہین ہو سکتا۔

(۳) شیعون کی خانہ ساز امامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے صراحۃً خلاف ہو۔

(۴) افسوس مذہب شیعہ حضرت علی اور دوسرے ائمہ کا مذہب معلوم نہین ہو سکتا شیعی ہونا درکنار یہ بھی نہین کہا جا سکتا کہ وہ مسلمان تھے یا عیسائی یا یہودی یا کیا۔

(۵) کوئی شیعہ اپنی کتابوں کی رُو سے یہ نہیں بتا سکتا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی تعلیم کیا تھی۔

(۶) کوئی مجتہد شیعہ اپنے مذہب کی بنا پر نہیں بتا سکتا کہ اہلبیت رسول کون کون بزرگوار تھے۔

(۷) کوئی مجتہد شیعہ یہ نہیں بتا سکتا کہ آل رسول کون حضرات ہیں۔

(۸) اکابر علماء و مجتہدین شیعہ کا اقرار اُنکی معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ مذہب شیعہ اولاد رسول پر تبرا بھیجنے اور اُنسے عداوت رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اور شیعہ اس تعلیم پر عمل بھی کرتے ہیں شاباش۔

(۹) سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قاتل شیعہ بلکہ پیشوایانِ مذہب شیعہ تھے۔

ع

ماتم ہے اُسی کا جسے خود قتل کیا ہے

(۱۰) جھوٹ بولنا مذہب شیعہ میں بہت بڑی عبادت ہے اور اتنا بڑا اہم فرض ہے کہ جو شخص جھوٹ نہ بولے وہ بے دین و بے ایمان ہے کتب معتبرہ شیعہ میں ہے کہ جھوٹ بولنا ہی تمام ائمہ شیعہ کا دین تھا۔

(۱۱) مذہب شیعہ میں علاوہ متعہ شریف کے معمولی زنا بھی حلال ہے۔

منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو ۔۔۔ مذہب وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

(۱۲) از روئے کتب معتبرہ شیعہ قتل اہل بیت رسول سے تشیع میں خلل نہیں آتا۔ اہو سبحان اللہ اسی قسم کے بیسیوں پاک مسائل اس مذہب کے طشت از بام ہو گئے یہاں برعایت اختصار صرف انہیں دس باتوں پر اکتفا کی گئی

ان مسائل نے نہ صرف لاہور بلکہ قریب قریب تمام پنجاب کے شیعوں میں ہلچل ڈالدی مگر شیعہ یاد رکھیں کہ یہ مصیبت خود اُنکے ہاتھوں سے اُن پر آئی ہے نہ وہ اہلسنت کو چھیڑتے نہ یہ روز بد اُنکو دیکھنا پڑتا نہایت حماقت ہے کہ شیش محل کا رہنے والا سنگین محل کے رہنے والوں پر کلوخ اندازی کرے۔

بہرحال محرم کا مہینہ گزر گیا حضرت مولانا صاحب قبلہ مد برکاتہم کو مع الفتح والظفر اپنے وطن لکھنؤ پہنچے ہوئے بھی مدت ہوگئی اب فاضل شیعہ سوتے سوتے جاگتے ہیں اور اپنی قوم کی حالت زار کو دیکھکر عاشق زار بنتے ہیں اور اسی حالت پریشانی میں آپ ایک کھلی چٹھی چھپا کر شائع کرتے ہیں جس میں سوا اسکے کہ مولانا صاحب کے مواعظ کی صرف دو ضمنی باتوں پر اور چند بے سروپا اعتراضات ہیں اور چند غیر مہذب گستاخانہ کلمات حضرت مولانا صاحب دام ظلہم العالی کی شان میں ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ اُن مواعظ عالیہ کی تمام ان باتوں کو جنکا ذکر اوپر ہوا جنسے مذہب شیعہ کا گھر دفعۃً بگڑ گیا آنکھ بند کرکے صرف دو معمولی باتوں میں الجھے کو آپ اپنی سرخروئی کا ذریعہ

جانتے ہین۔ چہ خوش۔ مگر اب چونکہ بفضلہ تعالیٰ النجم جاری ہوگیا لہذا اس کھلی چٹھی کو بھی ہم بے جواب نہین رکھنا چاہتے اور اسکے جواب کو چار ضربون پر تقسیم کرتے ہین ضرب اول مین فاضل صاحب کو ایک دوستانہ مخلصانہ نصیحت ہے۔ ضرب دوم مین کھلی چٹھی کی غیر مہذب بے تعلق باتون کے جواب کیطرف لطیف تلمیح ہے۔ ضرب سوم مین پہلی بات کے اعتراض کا جواب ہے۔ ضرب چہارم مین دوسری بات کے اعتراض کا جواب ہے واللہ حسبی نعم الحسب حسبی نعم الرب ربی۔

ضرب اول

جناب فاضل صاحب؟ غالباً ابھی آپکو پوری واقفیت مذہب شیعہ سے ہے نہ عالیجناب مدیر النجم کی تصنیفات وغیرہ کا بالخصوص النجم کا آپنے مطالعہ کیا ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ آپ جناب ممدوح کے مقابلہ کی جرأت کرتے خیر اب تو خود کردہ را علاجے نیست لیکن اپنی گزارش ضرور ہے کہ اب قدم پیچھے نہ ہٹائیے گا ایڈیٹر صاحب اثنا عشری دہلی کیطرح رفو نہ جائیے گا ایڈیٹر صاحب موصوف نے ایک مضمون اپنے اخبار مین چھاپکر موافق اپنی تعلیم مذہبی کے یہ لکھدیا کہ یہ مضمون دفتر النجم مین بھیجا گیا مگر مدیر النجم نے اسکو نہ چھاپا اس لئے کہ وہ اس مضمون کا جواب نہ دے سکتے تھے جواب اسکے النجم مین ایک مدلل و مبسوط مضمون چھپا اور لکھا گیا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ یہ مضمون کبھی دفتر النجم مین آیا ایڈیٹر اثنا عشری بجائے اسکے کہ جواب الجواب لکھنے لیسے روپوش ہوئے کہ النجم سے مبادلہ بھی بند کردیا۔ نیز ایڈیٹر صاحب اصلاح و ایڈیٹران الشمس کیطرح یہ نہ کیجئے گا کہ خلاف بحث باتین چھیڑ کر پھر انکو بھی ناتمام چھوڑ کر خاموشی اختیار کر لیجئے گھر مین بیٹھکر جھوٹ لکھنے اور زمین آسمان کے قلابے ملانے مین تو شیعون کے مولوی صاحبان بڑے مشاق ہوتے ہین لہذا اس سے آپکو نہ گھبرانا چاہئیے اور ہمین بھی اب یہ دیکھنا ہے کہ سفید کو سیاہ اور دن کو رات لکھنے کی کہانتک آپ لوگون کو مشق ہے۔

ضرب دوم

فاضل صاحب! اپنی کھلی چٹھی کی چند سطرون مین جو علمی غلطیان آپنے کی ہین انسے تو خیر بالکل چشم پوشی کیجاتی ہے مگر جو غیر مہذبانہ اور گستاخانہ الفاظ آپنے مولانا صاحب کی شان مین لکھے ہین۔ مثلاً اتہام کی لفظ کئی جگہ آپنے لکھی اور مثلاً آیہ کبرت کلمۃ الخ جناب ممدوح کے متعلق لکھی اور مثلاً آپنے لکھا کہ مگر آپنے مجھپر افترا کیا اور مثلاً لکھا کہ "آپ کا عاشق زار" غرض اس قسم کے

نامہذب بازاری الفاظ آپ کی تحریر مین بہت ہین اسکے متعلق ہم اسوقت صرف اسقدر آپ کو متنبہ کئے دیتے ہین کہ جھوٹ بولنا افترا کرنا اتہام کرنا وغیرہ یہ سب عبادتین آپکے مذہب کی ہین اور آپکے ائمہ سے یہ سب عبادتین آپ کی کتب معتبرہ مین منقول ہین بہتر ہوتا کہ بالفعل آپ اُن کی پردہ دری نہ کرلتے آیندہ آپ کو اختیار ہے مگر اتنا یاد رہے کہ ؎

الا لا یجهلن احد علینا　　فنجهل فوق جهل الجاهلینا

ضرب سوم

اس کھلی چٹھی مین صرف دو ہی سوال آپ کے ہین - پہلا سوال حلت لحم خنزیر کے متعلق ہے جس کو مین سوال جواب کے طرز پر لکھتا ہون سوال مین آپ کی کھلی چٹھی کی عبارت بلفظہ ہوگی اور جواب مین اپنا قول درج کرون گا -

س مین نے سنا ہے کہ جناب نے (یعنی حضرت مولنا صاحب نے) امسال اپنے مواعظ مین بمقام لاہور و جموں یہ بیان کیا ہے کہ شیعون کے یہان لحم خنزیر سور کا گوشت کھانا جائز ہے -

ج ہان بیان فرمایا ہے اور بالکل صحیح بیان فرمایا ہے مگر یہ ایک ضمنی بات تھی اصلی باتین جو بیان فرمائی تھین ان کو کیون آپ نے نہ سنا -

س اگر مین لاہور مین موجود ہوتا تو بلا مین روے جانان کی اگر لیتا تو مین لیتا لیکن مین امسال عشرۂ محرم مین لاہور مین قیام پذیر نہین تھا اسلئے مین جناب کے دوران قیام لاہور مین آپکے اس اتہام کی تفصیل دریافت نہ کرسکا اسلئے جو کچھ افواہ آپ کے عوام ہمنواؤن مین سنی اُسی پر تصدیع اوقات گرامی ہونا پڑا -

ج آپ ایسے ہی بہادر ہین کیا کہنا - آپ کی بہادری کچھ چکوال مین اور پورے طور پر کیرانہ مین سب کو معلوم ہو چکی مگر پھر آپنے عشرۂ محرم مین لاہور کیون چھوڑا جبکہ آپکو علم تھا کہ شیر بیشۂ تکلیم و تکلم کا ورود لاہور مین ہوگا اور وہ کسی عجل سامری کو یہ آیت قرآنی بطور رجز کے پڑھکر کہ لنحرقنہ ثم لننسفنہ فی الیم نسفا اچھا بھی اگر آپ کہین چلے گئے تھے تو حضرت ممدوح کا قیام لاہور مین پورے عشرہ بھر رہا پھر ۱۳ محرم کو جموں سے واپس آکر بھی لاہور مین قیام فرمایا اور آپ کا ایک وعظ بھی اشتہار دیکر مسجد وزیر خان مین ہوا اتنی طویل

مدت مین پورا موقع تھا کہ شیعیان لاہور آپ کو زارو کیرا دی بیجکر بدلا لیتے مگر شیعون کو بھی آپ کی بہادری خوب معلوم ہے پھر سب سے بڑھکر یہ کہ گو آپ موجود نہ تھے مگر آپکے قبلہ و کعبہ حائری صاحب تو موجود تھے وہ کیوں جرأت کرتے اور وہ مولانا صاحب کے خطاب کے بایں وجہ لائق بھی ہین کہ آپکے فرقہ مین سب سے زیادہ ذی علم اور مجتہد مانے جاتے ہین۔

س سنا ہے کہ آپکے اس اتہام کے مشہور ہونے پر بابو عبداللہ صاحب ٹی پی و چند دیگر حضرات اس اتہام کی تحقیق کرنے کیلئے آپ کی خدمت مین گئے آپنے جو روایت انکو دکھائی وہ بمعہ ترجمہ کے جو آپنے انکو املا کرایا ذیل مین درج ہے۔ فروع کافی چھاپہ نولکشور جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ سطر ۲۶ مین ہے وبہذا الاسناد عن اسحاق بن عمار عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہ قال من اکل المیتۃ والدم ولحم الخنزیر علیہ ادب فان عاد ادب ولیس علیہ حد ترجمہ مردار کے گوشت کھانے والا اور خون کے کھانے والا اور سور کے گوشت کھانے والے پر حد نہین۔

ج بابو عبداللہ صاحب ٹی پی ہون یا اور کوئی دو تین صاحب حضرت مولانا صاحب کی خدمت مین آئے ضرور تھے اور انکو حلت لحم خنزیر کی روایت بھی فروع کافی مین دکھائی گئی ترجمہ بھی لکھوا دیا گیا تھا لیکن وہ روایت یہ تھی نہ یہ ترجمہ تھا ترجمہ کی رکاکت اور اردو کی غلطیان خود بتلا رہی ہین کہ یہ عبارت کسی ایسے پنجابی کی ہے جو اردو سے ناآشنا اور علم سے اجنبی ہے اب پتہ نہین کہ یہ جھوٹ بابو عبداللہ صاحب نے بولا یا آپنے بہرحال جسنے بولا اسنے اپنے مذہب کی اعلیٰ ترین عبادت ادا کی اور لطف یہ کہ آپ کی منقولہ روایت جسمین مَن اکل ہے فروع کافی مین کہین نہین ملتی۔ وہ روایت جو مولانا صاحب نے لکھوائی تھی مع ترجمہ یہ ہے۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہ قال اکل المیتۃ والدم ولحم الخنزیر علیہ ادب فان عاد ادب فان عاد ادب ولیس علیہ حد ترجمہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ مردار کا گوشت اور خون اور سور کا گوشت کھانے والے پر ادب لازم ہے اگر پھر ایسا کرے تو اس کو ادب دیا جائے پھر کرے تو پھر ادب دیا جائے اسپر کوئی سزا نہین ہے۔

س بابو عبداللہ صاحب کہتے ہین کہ انھون نے آپ کو ہر چند کہا کہ آپ اس ترجمہ پر جو آپنے لکھوایا تھا دستخط کردین لیکن آپنے باوجود اصرار بلیغ کے اسپر دستخط کرنے سے انکار کردیا اور ثابت کردیا کہ آپ جو کہتے ہین وہ لکھتے نہین۔

ج۔ وہی اپنے مذہب کی عبادت آپنے یا بابو صاحب نے ادا کی ہیں کو تمام انسان جھوٹ کہتے ہیں
یہ شیوہ آپ کا اور آپکے علما کا ہے کہ جو کہتے ہیں لکھتے نہیں چنانچہ مناظرہ امروہہ اور لشکر اور [illegible]
شر کا شاہد ہیں کہ آپکے صدر الافاضل مولوی سبط حسن صاحب نے اپنی کہی ہوئی باتوں کے لکھنے سے
یہ کہکر انکار کیا کہ یہاں میں نے کوئی مکان بیچا ہے جو لکھدوں اصلی واقعہ یہ ہے کہ جب ان شیعوں نے کہا
کہ ہم عربی نہیں جانتے لہذا جو ترجمہ اس روایت کا آپنے لکھوایا ہے اسکی تصدیق کیسے کریں تو
انسے کہا گیا کہ تصدیق کی آسان صورت یہ ہے کہ آپ اپنے قبلہ علامہ حائری صاحب کو جا کر دکھا دیجئے
اگر وہ اس ترجمہ یا روایت کو غلط کہیں تو انسے لکھوا کر پھر ہمارے پاس لے آئیے اور محض اس
خیال سے کہ شیعہ صاحبان کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی سید علی مظفر صاحب ساکن
ودکوہہ اور سید منصب علی صاحب ساکن لاہوران شیعوں کے ساتھ ساتھ حائری صاحب کے
پاس گئے اور وہ روایت و ترجمہ انکے سامنے رکھدیا گیا حائری صاحب دیکھتے ہی کہنے لگے میں
اسپر کچھ نہ لکھونگا اور شیعوں کو ڈانٹا کہ تم لوگ کیوں وہاں گئے۔ مگر اس اصلی واقعہ کو آپ کیوں لکھتے

س۔ اب چونکہ آپ مع الخیر لکھنؤ پہنچ گئے ہیں اور آپ کا دماغ بھی پریشانیوں سے خالی ہو گیا ہوگا
اس لیے میں اس محلی جنجی کے ذریعے استفسار کرنیکی جرأت کرتا ہوں کہ کیا اس روایت کا
یہی ترجمہ ہے جو آپنے لکھوایا اور کیا اس سے سؤر کے گوشت کی حلت ثابت ہوتی ہے۔

ج۔ یہ استفسار آپ ابن سبا یا شیخ بن زرارہ و ابو بصیر یا اُن بزرگواروں سے کریں جنہوں نے
جھوٹ بولنے کی تعلیم دی اور یہ نہ ہو سکے تو جو صاحب کسی غار میں صدیوں سے روپوش ہیں
انسے کریں کہ اور لوگ مرگئے مگر وہ تو زندہ ہیں۔

س۔ اس روایت کا اصلی ترجمہ تو یہ ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مرد [illegible]
سؤر کا گوشت کھائے اسپر سزا ہے اگر پھر ایسا کرے تو سزا دو اگر پھر کرے پھر سزا دو کیونکہ اسپر
کوئی حد شرعی نہیں یہ سزا حد لغوی ہے۔

ج۔ یہ ترجمہ آپ نے بالکل غلط لکھا روایت میں کوئی لفظ نہیں جسکے معنی آپنے سزا دینا
لکھے ہیں اور "یہ سزا حد لغوی ہے" پورا جملہ آپ کا بڑھایا ہوا ہے۔ کسی شیعہ کے جھوٹ بولنے
یا کسی فریبی کارروائی کے مرتکب ہونے پر تعجب نہیں ہو سکتا مگر آپ پر یہ تعجب ضرور ہے کہ آپ کو

خود کتب شیعہ پر عبور نہیں اور اپنے کو فاضل امرتسری لکھوانے کا بڑا شوق ہے۔ اے جناب اس روایت
مین تو ادب کی لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ لحم خنزیر مسلمانون کے مذہب مین حرام ہے اور امام
جعفر صادق کے زمانہ مین ہر طرف مسلمانون ہی کی حکومت تھی لہذا وہ ازراہ تقیہ فرماتے ہین کہ
حکام وقت کا ادب و لحاظ کیا جائے اور علانیہ سور کا گوشت نہ کھایا جائے جیسے آجکل بعض
مقامات مین ہندوؤن کی رعایت سے گائے علانیہ نہیں ذبح کی جاتی اسکا گوشت علانیہ نہیں
کھایا جاتا جواب الجواب لکھتے وقت براہ عنایت اپنے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب کی تاویل
علیہما رحمۃ اللہ والی روایت کے متعلق اور اپنے امام بزرگوار مولوی حامد حسین صاحب وغیرہ
کی تاویلات اور اپنے بزرگوار فخر الحکما ایڈیٹر صاحب اصلاح وایڈیٹران الشمس کی تاویلات
ضرور بالضرور دیکھ لیجیے گا اور اگر آپ کو انکی کتاب نہ میسر ہو تو اس خاکسار سے دریافت کر لیجیے گا۔
س چونکہ جامع الرموز کتاب الحدود مطبوعہ مطبع نول کشور صفحہ ۲۲۴ پر لکھا ہے والحد المنع
والحاجز بین الشیئین وتادیب المذنب کما فی القاموس یعنی حد کے
معنی رکاوٹ درمیان دو چیزون کے اور سزا دینا مجرم کو جیسا کہ قاموس مین ہے پس جب ان
چیزون کے کھانے پر ہمارے ہان سزا دینے کا حکم ہے تو ظاہر ہوا کہ انکا کھانا حرام ہے اور جب اشیا کا
کھانا فعل جرم ہے ظاہر ہے کہ وہ حرام ہین اس لیے یہی روایت ان اشیا کی حرمت پر دلیل واضح ہے
پھر آپنے کیسے جرات کر کے کہدیا کہ شیعون کے ہان انکا کھانا جائز ہے کبرت کلمۃ تخرج
من افواھھم۔
ج جامع الرموز سنیون کی کتاب ہے اسکا حوالہ اپنی روایت کا مطلب بیان کرنے کیلیے پیش کرنا
آپ کی خوبی فہم اور علم کی دلیل ہے پھر جامع الرموز کی عبارت سے آپ کا مطلب کیا ثابت ہوا آپکو
چاہیے تھا کہ لفظ ادب کے معنی لغت مین سزا دینے کے دکھلاتے اور پھر اسکے بعد یہ بھی ثابت
کرتے کہ امام جعفر صادق کا یہ کلمہ ازراہ تقیہ نہیں جب آپنے ان دونون باتون مین سے
ایک بات بھی ثابت نہ کی تو نہ اس روایت سے سزا دینے کا حکم نکلا نہ انکا کھانا جرم ثابت
ہوا نہ ان چیزون کی حرمت ظاہر ہوئی بلکہ حد کی نفی سے یہی روایت ان اشیا کی حلت پر دلیل
واضح ہوگئی پھر آپنے کیسے کہدیا کہ شیعون کے ہان انکا کھانا حرام ہے کبرت کلمۃ تخرج

من افواههم ان یقولون الا کذبا۔

س علاوہ برین آپ اسی کافی مین کتاب الاطعمہ کی پہلی حدیث بھی دیکھ سکتے ہین جسمین حضرت صادق علیہ السلام نے ان تینون چیزون کے حرام ہونیکے وجوہ بیان فرمائے ہین۔

ج حضرت مولنا صاحب کو کیا آپ کافی کی حدیث دیکھنے کیلئے کہتے ہین انھون نے تو آپکا پورا مذہب ایسا کھنگالا ہو کہ خود آپکے کسی مجتہد کو اپنی مذہبی روایات اسقدر یاد نہونگی جتنی ان کو یاد ہین۔ اب اس خاکسار سے جواب سنیئے بیشک کافی مین وہ روایت بھی موجود ہے جس کا حوالہ آپ دیتے ہین مگر یہ کچھ اس مسئلہ کی خصوصیت نہین کون ایسا مسئلہ ہے جسکے متعلق آپ کے امام صاحبان کے مختلف اقوال نہون شروع سے اخیر تک تمام ابواب حدیث و فقہ کے دیکھ جایئے ایک مسئلہ ایسا نہ ملیگا جسمین آپکے خانہ ساز ائمہ نے متناقض فتوے نہ دیئے ہون اس اختلاف سے علمائے شیعہ کی جان ضیق مین ہے آپکے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب اپنی کتاب اساس الاصول مین اسپر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہین اور کہتے ہین کہ اس بات کا پتہ چلانا کہ ان مختلف اقوال مین کون قول امام کا اصلی مذہب تھا اور کون بنظر تقیہ یا کسی اور وجہ سے اصلی نہ تھا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اساس الاصول کی یہ عبارت جس وقت مناظرہ امروہہ مین پیش ہوئی آپ کے صدر الافاضل مولوی سبط حسن صاحب کی حالت دیکھنے کے قابل تھی اپنے مناظر کو سراسیمہ دیکھکر فوراً سید ابن حیدر صاحب مہتمم منتظم مجلس مناظرہ عالیجناب میر انجمن کے سامنے کھڑے ہوگئے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ اب ختم کرو یجئے۔ خیر اب آپ بھی اس عبارت کی سیر کیجئے اور اپنے دماغ کو راحت پہونچایئے

اساس الاصول مطبوعہ مطبع زمانہ شاہی لکھنؤ ص‍ ۵۱ مین ہے ان الاحادیث المأثورة من الائمة مختلفة جدا لا یکاد یوجد حدیث الا وفی مقابلته ما ینافیه ولا یتفق خبر الا وبازائه ما یضاده حتی صار ذلک سببا لرجوع بعض الناقصین عن اعتقاد الحق کما صرح به شیخ الطائفة فی اوائل التهذیب والاستبصار ومنا شی هذه الاختلافات کثیرة جدا من التقیة والوضع واشتباه السامع والنسخ والتقیید وغیر هذه المذکورات من الامور کثیرة کما وقع التصریح

على اكثرها في الاخبار المأثورة عنهم واحتياز المناشي بعضها عن بعض في باب كل حديثين مختلفين بحيث يحصل العلم بتعيين المنشأ عسير جداً فوق الطاقة كما لا يخفى

ترجمہ حدیثیں جو ائمہ سے منقول ہیں بہت مختلف ہیں تقریباً کوئی حدیث ایسی نہیں جسکے مقابلہ میں اسکے خلاف حدیث موجود نہو کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی جسکی ضد دوسری روایت نہو یہانتک کہ یہ اختلاف بعض ناقص لوگون کے مذہب شیعہ سے پھر جانے کا سبب ہوگیا جیسا کہ تصریح کی اسکی شیخ الطائفہ نے کتاب تہذیب و استبصار کے شروع میں اور اسباب ان اختلافات کے بہت ہیں مثلاً تقیہ اور حدیثون کا موضوع ہونا اور سننے والے کو شبہہ پڑجانا اور منسوخ ہوجانا اور تخصیص و تقیید اور علاوہ اسکے بہت اسباب ہیں جیسا کہ ائمہ کی اکثر حدیثون میں ان اسباب کی تصریح ہو اور ان اسباب اختلاف کو ہر دو مختلف حدیثون میں اس طور پر امتیاز کرنا کہ کسی خاص سبب کے معین ہونے کا علم و یقین حاصل ہوجائے بہت دشوار بلکہ طاقت انسانی سے باہر ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

مگر ہم آپ کے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی کی اصول موضوعہ کو مانے لیتے ہین انکا اصول یہ ہے کہ دو مختلف حدیثون میں جو حدیث سنیون کے مذہب کے موافق ہو وہ تقیہ ہے دیکھو انکی کتاب استبصار جو شیعون کی اصول اربعہ میں داخل ہے لہذا ہم یہ کہتے ہین کہ حرمت لحم خنزیر کی روایت چونکہ اہل سنت کے مذہب کے موافق ہے وہ تقیہ ہو اور حلت لحم خنزیر کی روایت اماموں کا اصلی مذہب ہے۔ لحم خنزیر کی حلت شیعون کو مبارک ہے۔

پس اگر آپ نے محض اس بات سے ہی لحم خنزیر کی حلت کا فتویٰ دیا ہے کہ اسکے کھانے پر حد شرعی کوئی نہیں مقرر کیا آپ اپنی ہی کتابون سے دکھا سکتے ہین کہ آپ کے ہان ان چیزون کے کھانے پر کیا حد شرعی مقرر ہے۔

ش اس قدر بھی ہوئی باتیں نہ کیجئے معاذ اللہ مولنا صاحب نے لحم خنزیر کی حلت کا فتویٰ نہین دیا اگر فتوی دیا ہے تو آپ کے امام جعفر صادق نے یا زرارت ابن بیان نے جو مذہب شیعہ کے مصنف ہین۔ باقی رہا یہ کہ اہل سنت کے یہان بھی ان جرائم پر حد شرعی نہیں ہے تو اس سے آپ کو کچھ فائدہ نہین پہونچتا آپ اہل سنت کو بھی اپنے ساتھ حلت لحم خنزیر مین لپیٹنا چاہتے ہین یہ بیجا ہے کیونکہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک سزا کی دو قسمین ہین

حد اور تعزیر بعض جرائم پر حد آتی ہے بعض پر تعزیر اور ان جرائم کے متعلق کتب اہل سنت میں تصریح موجود ہے کہ حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر دی جاویگی چنانچہ آگے چلکر جو عبارت ہدایہ کی آپ نے نقل کی ہے خود آپ کی منقولہ عبارت کے آخر میں یہ لفظ موجود ہے کہ الا انہ ارتکب جریمۃ ولیس فیہا حد مقدر فیعزر اور اس عبارت کا ترجمہ خود آپ نے یہ لکھا ہے کہ "لیکن وہ شخص گنہگار ہوگا کیونکہ مرتکب جرم ہوا اور چونکہ اسمیں حد مقرر نہیں اس لیئے وہ تعزیر کیا جاویگا۔

اہل سنت کے یہاں بعض اوقات تعزیر حد سے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ حد اپنی مقرر مقدار سے نہیں بڑھ سکتی اور تعزیر میں قتل تک کا اختیار ہے۔ اہل سنت نے کہیں نہیں لکھا کہ جس فعل پر حد نہ ہو وہ فعل جائز و حلال ہوتا ہے بخلاف انکے علمائے شیعہ نے اسکی تصریح کی ہے کہ جس فعل پر حد نہو وہ جائز ہے چنانچہ اسی بنا پر انھوں نے اہل سنت کو نکاح محرمات کا مجوز قرار دیا حضرت مولنا عبدالحی صاحب لکھنوی نور اللہ مرقدہ کو اسپر ایک مستقل رسالہ لکھنا پڑا جس کا نام القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم ہے اور ایڈیٹر صاحب شیعہ نے ایک مرتبہ ایک خاص مضمون اسپر لکھا کہ اہل سنت کے یہاں ماں بہن کے ساتھ نکاح کے بعد خلوت جائز ہے اور اس جواز کو اسی دلیل سے ثابت کیا کہ اس فعل پر حد نہیں جاتی جناب مدیر النجم نے اسپر ایک مضمون لکھا جسکی سرخی تھی **خرافات ابن سبا اور شیاطین الاسلام** میں یہی جواب دیا کہ اہل سنت کے یہاں حد نہ ہونیسے جائز ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اور فقہائے اہل سنت کی تصریحات نقل کی ہیں جنمیں یہ تصریح بھی ہے کہ جسنے ماں بہن کے ساتھ نکاح کیا اس کو تعزیراً قتل کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔

لہذا اہل سنت کی کسی کتاب میں کسی فعل پر حد نہونا اس فعل کے جواز کی دلیل نہیں ہو سکتا البتہ کتب شیعہ میں کسی فعل پر حد نہونا اس فعل کے جائز و حلال ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انکے علما حد نہ ہونے کو جواز کی دلیل قرار دیچکے ہیں۔ کیوں فاضل صاحب آپ نے جو کہا تھا کہ آپ کی نظر خود اپنی مذہبی کتب پر بھی نہیں ہے یہ صحیح نکلا یا نہیں۔ اگر فاضل صاحب چاہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ میں مردہ و زندہ دونوں قسم کے بڑے بڑے مجتہدین کے اقوال کتب شیعہ سے نقل کردوں کا جنھوں نے حد نہونے کو دلیل جواز قرار دیا ہے۔

تقریباً بارہ سال ہوئے ہونگے کہ النجم مین اڈیٹر شیعہ کے اسی مضمون کے جواب مین حلت لحم خنزیر وغیرہ کا ثبوت کتب شیعہ سے دیا گیا اور وہ مضمون دو مرتبہ النجم مین چھپا آجتک کسی شیعہ سے جواب نہ ہو سکا۔

اب اسکے بعد جو عبارتین آپنے کتب اہل سنت سے بعض جرائم پر حد نہ ہونے کی نقل کی ہین وہ سب بیکار ہوگئین۔ کچھ عبارتین آپ نے بجائے حلت کے طہارت کے ثبوت مین نقل کی ہین یہ تو بحث ہی بدل گیا کیا آپ کے نزدیک حلت اور طہارت ایک چیز ہے یا طہارت حلت کو مستلزم ہے اور اگر مقصود آپ کا یہ ہے کہ مجتہدین اہل سنت کا اختلاف دکھلائین جیسا کہ اکثر شیعہ ناواقفون کی رہزنی کیلئے کہا کرتے ہین کہ سنیون کے ائمہ اربعہ مین بڑا اختلاف ہے اب کسکی بات پر عمل کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ائمہ مجتہدین مین اصولی اختلاف تو بالکل ہی نہین ہے صرف فروع یعنی فقہیات مین کچھ تھوڑا سا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی صرف دو وجہین ہین یا تو اُس مسئلہ مین شارع کی کوئی نص موجود نہین یا نص مجمل تک

سلہ فاضل صاحب نے طول دینے کیلئے اور عوام کو بہکانے کیلئے اہلسنت کی کتابون سے کچھ عبارتین نقل کی ہین اور ایک ہی کتاب کی متعدد عبارتین نقل کرکے ہر ایک پر جداگانہ نمبر ڈالکر تعداد بڑھائی ہے۔ **اول تو** جواب ان تمام عبارات کا ہماری تقریر سے ظاہر ہو چکا کہ اہلسنت کے یہان متعہ کے جواز کی دلیل نہین اور ان مین جو تعزیر بھی نہو تو البتہ کسی کو جواز کا وہم ہو سکتا ہے۔ **دوسری** بات یہ بھی بہت قابل لحاظ ہے کہ ہم شیعون کو انکے امام معصوم کی حدیث سے الزام دین اور شیعہ صاحبان ہمارے سامنے ہمارے معصوم یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے بجائے غیر معصوم یعنے ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال پیش کرین کیا عدل و انصاف اسی کا نام ہے اور کیا قانون مناظرہ اس کو جائز رکھتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ فاضل صاحب نے جو عبارتین نقل کی ہین انمین سے اکثر کا مطلب وہ نہین جو سمجھے مثلاً بعض صورتون مین حد نہ کا ثبوت نہو بلکہ سبب حد نہین آئی ان عبارتون مین صاف ظاہر ہو بعض عبارتون کا ترجمہ غلط ہے جیسا کہ مقصد اجمیع فاضل صاحب کے جواب الجواب کے رد مین انشاء اللہ تعالیٰ کرینگے پہلے سے اس لیئے تنبیہ کر دیا کہ ہم فاضل صاحب کی علمی قابلیت بھی دکھلانا ہے کہ باوجود اس تنبیہ کے بھی ہرگز وہ نہ کچھ سمجھینگے کہ ترجمہ انکا کہان غلط ہے اور کیا غلطی ہے اگرچہ اپنے قبلہ حائری صاحب سے بھی مدد لین ۔۔

ہو بھی نہیں اور ان دونوں صورتوں میں شارع نے مجتہدین کو اجتہاد کی اجازت دی ہے اور اس اجتہاد میں جو اختلاف پیدا ہو جائے اس کو پسند فرمایا ہے اور اپنی امت کے لئے رحمت قرار دیا ہے مگر شیعہ اپنی خبر لیں کہ ان کے ائمہ جن کو وہ عالم ماکان و مایکون اور مثل رسول ہر خطاء سے معصوم کہتے ہیں انہیں اختلاف کیوں ہے اور پھر ایسا اختلاف کہ ایک امام ایک ہی مسئلہ میں مختلف فتوے دیتا ہے ٥

اک سوال اور سیکڑوں انکے جواب مجھسے کچھ غرور نے کچھ دربان سے کچھ

شیعوں کے یہاں تو یہ اختلاف اسقدر ہے کہ شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی صاحب اساس الاصول میں لکھتے ہیں کہ اگر تو ہمارے اصحاب کے اختلاف کو دیکھے تو حنیفہ و شافعی و مالک کے اختلاف سے بدرجہا زائد پائے گا ۔ انشاء اللہ تعالی اساس الاصول کی اصل عبارت بلفظہ مع اور فوائد کے کسی آیندہ اشاعت میں ہدیۂ ناظرین کی جائیگی ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعالی ایک مستقل مضمون "اختلاف الشیعہ" پر لکھوں جس سے مذہب شیعہ کے اور بہت سے مخفی اسرار معلوم ہونگے۔

ضرب چہارم

اس ضرب میں بھی آپ کی عبارت بعنوان س اور اپنا جواب بعنوان ج لکھتا ہوں بغور ملاحظہ فرمائیے۔

س دوسرا امر قابل ذکر یہ ہے کہ سنا گیا ہے کہ آپ نے مجھپر افترا کیا کہ میں قرآن کے مثل دوسرا قرآن بنا سکتا ہوں۔

ج ابھی حضرت افترا وہ لوگ کرتے ہیں جن کے مذہب میں جھوٹ بولنا عبادت ہو افترا وہ لوگ کرتے ہیں جو افترا پردازی کو سنت انبیا کہتے ہیں اہل سنت کیوں افترا کرنے لگے انما یفتری الکذب الذین لا یومنون ۔ آپ کو شرم آنی چاہیے کہ آپ نے کس ترنگ میں ایک عالم اہل سنت کو مفتری کہہ دیا خود اپنی کتابوں سے آنکھ بند کرلی آپ کو معلوم نہیں کہ اہل سنت کی صداقت کا آفتاب اس قدر روشن ہے

کہ آپ کے اصحاب اللہ نے اللہ سے کہا کہ ہمین سخت تعجب ہوتا ہے یہ کیا بات ہے کہ سنیو ین امانت ہے صدق ہے وفا ہے اور شیعون مین نہ سچائی ہے نہ امانت نہ وفا یہ روایت اپنی اعلیٰ ترین معتبر کتاب اصول کافی کے صفحہ ۲۳۳ پر دیکھئے عن عبد اللہ بن ابی یعفور قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتولونکم ویتولون فلانا وفلانا لھم امانۃ وصدق و وفاء واقوام یتولونکم لیس لھم تلک الامانۃ ولا الوفاء ولا الصدق۔

خدا کی قدرت ہے آج انھین جھوٹون خائنون بے وفاؤن کی ذریات سچے اور امانت دار باوفا لوگون کے متبعین پر افترا پردازی کا لفظ بولین۔ خدا ہے تو ان سے منتقم ہو۔

شنیئے فاضل صاحب! یہ افترا نہین ہے بلکہ سچی بات ہے اور یہ مضمون آپ کی چھپی ہوئی کتاب مین لکھا ہوا موجود ہے۔ آپ نے اپنی کتاب الانصاف مین قرآن عظیم کی چند غلطیان نکال کر اپنی عربی دانی کا پردہ فاش کیا ہے اور اسکے بعد لکھا ہے کہ اگر ایسی اغلاط سے بھری ہوئی کتاب معجزہ ہو سکتی ہے تو پھر کیا ہے ایسی کتاب تو مین بھی لکھ سکتا ہون۔ آپ کی عبارت اس مضمون کو اس قدر صفائی سے بیان کر رہی ہے کہ کسی بے وقوف کو بھی اسمین شک نہین ہو سکتا اچھا اگر آپ مین کچھ بھی سچائی ہو تو آسان صورت فیصلہ کی یہ ہے کہ لاہور مین خواہ امرتسر مین کسی غیر مرتد کو خواہ وہ ہندو ہو یا سکھ یا کسی مذہب کا اور معتبر ہو کہ وہ مین مختلف المذہب لوگون کو حکم بنا کر دو سو مین سو روپیہ اسکے پاس جمع کر دیجئے اور ہماری طرف سے بھی اسی قدر روپیہ اسکے پاس جمع کر دیا جائے اسکے بعد تاریخ مقرر کر کے مجھے اطلاع دیجئے۔ حکم کے سامنے مین آپ کی کتاب پیش کر دون اور آپ اپنے کلام کی توجیہ وتاویل جس قدر کر سکتے ہون کرین پھر حکم کو اختیار دیا جائے کہ جس کے موافق فیصلہ کرے اس کو دونون طرف کی رقم حوالے کر دے یہ معاملہ لاہور مین انجمن معین الاسلام کی معرفت اور امرتسر مین جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کی معرفت کیجئے مگر آپ ایسا نہ کرینگے اور ہرگز نہ کرینگے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین۔

س اگرچہ فہمیدہ اہل سنت نے میرے پاس آکر بیان کیا کہ جس وقت آپنے الاعلام کی عبارت پڑھکر مجلس وعظ مین ثانی اور اسپر مذکورہ افترا لگایا تو انھون نے آپسےمین کہا کہ اس عبارت کا تو یہ مطلب نہین مولوی عبدالشکور صاحب جسے دعوی کرتے ہین لیکن آپ کو تو مغالطہ دہی مطلوب ہے۔

ج فاضل صاحب جھوٹ بولنا یقیناً آپ کے مذہب مین بڑی عبادت ہے لیکن اسکا ثواب آپ کو اگر ملے گا تو آخرت مین ملے گا جھوٹون کیلئے جو جنت اعلی ہے اسمین آپ بڑی عزت واکرام سے رکھے جائینگے ذُق انك انت العزیز الکریم لیکن دنیا مین جھوٹ بولنے کا نتیجہ سوا ذلت ورسوائی کے کچھ نہین ہے

دروغ ای برادر مگو زینہار | کہ کاذب بود خوار وبے اعتبار

اگر اس کا ثبوت آپ سے طلب کیا جائے کہ کن فہمیدہ اہل سنت آپ کے پاس گئے اور انھون نے آپ سے یہ منافقانہ جھوٹی بات کہی تو بلا شبہہ آپ بہت پریشان ہوجائینگے

س اور اچھا ہوا کہ آپ نے میری زندگی مین ہی یہ افترا کردیا اور یہ ثابت کردیا کہ جبکہ آپ زندہ مصنفین پر افترا کرنے سے نہین چوکتے تو مردہ مصنفین کی کتابون سے آپ کیا کچھ سلوک نہ کرتے ہونگے۔

ج المرء یقیس علی نفسہ یہ حال آپ کا اور آپ کے اسلاف کرام کا ہے آپ کی معتبر کتابون مین ایک انبار ان روایات کا ہے کہ مصنفین مذہب شیعہ کس طرح زندہ ائمہ کی زندگی مین اُن پر افترا کرکے جعلی حدیثین بناتے تھے اور عقائد رفض کو انکی طرف منسوب کرتے تھے اور ائمہ جب سنتے تھے تو ان پر لعنت بھیجتے تھے مگر وہ حضرات باز نہ آسکتے نہ تھے وہ بھی امام پر لعنت بھیجتے تھے اما جعفر ففی قلبی علیہ لعنۃ والا جملہ یاد کرلیجئے اور اگر آپ نے یہ روایات نہ دیکھی ہون تو انشاء اللہ مین انجم مین بحوالہ کتاب بقید صفحہ وسطر ددجن کی ورجن لکھدونگا۔

س اسکے متعلق مین صرف یہ عرض کرتا ہون کہ جس کا یہ اعتقاد ہو جو آپ نے بیان کیا اسپر خدا اور اسکے فرشتون کی لعنت ہو اور جو کسی پر افترا کرے اسپر بھی لعنت ہو۔

ج لعنت تو آپ کے یہاں بڑی عبادت ہے اسی وجہ سے جناب مولوی عبدالحکیم صاحب مصنف دلائل الخلافت نے اپنی کتاب میں آپ لوگوں کو ہر جگہ اہل لعنت کے لفظ سے یاد کیا ہے آپ کی کتاب کافی میں حضرت علی پر از راہ تقیہ لعنت کرنا جائز قرار دیا گیا ہے بس ختم ہو چکا۔

لطیفہ لکھنؤ میں بعہد شاہی علامہ حکیم سبحان علی خان رکن سلطنت کے یہاں کسی تقریب میں دعوت تھی مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اعظم شیعہ اور تمام رؤسائے شہر جمع تھے۔ حکیم موصوف کی زبان سے بسلسلۂ گفتگو یہ مضمون نکلا کہ ہمارے یہاں لعنت کا بڑا خرچ ہے ایک بیچارہ سنی بھی وہاں کسی طرح پہونچ گیا تھا اسنے سنتے ہی کہا کہ حضرت جیسی آمد ویسا خرچ۔

س ایسا دعوی وہ کر سکتا ہے جو یہ کہتا ہو کہ قرآن اس کی رائے کے مطابق اترتا تھا یا وہ جو کہتا تھا کہ میں کتابت قرآن میں عزیز حکیم کی جگہ علیم حکیم بنا دیا کرتا تھا اور اسی طرح قرآن لکھنے میں تحریفیں کرتا تھا اور جسے غالباً ایسے اقوال کے صلہ میں مصر کی گورنری مل گئی۔

ج۔ شیوۂ جعل و تقیہ ہفوات و کبوات انچہ شیعہ ہمہ دارند تو تنہا داری ...

آپ اپنے جواب الجواب میں ان روایات کو بحوالہ کتاب اور مع سند نقل کریں تو آپ دکھا دیجئے کہ نہ آپ کو عربی زبان کے سمجھنے کا سلیقہ ہے اور نہ آپ کو صحت و سقم روایا[ت] کا امتیاز ہے۔

س کیا آپ پبلک کو ان حضرات سے تعارف کرینگے ؟

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہو فیصلہ دل کا

منتظر جواب آپ کا عاشق زار مرزا احمد علی امرتسری موچی دروازہ لاہور۔

ج بیشک میں پبلک کو ان حضرات سے تعارف کرا دونگا جو اول درجہ کے جھوٹ [بولنے] والے جھوٹ کی تعلیم دینے والے لپنے کو مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہکر ختم نبوت کا [انکار] کرنے والے قرآن اور دین اسلام کی توہین کرنے میں سب سے فائق تھے ...

... بھی ...

متعہ و زنا و لواطت و شراب خواری کے رواج دینے میں سب سے سابق تھے - جن صاحب نے فرمایا تھا کہ واللہ تمھارے قرآن کا ایک حرف بھی مصحف فاطمہ میں نہیں اور وہ تمھارے قرآن سے تگنا ہو (دیکھو اصول کافی) بلکہ اُن بڑے صاحب سے بھی تعارف کرا دونگا جو ایک زندیق سے جنگ زرگری کرکے دین اسلام کے خلاف بہت کچھ زہر اُگل گئے یہ بھی کہہ ڈالا کہ قرآن میں تمام نبیوں کی خاصکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی توہین ہے یہ بھی فرمایا کہ یہ قرآن کفر کے ستونوں کا قائم کرنے والا ہے یہ بھی ارشاد کیا کہ آیات فی خبط بے ربط ہیں - (دیکھو کتاب احتجاج شیعہ) میں ان سب سے تعارف کرا دونگا

آپ مطمئن رہیں اور اس تعارف کرانیکے بعد یہ شعر عرض کیا جائیگا ؎

سمجھا ہی ہوا تھا کہ زلف دراز میں | تو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

منتظر جواب الجواب آپ کا متعقب کا مگار حافظ کلام کردگار
غلام حیدر کرار خاکسار مشتاق احمد لودہیانوی نزیل دفتر انجم لکھنو

ضروری التماس

(۱) انجم کی توسیع اشاعت کیطرف اپنی توجہ مبذول فرمائیں جو صاحب خریدار ہونا چاہیں وہ آپکے توسط سے چندہ بھیجیں۔

(۲) جن خریداروں کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے وہ فوراً اطلاع دیں۔

(۳) جن صاحبوں کے ذمہ چندہ باقی ہو اور جسقدر باقی ہو فوراً طلب فرمائیں اور مقتضائے ہمدردی و اعانت قومی ہے کہ از راہ مہربانی چندہ داخل فرمائیں لیکن یہ آپکی خوشی پر موقوف ہے ورنہ کچھ کوئی اصرار نہیں ہے۔

(۴) چندہ بھیجنے کے بعد فوراً ایک کارڈ کے ذریعہ سے رسید بھیجی کو اور امور مذکورہ کا جواب باصواب ارسال فرمائیں۔

(۵) اپنے مقامی اخبار میں بعض انجمن کے وہ خریدار ہوں انجمن کی خبر درج کرانیکی کوشش فرمائیں لاجرم عنداللہ

ناظم انجمن

علمیت کے چند انمول جواہر یا بادۂ عرفان کے چند قطرے

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
[illegible]	اسمین حضرت مولنا مدیر النجم مدظلہ نے حنفی فقہ کی مستند کتابوں سے تمام ضروری مسائل عام فہم اردو میں منتخب کر دیئے ہیں چند امور قابل قدر ہیں (۱) زبان صاف اور سلیس طرز بیان دلکش (۲) ہر مسئلہ کی خصوصاً اخلاقی مسائل کی بہت تحقیق کی گئی ہے محقق اور مفتی بہ اقوال لکھے گئے ہیں (۳) جہانتک ممکن ہو کوئی ضروری مسئلہ چھوٹنے نہیں پایا فقہ کی کسی دوسری کتاب میں اس کثرت سے مسائل یکجا نہ ملینگے (۴) مسائل کی ترتیب نفیس اور خوش آیند ہے (۵) موقع موقع سے احادیث بھی حاشیہ پر لکھی ہیں (۶) ہر جلد کے آخر میں ایک چہل حدیث اور چالیس اقوال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لکھے گئے ہیں یہ بھی ایک نایاب قطرہ ہے عرفان کے قطروں میں سے اس کتاب کو دیکھکر دینی مسائل سے ایسی طرح واقفیت ہو سکتی ہے۔	[illegible]
	چھ جلدیں اس کتاب کی تیار ہیں۔	[illegible]
[illegible] اسد الغابہ	اسمین ...۵ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات ہیں اردو میں کوئی کتاب ایسی نہ تھی جسمین تمام صحابہ کا تذکرہ ہو آٹھ جلدیں اس کتاب کی تیار ہیں سوائے آٹھویں جلد کے۔	فی جلد [illegible]
[illegible]	یہ رسالہ بھی عجیب وغریب اور قابل دید ہے۔	۱۲
[illegible]	یہ عربی کی قدیم اور مستند تاریخ ابتک اردو میں نہ تھی اسکے ترجمہ کا خیال بھی نہ آتا مگر بحمد اللہ کہ جلد اول ترجمہ موجود ہے جسمین ابتدائے آفرینش سے حضرت موسی علیہ السلام تک کے حالات ہیں۔	[illegible]
الفاروق	اس کتاب کی شہرت ایسی نہیں ہے کہ کچھ کہنے کی حاجت ہو دو جلدیں موجود ہیں	فی جلد [illegible]
[illegible]	یہ چہل حدیث حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کی ہوئی ہے ابتک چھپی ہی نہ تھی حضرت مولنا مدیر النجم نے ترجمہ کیا ہے۔	[illegible]
الفلسفہ	قدیم یونانی فلسفہ سے واقف ہونے کیلئے بکار آمد رسالہ	[illegible]

[illegible]	حضرت استاذ البریہ صاحب قوت قدسیہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نام سے کون مسلمان ناواقف ہے اپنے زمانہ میں عرب و عجم کے مرجع ماوی تھے اطراف عالم سے لوگ انکے پاس فتوے بھیجتے تھے پہلے زبان فارسی میں چھپا تھا اب ترجمہ اردو میں چھپا ہے	عہ
[illegible]	امت مرحومہ میں جس قدر اختلافات ہیں انکے وجوہ بیان کئے ہیں سیکڑوں کتابوں کے دیکھنے سے وہ نتائج حاصل نہ ہونگے جو اس کتاب کے مطالعہ پر موقوف ہیں۔	۱۲/
تقریر دلپذیر	قلیل و دلپذیر مقصد نام سے ظاہر محققانہ انداز حکیمانہ اسلوب	۸/
[illegible] الکتاب العزیز	سیرت قدسیہ نبویہ علیہ السلام صرف قرآن مجید سے ملخص کی گئی ہے نہایت عمدہ مضامین بیان کئے گئے ہیں	۴/
فتح مبین [illegible]	مناظرہ سیوان کی کیفیت	۳/
[illegible]	بمقام چکوال ضلع جہلم شیعہ سنی میں مناظرہ ہوا اہلسنت کو ایسی نمایاں فتح ملی کہ خدا کی قدرت کا کرشمہ چھ ہزار سے زائد مجمع نے دیکھا	[illegible]
[illegible]	اس مناظرہ کی کارروائی حسین بلا باقر بقول خود بشر سے بے نکلکر فرار ہو گئے مگر مجیب حق کا اقرار ہے تو یہ ہے۔	[illegible]
[illegible]	حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے مومن کامل ہونے پر پچیس دلائل ظاہرہ مولوی محمد علی صاحب از نسری شیعہ سے تازہ مناظرہ۔	۸/
[illegible]	حضرت مولانا اپنے مواعظ حسنہ میں جو مضامین عالیہ منجانب اللہ بیان فرماتے ہیں اور خصوصاً نماز و جماعت کے متعلق انکا نمونہ	۸/
بشارات [illegible]	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت توریت و انجیل صحف انبیاء سابقین سے صاف و صریح بشارتیں۔	۴/
[illegible]	تعزیہ داری کے متعلق بے نظیر تحفہ سوائے ہمارے اور کہیں نہ ملیگا	ا/
سیرت خیر البریہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت شریف سے لیکر اخیر عمر تک کے حالات	۳/
[illegible]	[illegible] مسئلہ [illegible] شیعوں کے قبلہ و کعبہ فخر الملک اڈیٹر اصلاح کی	۲/

المشتہر دفتر النجم لکھنؤ



زیرادارت

ناصر سنت سنیہ شکست احزاب بدعیہ کاشف مکائد اہل غوایت ہادی اہل
ہدایت حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب فاروقی

معتمد دفتر النجم نے عمدۃ المطابع لکھنؤ میں شائع کیا

فہرست مضامین

النجم کی خریداری کیلئے ضروری قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل مہینے مین ایک بار ہر ہجری مہینے کے آخر مین شائع ہو...

(۲) سالانہ چندہ عوام سے ۱؎ معاونین خاص سے ۲؎ اس سے زیادہ جو توفیق ہو۔

(۳) ایک سال سے کم کیلئے النجم جاری نہ ہوگا۔

النجم کا مقصد

علوم قرآنیہ کی اشاعت اور مخالفین کے اعتراضات کا مہذب و متین جواب دینا اور اپنے بھائیون کی دینی فلاح و بہبود پر نظر رکھنا اس کے ضمن مین تصحیح عقائد اور ترغیب اعمال اسلامیہ بہت ضروری ہین۔

خط و کتابت و ارسال زر کا پتہ

معتمد دفتر النجم لکھنؤ

النجم لکھنؤ

رسالہ

نمبر ۱۱	۸ جمادی الآخر سنہ ۱۳۳۰ھ **فہرست مضامین** ۲۵ مئی سنہ ۱۹۱۲ء		جلد ۴	



قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ میں دو بار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۵ و ۲۰ تاریخ کو انشاء اللہ شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خاص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۲۴ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورت اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	سے
شش ماہی	۶
سہ ماہی	عہ

ملک غیر سے صرف بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کر لیا جائیگا۔

(۴) چندہ ہر حال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اسوقت تک کے کل رسائل بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے اپنی خریداری قائم کرائیں چاہے صرف بقیہ دنوں کی قیمت موافق تشرح قیمت النجم کے بھیجدیں۔

(۷) جو صاحب دس مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کیلیے اپنے نام رسالہ جاری کرالیں چاہیں ۱۲ روپیہ قیمت کی کتابیں دفتر النجم سے لیلیں۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب [illegible] قیمت کی انعام میں دیجائیگی

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے۔ مسلمانوں کے عقائد و خیالات خصائل و عادات عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پاکیزہ مقاصد کے حصول کے لیے حسب ذیل عنوانات اختیار کیے گئے ہیں

(۱) زہد و رقائق جسکو دوسرے الفاظ میں مضامین تصوف کہہ دیا جائے اس ذیل میں انشاء اللہ تعالی بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح و حالات ہدیہ ناظرین ہونگے۔

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خاص مضمون ضروری مسائل سے متعلق ہو۔

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ میں کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبروں کا بھی ہوگا خبریں جہانتک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی

(۵) ہر سال جو کتاب انعام میں تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالی بیشتر و اکثر سلف صالحین میں سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی

نرخنامہ طبع اشتہار و مضامین خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	شش ماہی	سالانہ
نصف کالم	ے	[illegible]	للعہ	للعہ
ایک کالم	ـ	للعہ	عہ	للعہ
پورا صفحہ	لعہ	عہ	عہ	للعہ

اتفاقی اشتہار فی سطر کالم ۴؍ اجرت ضمیمہ علیحدہ بشرطیکہ قواعد ڈاکخانہ کے خلاف نہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

"النجم" لکھنؤ

۷- جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۰ھ

زہد ورقائق

(سلسلے کے لیے دیکھیے النجم نمبر - جلد -)

قربانِ ذوقِ مظہرِ دیوانہ ام کہ دوش
در زیرِ تیغِ یار عجب وجد وحال داشت

فدائے ہمتِ آن قاتلم کہ بعد از مرگ
بنعشِ من دو سہ زخمِ دگر مزید کند

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے
کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

نیست محبت کہ مرا بود بہ مظہر
کو مردہ و سوگند ہنوزم بسرِ اوست

مظہر ز ما بریدہ ودگر یاد ما نہ کرد ...
دیوانہ خوش نبود ز وضعِ گرفتہ ما

مظہر از شکستِ بند وبستِ جنون
زندہ باشی تو تا جہان باشد

زخمِ دلِ مظہر مبادا بہ شود ہشیار باش
لیکن براحت یادگارِ ناوکِ مژگانِ اوست

در جائے سنگ شیشہ توان بر سرش زدن
طفلان دماغِ مظہرِ دیوانہ نازک است

تمام کلام آپکا فارسی میں ہے- اردو میں کبھی کوئی شعر نہیں کہا- مگر وقتِ وفات چند احباب نے خواہش کی کہ حضرت ہم نے کوئی شعر آپکا نہیں سنا- تو اسی وقت اردو کا ایک شعر نظم فرمایا جو درج ذیل ہے-

لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر
در حقیقت میں گھر گیا مظہر

۱۱۹۵ھ میں شربتِ شہادت نوش فرمایا- مختصر کیفیت شہادت کی یہ ہے کہ اُس زمانہ میں بادشاہ دہلی کا وزیر ایک رافضی المذہب تھا- اُسکو چند وجوہ سے حضرت کے ساتھ عداوت پیدا ہوگئی- اُس نے خفیہ تدبیر حضرت کے قتل کی کی- ایک شخص کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت کو قتل کر ڈالے- چنانچہ وہ نماز تہجد کے وقت آپکی خدمت میں پہنچا اور یکایک طپنچہ سے گولی ماردی- گولی حضرت کے سینۂ مبارک میں قریب قلبِ اقدس کے لگی- آپ گر پڑے اور تڑپنے لگے

جب کچھ ہوش آیا تو قاتل سے فرمایا کہ بھاگ جاؤ ورنہ لوگ تجھ کو پکڑ لینگے۔

کئی روز زخمی رہے۔ بعد اسکے حیات ابدی حاصل ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلی من احبہ۔

آپ کی وفات کے بعد بادشاہ وقت نے خواب دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں اور اس جنگل کے ایک جانب سے کچھ گرد نمودار ہوئی۔ اُس گرد سے ایک سوار پیدا ہوا وہ سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا دربار شاہی کی طرف آ رہا ہے اور میرزا مظہر جان جاناں شہید رضی اللہ عنہ اسکی رکاب پکڑے ہوئے دوڑتے چلے آ رہے ہیں۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سوار حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

دربار کے قریب آکر حضرت حسینؓ نے پوچھا کہ مرزا۔ تمہارا قاتل کون ہے؟"

جناب مرزا صاحب نے وزیر کی طرف اشارہ فرمایا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک تیر وزیر کے مارا۔

یہ خواب دیکھکر بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً حکم دیا کہ وزیر کو بلاؤ۔ سپاہی وزیر کے مکان پر گئے معلوم ہوا کہ وزیر صاحب کے جگر میں درد اُٹھا ہے وہ نہیں سکتے۔ صبح ہوتے ہوتے وزیر صاحب راہی جہنم ہوگئے۔ سچ کہا گیا ہے۔

با درد کشان ہر کہ در اُفتاد بر اُفتاد

گوارا نہ تھا کہ حضرت مشائخ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا تذکرہ حضرت حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہید تک پہونچا کر حضرت والد مرحوم کا تذکرہ شروع کیا جائے مگر بیان ہوچکا دل نے چاہا کہ اس سلسلہ کے امام کا بھی تبرکاً کچھ تذکرہ کر دیا جائے۔ اگرچہ یہ ناچیز اس قابل نہیں کہ انکا تذکرہ کرے مگر محض بہ نیت تیمن و تبرک یہ جرأت کی جاتی ہے۔

تذکرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

وہ وقت تھا کہ امام ممدوح سے پہلے اہل ہند میں ہزارہا قسم کی بدعتیں رائج ہوگئی تھیں بلکہ شرک تک نوبت پہونچ چکی تھی۔ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ شریعت و طریقت میں بڑا بون بعید ہے اور دونوں میں ایک طرح کی ضد ہے یہانتک کہ شریعت کا خیال دل سے اُٹھا نہ دیا جائے تو طریقت جلوہ افروز نہیں ہوتا۔ شیطان نے اس قدر گمراہیاں پھیلا رکھی تھیں کہ بجائے اسکے کہ وصول الی اللہ جو مقصود اصلی تھا اور زمانہ بھر کے صوفی اس عالم بلا میں مبتلا تھے حضرت امام ممدوح کو حق سبحانہ تعالیٰ نے انہیں بدعتوں کے مٹانے اور شریعت مطہرہ کی ترویج کے لیے پیدا فرمایا

امام ممدوح نے طریقت کی صاف شاہراہ کو ان تمام خس و خاشاک سے پاک کیا اور شریعت و طریقت میں جو مغایرت لوگون نے سمجھ رکھی تھی اسکو دور فرما دیا۔ اسی مضمون کی طرف اشارہ کرکے امام ممدوح نے لکھا ہے کہ الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے دو مرادون کے مل جانے کا ذریعہ بنایا)

ولادت شریف آپ کی ۹۷۱ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰۳۴ھ میں۔

حفظ قرآن سے فارغ ہوکر علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ علوم ظاہری میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے زمانہ میں فرد اور ممتاز تھے۔ اسکے بعد نسبت باطن کی تحصیل کا شوق غالب ہوا۔ چشتیہ و قادریہ کے بزرگون کی خدمت میں رہے اور ان دونون خاندانون سے تلقین ارشاد کی اجازت کاملہ حاصل فرمائی۔ اسکے بعد مدتون علوم ظاہریہ کی تعلیم اور ان دونون خاندانون کے موافق اذکار و اشغال کی تلقین میں مصروف رہے۔ اس درمیان میں حضرت نقشبندیہ کے کچھ رسائل نظر اقدس سے گذرے۔ اور شوق ہوا کہ اس خاندان کے بزرگون سے ملین۔ بالآخر وہ شوق امام ممدوح کو حضرت خواجہ باقی باللہ کے حضور میں لے گیا جو خاندان نقشبندیہ کے اکابر میں سے تھے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند اور ان کے درمیان میں صرف چھ واسطے تھے۔ چند ماہ مین اس نسبت کا بھی کمال حاصل فرمایا۔

حضرت خواجہ باقی اللہ آپ کی ترقی استعداد پر خود متعجب ہوتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراد اور محبوب الٰہی ہیں۔ اسی سبب سے ان کی سیر اس قدر تیز ہے۔ اسی درمیان میں خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو ایک خط لکھا۔ اس خط کا ایک فقرہ ہے کہ "شیخ احمد نام مردے ست از سرہند کثیر العلم قوی العمل روزے چند فقیر با او نشست و برخاست کردہ بسیار عجائب از روزگار او مشاہدہ کردہ بآن می ماند کہ آفتابے شود کہ عالمیان ازان روشن گردند والحمد للہ تعالیٰ"

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کو جب ان کے پیر و مرشد نے ولایت سے ہندوستان آنے کا حکم دیا تو انھون نے استخارہ کیا استخارہ میں معلوم ہوا کہ ایک طوطا نہایت خوب صورت اور بہت شیرین کلام انکے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے اُسکی منقار اپنے دہن مبارک میں لے کر اپنا لعاب اسکے منہ میں دیا اور اُس طوطے نے حضرت کے دہان مبارک میں شکر ڈالی۔ حضرت خواجہ نے اپنا یہ خواب حضرت ولی مرشد کی خدمت میں عرض کیا۔ انھون نے فرمایا کہ اسکی تعبیر میرے ذہن میں یہ آتی ہے کہ ہندوستان کا کوئی شخص تمھارے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ شخص معارف

اور حقائق و اسرار کو بیان کرکے تمام عالم کو منور کردیگا اور تمکو بھی اُس سے فائدہ پہونچیگا۔ حضرت شیخ بہت دنون سے اُسکے منتظر ہین جلد جاؤ"۔

چنانچہ حضرت خواجہ ہندوستان تشریف لائے جب امام ممدوح انکی خدمت مین پہونچے تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ طوطی شکرین کلام تمہین ہو۔

حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ جب مین ہندوستان آیا اور مقام سرہند مین پہونچا تو مین نے دیکھا کہ اس مقام سے انوار کے شعلے اُٹھ رہے ہین اور لوگون نے ہزار ہا چراغ اس شعل سے روشن کیے ہین۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شعل کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یہ بھی مجھسے فرمایا گیا کہ یہ تخم سمرقند و بخارا کا ہے جو ہندوستان کی زمین پر بویا گیا۔

حضرت خواجہ یہ بھی فرماتے تھے کہ پیری مریدی کا سلسلہ جو مین نے قائم کیا تھا وہ محض انھین کیلیے تھا اب اس سلسلہ کی حاجت نہین رہی۔ حضرت امام ممدوح کی تکمیل کے بعد اپنے تمام مریدون کو بلکہ فرزندان خاص کو بھی حضرت خواجہ نے آپ ہی کے متعلق کردیا تھا۔

حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ احمد ایک آفتاب ہین جنکی روشنی مین ہزارون ستارے گم ہوگئے ہین۔ اس امت مرحومہ مین انکا مثل صرف دو تین شخصون کو مین جانتا ہون اگر اب آجکل تو کوئی انکا مثل نہین ہو اور مین اپنے آپکو انکا طفیلی خیال کرتا ہون۔

حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ احمد کے کلام معارف نظام اور مقبول ہین مدرس قابل ہین کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معارف کے ...

حضرت ممدوح اس عزت و شان سے حضرت خواجہ کی خدمت سے واپس ہوکر اپنے وطن پہونچے اور ہدایت و ارشاد کے لیے کمر ہمت چست باندھی۔ آپکے کمالات کا آوازہ دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک پہونچا اور قطب الاقطاب کا منصب آپکے سپرد ہوا۔ جسقدر اولیاء و اوتاد اُس زمانہ مین تھے سب آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ طالبان خدا کا اسقدر مجمع آپ کے یہان ہوا کہ زمین سرہند رشک فلک بن گئی۔ بڑے بڑے بزرگ جو اُس وقت مین تھے سب کو آپ کی بشارت سنائی گئی اور سب نے بالاتفاق آپ کا مجدد الف ہونا تسلیم کیا۔ ایک بزرگ نے ایک کتاب مسوم بہ شواہد التجدید تالیف فرمائی ہے جسمین آپکے مجدد الف ہونے کے دلائل لکھے ہین اور اس زمانہ کے اکابر نے جو جو کلمات آپ کی نسبت کہے ہین جمع کیے ہین۔ اہل علم و فضل مین کوئی شخص ایسا نہین معلوم ہوتا جو آپکے تجدید کا و منکر ہو۔ الا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ ابتدا مین آپکے مخالف تھے اور کوئی رسالہ بھی اُنھون نے آپکے خلاف تالیف فرمایا مگر بیان کیا جاتا ہے کہ بآخر

حضرت شیخ دہلوی نے اپنی تالیف سے رجوع فرمایا اور حضرت امام ممدوح کے علو مرتبت کے قائل ہوگئے (باقی آیندہ)

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتب
۱۰	تصرف نباتات میں	صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں پہلے منبر نہ تھا تو آپ خطبہ پڑھتے وقت ایک ستون سے جو چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے جب منبر بنا تو حضرت نے منبر پر بیٹھکر خطبہ پڑھنا شروع کیا یکایک وہ ستون چلا اٹھا۔ اور اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ یہ کیفیت دیکھکر حضرت منبر سے اُترے اور اُس ستون کو سینے سے لگا لیا۔ تو وہ ستون اس طرح ہچکیاں لے لے کر رونے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چپ کیا جاتا ہے ہچکیاں لے لے کر روتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسکا رونا موقوف ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ ستون ہمیشہ ذکر الٰہی سنا کرتا تھا اب جو اسے نہ سنا تو رونے لگا۔ ف۔ اس حدیث کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کثیرہ نے روایت کیا ہے اور ہر زمانے میں ایک جم غفیر اسکی روایت کرتا رہا۔ خود صحیح بخاری میں اسکی بہت سی سندیں منقول ہیں۔ حتی کہ علامہ تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ اور قاضی عیاض نے بھی شفا میں یوں ہی لکھا ہے۔ (۴) صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما ایک رات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے اندھیری رات تھی اور دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک لاٹھی تھی۔ پس ایک لاٹھی روشن ہو گئی۔ اسکی روشنی میں دونوں آدمی چلنے لگے یہاں تک کہ جب دونوں کا راستہ جدا ہو گیا تو دونوں کی لاٹھیاں روشن ہو گئیں۔ (۵) مسلم اور نسائی اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت پڑھی وما قدروا اللہ حق قدرہ یعنی کافروں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسا کہ حق اسکی قدر جاننے کا تھا۔ بعد اسکے

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتب
"	"	آپ نے فرمایا کہ جبار اپنی بڑائی بیان کرتا ہو کہ انا الجبار انا الجبار انا الکبیر المتعال یعنی جبار ہون مین جبار ہون مین بڑا ہون بہت بلندی والا - اس کلام کے سنتے ہی منبر تھر تھرانے لگا یہان تک کہ ہمکو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہین آپ منبر سے گر نہ پڑین -
۱۱	تصرف حیوانات مین	(۱) صحیح بخاری مین حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ ایک بار اہل مدینہ کو دشمن کا خوف ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہؓ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوے یہ گھوڑا نہایت سُست اور تنگ قدم تھا - جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے اس گھوڑے کو مین نے دریا پایا - اسکے بعد وہ گھوڑا ایسا تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اُس سے آگے نہ جا سکتا تھا - (۲) صحیحین مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین ایک سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میری سواری کا اونٹ ایسا تھکا تھا کہ چل نہ سکتا تھا - آپ نے مجھسے فرمایا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا - مین نے کہا تھک گیا ہو - آپ نے اُس اونٹ کو ہانکا اور اُس کے لیے دعا کی - پس اُسکا یہ حال ہو گیا کہ سب اونٹون کے آگے چلتا تھا - پھر آپ نے مجھسے دریافت کیا کہ تمہارے اونٹ کا کیا حال ہو؟ مین نے عرض کیا کہ اچھا حال ہو آپ کی برکت اُسے پہونچی ہو - آپ نے فرمایا چالیس درم کو میرے ہاتھ اُسے بیچتے ہو؟ مین نے بیچ ڈالا اور مدینہ تک اُسپر سوار ہونے کی اجازت لے لی جب آپ مدینہ پہونچے مین اونٹ کو لے کر حاضر خدمت ہوا آپ نے اُس اونٹ کی قیمت مجھے عنایت فرمائی اور اونٹ بھی مجھے پھیر دیا - (۳) شرح السنہ مین حُبیش بن خالد برادر اُم معبد سے روایت ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کیے ہوے مکہ سے مدینہ جا رہے تھے ابو بکر صدیقؓ آپ کے ساتھ تھے اور اُنکا آزاد غلام عامر بن فہیرہ راستہ بتانے کو ہمراہ تھا - آپ اُم معبد کے

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت بحوالہ کتب
〃	〃	خیمہ پر گزرے اور اُس سے گوشت اور چھوہارے خریدنا چاہا۔ اُسکے پاس نہ تھے اُن ایام میں وہاں قحط تھا۔ حضورؐ نے ام معبد کے خیمہ میں ایک بکری دیکھی۔ دریافت فرمایا یہ بکری کیسی ہے؟ ام معبد نے کہا کہ بسبب لاغری کے اور بکریوں کے ساتھ چرنے نہیں جا سکتی یہیں بندھی ہے۔ آپ نے پوچھا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُسنے کہا کہ یہ اس قابل ہی نہیں رہی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم اجازت دو تو ہم اسے دوہیں؟ اُس نے کہا کہ اگر آپ اسمیں دودھ دیکھیں تو دوہیں۔ حضورؐ نے دعا کی اور اُسکے تھن پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ کہی پھر اُس بکری کے باب میں دعا کی۔ اُس بکری نے دودھ دوہانے کے لیے پاؤں پھیلا دیے۔ اور اُسکے تھنوں میں دودھ بھر آیا۔ اور جگالی کرنے لگی۔ پھر آپ نے ایک اتنا بڑا برتن منگوایا جسمیں آٹھ نو آدمی سیر ہو جائیں اور اسمیں دودھ دوہا۔ وہ برتن بھر گیا۔ آپ نے پہلے ام معبد کو دیا اُس نے خوب سیر ہو کے پیا پھر اپنے ہمراہیوں کو آپ نے پلایا وہ بھی خوب چھک گئے۔ سب کے بعد آپنے پیا۔ بعد اسکے پھر آپ نے دوہ کر وہ برتن بھر دیا۔ اور ام معبد کو دیدیا۔ ام معبد مسلمان ہو گئی اور آپ نے وہاں سے کوچ کیا۔ (۴) امام احمد اور بزار نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں کچھ بکریاں تھیں اُنھوں نے آپ کو سجدہ کیا حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ کی تعظیم زیادہ ہو اب کہ ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں؟ آپنے فرمایا سوا خدا کے کسیکو سجدہ نہ کرنا چاہیے (۵) طبرانی اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگل میں تھے ایک ہرنی نے آپ کو پکارا "یا رسول اللہ آپ"

نمبر شمار	نام معجزہ	مختصر کیفیت معجزات
—	—	پھر کے دیکھا کہ ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے اور ایک اعرابی پڑا سوتا ہے۔ آپ نے اُس ہرنی سے پوچھا کیا کہتی ہے؟ اُس نے کہا کہ اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے اور میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے اس پہاڑ پر ہیں آپ مجھے چھوڑ دیں میں انھیں دودھ پلا کر آجاؤں گی۔ آپ نے فرمایا تو پھر پلٹ آئے گی؟ اُس نے کہا بیشک پلٹ آؤں گی۔ آپ نے اُسے کھول دیا۔ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کے پھر آگئی۔ آپ نے اُسے پھر باندھ دیا۔ اب اعرابی جاگا اور آنحضرت کو دیکھ کر اس نے عرض کیا کہ کیا مجھے آپ کو ارشاد فرمانا ہے جو آپ یہاں تشریف رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تو اس ہرنی کو چھوڑ دے۔ اس نے چھوڑ دیا۔ ہرنی وہاں سے چلی اور کہتی تھی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ۔ بیہقی اور ابن عدی نے سعد مولیٰ[1] ابی بکر اور اور اصحاب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ایک سفر میں ہم چار سو آدمی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک ایسی جگہ گزر ہوا جہاں پانی نہ تھا۔ سب لوگ گھبرا گئے اور حضرت رسالت میں اس بات کی اطلاع ہوئی۔ اتنے میں ایک چھوٹی سی سینگوں والی بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوہانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔ آپ نے اُس کا دودھ دوہا اور خوب سیر ہو کے پیا اور ہم سب لوگوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہوگئے پھر آپ نے رافع سے فرمایا کہ اسے رات بھر اپنے یہاں رکھو اور مجھے امید نہیں کہ یہ بکری تمھارے پاس رہے۔ رافع نے اُسے باندھ رکھا اور سو رہے۔ پھر جو رات کو اُٹھ کر دیکھا تو اس بکری کو نہ پایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ جو اسے لایا تھا وہی لے گیا یعنی خدا تعالیٰ

[1] سعد مولیٰ ابی بکر صحابی ہیں۔ جنھوں نے کہا ہے کہ فقط حسن بصری ہی نے ان سے روایت کی ہے۔ کذا فی تقریب التہذیب۔

جواب اعجاز داؤدی

میں ۲۸ - جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۲ھ کو لکھنؤ آیا - تو انجم میں ایک کتاب اعجاز داؤدی حال کی ڈالی ہوئی دیکھی جسکو معرکۃ الکرامہ کا جواب کہا گیا ہے

اصل بات تو یہ ہے کہ مطرقہ نے معرکۃ الامامہ کو اسقدر چکنا چور کر دیا ہے کہ جمیع ظہیر و نصیر بھی اسکی مکافات اور اصلاح نہیں ہو سکتی - جناب سجاد حسین صاحب اعجاز داؤدی کے مؤلف ہیں - خطاب تو ایسی ذات والاصفات سے جو کسی (ہمنام) حضرت خلیل علیہ السلام ہے - جسکے مقابلہ میں آتش نمرود مردود بیکار محض ثابت ہوئی اور مقابل کا کام ایک حقیر پشہ نے تمام کر دیا - اور پھر طرہ یہ ہے کہ میاں مٹھو بنکر خود ہی فیصلہ کر لیا کہ ہم جواب لاثانی - مقابل بننے کے قابل نہیں ہے

اب تک نہ ہوئے سخن سے آگاہ

لا حول و لا قوۃ الا باللہ

برسوں کے بعد آپ لوگوں نے بڑی جانکاہی کے بعد مطرقہ کا جواب لکھا اور ہماری تائید ایزدی کو دیکھیے کہ قلم برداشتہ در اصل جواب الجواب و ترکی بترکی دینے کو تیار ہیں

آپ نے جس قدر ساختہ مضامین لکھے ہیں پندرہ سن زن چپکلہ دینے کے قابل ہیں - فوارہ لعنت بنکر گندہ دہان سے نکلے ہیں - صدہا مرتبہ انکے معقول جوابات ہو چکے چونکہ طرز عبارت بدلا ہوا ہے اسلیے شاید کوئی سادہ لوح انکو جدید خیال کرے - ورنہ یہ وہی پرانی دقیانوسی قصو نما حکایات ہیں جنکی وقعت چڑیا چڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں ہے - دیکھنے کو تو یہ کتاب (اعجاز) شیطان کی آنت ہے مگر اصل پر جو غور کیا جاتا ہے تو معدودے چند باتیں ہیں جنکو ہم چٹکیوں پر اڑا سکتے ہیں -

قبل اسکے کہ ان باتوں کے جواب عرض کروں ایک امر گوشگزار کیے دیتا ہوں - ذرا کان پھٹ پھٹا کر سنیے

وھو ھذا

میری تقریر کو مذہب اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے - جو کچھ لکھا وہ کتب معتبرہ شیعہ کا اقتدا اور ائمہ شیعہ کی ایجاد بندہ اگرچہ گندہ ہے - نہ میں ان مزخرفات کا معتقد نہ انکو اپنے حضرات ائمہ اہلبیت کا مقولہ سمجھتا ہوں - نہ حضرات ائمہ شیعہ کو اپنا امام معصوم واجب الاطاعت جانتا ہوں جنکو شیعہ ائمہ کہتے ہیں وہ محض فرضی ائمہ ہیں جنکا مصداق کبھی پایا گیا ہے نہ پایا جائیگا - فتدبر کی سنم

آمدم بر سر مطلب

(۱) شروع بسم اللہ کے آپ نے سید کاظم علی صاحب

اور ستی بریلوی ڈپٹی انسپکٹر مدارس سیتاپور کا شیعہ سے مباحثہ
ہوا بیان کیا ہے۔ جسکا جواب یہ ہے کہ کوئی شیعہ ہو خارجی ہو
رافضی ہو کافر ہو۔ ہمکو کیا سروکار۔ رہا مباحثہ ہونا یہ کہنے
والو۔ بارہا النجم میں بڑے بڑے جگادریوں اور مجتہدین کے
پوتے اور اعوان و انصار کو ہل من مبارز کا جوش دلایا گیا۔
اور دم حسین کا واسطہ دیا گیا۔ مگر سب کو سانپ سونگھ گیا
اور مناظرہ و مباحثہ کا صرف نام سنکر کانپ اٹھے۔

اگر کچھ دم خم ہے تو آختہ گھوڑے کی طرح نہ ہنہناؤ
مقابلہ میں آؤ۔ گھر میں بیٹھکر دن کو رات آسمان کو زمین بنانا
سہل ہے۔ سو اجمیں دروغ بیفروغ کی قلعی اڑ جاتی ہے۔

(۲) ترتیب و جمع نقصان قرآن کا مکمل جواب
النجم میں ہوچکا ہے۔

(۳) ثبوت خلافت بلافصل امیر تو امر محال ہے
ہم نے بڑے شد و مد سے النجم میں حضرات ائمہ شیعہ کی
اخلاقی و دینی کمزوریاں ثابت کردی ہیں۔ اور آخر میں اعلان
دیدیا ہے کہ جو شخص معصوم زدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے
ثابت کرے تو میں شیعہ ہو جاؤنگا۔ بشرطیکہ جو مدعی او مباحث
ثابت نہ کرسکے تو وہ میرا ہم مذہب بنجائے۔ اگر میں خلاف
کرتا ہوں تو پھر، ورنہ مجھکو کاذب جاننے والے پر ہزار
در ہزار لعنت۔

ہم تو حسبنا اللہ لال جانیں کہ بشرط مذکور کوئی
امامت ائمہ شیعہ ثابت کردکھائے اور ہم خوشی سے
مناظرہ میں آ گئے۔

(۴) باب اول کا جواب۔ ضرور ہم محب اہلبیت
و متمسک عترت ہیں۔ تم لوگ کیا خاک ہوگے۔ تمہارے
مذہب میں تو یہی پتا نہیں کہ اہل بیت کون لوگ ہیں حضرت
امام حسن کو تمہیں نے زہر دیا اور حضرت سید الشہدا کربلا
کو خطوط میں "از جانب شیعان علی بنام امام حسین" لکھکر
بلایا اور خنجر جفا سے کام تمام کیا اور آخر کو وہ ناپسندیدہ
کیا اور زمرہ محب بسلسائی میں اپنا نام لکھایا اور حضرت جو بیمار
کو اس پر بٹھایا تھا اسیر الزام تھوپ دیا۔ قتل میں کے باعث
خود بنے اور حکام کو مجرم بنایا۔ یہ کس قدر اپنی وضع
حضرات ائمہ اطہار سے اس درجہ بیزار ہوئے کہ امام ثانی
حضرت حسن کی اولاد کو نسلاً بعد نسل درجۂ امامت سے خارج
بتلایا۔ اور حضرت امام حسین کی اولاد میں سے صرف نو
آدمیوں کو امامت کیلئے منتخب کیا۔ بقیہ باقیات صالحات
کو مردود بنایا۔ ہزارہا اولاد میں سے صرف تین چند کو
کو مانا اور باقی اسی ماں باپ کی اولاد کو مردود بنایا کس قسم
کی محبت و اطاعت ہے۔ اور اطاعت بھی کس انداز و شعور
کی کہ ہمکو ایسا امام بنایا جسکا مرتبہ تمام پیغمبروں سے یہانتک
(آنحضرت) سے افضل مانا اور انکی امامت یعنی رسالت سے
سے صرف بی بی اور خادمہ اور بیٹیوں کی شہادت کافی

واقعی بھی گئی۔ باقی شاہدین عادلین ایسے جنپر جنکی نسبت خدا کی
شہادت ہے یدخلون فی دین اللہ افواجا اور والذین معہ
دکا تو واقع ہوا اور اجماع صریح منقول تھی اور پیغمبری تصدیق
حدیث ثقلین موید تھی مگر کسی کی نہ سنی۔ امامت کیا تھی کھیل تھا
کہ چھوڑنا تھا۔ مرغا ایک ٹانگ کا۔ ثقل اکبر کو اپنے دعوے
کے خلاف پایا تو امام اول نے سرے سے اُسکو عنقا صفت
بنا دیا اور غائب کر دیا۔ یاد رکھیے قیامت کے دن جب فخر
رسل فریاد کرینگے یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجورا
(پارہ ۱۹) تو سب اہل محشر صاف صاف عرض کر دینگے کہ
کلا واللہ ان امیرہم غائب القرآن مستورا۔

العجب کل العجب۔ یہ جرأت و ہمت اور عناد و نفرت
کہ جسکو حضرت رسول ثقل اکبر فرمائیں اور ہدایت کیلیے
اُسکو چھوڑ جائیں۔ اُسکو جناب امیر نابود کر دیں اور مخلوق
کی گمراہی اور قیامت کی بازپرس کا مطلق خیال نہ فرمائیں
مخالفت رسول پر کمر ہمت چست باندھنا بیشک اعلیٰ علامت
امامت ہو سکتی ہے اور ثقل اصغر پکار پکار کر عرض کر رہے
ہیں کہ ثقل اکبر کو نابود نہ کیجیے ورنہ صحیح حدیث کی معیارت
نادر ہے پتہ نہ چلیگا کہ کون حدیث صحیح ہے اور کون غلط
دیکھو اصول کافی میں صاف منقول ہے کہ امام معصوم
سے کسی نے پوچھا کہ صحیح حدیث کی پہچان کیا ہے؟ آپ نے
جواب میں فرمایا ثقل اکبر میں پیش کر کے دیکھو ما وافق فخذوہ

وما خالف فدعوہ۔ یعنی جو موافق ہو اُسکو لو اور جو مخالف
(قرآن کے) ہو اُسکو چھوڑ دو فقط

اب جس صورت میں کہ ثقل اکبر عاداتہ تلف کر دیا گیا
تو اب صحیح حدیث پر عمل کرنے کی صورت بھی نادر ہو گئی اور
یہ جناب امیر کی بدولت ہوا۔ اب فرمائیے تنہا خود رائی بھی
کوئی چیز ہے۔ حدیث امام یعنی ثقل اصغر اور ثقل اکبر دونوں ہاتھ
سے گئے۔ اب ہدایت ہو تو کیونکر ہو۔ سوا ضلالت کے اب
باقی کیا رہا۔

جناب مؤلف صاحب خلیفہ بلا فصل شیعی کا یہ ادنیٰ علمی
نقشہ ہے۔ اگر پورا فوٹو لیا جائے تو ہر شخص کہہ اٹھیگا کہ

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

(۵) توضیح فقرہ اول ناکارہ۔

چونکہ غایت تذلل و انکسار سے بجائے ضمیر نفس
مخاطب شکر عبیت نے اپنی ذات رفیع الدرجات کو ناکارہ
سے جو کہ ذلیل ترین الفاظ ہے تعبیر فرمایا ہے لہذا اُنکے ناکارہ
ہونے پر مجھکو کوئی بحث جرح اور ناراضمندی ظاہر کرنیکا
نہیں ہے ہر شخص کسر نفسی سے اپنے لیے وہی صفت تجویز
کرتا ہے جو کہ ذلت و حقارت کا پہلو دبائے ہوئے ہو۔
ہر گاہ وہ تمام الفاظ بدرجہ اولیٰ ہیں اُنھوں نے بحکم (المرء
یقیس علی نفسہ) لفظ ناکارہ کو اپنی ذات مجمع صفات
سے منسوب فرمایا۔ لہذا ہمکو بہت شدید کی خوشی

نظر کرکے ہم بھی اس کا ہونا تسلیم کرتے ہیں ورنہ
وہ مذہب شیعہ کے قابل کا ہی نہیں۔ (اعجاز داؤدی)

الجواب

ہم تو سمجھے تھے کہ خاموشی کرینگے اختیار
پر نہ مانا سعت چھیڑا اُس بت عیار نے

مولف صاحب! آپ ایسے اگر ہزار دو ہزار آفتاب پر خاک ڈالیں تو بیکار ہے۔ آسمان کا تھوکا مُنہ پر آتا ہے جب آپ فخر اہل بیت شاہ عترت خاندان رسالت کو تبرّا سے یاد کرتے ہیں تو حضرت مولٰنا خلیل احمد صاحب بیچارے تو اُنکے غلام ہیں۔ صحیح تو جب ہو کہ جگر گوشۂ رسول حضرت زہرا بتول کی زبان فیض ترجمان سے جس سے بڑھی چڑھی صفت آپ کے خلیفۂ بلا فصل کی ذات خجستہ صفات میں پیدا کر دوں۔ سنیئے۔

حق الیقین میں لکھا ہے کہ حضرت سیدہ معصومہ نے جناب امیر کو بایں الفاظ یاد فرمایا ہے۔

"مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان
خانہ گریختہ"

حضرت مولف صاحب! ان الفاظ کے مقابلہ میں ہم بھی جھوں آپ سے یہ عرض کرینگے کہ حضرت سیدہ کی خوشدلی کو مدنظر کرکے ہم بھی آپ کے خلیفۂ بلا فصل کا ان صفات سے متصف ہونا تسلیم کرتے ہیں ورنہ مذہب اہل سنت

ہرگز قابل یا لائق نہ تھے

قولہ توضیح فقرۂ دوم

راکب سفینۂ اہلبیت لما متمسک بعترت ابرار

البتہ اگر مخاطب باتمیز اپنے اس دعوے اطاعت اہل بیت میں صحیح القول قرار پا گئے اور مذہب اہل سنت اُنکو از احکامات و افادات خاندان رسالت ثابت ہو گیا تو پھر ہم کو ان سے کوئی پرخاش نہ ہوگی اور ہم اُنکو مطیع احکام ائمہ سمجھکر ایسی ہی صاف دلی سے پیش آئیں گے کہ جیسے اپنے برادران ایمانی شیعیوں سے آتے اور برتاؤ رکھتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اُنکے کھانے اور دکھانے کے دانت میں بڑا فرق ہے بنظر عوام فریبی وہ خود کو ہی حضرت اہل سنت الفاظ سے دعوے اطاعت اہلبیت کرتے ہیں مگر حقیقتاً وعملاً خاندان نبوت سے بحدے بعد عظیم ہیں کہ جسکا ورک ڈاک گاڑی اور تاربرقی جیسے تیز رفتار آلات سے ناممکن ہے الخ (اعجاز داؤدی)

الجواب

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضرت فی الواقع مطیع اہل بیت کرام ہیں اور تم خوب بھی ہو۔ جب آپ لوگوں نے حضرت امام معصوم جناب حسن

کی ذات والا صفات میں پرخاش کو جائز رکھا تو ہم سے جن
حضرات اُن سے پرخاش رکھنا تو جائے تعجب نہیں۔ جلاء
العیون میں صاف لکھا ہے کہ مسود وجوہ المومنین کا ناپاک
خطاب آپ ہی لوگوں نے حضرت امام کو دیا تھا۔

آپ کی اصطلاح میں جیسے کذب کا نام تقیہ ہے
اور زنا کا نام متعہ۔ اسی طرح انحراف کا نام اتباع ہے جب
تو آپ اپنے کو متبع ثقلین کہتے ہیں۔ حالانکہ سابقاً معلوم ہو چکا
کہ جب ثقل اکبر آپ کے بڑے امام کے گھر تو قرآن ضائع ہو گیا
اور اس فعل کے طفیل میں احادیث شیعہ بھی ساقط الاعتبار
ہو گئیں۔ اور اہل بیت سے یہ جہالت کہ کوئی صاحب ثابت
نہیں کر سکتے کہ اہل بیت کون لوگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص
کی اتباع اُسکی معرفت پر موقوف ہے اور جب معرفت نہیں
تو اتباع کیسا۔

غرضکہ نہ ثقل اکبر پر آپکا ایمان ہے نہ اہل بیت کی معرفت
حاصل ہے۔ پس آپ لوگ تو کسی صورت سے ثقلین کی اطاعت
نہیں کر سکتے۔

بقول آپ کے جناب امیر لعن اللہ من تخلف جیش
اسامہ کے رئیس المصلحین ہوتے ہیں سچ جلاؤ کر جناب امیر
کیا نہ گئے۔ اور جب نہیں گئے تو عموم من تخلف میں شامل
رہے۔ وھو المقصود۔ وقت وفات میں بھی آپ ہی کے
ائمہ مورد عتاب بنے۔ کیونکہ اس وقت ایک تو حضرت عمر تھے

جنکے الفاظ یوں منقول ہیں قال عمر حسبنا کتاب اللہ
وہ تھے جو لازم و ملازم صحبت رہتے تھے اور وقت وفات
الانا رتیر شیخ فیہ اپنے اصلی عقیدے کو بخوبی ظاہر کیے۔
اور کہہ اُٹھے قالوا ہجر یعنی انھوں نے کہا کہ آنحضرت (معاذ اللہ)
بک رہے ہیں۔ جنکی بابت حضرت نے دوات طلب کی یہی شخص
وہ بھی تھے جو حضرت نے مرض الموت میں حضرت ام المومنین عائشہ
صدیقہ کے حجرہ میں رہنا پسند فرمایا۔ آپ جانتے تھے کہ اُنکے
یہاں رہنے میں بڑا طوفان بے تمیزی برپا ہوگا۔ اس
انتظام پر بھی وہ طوفان برپا کرنے سے باز نہ رہے۔ اور
خلافت کے دعویدار بنے۔ حالانکہ حیات نبوی میں صاف صاف
حکم خداوندی نازل ہو چکا تھا۔ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک
من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء الآیہ یعنی اے حضرت آپ
اعلان کریں کہ اللہ ہی ملک کا حقیقی مالک ہے جسکو چاہتا ہے ملک
دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے الخ یعنی ملک کسی
کی ملک اور کسی کا حق نہیں ہے یہ خدا کے اختیار میں ہے جسکو دینا
چاہتا ہے ویسے ہی اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ فعال لما یرید اس
پاک ذات نے اپنی صفت فرمائی ہے یعنی اپنے ارادوں میں وہ ثابت
پکا ہے۔ یہ نہیں کہ بقول آپکے کہ صاحب قوی و قدیر اپنے ارادہ
میں انسان ضعیف البنیان سے مغلوب ہو جائے۔ [illegible] آپکے
استحقاق خلافت نے اللہ تعالی کو بھی [illegible] نیچا دکھا دیا [illegible]
تھا [illegible] (باقی آیندہ بشرط صحت) راقم سید حسن عسکری [illegible]

شیعون کا رسالہ اصلاح

(رقمی قبول جناب مولوی عبدالسلام صاحب بابا کپوری)

یہ اصلاح وہی اصلاح ہے جسکا ختمی قرآن کریم کی اس آیت میں

وارد ہوا ہے و اذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون

یعنی جب منافقون سے کہا گیا کہ تم زمین میں فساد نہ کرو تو وہ جواب

دیتے ہیں کہ ہم تو محض اصلاح کرنیوالے ہیں۔

یہ رسالہ شیعون کے قبلہ و کعبہ فخر الحکما سید علی محمد صاحب

کے اہتمام سے کھجوہ ضلع سارن سے شائع ہوتا ہو گو یہ تقیہ

یعنی دروغگوئی جس مذہب میں اعلیٰ ترین عبادت ہو لہذا اس

رسالہ کا ایڈیٹر فخر الحکما صاحب نے اپنے ایک نوعمر لڑکے

علی حیدر کو ظاہر فرمایا ہے۔

یہ رسالہ چندہ برس سے نکل رہا ہے۔ بہت دنون تک

اہل سنت اسکے حملون کو صبر و سکوت سے جھیلتے رہے

مگر صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے جب وہ اپنی حد سے متجاوز

ہو جاتا ہے تو سپر بے غیرتی کا اطلاق ہونے لگتا ہے۔ بالکل یہی

حالت ہوئی۔ جب شیعون پر ہر طرف سے ملامت ہونے لگی

کہ رسالہ اصلاح میں ہر قسم کے حملے مذہب اہل سنت پر ہوتے ہیں

جنکا ان سلام کی بدگوئی و دشنام وہی ہے جس سے نعین ہوا کہ اکثر

ہر قسم کے بیجا اعتراضات و ریاکاریان بھی تمام ہیکے چلتے رہتے ہیں

تو بھی کچھ غیرت نہیں ہوتی۔ سنیون کی حمیت و غیرت کیا ہوگئی

انکا مذہبی احساس کیون زائل ہوگیا۔ وہ ان تمام حملون

کو بیباکی سے کیون پی رہے ہیں؟

تو یکایک غیرت میں جنبش ہوئی اور ۱۹۰۰ء میں

سات سالون کے اوپر قائم ہو گیا اور اسکی صورت یہ ہوئی

پانکہ سنیون کی طرف سے ایک موقت الشیعہ پیش کی

ہو انکے ذریعہ سے مذہب اسلام اور اسکے برگزیدہ قدیمین

کی حمایت کیجائے اور تمام افترا پردازیون اور دروغ بہتانون

کی قلعی کھولدیجائے۔ چنانچہ محرم ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء

النجم کی صورت مین ظاہر ہوا

ادبیر تاثی دما جرتے : ایم

اودے بے اوداہے ملے : ایم

النجم نے نہ صرف اصلاح بلکہ شیعون کے تمام موقت الشیعہ

پرچون یعنی النجم ہشت و اثنا عشری وغیرہ اور نہ صرف

موقت الشیعہ پرچون بلکہ شیعون کی ایہ نا ز کتب یعنی منتخب

و مطبوعات کو بھی خاک مین ملا کر برباد کردیا کہ یادداشت ہے

الریح فی یوم عاصف (شرح من ناکتہ کے جیسے آندھی کے

دن منتشر ہو چلے)۔ النجم نے انکے حق مین وہی کیا جو صیحۂ

جبرئیل نے قوم ثمود کے حق مین کیا تھا کہ فاصبحوا فی دارہم جاثمین

(یعنی اپنے گھرون مین گھٹنون کے بل اوندھے گرے

ہوئے رہ گئے)۔

النجم کی اشاعت کو ۲۸ سال ہوئے۔ اس مدت مین

اس نے مذہب شیعہ کے اصول و فروع کا باطل و مزخرف ہونا ایسا واضح کیا کہ روز روشن کی وضاحت بھی اسکے سامنے ماند پڑگئی۔ ایک جاہل سے جاہل، ایک کم فہم سے کم فہم بغیر کسی دقت اور دشواری کے النجم کے ذریعے مذہب شیعہ کے بطلان سے آگاہ ہو سکتا ہے اور برای العین دیکھ سکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ حق سے انحراف کرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔

اس آٹھ سال کی مدت میں النجم کے جواب دینے کیلیے کوئی ایسی امکانی کوشش نہ تھی جو شیعوں نے اُٹھا رکھی ہو بلکہ یہ کوشش بھی کی کہ کسی طرح النجم کو کسی سیاسی الزام کے تحت میں لاکر بند کرادیں۔ مگر الحمد للہ کہ سب کوششوں میں ناکامی ہوئی۔ ان ناکامیوں نے اُنکے حواسوں کو مختل کر دیا اور اُنکی عقلوں کو زائل کر دیا۔ اب شیعی اخبار و رسائل خاص کر اصلاح کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ جب النجم کے خطاب میں کوئی بات کہتا ہے تو وہ ایسی ہوتی ہے کہ کوئی شخص اُسکو سنکر نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات کسی صحیح الدماغ اور صاحب ہوش کے زبان یا قلم سے نکلی ہوگی۔ حق سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے حضرت قادر و قوی جل جلالہ نے یہ خاص خاصیت رکھی ہے کہ حق سے مقابلہ کرنیوالوں کی عقلیں زائل اور اُنکے حواس مختل ہو جاتے ہیں۔ اسی زوال عقل و اختلال حواس کو قرآن کریم میں مختلف عنوانات سے تعبیر فرمایا ہے کہیں فرمایا ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم الآیہ کہیں فرمایا کلا بل ران علی قلوبہم اور کہیں فرمایا ام علی قلوب اقفالہا وغیرہ وغیرہ۔ نمونہ کے طور پر اسوقت اصلاح کے تازہ نمبر کا ایک مقام ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

قبل اسکے کہ اصلاح کی عبارت نقل کیجائے ناظرین کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ ایڈیٹر صاحب اصلاح نے ایک مرتبہ مجھپر یہ بہتان باندھا تھا کہ میں نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ کتب اہل سنت میں (معاذ اللہ) تحریف قرآن کی روایتیں موجود ہیں۔ چنانچہ میں نے اس افترا پردازی کا ان سے مطالبہ کیا۔ پے درپے مطالبہ کے جب انکو کوئی صورت مفر کی نظر نہ آئی تو انھوں نے میرے مطالبہ کے جواب میں میری ایک عبارت نقل کی۔ میں نے اُن کے اس جواب کی حقیقت النجم نمبر ۳ مطبوعہ ۵ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ میں ظاہر کردی۔ میری اس تحریر کے جواب میں ایڈیٹر اصلاح اپنے تازہ پرچہ نمبرہ بابت جمادی الاول ۱۳۳۱ھ میں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔ وہو ہذا

عنایات اصلاح جلد ۱۵

النجم کی دلیری

اصلاح نے ... میں بعنوان کتاب علم و دانش سنہ ... میں بعنوان تفضیح الکاذب اسکی حقیقت دکھائی گئی تھی کہ ایڈیٹر النجم نے خود اقرار کیا

ہے۔ سنیوں کی کتابوں میں بھی تحریف قرآن کی روایتیں موجود ہیں یہ
دوسری بات ہے کہ سنیوں کا عمل ان روایات پر نہیں ہے۔
چونکہ ایڈیٹر النجم نے ایک پرچے میں نہیں بلکہ پے در پے پرچوں
میں ان سے دعوی کے اثبات کا مطالبہ کیا اور انکو بہت غیرت
دلائی گئی کہ وہ کیوں اس قدر خود مقید ہیں اور کیوں ایسے کذب صریح کو
اپنے لیے مایۂ افتخار سمجھتے ہیں" رسالہ مشہد
لعین مطالبات کے جواب میں اصلاح ۱۲ میں انکے مطالبات کو
بھی تاریخ وار دکھلائے گئے اور دوگی تصریحات بھی کرکے جگہ جگہ کا اقرار کیا
گیا ہے۔ اس تحریر کے جواب میں فرماتے ہیں۔
"ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایڈیٹر اصلاح نے آپ کے اس
مطالبہ اور اپنے دعوی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ چنانچہ نور الحسن صاحب کاتب
شیعہ (یعنی ... احمد صاحب) نے اصلاح کا پرچہ مجھے دیا کہ
اور مجھ سے خاص طور پر فرمائش کی کہ آپ کو وہ پرچہ دکھا کر اسکا جواب
حاصل کروں"۔
اس سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب النجم سے شیعہ اور سنی دونوں
نے جواب کا مطالبہ کیا اور خاص طور پر فرمائش کی گئی۔ مگر ان کے جواب
میں فرماتے ہیں۔
"اسوقت رسالۂ اصلاح کو دیکھا۔ بعد ان پریشانیوں کے
دور ہونے کے اب جو میں نے دیکھا تو رسالۂ اصلاح کا وہ نمبر ...
پاس آیا ہی نہیں"
مگر کیا وجہ تھی کہ اگر آپ کے دفتر میں بالفرض نہیں آیا تھا
تو دفتر اصلاح کو ایک کارڈ لکھ کر تحقیق کر لیا ہوتا۔ جیسا کہ ابھی دفتر اصلاح
... یہ علامت ان مقامات پر بنائی گئی ہے جہاں ... آکے بیجا غلط
یہ صورت مختلف ... اشکال کی ہے۔

سے مطالبہ النجم نمبر ... کے لیے دو کارڈ لکھے مگر جواب ندارد
جب اصلاح نے آپ کے ۲۵ مطالبات کو پیش کیا تب جاکر آپ نے
۶۸ بھیجے۔ اور اسوقت سے چپ سادھ رکھی ہے۔ اسی طرح اگر آپ کے ...
میں سکھے ہوتے تو ریشہ بہت بجا ہوتی۔
شکر خدا کہ ... میں جاکر آپ نے اقرار کیا۔ اصلاح ... جلد ...
بابت شوال ۱۳۴۸ھ میں کی۔ وہ کہ غور و فکر کے بعد بھی اس کی ...
دیا کہ جو مستوار گئی پرچوں میں ... کی تھی۔
مگر معلوم کرنا چاہیے اعتراض جبکہ ۱۱ شعبان کے پرچہ میں تھا
اور جواب اسکا ۱۰ شوال میں دیا گیا تو کیسے کہ ... کا غلط دروغ بے
ہے۔ کیونکہ یہ پکا اخبار ہفتہ وار تھا اور اصلاح غریب ماہوار ... کر
تھا کہ ۱۱ شعبان کا جواب رمضان کے پرچہ میں نکلے۔
بہرحال اصلاح ۱۲ میں عنوان کذب النجم آپ کے ... کذب
عظیم کا اثبات صفحہ ۴۲ لغایت ۵۰ میں لکھا گیا تھا۔ کذب اول کو تو
ہضم کر گئے جو روایت ابوالدرداء سے متعلق تھا جس میں ابوالدرداء نے
آرزو کیا تھا سوا نماز جماعت کے اور کوئی بات شریعت کی باقی نہیں رہی اور
حضرت انس نے دمشق میں کہا کہ نماز بھی اپنی حالت پر قائم نہیں رہی۔
ان دونوں روایتوں سے بھی بچے۔ وہ جب میں لکھا گیا تھا
جسکی تصریح ۱۲ میں آپ کے کذب اول میں دکھائی گئی ہے اسکو بالکل
ہضم کرگئے۔ کذب دوم جو متعلق بہ تحریف قرآن تھا اسکو نقل کرکے
آپ لکھتے ہیں:

جواب از مدیر النجم اصلاح کے اس جواب کو جو
اسکی تحریرات سابقہ کو دیکھکر قرآن شریف کی ... کی
یاد تازہ ہوجاتی ہے اور وہ واقعہ ...
ہوجاتا ہے قولہ تعالی۔ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا

القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون۔ ترجمہ کافروں نے
(یہ بھی) کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس (کی تلاوت)
کے وقت بیہودہ بکنا شروع کردو تاکہ تم غالب آجاؤ۔
بالکل یہی حالت اصلاح وغیرہ رسائل شیعہ کی ہے۔

غضب خدا کا خود ہی اس تحریر میں میرا یہ قول
نقل کرتے ہیں کہ "اول تو وہ روایتیں تحریف پر
دلالت نہیں کرتیں" اور باوجود اسے تسلیم کرنے کے
قرآن کے میری طرف روایات اہل سنت کے دال علی التحریف
ہونے کا قول منسوب کرتے ہیں۔ یہ بیہودہ گوئی اور
آنکھوں میں خاک جھونکنا نہیں تو اور کیا ہے؟ بھلا ایسے
خرافات کا کیا جواب دیا جائے۔ اور جواب دینے کی
ضرورت ہی کیا ہے۔ میرے خیال میں تو یہ تحریر خود ہی
اپنے کاتب کی بیہودہ گوئی پر شاہد عادل ہے۔

اسی بیہودہ گوئی کی وجہ سے ہم علمائے شیعہ
سے کہا گیا کہ آؤ بالمشافہ مناظرہ کرو۔ مگر چونکہ وہ جانتے
ہیں کہ بالمشافہ مناظرہ کرلینے میں ان کو بات آسمان کو
زمین کہنے کا موقع نہ ملے گا۔ اسلئے اس سے کوسوں
بھاگتے ہیں۔ اور طرح طرح کے بہانے نکالتے ہیں کبھی
عدم قابلیت مخاطب کا کبھی کچھ کبھی کچھ ع پیلجہ را
بہانہ بسیار۔

لہذا اول چاہتا ہے کہ شیعوں کے دماغ سے
غائبانہ تحریری مناظرہ کی ہوس ہی نکال دیجائے
چنانچہ بعونہ تعالیٰ اسی وقت

جمیع علمائے شیعہ کو اعلان

دیا جاتا ہے کہ اگر آپ لوگ اپنے مذہب کی حقیت کا ذرہ برابر
بھی ہمدرد رکھتے ہوں تو مستعد ہو جائیے اور سب متفق ہوکر اپنی
پوری قوت کے ساتھ النجم کے مقابلہ میں آئیے۔ اور ضرورت خدا کی

کا ذوق دیکھ لیجیے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی اضطرابیات ختم
ہوں اور آپ کو ثبوت حاصل ہوجائے کہ [illegible] دین حق غالب
آتا ہے۔ یہ بھی میری طرف سے آپکو اختیار ہے کہ آپ اپنے
مذہب کے مخصوصات میں جس مسئلہ کو سب سے زیادہ مضبوط
سمجھتے ہوں۔ اسی پر بحث کرلیجئے۔ مگر اس بحث کے
انطباع کے لیے آپ اپنے مذہب کے کسی رسالہ اصلاح
یا شیعہ یا اثنا عشری وغیرہ کو منتخب کیجیے۔ یہ بحث
ہمارے آپ کے منتخب کردہ رسالہ میں بھی چھپے اور
النجم میں بھی۔

دیکھیں۔ اب آپ لوگ کیا بہانہ نکالتے ہیں۔
اب تو آپ کو زمین آسمان کے قلابے ملانے کا بھی حق
حاصل ہے"

اس تحریر کی متانت و تہذیب تو قابل قدر ہے ہی۔ مگر یہ تو ارشاد ہو
کہ اسمیں اصلاح کے کس فقرہ کا جواب ہوا۔ جب یہ "بیہودہ گوئی ہے
اور آنکھوں میں خاک جھونکنا۔ ایسے خرافات کا کیا جواب دیا جائے"
تو پھر اس طرح کا مناظرہ ہی کیا ہوا۔

آپ کی اس تحریر کا خلاصہ صرف اسقدر ہے کہ تم بالمشافہ مناظرہ کرو
مگر جب آپ کی تحریر میں یہ تیزی ہے تو تقریر میں کیا حال ہوگا جبکہ [illegible]
[illegible] بھائی بند بھی آپ کے ساتھ ہونگے۔

اس لیے تو آج دس برس سے کہا جا رہا ہے کہ گورنمنٹ سے
حفظ امن کا بندوبست کرلیجیے پھر آئیے مناظرہ کیجئے۔ مگر آپ ہمیشہ
ٹالتے ہی رہے۔

لطف تو یہ ہے کہ اخبار بدر قادیانی جو تحریری مناظرہ سے
انکار کرتا ہے تو اسکو آپ اس طرح لکھتے ہیں۔
"لیکن تمام الجھن یہی کیا کہ ایڈیٹر صاحب بحث
کے لیے دو صفحے ایسا صفحے اپنے گرامی قدر اخبار میں
بڑھا دیں۔ ان صفحات مزیدہ کے کاغذ چھپائی

کے جمیع مصارف اس اخبار کے ذمہ ہوں گے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وقت مقررہ پر بھیجا جاوے گا ۔ سب اخبار کی قیمت کے دو مہینے کے

ہفتہ وار اخبار جو جاری رہیں گے اور دیا جائیگا

لیکن یہ شرط ضرور ہوگی کہ وہ جو میرے نام اس قدر

مضامین مزید میں چھپا ہوا ہو بھیجا کریں۔

جو مضمون اصلاح کے مقابلہ میں لکھا گیا ہو اسی کی پشت پر

یہ عبارت بمقابلہ ہر لکھی گئی ہو۔ مگر یہ بھی طلب ہے کہ جو شخص صرف زبانی

مناظرہ چاہتا ہے اور تحریری سے اس بہتر علاقہ کے مناظرین ہوں اس قسم

کی کوششیں بہت ہو چکی ہیں اب بھی گنجائش نہیں " اس سے تو آپ کا

یہ اصرار ہو کہ بے خرچ کے کر چاہیں۔ اور جو شخص آپ کی کتابت کو اس

طرز روش کی طرف لگانے کی اصلاح کے ۳۰ ستمبر ۳۵ کے صفحہ آٹھ کی نقل

کرے اس سے یہ فرمایش ہو " اگر آپ شاہ ذی مناظرہ کرو ۔" اسکے حل میں

عقل انسانی حیران ہے۔

عقل تو انجمن ہے۔ مگر اڈیٹر صاحب النجم کی قیاس پر غلطی اول کی یہ

قیاس یاد رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں

عن عائشۃ قالت قدمنا المدینۃ فنزلت مع عیالی ابی بکر و نزل

النبی رسول اللہ وھو یومئذ یبنی المسجد و بیاتنا حول المسجد فانزل فیہا اہلہ

و انزلنا بیتا فی منزل ابی بکر فقال ابو بکر یا رسول اللہ ما یمنعک ان تبنی باھلک

فقال رسول اللہ الصداق فاعطاہ ابو بکر اثنتی عشرۃ اوقیۃ ونشا فبعث رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الینا و بنی بی رسول اللہ فی بیتی ھذا الذی انا فیہ

حضرت عائشہ کہتی ہیں جب ہم لوگ مدینہ میں آئے تو اپنے باپ کے گھر اترے

حضرت مسجد بنوا رہے تھے ابوبکر نے کہا یا حضرت اپنی زوجہ (عائشہ)

کے ساتھ کیوں نہیں۔۔۔ حضرت نے فرمایا مہر کا روپیہ نہیں ہے ابوبکر نے

بارہ اوقیہ اور نصف اوقیہ دیا۔ حضرت نے ہمارے پاس بھیجا اور اسی

روز اسی گھر میں جس میں ہم ہیں ہمارے ساتھ ۔۔۔

فرق یہی تو اس قدر کہ وہاں رسول اللہ نے ابوبکر کی خاطر کی اور

اسکے بعد میں ابوبکر نے خلافت پائی تو ہزار بیت المال سے بنام قرض

لیا۔ اور بعد میں ان سب کا شیعوں پر بھی یہ کہ وہ بل تقاضا یکجا

الاصلاح تو اسی آرزو میں گھلا جاتا ہے کہ کوئی تحریر تو

اصلاح ۲۰ اگست کی اڈیٹر صاحب قابل التفات ہو گر جب شیعہ سنی

کی بحث ہو اسی سے یہی ہو اب سناتا ہے " قابل التفات نہیں ۔

اصلاح کے جس مضمون کا بیان دوالیا گیا ہے کہ ہم نے اسی کو تحریری

ہائیکورٹ میں پنڈت ملک پرشاد صاحب مولوی عین القضاۃ صاحب

کو بھیجے تھے۔ وہ قاعدہ یہ کہ ہم اس کا فیصلہ کریں کہ عبارات اڈیٹر صاحب

سے وجود روایات تحریف قرآن کتب اہل سنت میں ثابت ہوا ہیں

مگر جب ان مضمون کو ہی سناتا تو اب ہم کیا کریں۔ اگر آپ کو بالمقابل تحریری

کے مناظرہ زبانی کی خواہش ہو تو تقریر آ حاضر ہو تشریف لایئے۔ میں

خود ہی پولیس کو خود حفاظت کے لیے بلا لوں گا۔

کیا خوب لکھتے ہیں " اس تحریر میں میرا قول نقل کرتے ہیں کہ اہل

وہ روایتیں تحریف پر اس قدر دلالت نہیں کرتیں اور باوجود ایسے صاف

صریح قول کے میری طرف روایات اہل سنت کے دال علی التحریف

ہونے کا قول منسوب کرتے ہیں۔ یہ بیہودہ گوئی اور آنکھوں میں دھول

جھونکنا نہیں تو اور کیا ہے "

جس سے معلوم ہوا کہ آپ اسکا دعویٰ کر چکے ہیں اور اسکے

خلاف اگر آپ کے قول سے ثابت ہو تو وہ بیہودہ گوئی ہے۔ تو پھر چاہیے کہ

جو اپنا بیان لکھا ہے۔ اسکے خلاف روایات انکی جس سے نکلے وہ قابل

التفات نہ ہو بلکہ عالم ہو اسکے بیان سے متناقض سے زیر نظر ہو

بیہودگی بھی جانے۔

کیا یہ قول آپکا نہیں ہے " وہ روایتیں اگر ہزار بھی ہوں اور صحت کے

بھی اعلیٰ درجہ پر پہونچ جائیں اور بالفرض معاذ اللہ تحریف پر دلالت

بھی کریں مگر سلف سے آج تک جب کسی نے انپر عمل نہیں کیا تو وہ

کیا کام دے سکتی ہیں۔ ہمارا اعتراض تو شیعوں پر صرف روایات

کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اسکے موافق اعتقاد رکھنے کی بنا پر ہے۔

کیا یہ تحریر آپ کی نہیں ہے کیا اس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ

روایات تحریف کے آپ قائل ہیں۔ شیعوں میں اور آپ میں فرق

اسی قدر ہے کہ بقول آپ کے شیعوں کا عمل بھی ان روایات پر ہے

اڈیٹر صاحب نے تو اصلاح میں پنڈت جگت پرشاد و مسلم مولوی صاحب

مولوی عین القضاۃ صاحب کو لکھا تھا اور فیصلہ کریں گے منقول

الجواب

اب ناظرین دیکھیں کہ اصلاح کی عبارت منقولہ بالا مین اختلال حواس کے کس قدر آثار ہین - ان سب کا استقصا تو تطویل لاطائل ہی لہذا انکے تیرہ اماموں کے عدد کے موافق صرف تیرہ اختلال کے ذکر پر اکتفا کیجاتی ہی -

اختلال اول پرچہ اصلاح نہ پہونچنے کی بابت لکھتے ہین کہ آپ نے طلب کیون نہ کیا" کوئی ان سے پوچھے کہ مین نے کیا اس سے پہلے کبھی کوئی پرچہ ان سے طلب کیا ہی؟ سچ بات تو یہ ہی کہ انکا پرچہ اس قابل ہی نہین کہ اہل علم اسکو اس توجہ کے ساتھ دیکھین کہ اگر کوئی پرچہ نہ پہونچے تو اسکو طلب کرین - مجالس علمی مین آپ کے پرچہ کی جو قدر ہے وہ آپ خود ہی جانتے ہین - لا تبلغ ولا تشترى فى سوق العلم والعلماء -

اختلال دوم آپ نے میرے اعتراض کا جواب ماہ شوال کے پرچہ مین تو دیا - لیکن کیا ماہ شوال کا پرچہ آپ نے ماہ شوال مین شائع کر دیا تھا؟

اختلال سوم - آپ کے کذب اول کا جواب مین نے نہ اس وجہ سے ترک کر دیا تھا کہ اسکا جواب کچھ دشوار تھا - بلکہ محض اس وجہ سے کہ آپ کی تحریرات کا ناقابل التفات ہونا پے درپے دکھا دینے کے بعد آپکی ہر ہر بات کا جواب دینا میرے اوپر لازم نہین رہا - غیر اب

آپ کو اسپر بہت ناز ہی تو لیجئے وہ مختصر حرفون مین اسکا جواب عرض ہی - حضرت ابو الدرداء اور حضرت انس نے احکام شرعیہ کی پابندی ہونے کا جو افسوس کیا تھا وہ خلفای ثلثہ کے متعلق نہ تھا - حضرت ابو الدرداء کی وفات آخر عہد حضرت عثمانؓ مین نقل کر کے آپ یہ چاہتے ہین کہ انکے قول کو حضرت خلفای ثلثہ کے عہد پر منطبق کرین

اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت عثمان کا آخر عہد فتنے وفسادات کا زمانہ تھا اُس زمانہ فتنہ کے متعلق انکا یہ قول ہی اور اس زمانہ فتنہ کی خرابیان حضرت عثمان کی جانب منسوب نہین ہو سکتین - کیونکہ اُسوقت انکا کوئی اختیار اور تصرف باقی نہ تھا - بھلا حضرت انس اور حضرت ابو الدرداء کیونکر خلفای ثلثہ کی برائی بیان کرتے جبکہ ایک بڑا حصہ انکے فضائل کا ان دونون نے روایت کیا ہی - خلفای ثلثہ خصوصا حضرات شیخین کا عہد تو ایک ایسا عہد تھا کہ آپ جیسے حق پوش دشمنون کی زبان پر اسکی تعریف جاری ہی - چنانچہ شارحین نہج البلاغہ کے کلام سابقا منقول ہو چکے ہین - نیز یہ بھی آپ لوگون کے بیان سے تواتر ثابت ہی کہ قرن اول کے جمہور اہل اسلام شیخین کی حسن سیرت پر ایسے دلدادہ تھے کہ جناب امیر کی مجال نہ تھی کہ انکے سامنے شیخین کی برائی کا ایک حرف بھی زبان سے نکال سکین - پس اور سب باتون سے قطع نظر کر کے اگر

ایک بات پر غور کرکے آپ کو معلوم ہو سکتا تھا کہ کسی صحابی سے اس عہد کی برائی ہرگز منقول نہیں ہو سکتی۔ بفرض محال اگر اگر کسی روایت میں ہو تو بھی تو اس روایت کو معروض یا مأوّل ماننا لازم ہوگا۔

اختلال چہارم۔ آپ میری تحریر کی بابت لکھتے ہیں کہ اس میں اصلاح کے کس فقرہ کا جواب ہوا۔ آپ کی پوری عبارت کا جواب ہوگیا۔ آپ کی افترا پردازی ظاہر ہوگئی کہ آپ جس چیز کو میری طرف منسوب کرتے ہیں اسکا نقیض خود میرے ہی کلام میں آپ نقل کررہے ہیں۔

اختلال پنجم۔ حفظ امن کے بند و بست کا جو ذکر آپ نے بار بار نکالا۔ مگر آپ اتنا نہ سمجھے کہ گورنمنٹ خود حفظ امن کی ذمہ دار ہے۔ ہمارے آپ کے بند و بست کی ضرورت نہیں ہمارے یا آپ کے بند و بست کرنیکا مطلب ہے کہ ہم اس چیز کا خطرناک ہونا گورنمنٹ پر ظاہر کرکے اسکے امتناع کا حکم صادر کرالیں۔

اختلال ششم۔ لکھتے ہیں کہ ایڈیٹر نجم نے [illegible] بانی مناظرہ چاہا تھا" کیا سفید جھوٹ اور خالص کذب ہے اگر ایڈیٹر جیسا کسی دوسرے قادیانی نے کبھی مجھسے زبانی مناظرہ کی خواہش نہیں کی۔ بلکہ بات یہ تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ تحریری مناظرہ صرف انجم میں چھپے جو قادیانیوں کی نظر سے [illegible] ہو میں نے کہا کہ انجم و ..... دونوں میں چھپے

اختلال ہفتم۔ یہ بھی بالکل غلط ہے کہ میں نے [illegible] اصلاح کو اس مرتبہ بانی مناظرہ کے لیے لکھا تھا۔ میری تحریر مقصود اصلاح میں تو صاف ہے اور ذکر یہ کہ بانی مناظرہ سے تم لوگ بھاگتے ہو تو آؤ غائبانہ تحریری مناظرہ سہی۔ مگر یہ مناظرہ انجم و اصلاح دونوں میں چھپے میری عبارت کسی ذی ہوش کو دکھلا کر اس سے مطلب سمجھو خصوصاً میری عبارت کے یہ فقرات کہ " دل چاہتا ہے کہ شیعوں کے دماغ سے غائبانہ تحریری مناظرہ کی بھی ہوس نکالدی جاوے" اور " دیکھیں اب آپ لوگ کیا بہانہ نکالتے ہیں۔ اب تو آپ کو زمین آسمان کے قلابے ملانے کا بھی موقع حاصل ہے" ان فقرات کو دکھلا کر کسی سے پوچھیے کہ یہیں بالمشافہ مناظرہ کی دعوت دی گئی ہے یا غائبانہ تحریری مناظرہ کی!

یہ غائبانہ تحریری مناظرہ بھی چونکہ بالمشافہ مناظرہ سے کم نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس طریقہ خاص سے انجم کی تحریر شیعوں کے کانوں تک پہنچنے لگے گی۔ جو یقیناً بعض ان لوگوں کو جو کسی دھوکہ میں گرفتار ہیں راہ راست پر لے آئیگی لہذا اس مناظرہ سے بھی ایڈیٹر اصلاح نے گریز کی۔

اختلال ہشتم۔ حضرت ابو بکر صدیق کا تقدم جو صلح کے [illegible] جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ [illegible] کیا تعلق رکھتا ہے۔ ہاں اگر انھوں نے زبان سے کہدیا ہوتا [illegible] اسکو پورا کیا ہوتا۔ یا حضرت ابو بکر صدیق کا اس [illegible]

دنیا کو سب باور شریعت قبیح ہوتا تو کچھ مناسبت ہو سکتی تھی
مگر جبکہ کوئی بات نہیں ہے تو اس قصہ کا نقل کرنا اعلیٰ درجہ
کی بےحواسی ہے۔

آپ کی یہ بےجوڑ باتیں دیکھکر آپ کے امام اول
کی ایک حاضر جوابی کی کہانی یاد آ گئی۔ جو آپ کی معتبر و مستند
کتاب احتجاج مطبوعہ لندن کے صفحہ ۱۲۴ میں مذکور ہے جسکا
حاصل یہ ہے کہ ایک زندیق نے جناب امیر سے قرآن پر چند
اعتراضات کر کے جواب طلب کیا۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ
قرآن میں نبیوں کی برائیاں تو نام بنام مذکور ہیں اور منافقوں
کی برائیاں اشارات و کنایات میں ہیں۔ جناب امیر نے جواب
دیا کہ نبیوں کی برائیاں تو اس وجہ سے مذکور ہیں کہ ان برائیوں
کو دیکھکر لوگ انکو خدا نہ سمجھیں اور منافقوں کی برائیاں
کنایہ میں خدا نے ذکر نہیں کی تھیں خدا نے انکی برائیاں بھی
نام بنام نازل کی تھیں مگر جامعین قرآن نے تحریف کر ڈالی
فرق ہے تو اسی قدر کہ وہاں آپ کے امام اول اپنے
جواب کی کوئی سند نہ پیش کر سکے محض زبانی بےاصل اور
بے بنیاد دعوائے تحریف کر کے رہ گئے۔ اور آپ نے ایک
صحیح واقعہ قرۃ العینین سے نقل کر دیا۔ یہ دوسری بات ہے
کہ اس مقام پر اس واقعہ کا ذکر بےجوڑ ہو۔ میرے خیال
میں اسی اختلال حواس پر بھی آپ اپنے امام اول سے
اچھے ہیں۔

اختلال نہم۔ میری فیاضی اور حضرت صدیق اکبر کی
فیاضی میں جو فرق آپ نے بتایا ہے اس فرق کا حاصل یہ ہے
کہ میں (معاذ اللہ) مثل ابوبکر صدیق کا ہوں اور ایڈیٹر بدر
مثل رسول اللہ کے ہیں۔ (معاذ اللہ معاذ اللہ)۔

کیوں جناب! حضرت ابوبکر صدیق سے تو خیر آپ کو
عداوت ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اب
کھلم کھلا اظہار عداوت کرنے لگے کہ انکو ایڈیٹر بدر سے
تشبیہ دیکر انکی توہین کی۔ اگر اختلال حواس نے آپکے
قلم کو بے قابو نہ کر دیا ہوتا تو عداوت رسول کا کبھی اظہار نہ کرتے
اپنے اسلاف کرام کی طرح اسکو دل ہی میں رکھتے۔

اختلال دہم۔ لکھتے ہیں کہ اصلاح اسی آرزو میں
گھلا جاتا ہے کہ اصلاح والشمس کی کوئی تحریر تو جواب کے قابل اتفاق
ہوئے واقعی یہ بہت سچی بات ہے۔ اگر ایڈیٹر صاحب اصلاح کے
حواس میں اختلال نہ آ گیا ہوتا تو ایسی کمزوری اپنی ظاہر نہ کرتے
فی الحقیقت وہ اسی آرزو میں ہیں۔ اور رہیں گے اور یہ آرزو
انکی پوری نہ ہوگی۔ باطل چاہے جس قدر آراستہ کیا جائے
اہل حق کے قابل التفات نہیں ہو سکتا۔ چونکہ آراستہ بھی
کیا جائے تو آراستہ کرنے کا سلیقہ ہو۔ باطل کے آراستہ
کرنے کا سلیقہ بھی شیعوں کو نہیں آتا یہ سلیقہ فرقہ ضالہ منکرین
اہل اسلام میں اگر کسی کو آتا ہے تو وہ معتزلہ ہیں جنکا طلسم
اہل سنت نے پیچ مار دیا۔ اور جڑ انکو ڈالی۔

اختلال یازدہم - لکھتے ہیں کہ ان حکموں کو بھی نہ مانا: ایک تو یہ ماننے کے قابل نہیں ہو۔ غیر مسلم کا حکم ہونا مسلم کے لیے جائز نہیں۔ انکو اگر حکم بنایا تھا تو آپ کے مولوی عبدالحسین اور دیگر شیعیان لکھنؤ نے۔ باقی رہے اوّ حضرت ان کے حکم ماننے سے انکار نہیں۔ مگر یہ کوئی دقیق بات نہیں جس میں اُن کو حکم بنایا جائے۔ ایسے بدیہیات واضحہ میں اگر مسلم کے فیصلہ کی احتیاج ہونے لگے تو تو بڑی ہی دور ہے۔

اسی ذیل میں ایڈیٹر اصلاح نے یہ بھی لکھ ڈالا کہ: "اگر آپ کو یا کسی شیعہ کے مناظرۂ زبانی کی خواہش ہو تو فقیر خانہ حاضر ہے تشریف لائیے میں خود ہی پولیس کو خبر دیکر حفظ امن کے لیے بلا دونگا"۔ جناب ایڈیٹر صاحب اصلاح نہ معلوم اُس وقت کس حالت میں تھے۔ خیر مجھے اُنکی یہ دعوت منظور ہے تاریخ مقرر کریں۔ انشاء اللہ میں اُن کی مقررہ تاریخ پر حاضر ہو جاؤنگا۔

آج قریب ایک ماہ کے ہوا کہ ایک کارڈ بنام ایڈیٹر صاحب اصلاح بابت منظوری دعوت مناظرہ بھیجا جا چکا ہے جسکا اب تک انھوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیفیت دماغ سے زائل ہو گئی۔

جناب فخر الملک صاحب! کیا آپ کو وہ واقعہ یاد نہیں رہا کہ ایڈیٹر صاحب شیعہ نے مجھے مناظرہ کے لیے آپ ہی کے دولتکدہ پر طلب فرمایا تھا اور جس میں مستعد ہوا تو عذر کیا ہو رہے۔ پھر حسن اتفاق سے وہ لکھنؤ تشریف لائے اور مجھے اطلاع ہو گئی۔ میں نے آنکو بلا کر تمام مدارج طے کر لیے اور ہر طرح سے بخیال خود بحث ورز کر لی تھی۔ مگر پھر بھی وہ ٹال کر گئے۔ کیا آپ یہ سمجھتے تھے کہ میں ایڈیٹر انجم کو مناظرہ کی دعوت دونگا اور وہ میرے مکان پر آنا پسند نہ کریگا؟ یا آپ یہ سمجھتے تھے کہ میری تحریرات کی ملکارانہ روش ایڈیٹر انجم کو میرے ساتھ مخاطب ہونے سے باز رکھے گی۔ یا آپ یہ جانتے تھے کہ پولیس کو اطلاع کر دینے کی دھمکی سے ایڈیٹر انجم ڈر جائے گا؟

مہربان من! یہ کوئی بات نہ تھی۔ آپ سب کچھ سمجھتے تھے مگر وہی جو میں عرض کر چکا ہوں اختلال حواس کے باعث سے بہت ایسی باتیں آپ کے زبان و قلم سے نکل جاتی ہیں جنکا اس وقت آپ کو حس نہیں ہوتا۔

براہ عنایت اسقدر ضرور خیال رہے کہ پولیس کو یہ نہ لکھ بھیجیے گا کہ اندیشہ نقض امن کا ہے۔ یا یہ کہ یہ لوگ بہ نیت فساد میرے گھر پر آ گئے ہیں۔ ورنہ یاد رکھیے کہ آپ کی عاجزی اور زیادہ مشہور ہو جائے گی۔

اختلال دوازدہم - یہ کلیہ آپنے خوب پیدا کیا کہ مجرم کے بیان کے خلاف جو بات اسکی جرح سے ثابت ہو اُس پر التفات نہ کیا جائے۔ یہ کلیہ میرے کلام سے مستنبط

نہیں ہو سکتا۔ آپ کے استدلال جو اس کا تراشیدہ ہے۔ جو
وہ یہی ہے کہ مرتکب جرم ہونا یقینی یا بظن غالب ثابت ہو چکا
ہو۔ جب ایک بات بیقین یا بظن غالب ثابت ہو جاتی ہے
تو دوسری باتوں کو اُسپر محمول کیا جاتا ہے۔ اور اگر دونوں
متخالف باتیں ثبوت میں ایک درجہ رکھتی ہوں تو تناقض
کا حکم لگایا جاوے گا۔ دونوں باتوں میں سے ایک بات کو بھی
ثابت نہ کیا جاویگا۔ لہذا آپ پر لازم تھا کہ اوّلاً میرے کلام
کلام سے روایات تحریف کے وجود کا اعتراف ثابت کر دیتے
پھر اگر میرے کسی دوسرے کلام میں انکار بھی ہوتا تو آپ
کے لیے مضر ہوتا۔ مگر افسوس ہے کہ آپ نے کسی قوی دلیل
سے بھی میرا اعتراف ثابت نہ کیا جیسا کہ استدلال سیزدہم میں
واضح ہو گا۔

استدلال سیزدہم۔ جس امر کو آپ بدیہی کہتے
ہیں اُسکو کوئی عاقل فطری بھی نہ کہے گا۔ اب بتائیے آپکی
اس تحریر کو استدلال تو اس پر محمول نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے
میرے جس کلام سے آپ وجود روایات تحریف
کا اعتراف مستنبط کرتے ہیں اور اُسکو بدیہی کہتے ہیں وہ کلام
یہ ہے کہ "روایتیں اگر ہزار بھی ہوں" کیا آپ اتنا بھی نہیں
سمجھتے کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے۔ اور قضیہ شرطیہ کے مقدم کی فعلیت
تو بڑی چیز ہے اسکا امکان بھی حکما کی ایک جماعت عظیمہ
کے نزدیک ضروری نہیں ہے۔ اور یہی حق ہے۔

شاید آپ قضیہ شرطیہ اور اسکا مقدم اور فعلیت و
امکان کو نہ سمجھیں۔ لہذا اور واضح کرتا ہوں تاکہ
آپ سمجھ جائیں۔

سنیئے۔ جو مضمون بطور شرط و جزا کے بیان کیا
جاتا ہے اس میں شرط کا وجود ضروری نہیں۔ بلکہ بسا
اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شرط محال ہوتی ہے۔ اسکی مثالیں
ہزارہا کلام الٰہی میں موجود ہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ لئن اشرکت
لیحبطن عملک یعنی اے نبی اگر تم شرک کروگے تو تمہارے
عمل حبط ہو جائیں گے۔

اب فرمائیے۔ آپ تو کہہ دیجیے گا کہ اس آیت میں نبی
کے مشرک ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے معاذ اللہ۔ مگر اہل
عقل بھلا کہہ دینگے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ اور شرط کا وجود
کہیں محال بھی ہوتا ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے

اور مثالیں لیجیے۔ قولہ تعالیٰ۔ لئن اتبعت اھواءھم
من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظالمین یعنی اے
نبی اگر تم یہود و نصاریٰ کی خواہشوں کی پیروی کروگے بعد اسکے
کہ تمہارے پاس علم آ چکا تو یقیناً تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔
فرمائیے۔ کیا کہہ دیجیے گا کہ اس آیت میں اعتراف
کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ کے خواہشوں کے
پیرو تھے؟"

اور سنیئے۔ قولہ تعالیٰ۔ وان کنت فی شک مما انزلنا

الیک فاسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک - یعنی اے نبی اگر آپ کو اس چیز میں کچھ شک ہو جو ہمنے آپ کی طرف نازل کی ہے تو آپ اُن سے پوچھ لیجیے جو آپ سے پہلے کی کتاب پڑھتے ہیں -

کیوں صاحب ! آپ تو جلد ہی کہہ دیجیے گا کہ اس آیت میں اعتراف کیا گیا ہے کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نبی ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک تھا -

ذرا ہوش و حواس سے کام لیجیے - آج تک دنیا میں کسی نے جملہ شرطیہ کے قائل کی طرف شرط کے وجود کا اعتراف منسوب نہ کیا ہوگا -

قرآن شریف پر بھی کچھ موقوف نہیں ہر کلام میں اسکے نظائر بکثرت ملیں گے - خود کتب مناظرہ میں علمائے شیعہ نے اس قسم کے بہت سے جملہ شرطیہ استعمال کیے ہیں - مگر آج تک کسی نے اُنکا یہ مطلب سمجھا جو ایڈیٹر اصلاح نے سمجھا -

خدا کے لیے انصاف کرو اور ایڈیٹر اصلاح کی اس بےنظیر عقل و فہم کی داد دو -

ایڈیٹر اصلاح اپنے دل میں خوش ہونگے کہ میں نے کچھ نہ کچھ لکھ کر اپنے اوپر سے کذب و افترا کا الزام ہٹا دیا - مگر اہل نظر کے نزدیک اُنکی افترا پردازی زیادہ واضح ہوگئی - اب کسی منصف کو بھی اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ ایڈیٹر اصلاح نے یہ وہ دانستہ مجھ پر افترا کیا تھا کہ میں کتب اہل سنت میں تحریف قرآن کے وجود کا قائل ہوں - وہ یہ سمجھتے تھے کہ میری تحریرات نے اصلاح کو اس درجہ نا قابل التفات بنا دیا ہے کہ اب بالکل میری نظر سے نہیں گزرتا - مجھے بھی اس افترا پردازی کی بھی خبر نہ ہوگی - مگر خوش قسمتی سے اُنکی اس افترا پردازی کی اطلاع ہوگئی اور میں نے اُن سے مطالبہ کیا کہ میری وہ عبارت دکھاؤ جسمیں میں نے یہ اعتراف کیا ہے - بیچارہ عبارت کہاں سے پاتا - یہ جملہ شرطیہ نقل کر دیا کہ "روایتیں اگر ہزار بھی ہوں"

ایڈیٹر اصلاح کی یہ پہلی کارروائی نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے اس قسم کی صدہا کارروائیاں کر چکے ہیں اور النجم میں دکھائی جا چکی ہیں -

کیا شیعوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ایڈیٹر اصلاح کی ان ناقابل شرم حرکات کو محسوس کرے اور ایسی صاف و صریح بے شرمی کی باتوں سے جنکا اثر انکے مذہب پر پڑتا ہے ایڈیٹر اصلاح کو روکے -

اصل بات وہی ہے - جو میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ یہ لوگ خود اپنے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھتے ہیں - اسی واسطے ایسی ایسی کارروائیاں ان سے صادر ہوتی رہتی ہیں (نعوذ باللہ منہا) -

"ایڈیٹر"

طعمه وتنكسر ملوحته ومرارته وان لم يبلغ حداً يسلبه اسم الماء بالاطلاق لان النبيذ في اللغة هو ما ينبذ فيه الشيء والماء اذا طرح فيه تمر يسمى نبيذاً والذي يدل على هذا التاويل ما اخبرنا به الشيخ رحمه الله عن ابي القاسم جعفر بن محمد بن قولويه عن محمد بن يعقوب

تاکہ اسکا مزا درست ہو جائے اور شوریت اور تلخی اسکی دفع ہو جائے اگرچہ وہ
اس مقدار میں نہ ہوں کہ پانی کا نام اس سے دور ہو جائے کیونکہ نبیذ لغت میں
اس چیز کو کہتے ہیں جسمیں کوئی چیز ڈالیجائے پانی میں جب تھوڑے چھوہارے بھی
ڈالدیے جائیں تو اسکو نبیذ کہتے ہیں۔ اس تاویل کی تائید اس روایت سے بھی
ہوتی ہے جو ہمسے شیخ رحمہ اللہ نے ابو القاسم یعنی جعفر بن محمد بن قولویہ سے انھوں نے محمد بن یعقوب
سے انھوں نے حسین بن محمد سے انھوں نے معلی بن محمد سے اور ہمارے دوسرے چند
اصحاب سے انھوں نے سہل بن زیاد سے ان سب نے محمد بن علی ہمدانی سے انھوں نے علی بن عبد اللہ
حناط سے انھوں نے سماعہ بن مہران سے انھوں نے کلبی نسابہ سے روایت کرکے بیان کیا کہ انھوں نے
ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نبیذ کی بابت پوچھا امام نے فرمایا حلال ہے۔ کلبی نے کہا کہ ہم نبیذ بناتے
ہیں تو اسمیں روغن زیتون کی تلچھٹ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ امام نے فرمایا شہ شہ یہ تو بودار شراب
ہوگئی کلبی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ کس نبیذ کو حلال کہتے ہیں امام نے
فرمایا کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے پانی کے بدمزہ ہونے اور ناموافق
مزاج ہونیکی شکایت کی تو حضرت نے انکو حکم دیا کہ نبیذ بنالی جائے پس لوگ اپنے خادموں کو
حکم دیتے تھے کہ نبیذ بنا دیا کریں تو وہ لوگ یہ کرتے تھے کہ ایک مٹھی چھوہارے ایک
مشک میں ڈال دیتے تھے۔ اسی سے وہ پیتے تھے اسی سے طہارت کرتے تھے
میں نے پوچھا کہ مٹھی بھر چھوہارے گنتی میں کسقدر ہوتے تھے امام نے فرمایا جسقدر مٹھی
میں آگئے میں نے کہا ایک یا دو؟ امام نے فرمایا کبھی ایک کبھی دو۔ میں نے کہا

عن الحسين بن محمد عن معلى
بن محمد وعدة من اصحابنا
عن سهل بن زياد جميعا
عن محمد بن علي الهمداني
عن علي بن عبد الله الحناط
عن سماعة بن مهران عن
الكلبي النسابة انه سأل ابا
عبد الله عليه السلام عن
النبيذ فقال حلال انا ننبذه
فنطرح فيه العكر وما سوى
ذلك فقال شه شه تلك الخمرة
قال قلت جعلت فداك
فاي نبيذ تعني فقال
ان اهل المدينة شكوا الى
رسول الله صلى الله عليه وآله
تغير الماء وفساد طبائعهم
فامرهم ان ينبذوا فكان

الرجل يامر خادمه ان ينبذ له فيعمد الى كف من تمر فيقذف به في الشن فمنه شربه ومنه طهوره فقلت فكم كان عدد التمر
الذي في الكف فقال ما حمل الكف قلت واحدة او اثنتين فقال ربما كانت واحدة وربما كانت اثنتين فقلت وكم

كان يسع الطشت فقال ما بين الاربعين الى الثمانين الى فوق ذلك فقلت باي ارطال فقال ارطال مكيال العراق

باب استعمال فضل وضوء الحائض والجنب وسورهما - اخبرنا احمد بن عبدون عن علي بن محمد بن الزبير عن علي بن الحسن بن فضال عن ايوب بن نوح عن محمد بن ابي حمزة عن علي بن يقطين عن ابي الحسن عليه السلام في الرجل يتوضأ بفضل الحائض قال اذا كانت مأمونة فلا بأس وبهذا الاسناد عن علي بن الحسن عن عبد الرحمن بن ابي نجران عن صفوان بن يحيى عن عيص بن القسم قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن سؤر الحائض قال توضأ منه وتوضأ من سؤر الجنب اذا كانت مأمونة وتغسل يديها قبل ان تدخلهما الاناء وقد كان رسول الله صلى الله عليه وآله يغتسل هو وعائشة في اناء واحد ويغتسلان جميعا فاما ما رواه علي بن الحسن عن ايوب بن نوح عن صفوان بن يحيى عن منصور بن حازم عن عنبسة بن مصعب عن ابي عبد الله عليه السلام قال سؤر الحائض يشرب منه ولا توضأ منه

شت میں پانی کس قدر آتا تھا؟ امام نے فرمایا چالیس اور اسی (رطل) کے درمیان میں کبھی اس سے کچھ زیادہ۔ میں نے پوچھا کس رطل کے حساب سے؟ امام نے فرمایا رطل عراقی کے حساب سے۔

باب۔ حائض اور جنب کے استعمال سے بچے ہوئے اور ان کے جھوٹے پانی کے استعمال کا بیان۔

مجھے احمد بن عبدون نے علی بن محمد بن زبیر سے انھوں نے علی بن حسن بن فضال سے انھوں نے ایوب بن نوح سے انھوں نے محمد بن ابی حمزہ سے انھوں نے علی بن یقطین سے انھوں نے ابوالحسن علیہ السلام سے اس شخص کا مسئلہ پوچھا جو حائض کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ امام نے فرمایا اگر وہ حائضہ قابل اطمینان ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اور اسی سند کے ساتھ علی بن حسن سے انھوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انھوں نے صفوان بن یحیی سے انھوں نے عیص بن قاسم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے حائضہ عورت کے جھوٹے کی بابت پوچھا تو امام نے فرمایا اس سے وضو کرو اور جنب کے جھوٹے سے بھی وضو کرو بشرطیکہ وہ عورت قابل اطمینان ہو اور اپنے ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے دھو ڈالتی ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور عائشہ ایک برتن سے ساتھ ہی غسل کرتے تھے۔

مگر وہ روایت جو علی بن حسن نے ایوب بن نوح سے انھوں نے صفوان بن یحیی سے انھوں نے منصور بن حازم سے انھوں نے عنبسہ بن مصعب سے انھوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حائض کا جھوٹا پیا جا سکتا ہے مگر اس سے وضو نہیں کیا جاسکتا

عن معاوية بن حكيم عن عبد الله بن المغيرة عن الحسن بن ابي العلاء عن ابي عبد الله عليه السلام في الحائض يشرب من
ولا تتوضأ منه عن علي بن اسباط عن عمه يعقوب بن سالم الاحمر عن ابي بصير عن ابي عبد الله عليه السلام قال سألته

نیز علی بن حسین سے مروی ہے اُنھوں نے معاویہ بن حکیم سے اُنھوں نے عبد اللہ بن مغیرہ
سے اُنھوں نے حسن بن ابی العلاء سے اُنھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے حائضہ کی
بابت روایت کی ہے کہ اُسکا جھوٹا پانی پیا جاسکتا ہے مگر اس سے وضو نہیں کیا جاسکتا
نیز علی بن حسین سے مروی ہے وہ علی بن اسباط سے وہ اپنے چچا یعقوب بن سالم
احمر سے وہ ابو بصیر سے وہ ابو عبد اللہ علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے
اُن سے پوچھا کہ کیا حائضہ کے وضو سے بچے ہوے پانی سے وضو کیا جاسکتا ہے
امام نے فرمایا نہیں۔ پس مطلب ان حدیثوں کا وہی ہے جو گذشتہ روایات میں بیان
ہوا وہ یہ کہ جب عورت محتاط نہو تو اُسکے جھوٹے سے وضو جائز نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک
قسم کا استحباب مراد ہو۔ اسکی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو مجھے احمد بن عبدون نے
علی بن محمد بن زبیر سے اُنھوں نے علی بن حسن بن فضال سے اُنھوں نے عباس بن
عامر سے اُنھوں نے حجاج خشاب سے اُنھوں نے ابو ہلال سے روایت کرکے خبر دی
کہ وہ کہتے تھے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ حائضہ عورت کے جھوٹے پانی کو پی
سکتے ہو مگر اس سے وضو کرنا مجھے پسند نہیں۔

عن توضأ من فضل وضوء
الحائض قال لا فاما يجري
هذه الاخبار بالنصوص ...
الا وانه وجهها ... الحكم
مامونة فاما لا يجوز التوضي
بسؤرها ويجوز ان يكون المراد
بها ضرب من الاستحباب
والذي يدل على ذلك
ما اخبرني به احمد بن عبدون
عن علي بن محمد بن الزبير
عن علي بن الحسن بن فضال
عن العباس بن عامر عن حجاج
الخشاب عن ابي هلال قال
قال ابو عبد الله عليه السلام
المرأة الطامث اشرب
من فضل شرابها ولا احب
ان اتوضأ منه

باب - کافروں کے جھوٹے پانی کا استعمال کرنا

مجھے شیخ رحمہ اللہ نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھے جعفر بن محمد بن قولویہ محمد بن یعقوب کلینی سے
اُنھوں نے علی بن ابراہیم سے اُنھوں نے اپنے والد سے اُنھوں نے عبد اللہ بن مغیرہ سے
اُنھوں نے سعید اعرج سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے ابو عبد اللہ سے یہودی اور نصرانی کے جھوٹے کی

باب استعمال اسآر الكفار اخبرني الشيخ رحمه الله قال اخبرني جعفر بن محمد بن قولويه عن محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم
عن ابيه عن عبد الله بن المغيرة عن سعيد الاعرج قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن سؤر اليهودي والنصراني

فقال لنا وبهذا الاسناد عن محمد بن يعقوب عن احمد بن ادريس عن محمد بن احمد بن يحيى عن ايوب بن نوح عن الوشاء عمن ذكره
عن ابي عبد الله عليه السلام انه كره سؤر ولد الزنا واليهودي والنصراني والمشرك وكل من خالف الاسلام وكان اشد ذلك
عنده سؤر الناصب فاما
ما رواه سعد بن عبد الله عن
احمد بن الحسن بن علي بن فضال
عن عمرو بن سعيد المدائني
عن مصدق بن صدقة عن
عمار بن موسى الساباطي عن ابي
عبد الله عليه السلام قال
سألته عن الرجل هل يتوضأ
من كوز او اناء غيره اذا شرب
على انه يهودي فقال نعم فقلت
من ذلك الماء الذي يشرب
قال نعم فالوجه في هذا الخبر ان
نحمله على من يظن انه كان يهوديا ولم
يعرف على التحقيق فانه لا يحكم
بالنجاسة الا مع العلم بها ولا
يعمل فيه على غلبة الظن او
يحمل على انه كان يهوديا

یات پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ (پاک) نہیں۔ اور اسی سند کے ساتھ محمد بن یعقوب سے مروی ہے
وہ احمد بن ادریس سے وہ محمد بن احمد بن یحیی سے وہ ایوب بن نوح سے وہ وشاء سے
وہ ایک اور شخص سے جنھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے
ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور مشرک اور تمام مخالفین اسلام کے جھوٹے کو مکروہ فرمایا
اور ناصبی کا انکے نزدیک سب سے زیادہ سخت تھا۔ مگر جو حدیث سعد بن عبد اللہ نے احمد بن حسن بن
علی بن فضال سے انھوں نے عمرو بن سعید مدائنی سے انھوں نے مصدق بن صدقہ سے
انھوں نے عمار بن موسی ساباطی سے انھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے ساباطی کہتے
ہیں کہ میں نے امام ممدوح سے پوچھا کہ کوئی شخص دوسرے کے برتن سے وضو کرے بعد اسکے کہ اس
دوسرے نے اسکو پیا ہو اور وہ یہودی ہو امام نے فرمایا ہاں (جائز ہے) میں نے کہا اسی پانی سے جسکو یہودی
نے پیا؟ امام نے فرمایا ہاں۔ پس تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ ہم اسکو اس صورت پر محمول کریں جبکہ
اس شخص کے یہودی ہونیکا یقین نہ ہو بلکہ گمان ہی گمان ہو کیونکہ نجاست کا حکم بغیر علم کے بالکل
یقین کے ساتھ معلوم ہو نہیں لگایا جاسکتا اور غالب گمان پر اس بارہ میں عمل نہیں کیا جا سکتا
یا یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے یہودی تھا بعد اسکے مسلمان ہو گیا ایسی حالت میں اُسکے جھوٹے کا
استعمال کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ نجاست اُسکی زائل ہو چکی۔

باب - اُس پانی کا حکم جس میں کتے نے منہ ڈالا ہو

مجھ سے شیخ رحمہ اللہ نے احمد بن محمد سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حسین بن حسن بن ابان
انھوں نے حسین بن سعید سے انھوں نے حماد سے انھوں نے حریز سے انھوں نے محمد بن مسلم سے

ثم اسلم فانه لا باس باستعمال سؤره ويكون حكم النجاسة قد زال عنه. باب حكم الماء اذا ولغ فيه الكلب. اخبرني الشيخ رحمه الله
عن احمد بن محمد عن ابيه عن الحسين بن الحسن بن ابان عن الحسين بن سعيد عن حماد عن حريز عن محمد بن مسلم عن

ابي عبد الله عليه السلام قال سألته عن الكلب يشرب من الاناء قال اغسل الاناء وعن السنور قال لا بأس ان يتوضأ من فضلها انما

ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرکے خبر دی۔ محمد بن مسلم کہتے تھے میں نے امام ممدوح سے پوچھا کہ کتا اگر برتن میں پانی پی جائے (تو کیا کیا جائے؟) امام نے فرمایا کہ برتن کو دھو ڈالو۔ اور بلی کی بابت جو میں نے پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں اگر اسکے جھوٹے پانی سے وضو کیا جائے۔ بلی کا شمار درندوں میں ہے

اور اسی سند کے ساتھ حماد سے مروی ہے وہ حریز سے وہ فضل یعنی ابو العباس سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے بلی اور بکری اور گائے اور اونٹ اور گدھے اور گھوڑے اور خچر اور وحش اور درندوں کے جھوٹے کی بابت پوچھا کوئی چیز میں نے چھوڑی نہیں۔ امام فرماتے رہے کہ کچھ حرج نہیں۔ یہانتک کہ میں نے کتے کی بابت پوچھا تو امام نے فرمایا کہ نجس ہوتا ہے ہو اسکے جھوٹے سے وضو نکرنا چاہیے اس پانی کو پھینک دینا چاہیے اور برتن کو پہلے مٹی سے مانجھ کر پھر پانی سے دھو ڈالنا چاہیے۔ اور مجھے شیخ رحمہ اللہ نے ابو القاسم یعنی جعفر بن محمد بن قولویہ سے اُنھوں نے اپنے والد سے اُنھوں نے سعد بن عبد اللہ سے اُنھوں نے احمد بن محمد سے اُنھوں نے ایوب بن نوح سے اُنھوں نے صفوان سے اُنھوں نے معاویہ بن شریح سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ عذافر نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا اور اُس وقت میں بھی موجود تھا کہ بلی اور بکری اور گائے اور اونٹ اور گدھے اور گھوڑے اور خچر اور درندوں کا جھوٹا پانی کیا ہے؟ کیا وہ پیا جائے یا اُس سے وضو کیا جائے؟ امام نے فرمایا ہاں اُسکو پیو

۱؎ ان روایات سے معلوم ہوا کہ سب جانوروں کا جھوٹا ایک حکم میں ہے حالانکہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے اور جنکا حرام ہے اُنمیں باہم کچھ امتیاز ہونا چاہیے تھا ۱۲

هي من السباع وبهذا الاسناد عن حماد عن حريز عن الفضل ابي العباس قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن فضل الهرة والشاة والبقرة والابل والحمار والخيل والبغال والوحش والسباع فلم اترك شيئا الا سألته عنه فقال لا بأس به حتى انتهيت الى الكلب فقال رجس نجس لا تتوضأ بفضله واصبب ذلك الماء واغسله بالتراب اول مرة ثم بالماء واخبرني الشيخ رحمه الله عن ابي القاسم جعفر بن محمد عن ابيه عن سعد بن عبد الله عن احمد بن محمد عن ايوب بن نوح عن صفوان عن معاوية بن شريح قال سأل عذافر ابا عبد الله عليه السلام

وانا عنده عن سؤر السنور والشاة والبقرة والبعير والحمار والفرس والبغال والسباع يشرب منه او يتوضأ منه فقال نعم اشرب

شرب منه وتتوضأ قال قلت له الكلب قال لا قلت اليس هو سبع قال لا والله انه نجس لا والله انه نجس سعد بن عبد الله عن احمد بن الحسن بن علي بن فضال عن عبد الله بن بكير عن معاوية بن ميسرة عن ابي عبد الله عليه السلام مثله فاما ما رواه الحسين بن سعيد عن ابن سنان عن ابن مسكان عن ابي عبد الله عليه السلام قال سألته عن الوضوء مما ولغ الكلب فيه والسنور او شرب منه جمل او دابة او غير ذلك أيتوضأ منه او يغتسل قال نعم الا ان تجد غيره فتنزه عنه فليس ينافي الاخبار الاولة لان الوجه في هذا الخبر ان نحمله على ما اذا كان الماء كرا او زائدا عليه والذي يدل على ذلك ما اخبرني به الشيخ رحمه الله عن ابي القاسم جعفر بن محمد عن ابيه عن سعد بن عبد الله عن ابي جعفر احمد بن محمد عن عثمان بن عيسى عن سماعة بن مهران عن ابي بصير عن ابي عبد الله عليه السلام

اور اس سے وضو کرو۔ معاویہ بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے امام سے پوچھا کہ کتے کا بھی یہی حکم ہے؟ امام نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کیا وہ درندہ نہیں ہے امام نے فرمایا نہیں واللہ وہ نجس ہے نہیں واللہ وہ نجس ہے۔

نیز سعد بن عبداللہ نے احمد بن حسن بن علی بن فضال سے انھوں نے عبداللہ بن بکیر سے انھوں نے معاویہ بن میسرہ سے انھوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ مگر وہ روایت جو حسین بن سعید نے ابن سنان سے انھوں نے ابن مسکان سے انھوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ اس پانی سے وضو کرنا کیا ہے جس میں کتے اور بلی نے منہ ڈالا ہو۔ یا اونٹ نے یا کسی دوسرے جانور وغیرہ نے اس سے پیا ہو تو کیا اس سے وضو یا غسل کیا جا سکتا ہے؟ امام نے فرمایا۔ ہاں مگر یہ کہ دوسرا پانی مل سکے تو اس سے پرہیز کرو [1] **پس** اس حدیث میں کوئی بات منافی پہلی روایتوں کے نہیں کیونکہ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اسکو اس صورت پر محمول کرینگے جبکہ پانی ایک کر یا اس سے زیادہ ہو۔ اور اس بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو مجھے شیخ نے ابو القاسم یعنی جعفر بن محمد سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے سعد بن عبداللہ سے انھوں نے ابو جعفر یعنی احمد بن محمد سے انھوں نے عثمان بن عیسی سے انھوں نے سماعہ بن مہران سے انھوں نے ابو بصیر سے انھوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ

له یقیناً منافی ہے۔ جو مطلب مصنف صاحب بیان کرتے ہیں وہ کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر کر یا حوض مراد لیا جائے تو اس کا پانی پاک ہوگا۔ پھر دوسرے پانی کے مل سکنے کی قید لغو ہو جائے گی۔ نیز آئندہ روایت بھی اس مقام پر صاف نہیں ہے کیونکہ اس میں پانی مل سکنے کی شرط نہیں ہے۔

قال ليس بفضل السنور بأس ان يتوضأ منه ويشرب منه ولا يشرب سؤر الكلب الا ان يكون حوضا كبيرا يستقى منه وبهذا الاسناد

کہ انھوں نے فرمایا کہ بلی کے جھوٹے پانی سے کچھ حرج نہیں اگر وضو کیا جائے یا اُسکو پیا جائے مگر کتے کا جھوٹا نہ پیا جائے بغیر اس صورت کے کہ ایک بڑا حوض ہو جس سے سیرابی ہو سکے۔ اور اسی سند کے ساتھ احمد بن محمد سے مروی ہے انھوں نے علی بن حکم سے انھوں نے ابو ایوب خزاز سے اُنھوں نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے امام سے پوچھا کہ پانی میں جانور پیشاب کر دیں اور کتے منہ ڈالیں اور جنب اُسمیں غسل کریں (تو وہ پانی کیسا) امام نے فرمایا جب پانی بقدر ایک کُر کے ہو تو اُس کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی

باب ۔ جنب پانی میں اگر کوئی نجاست ملجائے

مجھے ابو الحسین بن ابی جید القمی نے محمد بن حسن بن ولید نے صفار سے انھوں نے احمد بن محمد اور حسین بن حسن بن ابان سے اُنھوں نے حسین بن سعید سے انھوں نے ابن سنان سے اُنھوں نے ابن مسکان سے اُنھوں نے ابو بصیر سے اُنھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے امام ممدوح سے پوچھا کہ جنب نے ایک ڈول یا طشت (اپنے نہانے کیلیے) رکھا پھر اُسمیں اپنی انگلی ڈالدی تو آیا وہ پانی پاک ہے یا نہیں) امام نے فرمایا اگر اسکی انگلی نجس ہو تو اس پانی کو پھینکدو اور اگر اسکی انگلی پر کسی قسم کی نجاست نہ ہو تو اُس سے غسل کرے یہ مسئلہ اُسی قبیل سے ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ما جعل علیکم فی الدین من حرج[1] ۔ اور اسی سند کے ساتھ حسین بن سعید سے مروی ہے وہ اپنے بھائی حسن سے وہ زرعہ سے وہ سماعہ سے وہ ابو بصیر

عن احمد بن محمد عن علی بن الحکم عن ابی ایوب الخزاز عن محمد بن مسلم قال سألته عن الماء تبول فیه الدواب وتلغ فیه الکلاب ویغتسل فیه الجنب قال اذا کان قدر کر لم ینجسه شیء

باب الجنب یدخل یده فی الماء

اخبرنی ابو الحسین بن ابی جید القمی عن محمد بن الحسن بن الولید عن الصفار عن احمد بن محمد والحسین بن الحسن بن ابان عن الحسین بن سعید عن ابن سنان عن ابن مسکان عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألته عن الجنب یجعل الرکوۃ او التور فیدخل اصبعه فیه قال ان کانت یده قذرۃ فاهرقه وان کان لم یصبها قذر فلیغتسل منه هذا مما قال

[1] ترجمہ اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے اوپر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی مطلب یہ ہوا کہ اگر یہ صورت جائز نہ ہوتی تو دین میں تنگی ہو جاتی ۱۲

اللہ تعالی ما جعل علیکم فی الدین من حرج وبهذا الاسناد عن الحسین بن سعید عن اخیه الحسن عن زرعة عن سماعة عن ابی بصیر

عليه السلام قال اذا اصابت الرجل جنابة فادخل يده في الاناء فلا بأس ان لم يكن اصاب يده شيء من المني - واخبرني الشيخ
عن ابي القاسم جعفر بن محمد عن محمد
بن يعقوب عن محمد بن يحيى عن
احمد بن محمد عن عثمان بن عيسى
عن سماعة قال سألت ابا عبد الله
عليه السلام عن جرة وجد فيه
خنفساء قد مات قال القه
وتوضأ منه وان كان عقربا فارق
الماء وتوضأ من ماء غيره وعن
رجل معه اناءان فيهما ماء وقع
في احدهما قذر لا يدري ايهما هو
وليس يقدر على ماء غيره قال
يهريقهما ويتيمم محمد بن احمد بن يحيى
عن العمركي عن علي بن جعفر عن
اخيه موسى بن جعفر عليه السلام
قال سألته عن الدجاجة والحمامة
واشباههما تطأ العذرة ثم
تدخل في الماء يتوضأ منه للصلاة
قال لا الا ان يكون الماء كثيرا
قدر كر من ماء وروى الحسين
بن سعيد عن القاسم بن محمد عن علي بن ابي حمزة قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الماء الساكن يكون فيه الجيفة

علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا جب آدمی کو جنابت ہو جائے پھر وہ اپنا ہاتھ برتن میں ڈال دے تو کچھ حرج نہیں بشرطیکہ اس کے ہاتھ میں کچھ منی لگی ہو۔ اور مجھے شیخ رحمۃ اللہ ابوالقاسم یعنی جعفر بن محمد سے انھوں نے محمد بن یعقوب (کلینی) سے انھوں نے محمد بن یحییٰ سے انھوں نے احمد بن محمد سے انھوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انھوں نے سماعہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک گھڑے میں خنفساء مری ہوئی تھی امام نے فرمایا اسکو نکال ڈالو اور پانی سے وضو کرو اور اگر بچھو مرا ہوا نکلے تو پانی پھینک دو اور دوسرے پانی سے وضو کرو۔ اور پوچھا گیا کہ کسی کے پاس دو برتن ہوں دونوں میں پانی ہو ایک میں نجاست پڑ جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ کونسا برتن ہے (جسمیں نجاست پڑی) اور کوئی دوسرا پانی مل نہیں سکتا۔ امام نے فرمایا ان دونوں کا پانی پھینک دے اور تیمم کرلے۔ محمد بن احمد بن یحییٰ نے عمرکی سے انھوں نے علی بن جعفر سے انھوں نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے میں نے امام ممدوح سے پوچھا کہ مرغی اور کبوتر یا انکے مثل کوئی جانور نجاست کے اوپر چلے بعد اسکے پانی میں گر جائے تو آیا اس پانی سے نماز کا وضو کیا جا سکتا ہے؟ امام نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ پانی زیادہ ہو۔ یعنی بقدر ایک کر کے۔ لیکن جو روایت حسین بن سعید نے قاسم بن محمد سے انھوں نے علی بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے ٹھیرے ہوئے پانی کی بابت پوچھا کہ اسمیں مردار گرجائے تو کیا اس سے استنجا درست ہے؟

(۱) خنفس ایک کیڑا ہے بدبودار سیاہ۔ جسکا نیش اسپر اثر نہیں کرتا۔



رسالہ النجم

ج ۳ | ۲۳ جولائی ۱۹۱۲ء | ۱۸ رجب ۱۳۳۰ھ | ع ۱

فہرست مضامین



قواعد رسالۂ النجم

(۱) یہ رسالہ ماہوار یعنی ہر ہجری مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو انشاء اللہ شائع ہوا کریگا۔

(۲) رسالہ کا خاص حجم علاوہ اشتہارات وغیرہ کے عموماً ۳۲ صفحہ کا ہوگا اور عند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہو سکیگا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص علاوہ جس کو جو توفیق ہو۔

سالانہ	سے
ششماہی	عگ
سہ ماہی	عہ

محصول غیر ممالک بقدر زیادتی محصول ڈاک اضافہ کر لیا جائیگا۔

(۴) چندہ بہر حال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب درمیان سال میں خریداری کرینگے اگر نصف سال نہ گذرا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے کل رسالے بھیجکر شروع سال سے انکو خریدار سمجھا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع سال سے بھی خریداری قائم کریں یا چاہے صرف بقیہ دنوں کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیجدیں۔

(۷) جو صاحب مستقل خریدار النجم کے بنیں انکو اختیار ہوگا چاہیں ایک سال کیلئے اپنے نام رسالہ جاری کرائیں چاہے ۳ روپیہ قیمت کی کتب دفتر النجم سے لیلیں۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتاب بلا قیمت خدمت کی انعام میں دیجائیگی

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین ہے۔ مسلمانوں کے عقائد و خیالات و خصائل و عادات و عبادات و معاملات کی اصلاح اور اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ترغیب اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان مقاصد کے حصول کیلئے حسب ذیل طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔

(۱) جو حقائق و دقائق جنکو روزمرہ کے الفاظ میں مضامین میں تحریر کیا جائے اس ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے عبرت انگیز واقعات بزرگان دین کے اور بہت سے مفید و موثر نصائح بہ حالات موجودہ درج ہونگے

(۲) اہل علم کی مراسلت جو خالص مذہبی و علمی مسائل سے متعلق ہو۔

(۳) غیر مذہب کے اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کی حفاظت اور اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ میں کچھ حصہ چیدہ چیدہ اسلامی خبروں کا بھی ہوگا خبریں جہاں تک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائینگی

(۵) ہر سال جو کتاب اہل علم میں تجویز کیجائیگی وہ انشاء اللہ تعالیٰ جسکو اکثر سلف صالحین میں سے کسی کی مستند و مفید تصنیف کا ترجمہ ہوگی

نرخنامہ طبع اشتہار و صفحہ میں خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
نصف کالم	۔ے	خلے	للعہ	للعہ
ایک کالم	عہ	للعہ	عہ	للعہ
پورا صفحہ	لعہ	عہ	عہ	للعہ

اتفاقی اشتہارات فی سطر کالم ۳ سطر ... بشرطیکہ ... کے خلاف نہ ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

النجم - لکھنؤ

۷ - رجب - یک شنبہ ۱۳۳۰ھ

زہد و رقائق

(سلسلہ کے لیے گذشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

ایضاً توجہ این بزرگواران باحدیث ست تعالی وتقدس واز ہمہ وسعت بر ذات نمی خواہند تعالی وتقدس و در رنگ دیگران از ذات بصفات فرود نمی آیند و از وزدہ تخصیص نمی گردانند عجب کار است جمعے از این طائفہ ذکر اسم اللہ اختیار نمودہ اند و بآن اکتفا نمودہ بصفات فرود می آیند و ملاحظہ سمیع و بصیر و علیم می نمایند و بازی سبیل عروج از علیم و بصیر و سمیع باسم اللہ سیر می‌روند چون باسم اللہ تنہا کفایت کنند و قبلہ توجہ جز احدیت ذات تعالی نسازند الیس اللہ بکاف عبدہ قاطع ست و کریمہ قل اللہ ثم ذرہم مؤید این معنی ست باجود نظر ہمت بزرگواران این طریقہ علیہ بنا و وسعت بہ دوانی و اقاع نسبت نمارند لہذا نہایت دیگران در بدایت ایشان مندرج گشتہ مبتدی طریقہ ایشان منتہی طرق دیگر یافتہ از ابتدای سفر ایشان در وطن مقرر شدہ و خلوت در انجمن بحصول پیوستہ و دوام حضور نقد وقت شان آمدہ ایشانند کہ تربیت طالبان مربوط بصحبت علیہ ایشان است و تکمیل ناقصان منوط بتوجہ شریف شان شافی امراض قلبیہ است و التفات شان دافع علل یک توجہ ایشان کار صد اربعین میکند و یک التفات شان برابر ریاضات و مجاہدات سنین ...

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند ٭ کہ برند از رہ پنہان بحرم قافلہ را

سعادت آثارا ازین بیان کسی توہم نکند کہ این اوصاف و شمائل جمیع اساتذہ و تلامذہ طریقہ علیہ نقشبندیہ را حاصل است کلام بل این فضائل مخصوص باکابر این طریقہ علیہ است کہ کار را بنہایۃ النہایۃ رسانیدہ اند و مبتدیان رشد با این اکابر نسبت ارادت درست کردہ اند و مراعات آداب نمودہ اندراج نہایت در بدایت در حق ایشان ثابت است بخلاف مبتدی سائر طرق کہ شیخ ناقص این طریق برسد اندراج ہمان نہایت در حق او متصور نیست چہ شیخ او بنہایت نرسیدہ است در حق مبتدی نہایت چگونہ متصور شود ؎ از کوزہ ہمان برون تراود کہ در وست۔ و نجابت آثارا طریق این اکابر بطریق اصحاب کرام است علیہم الرضوان و این اندراج نہایت در بدایت ازان اندراج کہ در صحبت خیر البشر میسر شد علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام زیرا کہ در اول صحبت آن سرور علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام آن میسر می شد کہ در انتہا کم است کہ دیگران را میسر گردد این فیض و برکات ہمان فیوض برکات است کہ در قرن اول بظہور می پیوست ہر چند در تابعین آثار اول دولت نسبت بما فی الحقیقۃ آخر بہ اول از وسط نزدیکتر است و منبع بعض آن متوسطان آن را یاوراندیانہ بلکہ کثرے از متأخرین نیست کہ بحقیقت این معاملہ دارند والسلام علیکم و علی من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوۃ والتسلیمات

ترجمہ

بنام مخدوم زادہ خواجہ محمد عبد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ ووصل الی نہایۃ ما یتمناہ۔ اس بیان میں کہ سب سے بہتر کام اتباع سنت ہی اور پرہیز کرنا بدعت سے اور یہ کہ طریقہ نقشبندیہ کو دوسرے طریقوں پر بھی فضیلت ہی کہ اس طریقہ میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی اور عزیمت پر عمل کیا جاتا ہے اور نیز اور تعریفیں اس طریقہ کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو نصیحت کہ فرزند عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کو تمام احباب کو کیجاتی ہی یہی ہی کہ سنت سنیہ کی پیروی کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچتے رہیں۔ چونکہ اسلام اس زمانہ میں غریب یعنی کمزور ہو گئے ہیں اور جس قدر زمانہ بڑھتا جاتا ہی غربت زیادہ ہوتی جاتی ہی یہاں تک کہ آخر میں کوئی اللہ کا نام لینے والا زمین پر نہ رہ جائیگا اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہو جائیگی سعادت مند وہ شخص ہی جو اس غربت یعنی زمانہ میں کسی چھوٹی ہوئی سنت کو زندہ کرے اور کسی رواج یافتہ بدعت کو مٹا دے

وہ وقت ہی کہ بعثت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال گذر چکے ہین اور علامات قیامت کے آثار ظاہر ہوچلے ہین اور سنت بوجہ زمانہ نبوت کے دور ہوجانے کے چھپ گئی ہی اور بدعت بوجہ جھوٹ کے رائج ہوجانے کے ہر طرف جلوہ گر ہی۔ کوئی شاہباز چاہیے جو اس وقت سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا رواج پانا دین کی خرابی کا سبب ہی اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے منہدم ہوجانے کا سبب ہی۔ حدیث مین ہی کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اُس نے اسلام کے منہدم کرنے مین مدد دی (یہ حدیث) تمنے سنی ہوگی لہذا پوری توجہ اور استقلال اور دکھیا اس طرف متوجہ رہنا چاہیے کہ کسی سنت کا رواج ہو اور کوئی بدعت مٹے۔ ہر زمانہ مین اور خاص کر اس ضعیف اسلام کے زمانہ مین اسلام کے طریقون کا قائم رہنا اور سنت کے رواج اور بدعت کے مٹنے پر موقوف ہی۔

اگلے لوگون نے بدعت مین کوئی خوبی دیکھی ہوگی اس وجہ سے اُنھون نے بدعت کے بعض اقسام کو حسنہ قرار دیا ہی مگر یہ فقیر اس مسئلہ مین اُنکے ساتھ متفق نہین ہی اور بدعت کے کسی فرد کو حسن نہین سمجھتا اور اس فقیر کو بدعت مین سوا ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہین ہوتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہر بدعت گمراہی ہی۔ اس فقیر کو ایسا معلوم ہو رہا ہی کہ اس ضعف و غربت اسلام کے زمانہ مین سلامتی موقوف ہی سنت کے بیان پر۔ اور خرابی موقوف ہی بدعت کے حاصل کرنے پر۔ بدعت خواہ کوئی سی ہو اُسکو یہ فقیر ایک بیلچہ سمجھتا ہی۔ جو اسلام کی جڑ کھود رہا ہی۔ اور سنت کو مثل کوکب درخشان کے جانتا ہی کہ شب تاریک مین تاریکی کو دور کر رہا ہی۔

اس زمانے کے علما کو حق سبحانہ اس امر کی توفیق دے کہ کسی بدعت کا حسنہ ہونا زبان سے نہ نکالین اور کسی بدعت کے حسنہ ہونیکا فتوی نہ دین اگرچہ وہ بدعت اُنکی نظر مین مثل سپیدہ صبح کے روشن معلوم ہو رہی ہو کیونکہ شیطان کے فریب کو سنت کے علاوہ ہر چیز پر قابو مل جاتا ہی۔ گذشتہ زمانون مین چونکہ اسلام کو قوت حاصل تھی اس لیے نور اسلام کی چمک کے سامنے وہ بدعت بھی چمکدار معلوم ہوتی تھی۔ بخلاف اسوقت کے کہ ضعف اسلام کا وقت ہی بدعات کی تاریکیون کے برداشت کی طاقت نہین رہی۔ ایسی حالت مین بدعت کے حسنہ ہونے کا فتوی چاہے متقدمین نے دیا ہو چاہے متاخرین نے، جاری نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر وقت کے احکام علیحدہ ہوتے ہین۔ اسوقت دنیا بسبب کثرت بدعت کے دریائے ظلمات معلوم ہوتی ہی اور سنت کی روشنی اس دریائی ظلمات مین جگنو کی طرح چمک رہی ہی۔ بدعت کا ارتکاب اس دریائے ظلمات کی تاریکی کو بڑھاتا

اور سنت کی روشنی کو گھٹاتا ہے۔ اور سنت پر عمل کرنا تاریکی کو دور کرتا ہے پس اب جس کا جی چاہے بدعت کی ظلمات و تاریکی کو بڑھائے اور جسکا جی چاہے سنت کی روشنی کو بڑھائے۔ جسکا جی چاہے شیطان کی فوج کو ترقی دے اور جسکا جی چاہے اللہ کی فوج کو ترقی دے مگر یہ سمجھ رکھو کہ شیطان کی فوج نقصان اٹھانیوالی ہے اور اللہ کی فوج کامیاب ہونیوالی۔

اس وقت کے صوفی بھی اگر انصاف کریں اور اسلام کے ضعف و دروغگوئی کو ملاحظہ کریں تو ان پر لازم ہے کہ سنت کے سوا اور کسی چیز میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں۔ ایجاد کی ہوئی باتوں کو اس بہانہ سے کہ فعل ہمارے پیروں کا ہے اپنا شیوہ نہ بنائیں۔ سنت پر عمل کرنا یقیناً موجب نجات و مثمر خیر و برکات ہے۔ اور غیر سنت کی تقلید کرنے میں ہزاروں خطرے ہیں۔ اور پیغامبر پر تو صرف پہونچا دینا فرض ہے۔

ہمارے پیروں کو حق تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ انھوں نے ہم لوگوں کو بدعت کے ارتکاب کی تعلیم نہیں دی اور نہ تقلید کا حکم دیکر ان ہلاک کرنیوالی تاریکیوں میں ہمکو مبتلا نہیں کیا۔ اور سوا پیروی سنت کے ہمکو کوئی راہ نہ بتائی۔ اور سوا صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور عزیمت پر عمل کرنے کے اور کچھ ہدایت ہمکو نہ فرمائی۔ اسی وجہ سے ان بزرگوں کا کارخانہ بہت بلند ہو گیا اور انکی ڈیوڑھی بہت اونچی ہو گئی۔ یہی لوگ ہیں کہ انھوں نے سماع و رقص کو لات ماردی اور وجد و تواجد کو انگشت شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا۔ اور ان کا کشوف و شہود ان بزرگوں کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے اور انکا معلوم و متخیل قابل نفی کے ہے۔ ہمارے بزرگوں کا معاملہ دیکھنے اور سمجھنے سے بالاتر ہے اور علم و خیال سے برتر ہے اور تجلیات و ظہورات اور مکاشفات و مشاہدات سے بھی بالاتر ہے۔

دوسرے بزرگوں کا اہتمام اثبات میں ہے اور ہمارے بزرگوں کی کوشش نفی ماسوا میں ہے۔ اور دوسرے بزرگ ذکر نفی و اثبات اس لیے کرتے ہیں کہ دائرہ اثبات میں وسعت پیدا ہو اور تمام عالم جو نفی کی شکل میں ظاہر ہوا ہو آخر کلمہ توحید کی تکرار سے عنوان حقیقت میں منکشف ہو جائے۔ اور سب چیزوں کو حق دیکھنے لگیں اور حق ادراک کرنے لگیں۔ بخلاف ہمارے بزرگوں کے کہ انکا مقصود کلمہ طیبہ کی تکرار سے دائرہ نفی کا وسیع کرنا ہے تاکہ جو کچھ مشاہدہ اور مکاشفہ یا علم و خیال میں آیا ہے تو سب لا کے تحت میں داخل ہو جائے اور اثبات کی جانب کوئی چیز ظاہر و منظور نہ رہے اور اگر بالفرض جانب اثبات میں کوئی بات ظاہر بھی ہو تو اسکو نفی کی طرف راجع کریں

سوا اسکے مقام اثبات مین کوئی چیز باقی نہ ہے۔ اسی وجہ سے دوسرے طریقون مین ذکر نفی و اثبات مبتدیون کے مناسب حال ہی اور ذکر اللہ کا کہ کلمہ اثبات محض ہی بعد ذکر نفی و اثبات کے مناسب ہوتا ہی تاکہ جو کچھ انکو کشف ہوا ہی اس کلمۂ اثبات کی تکرار سے استقرار و استمرار حاصل کرے۔ بخلاف ہمارے بزرگون کے طریقہ کے کہ وہ اسکے بالکل برعکس ہی۔ کہ پہلے اثبات کراتے ہین پھر اس اثبات کی نفی کرا دیتے ہین۔ لہذا ذکر اسم اللہ کا ہمارے یہان ابتدا مین مناسب ہوتا ہی۔ اور نفی و اثبات کا ذکر بعد اسکے کیا جاتا ہی۔

اگر کوئی ناقص سوال کرے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگان نقشبندیہ کو مقام اثبات سے کچھ حصہ نہین ملتا۔ سوا نفی کے انکو کچھ حاصل نہین ہوتا۔ تو مین جواب دونگا کہ دوسرون کا اثبات ان بزرگون کو ابتدا ہی مین حاصل ہو جاتا ہی مگر بعد انتہا کے اس اثبات کی طرف التفات نہین کرتے۔ بلکہ اسکو قابل نفی سمجھ کر نفی کر دیتے ہین۔ اور اسی کو عمدہ مطلوب سمجھتے ہین۔ پس دوسرون کا اثبات بھی انکو حاصل ہی اور اس اثبات کی نفی بھی حاصل ہی جو مقام کبریائی کے مناسب ہی۔ ہر بے انجام بزرگان نقشبندیہ کا نتیجہ نہین سمجھ سکتا اور ہر بوالہوس ان کے معاملہ کی حقیقت نہین معلوم کر سکتا ایک شمہ ان بزرگون کے عدم حصول کا جو اس مقام مین عین حصول ہی بیان کیا گیا۔ اگر ان بزرگون کے حصول کا حال لکھا جائے تو دوسرے طریقون کے خواص عوام معلوم ہونے لگین اور منتہی مبتدیون کی طرح الف بے۔ پڑھنا شروع کر دین (ترجمہ شعر فارسی حافظ) حافظ کی یہ سب فریادین بیفائدہ نہین ہین ایک نادر قصہ اور عجیبات ہی۔

مراقبۂ ذات تعالی و تقدس جو دوسرون نے اختیار کیا ہی۔ ہمارے بزرگون کے نزدیک بے اعتبار اور بے اصل ہی وہان مراقبہ مین سوا ایک سایہ کے اور کچھ نہین ہی۔ اللہ کی ذات برتر ہی ان باتون سے جو لوگ بیان کرتے ہین۔ اللہ تعالی کی ذات بلکہ اسکے اسما و صفات بھی ہمارے فکر اور مراقبہ کے احاطے سے باہر ہین۔ اس مقام مین سوا جہل و حیرت کے اور کچھ حصہ نہین ملتا۔ یہ جہل و حیرت وہ جسکو لوگ جہل و حیرت سمجھتے ہین وہ تو ایک بری چیز ہی۔ اس مقام مین جہل و حیرت عین معرفت و اطمینان ہی مگر نہ وہ معرفت و اطمینان جو لوگون کی سمجھ مین آسکے۔ کیونکہ وہ از قسم چون ہوگا اور بے چون سے اسکو کیا تعلق۔ اس مقام مین جو کچھ ہم ثابت کرین وہ بے چون ہوگا۔ خواہ ہم اسکو جہل کہین خواہ معرفت۔ جس نے اسکا مزا نہین چکھا وہ نہین سمجھ سکتا۔

نیز ہمارے بزرگون کی توجہ ذات احدیت و تقدس کی طرف ہی اور اسم و صفت اسکے سوا ذات کے اور

کچھ نہیں چاہتے دوسروں کی طرح ذات سے صفات کی جانب نہیں اترتے اور بلندی سے پستی کی جانب میل نہیں کرتے
ان بزرگوں کا عجب کاروبار ہے کچھ لوگوں نے ذکر اسم اللہ کا اختیار کر لیا ہے اور اسی پر قناعت کیے ہوئے ہیں صفات
کی طرف آتے ہیں اور سمیع اور علیم اور بصیر کا ملاحظہ کرتے ہیں پھر بطور عروج کے علیم اور بصیر اور سمیع سے
اسم اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ اسم اللہ پر کیوں نہ قناعت کریں اور قبلہ توجہ ذات احدیت کو کیوں نہ بنائیں الیس
اللہ بکاف عبدہ۔ یعنی اللہ اپنے بندے کیلیے کیا کافی نہیں ہے۔ نص قاطع ہے۔ اور کریمہ قل اللہ ثم ذرہم یعنی اے نبی
کہیے اللہ پھر انکو چھوڑ دیجیے۔ اس مضمون کی موید ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس طریقۂ عالیہ کے بزرگوں کی نظر اور ہمت بہت بلند ہے۔ ہر خاص و عام سے انکو کچھ نسبت
نہیں۔ دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں مندرج ہے۔ انکی طریقہ کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کے مثل
ہوتا ہے۔ ابتدا ہی سے ان کو سفر در وطن اور خلوت در انجمن۔ کی کیفیت میسر آجاتی ہے اور دوام حضور کی حضرت
ان میں پائی جاتی ہے۔ یہی بزرگوار ہیں کہ طالبان خدا کی تربیت انکی صحبت پر موقوف ہے اور ناقصوں کی تکمیل انکی
توجہ سے وابستہ ہے۔ انکی توجہ امراض قلبیہ سے شفا دینے والی ہے اور انکا التفات امراض معنویہ کو دور کرنیوالا ہے
انکی ایک توجہ سو چلوں کا کام کرتی ہے۔ اور ایک التفات انکا برسوں کی ریاضت و مجاہدہ کے برابر ہے
(ترجمہ شعر فارسی) نقش بندیہ عجب قافلہ سالار ہیں کہ اپنے قافلہ کو پوشیدہ راستے سے حرم میں لیجاتے ہیں۔

اے سعادت آثار۔ اس بیان سے کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ یہ اوصاف طریقۂ نقشبندیہ کے تمام مشائخ
اور شاگردوں کو حاصل سمجھتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اوصاف مخصوص ہیں اس طریقہ کے ان اکابر سے جو کہ کام
نہایۃ النہایہ تک پہونچا چکے ہیں اور مبتدیوں سے مراد وہ مبتدی ہیں جو ایسے اکابر کے ساتھ نسبت ارادت درست
رکھتے ہوں اور ویسے آداب بجا لاتے ہوں۔ انتہا کا ابتدا میں درج ہونا نہیں مبتدیوں کے حق میں ہے
جو مبتدی کہ کسی شیخ ناقص سے تعلق رکھتا ہو اسکی ابتدا میں انتہا مندرج نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسکا شیخ بھی انتہا
کو نہیں پہونچا۔ مبتدی کیونکر انتہا کو پہونچ سکتا ہے۔ ظرف سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اسمیں ہوتی ہے۔

اے نجابت آثار۔ ان بزرگوں کا طریقہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے اور یہ اندراج انتہا کا
ابتدا میں اسی اندراج کا اثر ہے جو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ ان حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی اول صحبت مین وہ بات حاصل ہو جاتی تھی جو انتہا مین لوگون کو کم حاصل ہوتی ہوگی۔ یہ وہی فیوض برکات ہین جو قرن اول مین ظاہر ہوتے تھے۔ ہر چند بظاہر اول سے آخر بہ نسبت درمیان کے دور ہے۔ مگر فی الحقیقت آخر اول سے بہ نسبت درمیان کے نزدیک ہے اور اول کے رنگ مین رنگا ہوا ہے۔ متوسط اسکو یاد رکھین یا نہ یاد رکھین بلکہ بہت سے متاخرین بھی شاید اس معاملہ کی حقیقت نہ سمجھ سکین فقط سلام ہو تم پر اور تمام اُن لوگون پر جو ہدایت کی پیروی کرین اور متابعت مصطفٰے علیہ السلام کی پابندی کرین۔ دونون مکتوبات بلاغت آیات کا ترجمہ تمام ہو گیا۔

اس قسم کے مکاتیب جنمین اتباع شریعت والتزام سنت کی ترغیب و تحریص دیگئی ہے۔ یا جن مین شرعی مسائل بیان کیے گئے ہین مکتوبات شریف مین بہت ہین۔

سمجھنے والے سمجھ سکتے ہین کہ جو مضامین عالیہ ان دونون مکتوبون مین مذکور ہوے اپنے متکلم رحمۃ اللہ علیہ کے کس علو مرتبت پر دلالت کرتے ہین۔ یہ وہ باتین ہین جو کم کسی صوفی کے قلم سے نکل سکتی ہین۔

اللہ اکبر۔ کیسا بلند رتبہ اور کیسا عالی حوصلہ ہے کہ فرماتے ہین اب کسی بات کی آرزو دل مین باقی نہین یعنی مقام ولایت مین سے اب کوئی مقام ایسا نہین ہے جسکے وصول کی خواہش ہو کمالات باطنی تو ابر نیسان کی طرح برس رہے ہین۔ اب صرف یہ آرزو ہے کہ کوئی متروک سنت میرے ذریعہ سے رواج پا جائے اور کوئی رواج یافتہ بدعت میری کوشش سے متروک ہو جائے۔

اور فرماتے ہین کہ تمام کمالات کا مدار اتباع سنت ہے اور حضرات نقشبندیہ کو دوسرے سلاسل کے بزرگون پر بھی فوقیت ہے کہ ان مین اتباع شریعت کی کیفیت غالب ہے۔

بدعت سے ایسی سخت دشمنی اور سنت پر اسقدر دلدادگی ایک شعبہ تھی اس منصب تجدید کا جو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض ہوا تھا۔ یہ کیفیت اگر مل سکتی ہے تو قرن صحابہ مین اور بس۔

بدعت کے متعلق حضرت امام ربانی نے جو یہ لکھا ہے کہ کسی بدعت کو حسن نہ کہنا چاہیے۔ اور یہ کہ علماء سابقین کو بدعت مین کچھ حسن نظر آیا ہوگا مگر مجھے تو بدعت مین کوئی خوبی نظر نہین آتی۔ اور یہ کہ علماء زمانہ کو خدا توفیق دے کہ وہ بدعت کے کسی فرد کو حسن نہ کہین۔ وغیرہ وغیرہ

اس مقام پر بعض کو یہ اندیشہ کچھ متردد ہونگے۔ کیونکہ فقہاے متاخرین کی کتابوں میں بدعت کی دو قسمیں مذکور ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ اور قرون مقدسہ میں بھی بعض بعض اطلاقات ایسے پائے جاتے ہیں جنکا منقسم بدو قسم ہونا مستنبط ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تراویح کے متعلق یہ فرمانا کہ نعمت البدعة ہذہ یہ کیا اچھی بدعت ہے۔

پس اصل یہ ہے کہ بدعت کے دو معنی ہیں ایک لغوی۔ اور دوسرے شرعی۔ بدعت کے لغوی معنی ہم نئی چیز کے ہیں۔ یہاں تک کہ معنی لغوی کے اعتبار سے ایک شریعت ربانیہ کے فروع بھی باعتبار دوسری شریعت ربانیہ سابقہ کی فروع کے بدعت کہے جا سکتے ہیں۔ اور اسی معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حسنہ دوسرے سیئہ۔

اور بدعت کے شرعی معنی یہ ہیں کہ ہر وہ کام جو داخل فی الدین ہونے کی حیثیت سے کیا جائے اور شریعت کے اصول اربعہ یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و اجماع و قیاس سے ثابت نہو۔ اس معنی شرعی کے اعتبار سے جو چیز بدعت ہوگی وہ ہرگز حسن نہیں ہو سکتی اور وہ یقیناً سوا ضلالت خالص کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ اسی بدعت کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد۔ یعنی جس شخص نے ہمارے اس کام (یعنی دین) میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے وہ بات مردود ہے۔ نیز فرمایا کل بدعة ضلالة یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

10
اسی بدعت کی بابت حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بدعت کا کوئی فرد حسن نہیں ہے اور خدا علمای زمانہ کو توفیق دے کہ وہ بدعت کے کسی فرد کو حسن نہ کہیں۔"

انصاف یہ ہے کہ اگر امام ممدوح کی ذات اقدس اس دوسرے ہزار کے شروع پر پیدا نہوتی تو تصوف جو رواج پا چکا تھا (الا ماشاء اللہ) اور جو رواج روز بروز بڑھتا جاتا تھا آج شرک جلی کی حد تک پہنچ جاتا۔ تصوف کی صورت مسخ ہو چلی تھی اور اکثر ایسے اگر تھے جو حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ کے اس شعر کے مصداق تھے

ای بسا ابلیس آدم روے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

اللہ تعالیٰ ... ہمکو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوة والسلام کی طرف سے جزاے خیر دے۔ آمین ثم آمین

میری مسجد مین صحابہ کی جس قدر کھڑکیان ہین سب بند کر دی جائین صرف ابوبکرؓ کی کھڑکی باقی رکھی جائے۔

(۶) مرض وفات مین ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے کان مین ایک بات کہی۔ اُسکو سن کر جناب فاطمہ رونے لگین۔ پھر آپ نے دوسری بات کہی آپ ہنسنے لگین۔ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ مین نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ اُنھون نے فرمایا کہ مین رسول اللہ کا راز فاش نہ کرونگی حضرت کی وفات کے بعد مین نے پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ حضرت نے پہلے مجھسے یہ فرمایا تھا کہ جبریل مجھسے ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دَور کرتے تھے مگر اس سال دو مرتبہ دَور کیا۔ مین اسکا سبب یہی سمجھتا ہون کہ میری موت کا وقت قریب ہے اور تم مجھسے پہلے ملوگی۔ یہ سنکر مین رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہین ہو کہ تم اس اُمّت کی عورتون کی سردار ہو اسکو سن کر مین ہنسی۔

(۷) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امامت نماز ہمیشہ خود ہی کرتے تھے۔ مرض وفات مین بھی جب تک جسم مین قوت رہی خود ہی امامت کی لیکن جب ضعف زیادہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق کو اپنی جگہ امام نماز کر دیا۔ بعض لوگون نے لکھا ہے کہ حضرت کی زندگی مین ابوبکر صدیق نے پندرہ وقت کی نمازین پڑھائین اور بعض کا قول ہے کہ سترہ وقت کی۔ سب سے پہلی نماز جس مین آپ نے حضرت صدیق کی امامت کا حکم دیا عشا کی نماز تھی۔ آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ صدیقؓ کو امام نماز کرو۔ وہ جو باہر گئے تو حضرت صدیق ان کو نہ ملے حضرت عمرؓ ملے اُنھون نے حضرت عمرؓ سے کہدیا۔ حضرت عمرؓ نے نماز شروع کی انکی آواز بہت بلند تھی۔ حضرت نے سنی۔ پوچھا کہ کیا عمرؓ نماز پڑھا رہے ہین؟ لوگون نے کہا ہان۔ فرمایا اللہ اور مومنین غیر ابوبکر کے امام بننے سے انکار کرتے ہین۔

(۸) اسی مرض وفات مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مین ابوبکرؓ کے لیے کچھ لکھوا دینا چاہتا ہون، تاکہ لوگ ان کے ساتھ اختلاف نہ کرین۔ قلم دوات منگواؤ۔ مگر جب حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر دوات قلم لانے کے لیے چلے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور مومنین غیر ابوبکر سے راضی نہون گے" لہذا ارادہ ملتوی رہا۔ یہ واقعہ پنجشنبہ کے دن کا ہے۔ اسکے پانچون روز انتقال فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لکھنے کا ارادہ ہوا مگر اسکو بعد ملتوی فرما کر اس مضمون کو ادا فرمایا۔ جزیہ بھی اسی روز ہوا کہ

کہ جب آپ نے قلم دوات مانگی تو بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت کو اس وقت تکلیف زیادہ ہے قلم دوات نہ لانا چاہیے بعض نے کہا کہ لانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ۔ جب لوگوں نے اختلاف کیا تو حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس اختلاف نہ کرو۔

(۹) جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم سے انتقال فرمایا آپ کے گھر میں درہم و مال کچھ نہ تھا۔ مرض وفات میں اتفاقاً سات اشرفیاں پڑی رہ گئی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ وہ اشرفیاں خرچ کر ڈالو۔ یہ فرما کر بیہوش ہو گئے۔ اور حضرت عائشہ کو بوجہ آپ کے مرض کے کچھ خیال نہ رہا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ آپ نے ان کے خرچ کرنے کو کہا اور ہر مرتبہ کہہ کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ ان اشرفیوں کو نکال لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنے کف دست مبارک پر رکھکر کہا کہ محمد کا کیا حال ہوگا کہ وہ اپنے پروردگار سے ایسی حالت میں ملنا چاہتا ہے کہ اُسکے پاس یہ چیز موجود ہو۔ پس حکم دیا کہ یہ سب اشرفیاں اسی وقت خرچ کر دیجائیں۔ چنانچہ خرچ کر دی گئیں۔ اور اُسی دن حضرت نے انتقال فرمایا۔

اسی مرض وفات میں ایک شب کو حضرت عائشہ نے ایک عورت کے پاس چراغ بھیجا کہ ہمارے یہاں تیل نہیں ہے۔ تم اس میں تھوڑا سا تیل ٹپکا دو کیونکہ آج رسول اللہ علیہ وسلم پر حالت نزع طاری ہے۔

(۱۰) وفات سے تین دن پہلے حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزاج اقدس کی کیفیت پوچھی۔ حضرت نے فرمایا بیمار ہوں۔ پھر دوسرے دن وہ آئے تو حضرت نے یہی جواب دیا۔ پھر وہ تیسرے دن آئے تو اپنے ساتھ ملک الموت کو بھی لیتے آئے اور حضرت سے کیفیت مزاج مبارک کی پوچھی۔ پھر وہی جواب دیا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ حضرت جبریل نے کہا کہ یہ ملک الموت ہیں۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے حق تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اجازت قبض روح کی مانگوں اگر اجازت ملے تو قبض کروں ورنہ جو آپ کا حکم ہو بجا لاؤں۔ حضرت جبریل نے کہا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اے ملک الموت تمہارا جو کام ہے اسکو شروع کر دو۔ حضرت جبریل نے کہا کہ یا رسول اللہ اب زمین میں میرا آنا ختم ہو گیا کیونکہ اب میرا کوئی کام یہاں باقی نہیں رہا۔

پس حضرت عزرائیل نے اپنا کام شروع کر دیا اور حضور کو سکرۃ الموت کی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ ایک پیالہ پانی سے بھروا کر حضرت نے اپنے قریب رکھ لیا تھا۔ بار بار اپنا دست مبارک پانی میں ڈبو کر چہرۂ مبارک پر پھیرتے تھے

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہی گھر میں اور میری ہی باری کے دن وفات پائی۔ بوقت وفات بار بار حضرت دو چیزوں کی وصیت فرماتے تھے۔ ایک نماز کی دوسرے لونڈی اور غلاموں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی۔ اور بوقت وفات آپکا سر مبارک میری زانو پر تھا"

جب قبض روح شروع ہوا تو حضرت کی زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری تھا اللھم الرفیق الاعلیٰ (یعنی یا اللہ مجکو رفیق اعلیٰ سے ملا دے) بوقت وفات حضرت کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ برس کی تھی اور اس عمر میں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی وفات پائی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایک ایسا عظیم الشان حادثہ تھی کہ اسکا برداشت کرنا بشری طاقت سے باہر تھا۔ اس حادثہ کو جیسا کہ حق برداشت کرنے کا ہے حضرت ابوبکر صدیق نے اور اُنکے بعد حضرت عباس نے برداشت کیا۔ ان دونوں کے علاوہ اور سب کی حالتیں متغیر ہو گئی تھیں۔ کوئی اُن میں ایسا تھا جو اپنے ہوش میں نہ ہو۔ کوئی ایسا تھا کہ اسکی زبان بند ہو گئی تھی کوئی ایسا تھا جسمیں حس و حرکت باقی نہ تھی۔ اسی جوش کے عالم میں حضرت فاروقؓ نے یہ فرمانا شروع کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی وہ اپنے پروردگار کے پاس تشریف لے گئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام (کوہ طور پر) گئے تھے۔ عنقریب اپنے پروردگار کے پاس سے واپس تشریف لا کر اُن لوگوں کو سزا دیں گے جو آپ کی وفات بیان کرتے ہیں"

(۱)۔ جس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی حضرت ابوبکر صدیق اپنے جائے قیام مقام سنح میں تھے۔ جب وہ وہاں سے آئے تو اُنھوں نے سنا کہ حضرت کی وفات ہو گئی۔ پس وہ اندر تشریف لے گئے اور آپکے چہرۂ اقدس سے چادر ہٹا کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہنے لگے طبت حیاً و میتاً یعنی آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور بعد وفات بھی پاکیزہ ہیں۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت فاروق اعظم کی یہ حالت ہے۔ فرمایا کہ اے عمر آہستہ ہو کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے فرمایا آگاہ ہو جاؤ۔

جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے ہوں انکو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی - اور جو لوگ
اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہوں تو بیشک اللہ زندہ ہے اُسکے لیے کبھی موت نہیں - چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے
انک میت وانھم میتون یعنی اے نبی تم بھی مرنے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں اور نیز فرمایا ہے وما محمد الا رسول
قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم - یعنی محمد بھی ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول
گزر چکے، کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے ؟"

اس خطبہ نے لوگوں کے دلوں پر وہ اثر کیا کہ حد بیان سے باہر ہے - وہ خود رفتگی کی حالت لوگوں کے دلوں سے
زائل ہوئی اور ہر ایک اپنی جگہ ہوش میں آگیا -

(۱۲) بعض لوگوں کو حضرت کی وفات میں شبہ تھا تو حضرت اسماء نے آپ کے شانہ مبارک کے درمیان
میں ہاتھ رکھکر کہا کہ حضرت کی وفات ہوگئی مہر نبوت جو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں تھی اب نہیں ہے"

(۱۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلا کام جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا وہ
خلافت کا انتظام تھا - اس انتظام سے فارغ ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے
حضرت کے غسل میں کچھ اختلاف ہوا - بعض لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ غسل نہ ہونا چاہیے کیونکہ حضرت کا جسم اقدس طاہر و
اطہر ہے حاجت غسل کی نہیں - اور بعض لوگوں نے کہا کہ غسل ضرور ہونا چاہیے - ایک آواز سنی گئی کہ کوئی شخص کہتا ہے
کہ حضرت کو غسل نہ دینا چاہیے - مگر صحابہ کرام نے کہا کہ ہم ایک آواز کی بنا پر جسکی حقیقت ہمکو معلوم نہیں کہ آواز کیسی
ہے ہم سنت نبوی کو ترک نہیں کرسکتے -

(۱۴) المختصر بطریق معہود و مسنون رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا - پھر نماز جنازہ پڑھی گئی
اور قبر شریف میں جس کا رتبہ عرش اعظم سے بھی بالا تر ہے آپ کا جسم مبارک رکھدیا - جس وقت صحابہ کرام آپ کو دفن کر کے
لوٹے اُس وقت کی حالت کیا بیان کی جا سکتی ہے - ایک آفتاب تھا کہ چھپ گیا -

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جس روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اُس روز مدینہ کے
تمام در و دیوار روشن تھے اور جس روز ہمنے حضرت کو دفن کیا تمام در و دیوار تیرہ و تار تھے -

جب صحابہ کرام آپ کو دفن کر چکے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ لوگوں کے دل نے کیسے گوارا کیا

گوارا کیا کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس و اطہر کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ اس امر سے چارہ نہ تھا"

(۱۵) اب وہ جمال جہان آرا تو ظاہری آنکھوں سے حجاب میں ہے۔ مگر آپ کی قبر اقدس و اطہر کی زیارت اب بھی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کو اُس نے قائم رکھا۔ آپ کی قبر شریف کی زیارت افضل مستحبات میں ہے بلکہ بعض محققین نے اسکو واجبات میں شمار کیا ہے۔ زیادہ تفصیل اسکی علم الفقہ جلد پنجم میں ہے

(۱۶) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں اکثر سعادت مندوں کو نصیب ہوتی ہے اور یہ خواب اعلیٰ درجہ کی نعماے الٰہی میں ہے۔ یہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بن سکتا۔ لہذا جب کوئی آپ کو خواب میں دیکھے اُس نے دراصل آپ ہی کو دیکھا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے فی الواقع مجھے دیکھا۔ نیز صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔

محدثین نے اس مقام پر اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھے تو بیشک اس حدیث کا مصداق ہے۔ محمد بن سیرین سے جب کوئی شخص یہ خواب بیان کرتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو وہ پوچھتے تھے حلیہ بیان کر۔ اگر وہ آپ کی اصلی صورت کے خلاف بیان کرتا تو وہ کہتے کہ تو نے حضرت کو خواب میں نہیں دیکھا۔

کلیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے انھوں نے کہا کہ حلیہ بیان کرو۔ میں نے کہا کہ آپ کی شکل بالکل ایسی تھی جیسی حضرت حسن بن علی کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا بیشک تم نے حضرت کو خواب میں دیکھا ہے۔

اور بعض محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت کو اگر اصلی صورت مبارک کے خلاف بھی خواب میں دیکھا جائے تو بھی وہ خواب سچا ہے مگر اصلی صورت کے خلاف دیکھنے میں کوئی تعبیر خاص ہوا کرتی ہے۔ ان لوگوں نے اپنا مقصد احادیث سے ثابت کیا ہے۔ دوسری احادیث میں صاف صاف وارد ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا میں ہر صورت میں دکھائی

دیتا ہون - یہی قول صحیح ہی اور اسی کو اکثر علما نے اختیار کیا ہی -

خواب مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ آپ کی محبت ہی اور درود شریف کی اور آپ کے ذکر پاک کی کثرت - درود شریف کی کثرت کو اس بارے مین بڑا دخل ہی - کتب سیر مین سلف صالحین کی بہت سی حکایتین اس کے متعلق منقول ہین - بڑی بڑی شاقہ ریاضتین اور عبادتین خاص اسی مقصد کے لیے کی جاتی تھین کہ کسی طرح اس جمال جہان آرا کی خواب ہی مین زیارت ہوجائے - ان حضرات کے تجربے سے معلوم ہوا کہ درود شریف سے بہتر اسکا کوئی ذریعہ نہین ہی -

بعض صالحین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور آپ نے حالت خواب مین اُنکو کوئی چیز عنایت فرمائی اور بیدار ہونے کے بعد وہ چیز اُن کو موجود ملی - بعض لوگون نے دیکھا کہ حضور نے اُن کو چادر مرحمت فرمائی - جب بیدار ہوے تو دیکھا کہ وہی چادر موجود ہی - اور بعض لوگون کو آپ نے قلم عنایت کیا بیدار ہونے پر دیکھا کہ وہ قلم موجود ہی - بعض لوگون کو حضرت نے خواب مین کچھ کھلایا - بیدار ہونے پر اُنھون نے اُس کھانے کا مزہ اپنی زبان پر موجود پایا - یہ واقعات قریب تواتر کے پہونچ گئے ہین -

علما نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھے اور یہ دیکھے کہ آپ نے اُسے کوئی حکم دیا ہی - تو اُس کو لازم ہی کہ اُس حکم کو شریعت مقدسہ پر منطبق کر کے دیکھے - اگر مطابق پائے تو اسپر عمل کرے ورنہ سمجھ لے کہ میرے سمجھنے مین کچھ غلطی ہو گئی - کیونکہ آپ کا کوئی حکم مخالف شریعت نہین ہو سکتا -

اب مین اس رسالہ کو ختم کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ حق تعالی اس نعمت عظمی سے مجھ کو اور جمیع برادران ایمانی کو مشرف و ممتاز فرمائے - آمین -

سیرت نبوی

علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

[illegible] معرفت ہر مسلمان پر لازم ہے۔ سیرت اجمالی کا جاننا تو فرض عین ہے۔ اور سیرت تفصیلی کا جاننا موافق اپنی تفصیل کے استحباب و افضلیت کے درجے میں ہے۔

سیرت اجمالی کے جانے بغیر تو ایمان ہی ناقص رہتا ہے اور سیرت تفصیلی کا یہ حال ہے کہ جس قدر تفصیل زیادہ ہوتی جائے گی اُسی قدر آپ کی محبت دل میں جاگزین ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے علم کے بغیر قرآن کریم کے مطالب بھی بعض مقامات میں سمجھ میں نہیں آسکتے۔

ان تمام ضرورتوں سے قطع نظر کرکے اپنے محبوب مطاع کے حالات کی معرفت فطرۃً ہر شخص کو مرغوب ہوتی ہے لہٰذا یہ مختصر رسالہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا گیا۔ چاہیے کہ اس قدر سیرت سے ہر مسلمان واقف رہے۔ کیا اچھا ہو کہ مسلمان اپنے بچوں کو اس قدر مضامین سیرت کے حفظ کرا دینے کا التزام کریں۔

اگر مسلمان یہ التزام کر لیتے کہ اپنے بچوں کو جب تک عقائد ضروریہ اور سیرت نبوی کی تعلیم نہ دلا لیتے ہرگز کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہ ہونے دیتے تو ہرگز یہ سیلاب الحاد و زندقہ کا جو آج اُنکی بنی بنائی عمارتوں کو منہدم کر رہا ہے اُن تک نہ پہونچ سکتا۔

افسوس اس وقت دنیا میں بہت ایسے مسلمان ملیں گے جو سوا اسکے کہ کلمہ طیبہ میں رسول کا نام اُنھوں نے سُنا یا اذان میں سنا ہو اور کچھ نہیں جانتے کہ آپ کون تھے۔ کہاں رہتے تھے۔ آپ کی تعلیم کیا تھی۔ آپ کے اخلاق کیا تھے۔ بنی آدم کو آپ سے کیا کیا فوائد پہونچے۔ مخلوق خدا آپ کے ذریعہ سے کس درجہ کمال پر فائز ہوئی۔ [illegible] ایسے مسلمان کسی کے بہکانے میں آکر بے دین ہو گئے تو کیا تعجب ہے۔

اے برادران اسلام! دونوں ہاتھوں سے اسلام کو مضبوط پکڑو اور آثار نبوت کی حفاظت کرو ورنہ وہ دن قریب ہے۔ اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون

ترجمۂ ازالۃ الخفا

پہلا حصہ اس ترجمہ کا شائع ہو چکا تھا اب دوسرا حصہ بھی تیار ہی جو انشاء اللہ تعالی اوائل شعبان مین روانہ ہوگا۔ دوسرے حصہ مین فصل چہارم و فصل پنجم کامل ہو گئی ہی۔

اس کتاب سے بہتر آج تک اس موضوع مین کوئی تصنیف نہین ہوئی۔ نہ صرف خلفای راشدین کی بے نظیر تاریخ، بلکہ بہت سے علوم دینیہ کا خزانہ ہی۔

ترجمہ اور شرح کو دیکھکر ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ کس قدر خوبیان اسمین ہین۔ شایقین تکمیل کتاب کا انتظار نہ کرین ورنہ قیمت تو یقیناً بڑھجائیگی اور شاید تعداد اشاعت بھی پوری ہو جائے۔

پوری کتاب تقریباً اسی (۸۰) جز مین ہی جو چار حصے کر کے روانہ ہو

قیمت حصہ اول	قیمت حصہ دوم	قیمت حصہ دوم	قیمت حصہ چہارم
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

راقم منیجر النجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت مولانا المکرم جناب مولوی محمد عبد الشکور صاحب دام ظلہم قامع المنافقین و علیہم ظاہرین آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد چونکہ رسالہ **فلسفۂ عزا** جو درحقیقت ایک ناول ہے۔ ملا محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل (مولوی فاضل) نے لکھا ہے۔ اور ہمیں پہلی ہی سے معلوم ہے کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ ملا جی کس پانی میں ہیں۔ اس لیے ارادہ نہ ہوا کہ اس پر کچھ لکھا جائے۔ کیونکہ میرزا حیرت دہلوی نے ملا صاحب اور انکے معاونین کی حیرت غایت کو پہونچا دی ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ بے دلیل جھگڑا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس تحریر سے بھی اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔ ہمیں ملا صاحب سے اُمید تو نہیں ہے کہ وہ اپنے قول کے موافق ٹھنڈے دل سے اس کو دیکھیں گے اور پھر انصاف سے جواب دینگے۔ اگر وہ بات قرینے کی کہیں گے تو ہم بھی جواب دینے کے لیے مستعد ہیں۔

رسالہ فلسفۂ عزا پر ایک سرسری نظر

قال اللہ تعالےٰ یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین

خداوند عالم اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اے وہ لوگو جو مومن کہلاتے ہو۔ پوری طرح سے پکے مسلمان ہو جاؤ۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو۔ اور اُسکے مطیع مت ہو۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے اس آیت ہدایت آثار میں حکم ہوا ہے کہ ہر مسلمان۔ ہر مومن کو چاہیے کہ اسلام کے احکام۔ اوامر و نواہی کا پوری طرح پابند ہو۔ اور جہانتک ہو سکے خدا و رسول کی پیروی میں کوتاہی نہ کرے اور جو بات شریعت میں نہ ہو اُسکو شریعت یا دین یا عبادت سمجھکر ہرگز عمل نہ کرے۔ ورنہ یہی شیطان کی اتباع ہے۔ اور اسی کو شرک فرمایا گیا ہے
ام لہم شرکاء شرعوا لہم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ (کیا انکے خدا ہیں جنھوں نے نئی شریعت بنائی جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا)
اسی کو **بدعت** کہتے ہیں کہ وہ دین میں نئی بات ہے۔ جس کی بابت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فھو رد (اخرجاہ) (جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اسمیں نہیں کیا وہ مردود ہے)
اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار (اخرجہ مسلم)۔

مگر افسوس اُن مسلمان بھائیوں پر جنھوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ اور سنت رسول اللہ و آثار و اقوال صحابہ و اہل بیت کو ایک تماشا اور کھیل سمجھ لیا - اہل بیت کی اتباع سے غرض رکھتے ہیں۔ نہ سنت رسول پر عامل اور قرآن شریف سے کوسوں بلکہ ہزاروں کوس دور ہیں - ہمیشہ عیب گیری و فحش گوئی انکا شیوہ ہے اور ہر وقت خلاف شرع مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا اُنکا مقصد اصلی ہے - ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ اپنے اماموں کی طرف رجوع نہیں کرتے کیا سبب ہے کہ جنکو اپنا پیشوا کہتے ہیں اُن کی باتوں پر عمل نہیں کرتے - حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس شد و مد سے بدعت کو رد فرمایا ہے اسکی کچھ انتہا نہیں - آپنے فرمایا کہ "جو شخص بدعت کرے گا اس کا کوئی گناہ نہ بخشا جائیگا اور وہ شخص جنت کے قابل نہیں ہے" (نہج البلاغہ) مگر کیا مدعیان محبت اہل بیت اس پر عمل کرکے اپنے دعوے کی تصدیق کرسکتے ہیں؟ اگر سچے محب ہیں (اور ایسا ہی ہونا چاہیے) تو اُن کو لازم ہے کہ اس حکم پر عمل بجالائیں اور خلاف شرع کاموں سے پرہیز کریں -

من جملہ اُن بدعات کے ایک **بدعت عزاداری** ہے جو ہزاروں برائیوں کا منبع ہے - اور جس سے مسلمان نحوست - ادبار - تنزل - جہالت - قساوت - فلاکت - حماقت - وغیرہ شرمناک عیوب سے منسوب کیے جاتے ہیں - جس سے اہل بیت نبی علیہ و علیہم السّلام کی عزت و حرمت میں نقص ہوتا ہے - جس سے آل عبا کی بے حرمتی کیجاتی ہے جس سے بزدلی اور عورتوں کا قابل شرم شیوہ رونا پیٹنا چیخنا چلانا نوحہ کرنا پایا جاتا ہے - اور جس سے خدائے رحمٰن پر بھی حملے کیے جاتے ہیں اُسکو بیرحم - قاسی - (نعوذ باللہ) بنایا جاتا ہے - اور اسی بہانہ سے بت پرستی اور گور پرستی کی جاتی ہے جسکے لیے جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ اسکا نشان مٹا دیں اور کوئی قبر نہ اونچی رہنے پائے - چہ جائیکہ اُسکی (قبر کی) تصویر کو محبان علی کار عبادت و ثواب خیال کریں اور اُس پر ماتھے رگڑیں - ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا -

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے کہ اس بدعت سیئہ کا ثبوت نہ کسی امام سے مل سکتا ہے نہ صحابی سے چہ جائیکہ کتاب و سنت سے اُسکا پتہ لگے - اُس میں تو صاف بدعت کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے -

اصل بحث پر گفتگو بہت طولانی ہے - جسکو یہ چند صفحات ناکافی ہونگے مگر یقیناً سمجھ لینا چاہیے کہ قصہ شہادت حسین علیہ السلام ہی کا قصہ تنہا نہیں ہے بلکہ اگر درحقیقت کسی کی عظیم الشان شہادت ہے تو وہ اُن حضرات کی شہادت

جنھون نے فقط اسلام کی خاطر۔ رسول مقبول کی حمایت مین اپنی جانین قربان کردین۔ جیسے حضرت حمزہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما اور وہ لوگ جنھون نے اسلام مین بہت فتوحات کیے اور مسلمانون کی حفاظت کی جیسے امیرالمومنین عمر فاروق اور حضرت عثمان اور علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔ مگر ان حضرات کی شہادت کے موقع پر وہ سازوسامان کبھی نہین کیے جاتے جو حضرت حسین کی شہادت کے موقع پر کیے جاتے ہین۔

اگر حقیقت حال پر نظر کیجائے تو کوئی بڑا جھگڑا نہ تھا سوا اسکے کہ اہل کوفہ نے حضرت ریحانۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا کر دغا کی اور باوجودیکہ وہ یزید کے پاس جانا چاہتے تھے مگر مکارون نے اُن کو شہید کر دیا۔

اس واقعہ پر اس قدر طوفان بے تمیزی مچانا اور بے فائدہ مسلمانون کو نشانہ ملامت بنانا کسی اہل ایمان اور محب رسول وآل رسول کا کام نہین ہوسکتا ہے؟

ملا محمد ہارون صاحب نے اپنے رسالہ فلسفۂ عزا مین اول تمہید بہت لمبی چوڑی لکھی ہے۔ جسمین یہ دعوی کیا ہے کہ "تعزیہ سازی۔ نوحہ۔ ماتم۔ اور سینہ پیٹنے سے تمدن۔ روحانیت۔ پرہیزگاری وغیرہ وغیرہ زیادہ ہوتی ہے"

کاش ملا صاحب کچھ تو فکر کرتے کہ فضول عورتون کی طرح آنسوے بہائے اور ہو۔ ہا۔ کرنے سے دین و دنیا کی خرابی کے سوا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اگر آپ کو اپنا مدعا ثابت ہی کرنا تھا تو وہ ائمۂ ہدی کے حالات سے ثابت کرتے کہ فلان امام نے تعزیہ بنایا۔ صورت ضریح بنائی۔ اور بہیئت کذائی کالے کپڑے پہن کر سروپا برہنہ کسی مصنوعی کربلا مین گئے یا اُنھون نے مرثیہ خوانی کی مجلس منعقد فرمائی۔ جسمین بے نماز۔ فاسق۔ افیونی۔ شرابی۔ گلے بازیان کرتے اور اشعار سناتے تھے۔ یا کہ وہ ان ذاکرین کی طرح مجلسین پڑھتے تھے جسمین سوا لوگون کے دماغ پریشان کرنے اور بیہودہ گوئی کے کوئی کلام آیت یا حدیث یا قول ائمہ بیان نہین کرتے تھے۔ تو شاید آپکا مدعا ثابت ہوتا۔

افسوس اور ہزار افسوس ہے کہ ایسی صریح بدعت جس سے تمام ائمہ کو نفرت تھی۔ جسکو سبب موجب فسق وضلالت شمار کرتے تھے۔ عبادت اور روحانیت سے تعبیر کیجائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ملا صاحب فرماتے ہین کہ جن زمانے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی ارواح (روح) نے اُنکے ہیولائی جسم مین قیام کیا ایک حد تک اُسے بہت بے چینی تھی کیونکہ بری جگہ بٹھائے گئے تھے آخر گھبراہٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیشمار اول فول زبان پر جاری کیے۔ اور وہی اقوال بعض لوگون نے یاد کر لیے۔ بے برابر پڑھے جاتے ہین

ہزار سمجھاؤ ہزار دلیلیں پیش کرو ایک نہیں سنتے ۔ سے کون ۔ وہ جس کے دماغ میں روحانیت کا کچھ مادہ ہی نہ ہو جس نے اُس سے پہلے قطع تعلق کر لیا ہو ۔ وہ کیا سمجھ سکتا ہے ۔ اب یہ مدت گذری ہوئی ہے کہ صاحب (۱) ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام بدعت ہے ۔ (۲) اقامت عزا ایسے طریقہ خاص سے موجب اسراف ہے ۔ (۳) بیان مصائب آل عبا باعث جنگ ہے (۴) تعزیہ رکھنا بت پرستی ہے ۔ (۵) اس شان سے تعزیہ اُٹھنا باعث فواحش ہے ۔ یہ وہ سوالات ہیں جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے وقت (یا اُس سے کچھ قبل و بعد) اسوقت تک برابر چلے آتے ہیں ۔ جن کے ہزاروں جوابات لکھے میں دیے گئے اور ہزاروں دفعہ ان لوگوں کو سمجھایا گیا مگر "کتے کی دم ٹیڑھی" پھر ہر سال وہی خیالات سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عوام فریبی کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور مکرر مزہ لیتے ہیں ۔ حالانکہ اگر یہ لوگ ذرہ برابر عقل سے کام لیں تو انکو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خیالات کس قدر لغو اور یہ سوالات کتنے پوچ ہیں ۔ جو بغیر جواب کے حل ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ کوئی شخص اُنکے جواب دینے یا لکھنے کی تکلیف گوارا کرے ۔ لیکن سمجھنے کے لیے اس قدر کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُمور مذکورۂ بالا بالکل مردود ہیں جسکی وجہ ذیل کی تحریر سے معلوم ہوگی ۔

اس جگہ جس قدر طولانی تقریر کی گئی ہے اگر اس کا خلاصہ کیا جائے تو تین چار سطروں میں آ جاتا ہے مگر ملا صاحب نے فضول طول دیا ہے ۔ ہمیں فحش کلامی سے کچھ سروکار نہیں ۔ نہ اہل علم کی یہ شان ہے کہ مقام استدلال میں فحش بول کر خوش ہوں ۔ لہذا ہم اس تقریر میں جو فحش کلمات ہیں اُن سے تعلق نہ رکھیں گے ۔ یہ اُنھیں کو مبارک ہوں ۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم نے پانچ اعتراضات (بقول ملا صاحب) تعزیہ سازی وغیرہ پر کیے اور بطابق پنجتن یہ دلیل بھی بہت مناسب ہے ۔ جس طرح شیعہ اثنا عشر ائمہ کے لیے بروج وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں ۔ یہ پانچ اعتراضات شیعہ ہرگز ہرگز اُٹھا نہیں سکتے کیونکہ آل عبا کے عدد پر ہیں ۔ اور اگر انہیں اُٹھا جائینگے تو محبت فقط نام کی ہوگی ۔ ایسی صاف دلیل کو معلوم نہیں کیوں رد کرنے لگے ہیں کیا آل عبا کا کچھ بھی پاس نہیں ہے ۔ ملا صاحب نے اسکے جوابات تین طرح سے دیے ہیں ۔

ایک ۔ چونکہ معترضین میں روحانیت نہیں ہے ۔ اس لیے وہ نہیں سمجھ سکتے کہ تعزیہ داری میں کیا فائدہ ہے ۔ مگر اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کوئی بڑا دعوی نہیں ہے ۔ بلکہ جہلا اس سے بڑھ کر کہا کرتے ہیں ۔ اور ہر ضال مُحق اس جناب سے برابر فائدہ اُٹھا سکتا ہے ۔

(دوم جواب یہ بتایا کہ اس کے ہزاروں جواب ہو چکے ہیں" حالانکہ یہ بھی دو وجہ سے مردود ہے۔ ایک یہ کہ جب جواب ہو چکے تھے تو آپ کو اتنی لمبی چوڑی تقریر بگھارنے سے کیا فائدہ ہے۔ تحصیل حاصل کی تحقیق کیوں انگیز فرمائی۔ دوسرے یہ کہ بھلا یہ بھی کوئی علمی جواب ہے کہ" اسکے ہزاروں جواب ہو چکے ہیں" اگرچہ یہ خلاف واقع کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ آپ کی گھبراہٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً اسکے جواب نہیں ہوئے۔ اور نہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ بھی باوجود مولوی فاضل ہونے کے گھبرا گئے اور کچھ جواب نہ بن پڑا۔

تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ" کہ یہ خیالات کس قدر لغو ہیں کہ بغیر جواب کے حل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سب مردود ہیں" بہت خوب۔ ملا صاحب نے عوام کے لیے یہ دلیل عجیب قائم کی کہ جب کسی بات کا جواب نہ ہو تو اسی طرح کہدینا چاہیے کہ اس بات کا بغیر رد کیے جواب ہو جاتا ہے اور یہ تو مردود ہے۔

ہمیں افسوس اور سخت افسوس ہے کہ اگر اس کلام کا قائل کوئی بازاری ہوتا تو جائے حیرت نہ تھی۔ مگر اتنے بڑے ممتاز الافاضل مولوی فاضل قبلہ ایسا فرمائیں تو باعث رنج و غم ہے (کیا اسکو بھی عزا یا ذکر مصائب ہی کہیں گے) پھر ملا صاحب کا یہ کہنا کہ "جسکی وجہ ذیل کی تحریر سے معلوم ہوگی" سراسر غلط ہے۔ اس لیے کہ کسی کی وجہ بھی نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ پانچویں اعتراض کے جواب کا نام تک نہیں لیا۔ اور ہر جواب میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے جسکو ہم لکھ چکے۔

پھر لکھتے ہیں:- " امر اول یعنی کہ ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام بدعت ہے اسی سوال میں یہ سوال ہے کہ حضور والا آخر یہی کیوں بدعت ہے (۱) آپکا دونوں وقت قورمہ کھانا کیوں بدعت نہیں۔ (۲) آپکا مرغ پلاؤ کھانا کیوں بدعت نہیں۔ (۳) آپکا کوٹ پتلون پہننا کیوں بدعت نہیں (۴) آپکا فوار کے پلنگ پر دراز ہونا کیوں بدعت نہیں۔ (۵) آپکا مولود کی محفلیں کرنا کیوں بدعت نہیں۔ (۶) آپکا تراویح پڑھنا کیوں بدعت نہیں۔ (۷) آپکا رات بھر پنکھے سو یا کرنا کیوں بدعت نہیں۔ (۸) آپکا اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا کیوں بدعت نہیں۔ ۹۔ اگر یہ تمام امور بدعت ہیں تو ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام بھی بدعت ہے اور اگر یہ امور بدعت نہیں تو اسے بھی انھیں پر قیاس فرمائیے۔ کیا معنی کہ جو بات عہد رسول میں نہ تھی اُسے بجا لانا اگر بدعت ہے تو یہ جملہ امور مذکورہ عہد بدعت ہیں۔ پس براہ مہربانی آپ اپنی بدعتوں کو ترک کیجیے ہم بھی اپنی بدعت کو ترک کر دینگے بشرطیکہ اسکا بدعت ہونا ثابت ہو" (ص ۱۳)

اس جگہ بھی رنج و افسوس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ملا صاحب اس طرح بے جوڑ باتیں کر رہے ہیں جس سے آپکا

علم خود جھپتا ہے۔ اور اہل علم کو تعجب ہوتا ہے۔ کہ یہ طریقہ استدلال بالکل انوکھا ہے۔ جسکا وجود حضور کی ذات والا صفات سے متعلق ہے۔

اس عبارت میں بہت سے اغلاط ہیں۔ اوّل یہ کہ بدعت کی حقیقت اور تعریف سے ملا صاحب بے بہرہ ہیں اگر آپ کسی کتاب حدیث یا لغت کے مطالعہ کی تکلیف گوارا فرماتے تو اس قدر آپ کو شرمندہ ہونا نہ پڑتا۔ اور اہل علم کے نزدیک یہ کلمہ قابل مضحکہ نہ بنتے کہ "جو بات عہد رسول میں نہ تھی اُسے بجالانا بدعت ہے" حالانکہ بدعت کی تعریف خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ یعنے جس نے دین میں وہ بات نکالی جسے ہم نے نہیں بتایا وہ مردود ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔ کہ ہر کام جو دین اور عبادت شمار کیا جائے اور کتاب و سنت سے اُسکا پتہ نہ لگے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ بدعت کے لیے نئی بات ہونے کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ دین اور عبادت بھی جانے۔ اور اگر نہ دین سمجھی جائے نہ عبادت اور نہ امید ثواب بلکہ ایک دنیاوی امر خیال کی جائے اور شریعت سے اسکی صاف مخالفت نہ ہو تو وہ ہرگز بدعت نہیں ہے۔ پس تعزیہ سازی وغیرہ سب بدعت ہے۔ کیونکہ دین اور عبادت سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں نوحہ اور ماتم ہوتا ہے۔ جو حرام ہے۔ نیز ہزاروں اور بدعتیں ہوتی ہیں جنکی تعداد مشکل ہے۔ اور یہ کل امور جو آپ نے بیان کیے انکو ہر شخص جانتا ہے کہ نہ دین سمجھکر کیے جاتے ہیں نہ عبادت اور اگر بعض عبادت ہیں تو اُسکا ثبوت شریعت سے موجود ہے۔ کما سیظہر علیک۔

دوم۔ سائل کے سوال کا جواب نہ دینا بلکہ اُس سے سوال بیجا کرنا اہل علم و فہم کی شان سے بعید ہے اور ازحد بعید ہے۔ کاش مُلا صاحب آداب مناظرہ سے واقف ہوتے۔ جس سے یہ قباحت درپیش نہ ہوتی۔

سوم ذرا اس تناقض صریح کو دیکھیے کہ اپنے کلام میں ایک جگہ تو ارشاد کرتے ہیں " اگر یہ تمام امور بدعت ہیں تو ذکر مصائب بھی بدعت ہے" اور دوسری جگہ فرماتے ہیں " پس مہربانی کر کے آپ نئی بدعتوں کو ترک کیجیے۔ ہم بھی اپنی بدعت کو ترک کر دینگے بشرطیکہ اُسکا بدعت ہونا ثابت ہو جائے" اس جگہ خلاف اس قول کے یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تم بدعت ہو بھی تو بھی ہم بدعت نہ کہیں گے اور نہ چھوڑیں گے۔ اور پہلی جگہ اقرار کر آئے ہیں کہ تم

اسے بدعت کہو ہم اسے بدعت کہیں گے - یہ سر بسر تعصب نہیں تو اور کیا ہے - اس سے بڑھکر تناقض کیا ہوگا کہ کسی ایک بات کو ایک جگہ ہاں کہنا اور اسی کو پھر نہ ماننا -

چہارم - یہ کون سی بات ہے کہ کوئی شخص بدعت کرتا ہو یا فی الحقیقت نہ کرتا ہو تو آپ کا نفس بھی اُسکے ساتھ متعلق ہو - اس طرز استدلال پر بھی تعجب ہے - حق بات کا تسلیم کرنا اسی کو کہتے ہیں کہ ناحق کٹ حجتی کرنا - اور انکا یہ کہنا کہ " اگر یہ امور بدعت نہیں تو لے بھی انھیں پر قیاس فرمایئے " عجب قیاس نے سی برہان ہے جسے دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے - لے جناب یہ کونسا لزوم ہے کہ اگر یہ امور بدعت نہیں تو انکا فعل بھی بدعت نہ ہو - آخر دونوں میں کون سا لزوم ہے؟ اُسے بتایئے - اور نسبت کیا ہے؟ پھر اگر خدانخواستہ کسی سُنی نے قیاس بھی کیا کہ تعزیہ اور امور کے ہے تو آپ کو اس سے کیا فائدہ؟ اس لیے کہ آپ سُنی کے مقلد نہیں - جناب کے بے قیاس حجت ہے - پھر کیوں قیاس کرایا جاتا ہے -

رہے وہ آٹھوں امور جن کو آپ بدعت بتلا رہے ہیں مطابق آنحضرت و پنجتن او صحابہ کرام بھی شیعی کی محبت ہے اور اسکو بدعت کہنا بالکل خلاف واقع ہے - دونوں وقت قورمہ کھانا - (۲) مرغ پلاؤ کھانا - (۳) گوٹ چکون پہننا - (۴) تواڑ کے پلنگ پر دراز ہونا - یہ سب امور دین سے نہیں ہیں - اور شریعت نے انھیں ہر طرح اجازت دی ہے کہ حلال طیب کھاؤ اور پہنو - اسراف مخیلہ یعنی تکبر سے بچو اور جو کپڑا اچھا ہو پہنو - بس ان باتوں پر اعتراض کرنا سخت معقولی ہے اور اسکی وجہ سے حقیقت بدعت سے غافل ہونا ہے - امید ہے کہ آیندہ ملا صاحب ایسے بیجا اعتراض نہ کریں گے -

رہا امر (۵) مولود کی مجلس کے متعلق - پس وہ بدعت ہے اور اُس سے بچنا چاہیے - مگر جبکہ فقط نصیحت اور ذکر وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو یہ کسی طرح بدعت نہیں - (۶) تراویح پڑھنا - اگرچہ شیعہ حضرات کتب حدیث سے بے خبر ہیں اور بالکل غافل - مگر دعوے کرنے میں جیسے من چلے ہیں چاہے ثابت کچھ نہ کرسکیں خیر سنیے - جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھائی ہے - جیساکہ صحیحین وغیرہا میں بصراحت موجود ہے اور صحابہ اہلسنت سے بخوبی ثابت ہے - چنانچہ ایک دو حدیثیں نقل کیجاتی ہیں -

ے سلطان ابو ذر غفار -

(۱) عن عائشة علیہا السلام ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد فصلی بصلوتہ ناس ثم صلی الثانیة فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلة الثالثة او الرابعة فلم یخرج الیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الا انی خشیت ان یفرض علیکم وذلک فی رمضان رواہ البخاری ومسلم واحمد۔ وفی روایة قالت کان الناس یصلون فی المسجد فی رمضان باللیل اوزاعا یکون مع الرجل الشیء من القرآن فیکون معہ النفر الخمسة والسبعة او اقل من ذلک واکثر یصلون بصلوتہ قالت فامرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انصب لہ حصیرا علی باب حجرتی ففعلت فخرج الیہ بعد ان صلی العشاء الآخرة فاجتمع الیہ من فی المسجد فصلی بہم۔ رواہ احمد۔

(۲) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصل بنا حتی بقی سبع من الشہر فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل الخ اخرجہ الخمسة وصححہ الترمذی (دیکھو مشکوٰۃ المصابیح۔ منتقی الاخبار باب التراویح صفحہ ۸)

خلاصہ مقصود روایت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز تراویح پڑھائی۔ اور آپ کی زندگی میں صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ایک جماعت اور متعدد جماعت دونوں طرح ادا کی۔ اور چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرضیت تراویح سے خوف کرتے تھے اس لیے آپ نے ہمیشہ نہیں پڑھائی۔

رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ "نعمت البدعة" اس سے مراد بدعت لغویہ ہے جو ہر نئی چیز کو کہتے ہیں جس سے تراویح کا بدعت شرعیہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

امر سابع "رات بھر سونا اور تہجد نہ پڑھنا یہ بدعت کیوں نہیں؟" یہ بھی عجیب خلط ہے اسلیے کہ فرائض کے بعد سنن میں تہجد اولیٰ و افضل ہے۔ مگر "نہ پڑھنا بدعت ہے" یہ ایک بے معنی کلام ہے کیونکہ خود شریعت نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ جو چاہے پڑھے اور جو چاہے نہ پڑھے۔ چنانچہ احادیث صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے۔ حدیث اعرابی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا الا ان تطوع الخ جاوہ۔ ایک اعرابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا مجھ پر سوا فرض نماز ودن کے اور کوئی نماز بھی ضروری ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھے۔ الحدیث۔

"قرات من الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا کیوں بدعت نہیں؟" یہ بھی ملا صاحب کی قلت معرفت پر دلیل ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ [illegible] موجود ہیں جو دونوں آنکھیں کھولیں اور بلا علم بدعت کہنے پر تیار ہو جائیں۔ اب حدیث [illegible]

خیر من النوم سنیے اور خواب غفلت سے بیدار ہو جایئے -

عن ابی محذورة قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان وقال اذا کنت فی اذان الصبح فقلت حی علی الفلاح فقل الصلوٰة خیر من النوم اخرجہ ابو داؤد وابن حبان وفی روایة اخریٰ عن ابی محذورة عند ابی داؤد وشملہ رواہ النسائی ایضاً بطریق اخریٰ وصححہ ابن خزیمة واخرجہ ابن خزیمة وصححہ من طریق ابن جریج -

روایت ہے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے کہ سکھائی مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور فرمایا جبکہ صبح کی اذان دو تو حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰة خیر من النوم کہو - اسکو ابو داؤد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے ایک اور روایت بھی اسی مضمون کی ذکر کی ہے - نیز نسائی مین ایک روایت ہے جسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے - اور نیز ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو ابن جریج کی سند سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے - اگر تمکین ہو تو کتب حدیث اہل سنت دیکھیے خصوصاً نیل الاوطار امام شوکانی جزو اول صفحہ ۳۳۸ - مطبوعہ مصر -

یہ حدیث اور نیز دیگر حدیث اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ صاف وصریح ہین کہ یہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہے نہ کسی غیر کا - پس یہ بدعت کیونکر ہو سکتا ہے - ہان "علی خلیفة رسول اللہ بلا فصل" جو حضرات شیعہ نے اختراع کیا ہے ضرور بدعت وضلالت ہے - جسپر انکے علما بھی لعنت وملامت کر گئے مگر نہ چھوٹ سکا - علی ہذا القیاس اور بھی بہت سے الفاظ ہین جنکو ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ مین صاف طور سے لکھدیا ہے - من شاء فلیرجع -

الحاصل یہ سب امور جنھین تمثیلاً پیش کیا ہے (سوا محفل میلاد کے) بدعت نہین اور نہ بدعت ہو سکتے ہین - اگر کہا جائے کہ جس طرح مولود کیا جاتا ہے اور وہ بدعت ہے اسی طرح مجلس عزا بھی ہونے دو - جواب اسکا یہ ہے کہ جیسا عزا کے لیے لکھا جاتا ہے اسی طرح مولود کے لیے بھی رد لکھا گیا ہے - اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو مولود کی اکثر باتین ٹھیک ہین - مثلاً رسول مقبول علیہ الصلوٰة والسلام کا ذکر مبارک - اسلام کی شان وشوکت - نصائح وغیرہ - برخلاف مجالس عزا کے جس مین اسلام کی ذلت - اہل بیت کی بے حرمتی - خداوند عالم کی بے رحمی - فحش گوئی کے سوا کچھ بھی نہین ہے یا چند جھوٹے قصے سنائے جاتے ہین جنکا کہین نام ونشان نہین -

مثلاً ہمین ثقہ نے خبر دی ہے کہ ذاکر مولوی مقبول احمد صاحب نے مجلس عزا مین بیان کیا کہ علامہ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب مین نقل کیا ہے کہ مجھسے ایک شخص نے بیان کیا کہ مین دمشق مین گیا وہان کسی شخص کا نام

آل عبا یا آلِ علی اولاد کے نام پر نہ تھا - ناگہان ایک شخص ایسا نکلا جسکا نام اہلبیت کے نام پر تھا - پس مین نے دریافت کیا کہ یہ تمھارا نام کیسا خلاف عام ہے - اُس نے جواب دیا کہ یہان کے لوگ اہلبیت کے دشمن ہین اور جو کوئی اپنا یا اپنی اولاد کا نام رکھے اُس کے بھی دشمن ہو جاتے ہین - اور طعنہ زنی و بدزبانی کرتے ہین "

ظاہر ہے کہ یہ قصہ بالکل بے اصل اور غلط ہے - اس لیے کہ مسعودی تیسری صدی کے اخیر کا آدمی ہے اور اس سے پہلے ہزارون علما ابو الحسن - اور - علی وغیرہ نام کے ہوئے ہین - جیسا کہ ائمہ تاریخ نے نقل کیا ہے - دیکھو معجم یاقوت مطبوعہ مصر متعلق دمشق وغیرہ - اور اس قصہ کے الفاظ صاف بتاتے ہین کہ ہو نہو یہ کسی تعزیہ پرست کی وضع ہے - ورنہ نامون سے تعصب کرنا متقدمین اہل سنت و تشیع دونون مین نہ تھا - خود حضرت علی مرتضی کی اولاد کے نام - ابوبکر - عمر - عثمان - تھے - اور حضرت حسن کی اولاد کے نام - ابوبکر - عمر - طلحہ - عبد الرحمن - تھے - جس سے معلوم ہو گیا کہ اُن لوگون کو کچھ تعصب یا بغض خلفا سے شمۂ بھی نہ تھا - کہ وہ اُنکے نامون سے پرہیز کرتے - ہان اختلاف آرا رہا کرتا تھا - مگر اتحاد مین کچھ فرق نہ تھا - چنانچہ واقعہ مسئلہ ام کلثوم اسی اتحاد کا ایک زبردست ثبوت ہے -

پھر ملا صاحب لکھتے ہین " لیکن آپ ہرگز ثابت نہین کر سکتے کیونکہ مین ثابت کردونگا کہ ذکر مصائب جناب سید الشہداء و خامس آل عبا - سنت اللہ - سنت الرسول - سنت صحابہ - اور سنت تابعین و تبع تابعین ہے - سنت اللہ کا پتہ تو قرآن سے مل سکتا ہے - مگر معلوم ہے کہ قرآن مجید اپنے بیانات مین بیشتر اجمال سے کام لیتا ہے - جسکی تفسیر اقوال رسول و صحابہ کرتے ہین جیسا کہ آپ کے نزدیک مسلم ہے اور اگر یہ نہ مانا جائے تو وجود قرآن اُمت کے درمیان مہمل اور بیکار ٹھہرے گا اور پھر جناب عمر کا ارشاد " حسبنا کتاب اللہ " بھی صحیح ثابت ہوگا - وہ اسلئے دعوے کو تسلیم کرنا پڑے گا " (صفحہ ۱۳)

تمام اہل عقل کو تعجب ہوگا کہ خدا خود حضرت امام حسین کے ذکر مصائب فرماتا ہے اور جس طرح شیعہ چلا کر اسے ہاے کرتے ہین اُسی طرح وہ بھی روتا ہے - (نعوذ باللہ) ورنہ اس کلام کے معنی ہین ؟ اور دعوی یہ کہ قرآن مین ہے - حالانکہ خدا نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہین فرمایا - اور اس بات سے انکار کرنا شیعون کو بہت اشکال مین ڈال دیگا - اس لیے کہ ہشام بن حکم وغیرہ علماے شیعہ خدا کے جسم ہونے کے قائل تھے - کافی کتاب الرجال و فصول کافی وغیرہ - پس اس اعتبار سے اسکا رونا اسی طرح ممکن ہے - مگر مشکل ایک اور ہے پیش ہے اور وہ

شہادت کا ہونا یا نہ ہونا ہی۔ اس لیے کہ شیعہ کی روایات اور اصول کے مطابق حضرت امام حسین شہید نہیں ہوے
کتاب بحار وغیرہ۔ اور اس مضمون کو حضرت علامہ مولنا مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی نور اللہ مرقدہ نے اپنی
کتاب ازالۃ الغین کے دو ضخیم مجلدین میں بہت واضح طور سے ثابت کیا ہی۔ جس کا جواب آج تک حضرات شیعہ سے
نہ ہو سکا۔ اور اس کلام میں بھی چند اغلاط ہیں

اول یہ دعوی کرنا کہ "قرآن مجید اپنے بیانات میں بیشتر اجمال سے کام لیتا ہی" محض دہوکا دہی اور
بے معنی کلام ہی جو خود قرآن مجید کے خلاف ہی۔ خداوند عالم فرماتا ہی۔ وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا۔ اور
دوسری جگہ فرماتا ہی۔ ہذا بیان للناس۔ یعنی یہ قرآن مجید تفصیل کیا ہوا اور کھلا کھلا ہی۔ اور ایک جگہ ارشاد فرمایا
کہ قرآن میں کچھ آیتیں متشابہات ہیں اور اکثر بینات یعنی کھلی اور ظاہر ہیں کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔ اور اجمال
اس بات کی منافی نہیں ہی کہ اپنے مقصود کو بھی صاف طور پر نہ بیان کیا جائے ورنہ یہ ایجاز مخل جسے اجحاف کہتے
ہیں وہ ہو جائے گا۔ بلکہ اجمال کے یہی معنی ہیں کہ نہایت عمدگی اور اختصار سے اپنا مقصود بیان کر دیا جائے
اور زیادہ تفصیل (جسکی تمامتر ضرورت نہیں ہوتی) اسکو چھوڑ دیا جائے۔

پس اس سے بھی دعوے ثابت نہیں ہوا۔ اور فی الحقیقت یہ کلام فقط دعوے ہی دعوے ہی جس کی
دلیل ملا صاحب نہ لا سکے۔ اور نہ لا سکتے ہیں۔

دوم یہ کہنا کہ "قرآن شریف کی تفسیر اقوال رسول و صحابہ کرتے ہیں" اگرچہ اہل سنت کے نزدیک صحیح
ہی مگر اس میں دو طرح سے دھوکہ دیا ہی۔ ایک یہ کہ ہر آیت کے لیے قول رسول و صحابہ کو دیکھنا چاہیے۔ حالانکہ
علماء اہل سنت خصوصاً مفسرین مثل علامہ امام جریر طبری وغیرہ نے تصریح کر دی ہی کہ تفسیر قرآن میں بڑی مدد
لغات عرب سے ملتی ہی۔ جب تفسیر لغت کے موافق ہو وہ صواب صحیح ہی ورنہ باطل ہی۔ پس ہر جگہ قول صحابہ
تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہی بلکہ بعض آیات احکام کے لیے حدیث وغیرہ کی تفسیر درکار ہی۔

سوم قولہ "جیسا کہ آپ کے نزدیک مسلم ہی" یہ بھی عجب استدلال ہی۔ دعوے کی دلیل لا کر الزام دیتے
مگر دلیل آپ کو کیا مل سکتی ہی آپ کی دلیل تو "جیسا کہ آپ فرماتے ہیں" ہی۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ آپ لوگوں
کا کلام استدلال نہیں ہی۔

چہارم قولہ اگر یہ مانا جائے تو وجود قرآن اُمت کے درمیان الخ" عجیب جمع نقیضین ہے۔ جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول صاف دلالت کرتا ہے کہ کتاب اللہ ضرورت رفع کرنے کے لیے کافی ہے۔ اب آپ قرآن مجید کو بغیر قول رسول و قول صحابہ کے مہمل و بے کار بتاتے ہیں۔ کیا یہ صریح تناقض نہیں ہے؟ نیز یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ کتاب اللہ سے مراد احکام خدا ہیں خواہ قرآن شریف میں ہوں خواہ حدیث صحیح میں۔ اور یہ حال میں ملا صاحب کا دعوے کہ قرآن مجید بلا الحاق قول رسول و صحابہ مہمل ٹھہرتا ہے۔ مہمل ہے۔ بلکہ یہ مختص ان احکام ہے جن میں قول رسول کی ضرورت پڑتی ہے اور بس۔

پھر ملا صاحب لکھتے ہیں "اب میں کہتا ہوں اس ذکر مصیبت میں قرآن کا بیان اجمالی اور بنا بر اشارہ ہے جیسی تفسیر آپ کے امام ثعلبی صاحب مفسر قرن اول سے معلوم ہوتی ہے خدا تعالیٰ کچھ لوگوں کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے فما بکت علیہم السماء والارض۔ ان لوگوں پر زمین و آسمان نے گریہ نہیں کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس صفت کے ہیں جن پر آسمان و زمین نے گریہ نہیں کیا تو کچھ لوگ ایسے بھی ضرور ہیں جن پر آسمان و زمین نے گریہ کیا ہے یا کرے گا۔ کیونکہ خاص لوگوں پر بکاء سماء و ارض کی نفی بتاتی ہے کہ ان دونوں میں اسکی صلاحیت ضرور ہے مگر ان پر گریہ نہیں کیا۔ البتہ ان کے علاوہ اوروں پر گریہ کرتے ہیں یا کر چکے یا آیندہ کریں گے"۔

اس کلام سے جس طریقہ پر اور جس بے استدلال کیا ہے وہ عجیب ڈھنگ کی ہے۔ دعوی یہ تھا کہ ذکر مصائب امام حسین سنت اللہ ہے۔ اور قرآن سے اسکی دلیل لانے کا وعدہ تھا۔ مگر جب قرآن سے نہ پایا تو قول فلاں و فلاں کی طرف گئے۔ مگر اس سے بھی سنت اللہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اگر بہت ہی دب کر قبول کیا جائے کہ یہاں آسمان و زمین کا رونا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے اور سنت اللہ ہونے سے کیا واسطہ؟

دعویٰ تو ذکر مصائب حسین کا تھا اور یہ کہ خدا نے ذکر کیا ہے اور دلیل رونے کی ہے اور وہ بھی آسمان و زمین کی

ع چہ خوش گفت سعدی در زلیخا۔

نیز اس کلام کا ناقل کون ہے؟ بڑے ثقہ جو ثعلبی صاحب ہیں حالانکہ یہ خود شیعہ اور وضاع اور کذاب تھے

سن حديث فماتت ترى في اكله فقال له ابو جعفر عليه السلام لا تاكله فقال له الرجل الفارة اهون علي من ان اترك طعامي من اجلها

گھی یا روغن زیتون بھرا ہوا تھا اسمیں چوہیا گر پڑی۔ آپ اسکا کھانا کیسا سمجھتے ہیں۔ تو اُس سے امام نے فرمایا کہ اسکو مت کھاؤ۔ اُس شخص نے کہا کہ چوہا تو میرے نزدیک ایسی سخت چیز نہیں ہے کہ اسکی وجہ سے میں اپنا کھانا چھوڑ دوں۔ اُس سے امام ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے یہ تمسخر چوہیا کے ساتھ نہیں کیا بلکہ اپنے دین کے ساتھ کیا۔ بیشک اللہ نے ہر چیز کے مُردار کو حرام فرمایا ہے۔"

پس یہ حدیث پہلی حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اس صورت کے لیے ہے جبکہ چوہیا اسکے اندر مرجائے تو بیشک اس چیز کا کام میں لانا جائز نہیں لیکن جبکہ زندہ نکل آئے تو اسکو وہی حکم ہے جو پہلی حدیث میں بیان ہوا۔ اس مطلب پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو علی بن جعفر نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہتے تھے کہ میں نے ان سے چوہیا کی بابت پوچھا کہ وہ تیل کے گھڑے میں گر جائے اور قبل اسکے کہ مرے نکال لیجائے کیا ہم اس تیل کو کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کریں؟ امام نے فرمایا ہاں اور تم خود بھی اسکو استعمال کرو۔ اسکے منافی وہ حدیث نہیں ہے جو محمد بن احمد بن یحییٰ نے ابراہیم بن ہاشم سے انھوں نے نوفلی سے انھوں نے سکونی سے انھوں نے جعفر سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک دیگ پک کر اتری تو دیکھا گیا کہ اسمیں چوہیا ہے۔ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شوربا پھینکدیا جائے اور گوشت دھو کر کھا لیا جائے۔ کیونکہ یہ حدیث اس صورت کیلیے ہے جبکہ وہ چوہیا مرگئی ہو تو اُسوقت شوربے کا پھینکنا ضروری ہے لیکن وہ حدیث جو محمد بن احمد بن یحییٰ نے محمد بن حسین سے

لے یہی برتاؤ شیعوں کا اپنے اماموں کے ساتھ تھا۔ امام مسائل بتاتے ہیں اور شیعہ صاحب اسکا مذاق اڑا رہے ہیں ۱۲

قال فقال له ابو جعفر عليه السلام انك لم تستخف بالفارة انما استخففت بدينك ان الله حرم الميتة من كل شيء فالوجه في هذا الخبر الاول ان الوجه في هذا الخبر انه اذا ماتت الفارة فيه لا يجوز الاستنفاع به فاذا خرجت حية كان الحكم ما تضمنه الخبر الاول ما رواه علي بن جعفر عن اخيه موسى بن جعفر عليه السلام قال سألته عن فارة وقعت في حب دهن فاخرجت قبل ان تموت ابيعه من مسلم قال نعم وتدهن منه ولا ينافي ذلك ما رواه محمد بن احمد بن يحيى عن ابراهيم بن هاشم عن النوفلي عن السكوني عن جعفر عن ابيه ان عليا عليه السلام سئل عن قدر طبخت واذا في القدر فارة

قال يهراق مرقها ويغسل اللحم ويؤكل لان المعنى في هذا الخبر اذا ماتت ثم يجب اهراق المرق فاما ما رواه محمد بن احمد بن يحيى عن محمد بن الحسين

عن وهيب بن حفص عن ابي بصير قال سألته عن حية دخلت حباً فيه ماء وخرجت منه فقال ان وجد ماءً غيره فليهرقه وانما

ان يحمل على ضرب من الكراهية مع وجود الماء اليقين والعمل بذا امره باراقته ان وجد غيره ولو كان نجساً لوجب على كل حال

باب سؤر ما يؤكل لحمه من سائر الحيوانات - اخبرني الحسين بن عبيد الله عن عدة من اصحابنا عن محمد بن يعقوب عن احمد بن ادريس عن محمد بن احمد بن يحيى عن احمد بن الحسن بن علي عن عمرو بن سعيد عن مصدق بن صدقة عن عمار الساباطي عن ابي عبد الله عليه السلام قال سئل عما تشرب منه الحمامة فقال كل ما اكل لحمه فتوضأ من سؤره واشرب وعن ماء شرب منه باز او صقر او عقاب فقال كل شيء من الطير يتوضأ مما يشرب منه الا ان ترى في منقاره دماً فان رأيت في منقاره دماً فلا تتوضأ منه ولا تشرب

اُنھوں نے وہیب بن حفص سے اُنھوں نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے امام سے پوچھا کہ سانپ کسی گھڑے میں جو پانی سے بھرا ہوا تھا گھس گیا اور پھر نکل گیا (تو وہ پانی کیسا ہے) امام نے فرمایا کہ اگر اسکے علاوہ پانی مل جائے تو اس پانی کو پھینکدے۔ پس مطلب نکلا یہ ہے کہ ہم اس پانی کو ایک قسم کی کراہت پر محمول کرتے ہیں جبکہ دوسرا پانی جو یقیناً پاک ہے موجود ہو اسی وجہ سے امام نے اس پانی کے پھینکنے کا حکم اس شرط سے دیا کہ دوسرا پانی موجود ہو اگر یہ پانی نجس ہوتا تو ہر حال میں اُس کا پھینکنا ضروری ہوتا۔

باب حلال جانوروں اور تمام حرام جانوروں کا جھوٹا پانی (کیسا ہے؟) مجھے حسین بن عبید اللہ نے ہمارے چند اصحاب سے نقل کرکے خبر دی وہ محمد بن یعقوب (کلینی) سے وہ احمد بن ادریس سے وہ محمد بن احمد بن یحیٰی سے انھوں نے احمد بن حسن بن علی سے انھوں نے عمرو بن سعید سے اُنھوں نے مصدق بن صدقہ سے اُنھوں نے عمار ساباطی سے اُنھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہتے تھے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کبوتر جس پانی سے پیے (وہ پانی کیسا ہے) امام نے فرمایا ہر وہ جانور جسکا گوشت حلال ہے اُسکے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے۔ اور جس پانی سے باز یا شکرے یا عقاب نے پیا ہو وہ پانی پیا جا سکتا ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ ہر پرندے[1] کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے مگر ہاں اُسکی چونچ میں اگر تم کچھ خون دیکھو تو البتہ اُس سے وضو نہ کرو اور نہ پیو۔

[1] امام نے پرندہ میں کچھ قید نہ لگائی کہ وہ حلال ہو یا حرام۔ معلوم ہوا کہ چاہے حلال ہو یا حرام سب کا جھوٹا پاک ہے کچھ تخصیص باز اور شکرے وغیرہ کی نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۱۲

وسئل عن ماء شرب منه الدجاجة فقال ان كان في منقارها قذر لم تشرب ولم تتوضأ منه وان لم تعلم ان في منقارها قذرا توضأ

منه واشرب فهذا خبر عام في
جواز سور كل ما يؤكل لحمه لان
الحيوان وان ما لا يؤكل لحمه لا
يجوز استعمال سوره وقد بينا
ايضا في كتابنا تهذيب الاحكام
ما يتعلق بذلك واستوفينا فيه
الاخبار وما يتضمن هذا الخبر
من جواز سور الطيور وان كان
مما لا يؤكل لحمه مثل البازي والصقور
غير في منقاره اثر الدم فمخصوص
من بين ما لا يؤكل لحمه في جواز
استعمال سوره وكذلك ما رواه
اسحاق بن عمار عن ابي عبد الله
عليه السلام ان ابا جعفر عليه
السلام كان يقول لا بأس
بسؤر الفارة اذا شربت من
الاناء ان تشرب منه وتتوضأ منه
الوجه فيه انه مخصص من بين ما
لا يؤكل لحمه من حيث لا يمكن

اور امام سے پوچھا گیا کہ جس پانی سے مرغی نے پیا ہو وہ پانی کیسا ہے؟ امام نے فرمایا اگر اسکی چونچ میں نجاست ہو تو وہ پانی مت پیو اور اس سے وضو نہ کرو اور اگر اسکی چونچ میں تمکو کوئی نجاست معلوم نہ ہو تو اس سے وضو کرو اور پیو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن حیوانات کا گوشت حلال ہو اُن سب کا جھوٹا پاک ہے اور جنکا گوشت حرام ہے انکے جھوٹے کا استعمال جائز نہیں۔ اور ہم اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں بھی اسکے متعلق بیان کر چکے ہیں اور تمام حدیثیں لکھ چکے ہیں۔ اور اس حدیث میں جو چند غیر ماکول پرندوں کے جھوٹے کو جائز بیان کیا گیا ہے مثل باز اور شکرے کے جبکہ انکی چونچ خون سے آلودہ نہو تو یہ چند پرندے[1] غیر ماکول مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح جو حدیث اسحاق بن عمار نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی کہ ابو جعفر علیہ السلام فرماتے تھے کہ چوہیا کا جھوٹا کچھ حرج نہیں جبکہ وہ کسی برتن سے پی جائے اس برتن سے پینا اور وضو کرنا درست ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ ہم چوہیا کو غیر ماکولوں میں مستثنیٰ[2] کریں گے۔ کیونکہ چوہیا سے بچنا ممکن نہیں انسان پر بہت مشقت پڑ جائیگی۔ اسی وجہ سے اسکا جھوٹا جائز کر دیا گیا۔

باب جس جانور میں خون جاری نہ ہو وہ پانی میں گر کر مر جائے (تو کیا حکم ہے)

سلہ اس حدیث سے یہ کلیہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ جتنے جانور ایسے ہوں کہ اُن کا گوشت حرام ہو۔ اُن سب کا جھوٹا ناپاک ہے۔ حرام پرندوں کو اس سے ضرور مستثنیٰ کرنا چاہیے ۱۲

سلہ یہ اجتہاد مصنف کا ہے۔ اور صریح مخالف حدیث معصوم کے ہے۔ ہرگز ان چند پرندوں کی تخصیص حدیث میں نہیں ہے بلکہ حدیث میں تو کلیہ کے طور پر وارد ہوا ہے کہ ہر پرندے کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے ۱۲

التحرز من الفارة وشق ذلك على الانسان فعفي لاجل ذلك عن سوره **باب** ما ليس له نفس سائلة يقع في الماء فيموت فيه

اخبرني الحسين بن عبيد الله عن احمد بن محمد بن يحيى عن احمد بن الحسن بن علي بن فضال عن عمرو بن سعيد عن مصدق بن صدقة عن عمار الساباطي عن ابي عبد الله عليه السلام قال سئل عن الخنفساء والذباب والجراد والنملة وما اشبه ذلك يموت في البئر والزيت والسمن وشبهه قال كل ما ليس له دم فلا بأس

وبهذا الاسناد عن محمد بن احمد بن يحيى عن ابي جعفر عن ابيه عن حفص بن غياث عن جعفر بن محمد عليه السلام قال لا يفسد الماء الا ما كانت له نفس سائلة

اخبرني الشيخ ابو عبد الله عن احمد بن محمد عن ابيه عن الحسين بن الحسن بن ابان عن الحسين بن سعيد عن ابن سنان عن ابن مسكان قال قال ابو عبد الله عليه السلام كل شئ يسقط في البئر ليس له دم مثل العقارب والخنافس واشباه ذلك فلا بأس فاما ما رواه الحسين بن سعيد عن عثمان بن عيسى عن سماعة عن ابي بصير

مجھے حسین بن عبید اللہ نے احمد بن محمد یحیی سے اُنھوں نے اپنے والد سے اُنھوں نے محمد بن احمد بن یحیی سے اُنھوں نے احمد بن حسن بن علی بن فضال سے اُنھوں نے عمرو بن سعید سے اُنھوں نے مصدق بن صدقہ سے اُنھوں نے عمار ساباطی سے اُنھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ان سے خنفساء اور مکھی اور ٹیڑی اور چیونٹی اور ان کے مثل چیزوں کی بابت پوچھا گیا کہ یہ پانی میں یا روغن زیتون وغیرہ میں گر کر مر جائیں (تو کیا حکم ہے) امام نے فرمایا جس چیز میں خون نہ ہو اسکے گر جانے سے کوئی مضائقہ نہیں۔

اور اسی سند کے ساتھ محمد بن احمد بن یحیی سے مروی ہے وہ ابو جعفر سے وہ اپنے والد سے وہ حفص بن غیاث سے وہ جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ پانی کو وہی چیز نجس کر سکتی ہے جس میں خون جاری ہو۔

مجھے شیخ ابو عبد اللہ نے احمد بن محمد سے اُنھوں نے اپنے والد سے اُنھوں نے حسین بن حسن بن ابان سے اُنھوں نے حسین بن سعید سے انھوں نے ابن سنان سے اُنھوں نے ابن مسکان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا جو چیز ایسی کنوئیں میں گر جائے جسمیں خون نہ ہو مثل بچھو اور خنفسا اور اسکے مثل کے تو کچھ حرج نہیں۔

لیکن وہ حدیث جو حسین بن سعید نے عثمان بن عیسی سے اُنھوں نے سماعہ سے اُنھوں نے ابو بصیر سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

النجم لکھنؤ

جلد اول

دورجدید

نمبر ششم

بابت ماہ ذالحجہ ۱۳۴۱ھ ہجری

فتنۂ ارتداد

اور حضرت مولنا مدیر النجم کا وعظ

ذیل میں ہم حضرت مولنا کے ایک وعظ کی مجمل روئداد ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جو ترجمہ ہے انگریزی اخبار مسلم اوٹ لک لاہور کی عبارت کا ہم اڈیٹر مسلم اوٹ لک کے مشکور ہیں جنھوں نے اس حقانی وعظ کو شائع کرکے اپنے آپ کو بھی الدال علے الخیر کفاعلہ کا مصداق بنایا

ترجمہ حسب ذیل ہے

مکرمی اڈیٹر صاحب زیر عنوان انسداد ارتداد - ورلاہور میں اجتماع کثیر فرماتے ہیں کہ ہزاروں آدمی اس جلسہ میں شریک ہوئے جسے انجمن معین الاسلام نے شب چہارشنبہ گذشتہ کو لاہور میں بیرون موچی دروازہ بدین غرض منعقد کیا تھا کہ مولنا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی اڈیٹر النجم کی تقریر انسداد ارتداد کے متعلق سنیں فاضل مولنا موصوف نے تقریر یوں شروع کی۔

سامعین! ناممکن ہے کہ ایک سچا مسلمان اسلام کو ترک کرے اپنے قول کی تائید میں مولنا نے بہت سے وہ واقعات بیان کیے جنہیں مسلمانوں پر پہلے درجہ کی سفاکیاں

کی گئین ہین لیکن وہ لوگ اپنے مذہب پر ثابت قدم رہے اور مرتد نہوے یہ واقعات اس امر پر دال ہین کہ ہادی دین نے کیا صور اُنکے قلوب مین پھونکا تھا اور اُنکی تعلیم مین کیا اثر تھا کہ لوگ جان جانا گوارا کرتے ہین لیکن انحراف دینی پر ذلت کی نگاہ ڈالتے ہین اور تبدیل مذہب سے محترز رہتے ہین۔ اس ضمن مین جناب مولانا نے یہ بھی بیان کیا کہ جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصدون کو ممالک مختلفہ مین بغرض اشاعت پیغام ربانی بھیجا تھا اسوقت ہندوستان کو وہ بھول نہ گئے تھے بلکہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی ہندوستان مین پہونچے تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایلچی سنہ ھ مین قنوج آیا جو اس وقت شرنابک کے زیر نگین تھا دوسرا ہرقل اعظم شاہ روم کے دربار مین حاضر ہوا شاہ روم نے اُس سے پوچھا کہ کسی مسلمان نے اپنا مذہب بھی تبدیل کیا کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہو کہ ایمان لانے اور قبول اسلام کے بعد کوئی مرتد ہو گیا ہے قاصد نے برجستہ جواب دیا کہ نہین کوئی مسلمان ایمان لاکر مرتد نہین ہو سکتا مسلمان اپنی جان دیدیگا اور مال ومنال قربان کردیگا مگر اپنے مذہب سے دستکش نہوگا مولانا نے اسلامی تعلیم کا عیسوی ویہودی وہندو مذہب کی تعلیمات سے مقابلہ کیا اور ثابت کیا کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسکی تعلیم ایسی ہے کہ جوان۔ بڈھا۔ غریب۔ امیر سب بحیثیت مساوی اسپر عامل ہو سکتے ہین جو لوگ مرتد ہوگئے ہین وہ اپنے مذہب کو سمجھے ہی نہین ورنہ کوئی دنیاوی قوت اُن کو اُس مذہب سے نہین ہٹا سکتی تھی مولانا نے اسلامی حسنات کے متعلق فرمایا کہ اسلام نوع انسانی کا احترام کرتا ہے اسلام ہی نے مرد وعورت کو یکسان حقوق عطا کیے مولانا نے مسئلہ چھوت کی تردید کی اور فرمایا کہ اگر کوئی ہندون کا کھانا چھو لیتا ہے تو وہ اُس کو پھینک دیتے ہین۔

مسلمان کسی انسان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہین کرتے جیسا کہ وہ خود یا کوئی سور اور کتے کے ساتھ کرتا ہے مولانا نے تبلیغ ارتداد کے متعلق علماؤنکو غیرت دلائی اور فرمایا کہ اتحاد اور اتفاق پیدا کرو فرقہ بندی کے امتیازات کو یک لخت چھوڑ دو خداء وجل نے مسلمانونکو بیداری کا موقع دیا ہے تم لوگون کو یہ موقع ہاتھ سے نہ دینا چاہیے یہ موقع

تمھاری اسلام و بہبودی کا باعث ہے تقریر ختم کرتے وقت مولانا نے اپیل کی کہ تبلیغ اسلام کے لئے ایک جماعت قائم کی جائے فقط

شیعوں کا فرار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ وعلیٰ آلہ اجمعین حضرات ناظرین دنیا میں مذاہب تو بہت ہیں لیکن شیعہ جیسا حیاباز کوئی مذہب نہیں کیونکہ انھوں نے موضع کشن پور ضلع فیروز پور تحصیل زیرہ میں ۲۵ مارچ ۱۹۲۳ء کو اہل سنت والجماعت سے مناظرہ مقرر کیا۔ اور جانبین سے پچاس پچاس روپے کی ضمانت مقرر ہوئی۔ لیکن شیعہ صاحبوں کو معلوم تھا کہ مناظرین کامیاب نہ ہونگے۔ اس لیئے اہل سنت والجماعت سے معافی طلب کر کے معافی نامہ تحریر کر دیا۔ اہل سنت نے اپنے مناظرین کو خط تحریر کر دیئے کہ شیعہ نے معافی نامہ لکھدیا ہے اس لیئے تاریخ مقررہ پر آپ تشریف نہ لائیں۔ شیعہ صاحبان نے میدان خالی دیکھ کر اپنے مناظرین بلوالیئے۔ اور اہل سنت کو مناظرہ کرنے پر مجبور کیا۔ اور فیل مست کی طرح میدان میں چنگھاڑنے لگے۔ اتنے میں شیعوں کے مناظر مولٰنا مولوی رحمت العلی صاحب لودیانوی معہ بعض احباب تشریف لے آئے۔ جب شیعوں کو معلوم ہوا کہ سنی مناظر آگئے ہیں۔ تو وہ جولانی رفوچکر ہو گئی۔ اور ہوش وحواس باختہ ہوئے۔ شیعوں کیطرف ہر چند مطالبہ کیا گیا کہ آپ میدان میں تشریف لائیں مگر شیعہ مناظر صاحب نے کمال حیلہ سازیوں سے کام لیا۔ کبھی پولیس کا حیلہ پیش کیا۔ کبھی ثالث پر اصرار کیا جب دونوں باتیں منظور ہوئیں تو مناظرہ سے صاف انکار کیا۔ بعدہٗ ایک میدان مقرر ہوا کہ اسمیں علماء اہل سنت والجماعت اپنے مذہب کی حقانیت اور مذہب شیعہ کے بطلان کے متعلق تقریریں فرمائیں۔ چنانچہ جناب مولٰنا رحمت العلی صاحب مدرس اول مدرسہ عزیزیہ عربیہ لودیانہ اور مولٰنا محمد صاحب مدرس دوم مدرسہ عزیزیہ کی مبسوط ومفصل

تقریرین ہوئین نیز جناب مولنا احمد بخش صاحب سابق مدرس مدرسہ عزیزیہ لودیانہ۔ ساکن باہمیان ضلع جالندھر نے عالمانہ تقریر فرمائی۔ بعدازان حافظ سید پرظہور شاہ صاحب نے لوگون پر اپنا ما فی الضمیر ظاہر کیا اور بار اہل تشیع کو چیلنج دیا گیا کہ مقابلہ مین آؤ۔ مگر ہیچ جواب ندارد غرضیکہ خداوند جل شانہ کی غیبی امداد سے اہل سنت والجماعت کو کامل فتح نصیب ہوئی۔ اور انکی طرف سے فرار محض رہا۔ مختصر الفاظون مین بندہ نے بھی مدرسہ عزیزیہ کی مالی امداد کیلئے کے متعلق عرض کیا۔ آخر قرآن مجید کی تلاوت پر جلسہ برخاست ہوا۔

نوٹ:۔ کشن پور مین یہ دعویٰ شیعون کی طرف سے کیا گیا کہ اہل سنت والجماعت کا یہ کہنا کہ شیعہ کوئی حافظ قرآن نہین ہو سکتا محض غلط ہے۔ بلکہ ہمارے ہان حافظ قرآن موجود ہین۔ لہذا اہل سنت چیلنج دیتے ہین کہ اگر کوئی شیعہ حافظ قرآن ہو تو سنہری مسجد لودیانہ مین قرآن مجید سنا کر پچاس روپے انعام وصول کر سکتا ہے۔ اگر دعویٰ ہے تو آئیے اور منہ دکھلائیے

المشتہر احمد حسن مدرس درجہ قرات مدرسہ عزیزیہ عربیہ لدھیانہ۔ پنجاب

اعانت النجم کے سلسلہ مین مکرمی جناب حسرت علی احمد علی صاحب لال نے بمبئی سے مبلغ پانچروپیہ عنایت فرمائے جزاکم اللہ

تنبیہ الحائرین ایک لغایت ۲۲ گذشتہ پرچہ مین شائع کیا جا چکا ہے ۲۳ لغایت ۵۶ ہمراہ رسالۂ ہذا ہے۔

جناب حکیم سید شبیر حسن صاحب جرولی کا ابتک کوئی جواب نہین آیا سخت انتظار ہے حکیم صاحب توجہ فرماوین۔

النجم مین اشتہار دینا کلید کامیابی ہے

نرخ	تعداد	ماہوار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
	نصف کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	ایک کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مین نے اسلام کیون قبول کیا

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت سعدی علیہ الرحمہ شیخ الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تذکرہ لکھ گئے فرماتے ہین ؎

رہ اینست سعدی کہ مردان راہ — بعزت نہ کردند برخود نگاہ
ازین بر ملائک شرف داشتند — کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اب لوگ تو خوش ہو رہے ہین مگر ہمین خوشی کے ساتھ جب یہ خیال آتا ہے کہ خدا نخواستہ اگر کہین ایسا ہوا کہ مسٹر صاحب موصوف مین خود بینی پیدا ہو گئی تو پھر ان کا اسلام لانا نہ لانا برابر ہو جائیگا مسٹر صاحب موصوف بشر ہین اور پھر غیر معصوم لہذا کوئی وجہ نہین ہے کہ ہمکو ان کی طرف سے یہ خیال نہ پیدا ہو اور محض بنظر ہمدردی ہم اس بلائے بیدرمان سے انکی حفاظت مین کوشش نہ کرین۔ آئندہ خدا کو اختیار ہے لہذا مسٹر صاحب موصوف سے ہم کہتے ہین کہ اے میرے عزیز بھائی تو یہ خیال نہ کرنا کہ مین اسلام لایا تو مین نے مسلمانون پر یا اسلام پر احسان کیا حق تعالیٰ فرماتا ہے قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان **ترجمہ** کہ نبی اپنے صحابہ سے کہدیجئے کہ تم اپنے مسلمان ہونے کا مجھپر احسان نہ رکھو بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمھین ایمان کی ہدایت کی۔ جب صحابہ سے یہ خطاب ہو رہا ہے تو اور لوگ کس شمار و قطار مین ہین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ ہین اگر ان کو یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ ہم مسلمانون پر یا اسلام پر کچھ احسان کر رہے ہین تو یہ ان کو بھی زیبا نہ تھا اور بہ حیثیت ایک عبد شکور ہونے کے وہ ایسا خیال کسی طرح نہ کر سکتے تھے یہ ضرور ہے کہ خدا نے انکے ذریعے سے اسلام کی مدد کی اور ان کے مبارک ہاتھون سے وہ کام لیا جو

خاص خدا کے قدرت والے ہاتھون سے انجام پانے کے قابل تھا انہین ایک اولوالعزم پیغمبر اور تمام مخلوقات کے سردار کی جانشینی کا شرف عطا فرمایا لیکن اگر وہ یہ خیال کرتے کہ ہم ایسے اور ہم ویسے اگر ہم نہ ہوتے تو اسلام کو ترقی نہ ہوتی تو پھر کہین کے نہ رہتے اسلام ان کا محتاج نہ تھا وہ خود اسلام کے محتاج تھے اسلام کو ان سے کچھ شرف نہین ہوا خود ان کو اسلام سے شرف ہوا اسلام کو انھون نے ترقی نہین دی بلکہ خود ان کی ترقی اسلام سے ہوئی خدا کا شکر ہے کہ ہمین ہر اسلامی فرقہ کی تاریخی اور حدیثی کتابون سے یہی ظاہر ہوا کہ ہم سب مسلمانون کے سردار اور خدا کی اشرف المخلوقات مین بعد انبیا کے سب سے بہتر یعنی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی ایسا خیال نہین کیا وہ اپنے مرتے دم تک اپنے کو اسلام کا ادنی خادم سمجھا کئے تمام دنیا کے بدکارون سے بدتر لوگون مین اپنا شمار کرتے رہے۔ باوجودیکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے انہین جنت کی بشارت دی تھی جسپر ایمان لانا انکے لئے فرض تھا اور وہ ایمان لائے لیکن تم تعجب سے دیکھو گے کہ جب انہین اپنے نفس کی طرف خیال جاتا تھا تو جبرائیل امین ان کے ذہن مین سمائی ہوئی تھین ان پر اس درجہ غلبہ پاتی تھین کہ وہ سب کچھ بھول جاتے تھے اور مارے خوف کے اس طرح کانپنے لگتے تھے جیسے کوئی خونی مجرم پولیس کی حراست مین اپنے کو دیکھ کے کانپ جاتا ہے یہ انہین کی شان تھی۔ سیدنا حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ جو منجملہ اور بہت واقعات کے حدیث کی صحیح صحیح کتابون مین متعدد اسانید سے مروی ہین صحیح بخاری سے نقل کرکے ہم آپ کی خدمت مین ہدیۃً پیش کرتے ہین اور ہمارے پاس آپ کے لئے اس سے زیادہ کوئی تحفہ نہین جو پیش کرین ع۔

برگ سبز است تحفۂ درویش

عن ابی بردۃ بن ابی موسی الاشعری قال قال لی عبد اللہ بن عمر ھل تدری ما قال

حضرت ابو بردہ بن ابی موسی اشعری سے روایت ہے کہ انھون نے کہا ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمر نے مجھ سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے والد سے میرے والد نے کیا کہا تھا مین نے عرض کیا

ابی لابیک قال قلت لا قال فان ابی قال لابیک یا ابا موسیٰ هل یسرک اسلامنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم و هجرتنا معه وجهادنا معه وعملنا کله معه برد لنا وان کل عمل عملناه بعده نجونا منه کفافا راسا براس فقال ابوک لا والله قد جاهدنا بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم وصلینا وصمنا وعملنا خیرا کثیرا واسلم علی ایدینا بشر کثیر وانا لنرجو ذلک فقال ابی لکنی انا والذی نفس عمر بیده لوددت ان ذلک برد لنا وان کل شیء عملنا بعده نجونا منه کفافا راسا براس فقلت انه اباک والله خیر من ابی۔

مجھے معلوم نہیں انہوں نے کہا تو (سنو) میرے والد نے تمہارے والد سے پوچھا تھا کہ اے ابو موسیٰ کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ ہمارا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لانا اور ہمارا آپ کے ساتھ ہجرت کرنا اور ہمارا آپ کے ساتھ جہاد کرنا اور ہمارے وہ تمام اعمال جو آپ کے ساتھ ہوئے قائم رہ جائیں اور جس قدر اعمال ہمنے آپ کے بعد کئے ہیں اُن سے برابر برابر چھوٹ جائیں تو تمہارے والد نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم مجھے یہ بات پسند نہیں بیشک ہمنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیا اور نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور بہت نیکیاں کیں اور ہمارے ہاتھ پر بہت لوگ مسلمان ہوئے اور بے شک ہم ان سب کے ثواب کی امید رکھتے ہیں میرے والد نے کہا مگر میں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے کہ اس بات کی آرزو رکھتا ہوں کہ وہ باتیں ہمارے لئے قائم رہیں اور جو اعمال ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئے ہیں ان سے برابر سرابر چھوٹ جائیں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہم راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے کہا خدا کی قسم آپ کے والد میرے والد سے اچھے تھے۔

یہ وہی حضرت عمرؓ ہین جنکے حق مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لو کان بعدی نبی لکان عمر ترجمہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے یہ وہی حضرت عمرؓ ہین جو صلح حدیبیہ مین کس بے باکی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے اور بہت سخت جوش مین جا کے کہا تھا کہ کیا آپ سچے نبی نہین ہین کیا ہم حق پر نہین ہین اور ہمارا دشمن باطل پر نہین ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تو کہنے لگے پھر ہم کیون دب کے صلح کرین۔ یہ وہی حضرت عمرؓ ہین کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منافق کے جنازے کی نماز پڑھنی چاہی (اس وقت تک اُسکی ممانعت نہ ہوئی تھی) تو حضرت عمرؓ کس دلیری سے آنحضرت کے سامنے جا کے کھڑے ہوگئے اور کسی طرح اس منافق کی نماز آپ کو نہ پڑھنے دی پھر انہین کی خواہش کے موافق خدا کا یہ حکم بھی نازل ہوگیا ولا تصل علے احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ ترجمہ اور اے نبی تم ان منافقین مین سے کسی پر جو مر جائے نماز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اسکی قبر پر کھڑے ہونا۔ یہ وہی حضرت عمرؓ ہین کہ جب بدر کے قیدی آئے تو انکی بابت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو انھون نے یہ مشورہ دیا کہ یہ سب قتل کر دیئے جائین اور ہر کافر کو وہی مسلمان قتل کرے جو اس کا عزیز ہو مین فلان اپنے عزیز کو قتل کرون فلان مسلمان اپنے فلان عزیز کو قتل کرے علی عقیل کو قتل کرین یہ مشورہ حضرت کو پسند نہین ہوا حضرت ابوبکر صدیقؓ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے مزاج شناس تھے بول اٹھے کہ یا رسول اللہ ان سب سے فدیہ لے کے انہین چھوڑ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اسپر یہ آیت نازل ہوئی لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما افضتم فیہ عذاب عظیم ترجمہ اگر خدا کی طرف سے (تمھاری ابدی نجات کا) نوشتہ نہ ہوگیا ہوتا تو جو کام تم نے کیا ہے اُسکے عوض مین تمھین بڑا سخت عذاب پہونچتا) (باقی آیندہ)

ف خیر اور کچھ ہو یا نہ ہو مگر اتنا تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے کہ مسئلہ امامت اور ائمہ کا حق بھی اس سے ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ قرآن سنیوں کی تائید کرتا ہے انکے ستون قائم کرتا ہے۔

قرآن شریف کے حروف والفاظ کے بدلے جانیکی روایتین

(۱) تفسیر قمی میں ہے

واما ما کان خلاف ما انزل الله فهو قوله تعالى کنتم خیر امة اخرجت للناس الآية قال ابو عبدالله علیه السلام لقاری هذه الآية خير امة يقتلون امير المؤمنين والحسين بن علی فقیل له فکیف نزلت یا ابن رسول الله فقال انما انزلت خیر ائمة اخرجت للناس

اور وہ چیزیں جو قرآن موجود میں خلاف ما انزل اللہ ہیں (مثلاً) وہ یہ آیت ہے کنتم خیر امۃ یعنی تم لوگ تمام ان امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں امام جعفر صادق نے اس آیت کے پڑھنے والے سے کہا کہ واہ کیا اچھی امت ہے جنہنے امیر المومنین کو اور حسین بن علی کو قتل کر دیا پوچھا گیا کہ پھر یہ آیت کسطرح اتری تھی اے فرزند رسول تو فرمایا کہ یہ آیت اس طرح اتری تھی کنتم خیر ائمۃ یعنی اے ائمہ اثنا عشر تم تمام اماموں سے بہتر ہو۔

ف معلوم ہوا کہ خیر امۃ غلط ہے خیر ائمۃ نازل ہوا تھا لفظ کی تبدیلی ہو گئی۔

(۲) نیز اسی تفسیر میں ہے۔ امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت

قرئ علی ابی عبدالله الذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ فقال علیه السلام لقد سألوا الله عظیما ان یجعلهم للمتقین اماما فقیل له یا ابن رسول الله کیف نزلت فقال انما نزلت واجعل لنا من المتقین اماما۔

پڑھی گئی الذین یقولون یعنی وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخشدے ہمکو ہماری بی بیوں اور ہماری اولاد سے ٹھنڈک آنکھوں کی اور بنا دے ہمکو متقیوں کا امام۔ تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ انھوں نے اللہ سے بڑی چیز مانگی کہ انکو متقیوں کا امام بنا دے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول اللہ یہ آیت کسطرح اتری تھی تو فرمایا کہ اسطرح اتری تھی واجعل لنا من المتقین اماما یعنی ہمارے لئے متقیوں میں سے کوئی امام مقرر کر دے

ف چونکہ امامت کا مرتبہ شیعوں کے یہاں نبوت سے بھی بڑھا ہوا ہے اسلئے امام نے آیت کو غلط کہدیا کہ اسمیں امامت کی درخواست خدا سے کیگئی ہے اس روایت میں حروف کی تبدیلی ہے۔

(۳) اصول کافی صفحہ ۲۶۸ میں ہے۔

قرأ رجل عند ابی عبد اللہ علیہ السلام قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون فقال لیس ھکذا ھی انما ھی والمامونون فنحن المامونون

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ قل اعملوا یعنی اے نبی کہدو کہ تم لوگ عمل کرو تمہارا عمل اللہ دیکھیگا اور اسکا رسول اور ایمان والے امام نے فرمایا یہ آیت اسطرح نہیں بلکہ یوں ہے والمامونون یعنی مامون لوگ دیکھیں گے اور مامون ہم ائمہ اثنا عشریہ ہیں۔

(۴) کتاب احتجاج کی اسی روایت میں ہے کہ زندیق نے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ قرآن میں پیغمبروں کی مذمت تو نام لیکر خدا نے بیان کی ہے مگر منافقوں کی مذمت اشارات و کنایات میں ہے انکا نام نہیں لیا گیا یہ کیا بات ہے تو جناب امیر نے جواب دیا کہ۔

ان الکنایة عن اسماء ذوی الجرائر العظیمة من المنافقین لیست من فعلہ تعالی وانھا من فعل المغیرین والمبدلین الذین جعلوا القرآن عضین واعتاضوا الدنیا من الدین

بڑے بڑے جرم والے منافقوں کے نام کا کنایات میں ذکر کرنا اللہ تعالی کا فعل نہیں ہے اللہ نے تو صاف صاف نام ذکر کیے تھے بلکہ یہ فعل ان تحریف کرنیوالوں بدلنے والوں کا ہے جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالا انہوں نے ناموں کو نکال ڈالا اور بجائے انکے کنایہ کے الفاظ رکھدیئے۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق کو یہ نفیس جوابات دیکر فرمایا۔

فحسبک من الجواب فی ھذہ المواضع ما سمعت فان شریعة التقیة تحظر التصریح باکثر منہ

پس ان مقامات میں یہ جواب تجھے کافی ہے جو تو نے سنا اسلئے تقیہ کی شریعت اس سے زیادہ صاف بیان کرنے کو روکتی ہے۔

نمونے کے طور پر تحریف کے چار قسموں کی روایتیں تھوڑی تھوڑی نقل کی گئیں اگر کوئی شخص کتب شیعہ کو دیکھے تو ایک انبار ان روایتوں کا پائیگا جنسے ایک بڑا ضخیم جلد تیار ہو سکتا ہے

اور اسکو معلوم ہو گا کہ بڑا مقصد اہم ان لوگون کا یہی تھا۔ باقی رہی تحریف کی پانچوین قسم یعنی خرابی ترتیب آیات کی بھی اور سورتون کی بھی وہ اس قدر مشہور ہے کہ حاجت کسی حوالہ کی نہین علاوہ ازین روایات منقولہ بالا سے وہ بھی ثابت ہو رہی ہے اور آیندہ بھی اسکے متعلق عبارتین نقل کیجائینگی اور اسوقت بھی ایک حوالہ اسکا پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب کے صفحہ ۹۷ مین فرماتے ہین۔

کان لامیر المومنین علیہ السلام قرآنا مخصوصا جمعہ بنفسہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وعرضہ علی القوم فاعرضوا عنہ فحجبہ عن اعینھم وکان عند ولدہ علیھم السلام یتوارثونہ امام عن امام کسائر خصائص الامامۃ وخزائن النبوۃ وھو عند الحجۃ عجل اللہ فرجہ یظھرہ للناس بعد ظھورہ ویامرھم بقراتہ وھو مخالف لھذا القرآن الموجود من حیث التالیف وترتیب السور والآیات بل الکلمات ایضا ومن جھۃ الزیادۃ والنقیصۃ وحیث ان الحق مع علی علیہ السلام وعلی مع الحق ففی القرآن الموجود تغییر من جھتین وھو المطلوب

امیر المومنین علیہ السلام کا ایک قرآن مخصوص تھا جسکو انھون نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خود جمع کیا تھا اور اسکو صحابہ کے سامنے پیش کیا مگر ان لوگون نے توجہ نہ کی لہذا اسکو انھون نے لوگون سے پوشیدہ کر دیا اور وہ قرآن انکی اولاد کے پاس رہا ایک امام سے دوسرے امام کو میراث مین ملتا رہا مثل اور خصائص امامت وخزائن نبوت کے اور اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے خدا انکی مشکل جلد آسان کرے وہ اس قرآن کو اپنے ظاہر ہونے کے بعد نکالینگے اور لوگون کو اسکی تلاوت کا حکم دینگے اور وہ قرآن اس قرآن موجود کے خلاف ہے سورتون اور آیتون کی ترتیب مین بھی بلکہ الفاظ کی ترتیب مین بھی اور کمی بیشی کے لحاظ سے بھی اور چونکہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہین لہذا ثابت ہو گیا کہ قرآن موجود مین دونون حیثیتون سے تحریف ہے اور یہی ہم شیعون کا مقصود ہے۔

اب علمائے شیعہ کے تینون اقرار دیکھیے یعنی اقرار روایات تحریف کے کثیر ومتواتر ہونے کا اور اقرار ان روایات کے صراحۃً تحریف پر دلالت کرنے کا۔ اور اقرار انھین روایات کے مطابق معتقد تحریف ہونے کا۔

علمائے شیعہ کے تینوں اقرار

چونکہ مذہب شیعہ کا مقصد اصلی قرآن شریف کو مشکوک بنانا اور اس پردہ میں دین اسلام کو مٹانا تھا اسلیے بڑے اہتمام سے علمائے شیعہ نے تحریف قرآن کی روایتیں ائمہ کے نام سے تصنیف کیں اور ان روایتوں کو مذکورۂ بالا تینوں اقراروں سے مزین کیا۔ بیچاروں کو کیا خبر تھی کہ ہماری یہ کوشش خاک میں ملجائیگی اور قرآن شریف کی روشنی اسیطرح قائم رہیگی۔ اب وہ اقرار سنیئے۔

(۱) کتاب فصل الخطاب مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۱ میں ہے۔

الاخبار الكثيرة المعتبرة الصريحة في وقوع السقط ودخول النقصان في الموجود من القرآن زيادة على ما مر في ضمن الادلة السابقة وانه اقل من تمام ما نزل اعجازا على قلب سيد الانس والجان من غير اختصاصها باية او سورة وهي متفرقة في الكتب المتفرقة التي عليها المعول عند الاصحاب جمعت ما عثرت عليها في هذا الباب

بہت سی حدیثیں جو معتبر ہیں اور قرآن موجود میں کمی اور نقصان پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں علاوہ ان حدیثوں کے جو دلائل سابقہ کے ضمن میں بیان ہو چکیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن مقدار نزول سے بہت کم ہے اور یہ کمی کسی آیت یا کسی صورت کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ حدیثیں ان کتب متفرقہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن پر ہمارے مذہب کا اعتماد اور اہل مذہب کا انکی طرف رجوع ہے تو وہ سب حدیثیں جمع کر دی ہیں جو میری نظر سے گذری ہیں۔

اسکے بعد کثرت کتابوں کے نام گنائے ہیں اور روایات تحریف کے انبار لگا دیے ہیں۔

(۲) نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ میں محدث جزائری کا قول نقل کیا ہے کہ۔

قال السيد المحدث الجزائري في الانوار ما معناه ان الاصحاب قد اطبقوا على صحة الاخبار المستفيضة بل المتواترة الدالة بصريحها على وقوع التحريف في القرآن كلاما ومادة واعرابا والتصديق بها۔

سید محدث جزائری نے کتاب انوار میں لکھا ہے جسکے معنی ہیں کہ اصحاب امامیہ نے اتفاق کیا ہے ان روایات مستفیضہ بلکہ متواترہ کی صحت پر جو صراحۃً قرآن کے محرف ہونے پر دلالت کرتی ہیں یہ تحریف کلام میں بھی ہے مادہ میں بھی اعراب میں بھی اور اتفاق کیا ہے روایات کی تصدیق

(٣) اسی فصل الخطاب کے صفحہ ٢٢٧ میں علاوہ محدث جزائری کے اپنے دوسرے علماء سے بھی روایات تحریف کا متواتر ہونا نقل کیا ہے۔

وهی کثیرة جدا حتی قال السید نعمة الله الجزائری فی بعض مؤلفاته کما حکی عنه ان الاخبار الدالة علی ذلک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرهم بل الشیخ ایضا صرح فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترها جماعة یاتی ذکرهم۔

روایات تحریف قرآن یقیناً بہت ہیں حتی کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کہ جو حدیثیں تحریف پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار حدیث سے زیادہ ہیں اور ایک جماعت نے انکے مستفیض ہونے کا دعوی کیا ہے جیسے مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم بلکہ شیخ نے بھی تبیان میں تصریح کی ہے کہ یہ روایات بکثرت ہیں بلکہ ایک جماعت محدثین نے ان روایتوں کے متواتر ہونے کا دعوے کیا ہے جنکا ذکر آگے آئیگا۔

پھر بفاصلہ چند سطور لکھا ہے کہ۔

واعلم ان تلک الاخبار منقولة من الکتب المعتبرة التی علیها معول اصحابنا فی اثبات الاحکام الشرعیة والآثار النبویة۔

جاننا چاہیے کہ یہ حدیثیں تحریف کی ان معتبر کتابوں سے نقل کیگئی ہیں جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے احکام شرعیہ کے ثابت کرنے اور آثار نبویہ کے نقل کرنے میں

(٤) پھر صاحب فصل الخطاب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور آخر کتاب میں ان تمام محدثین کے نام لکھے ہیں جنہوں نے روایات تحریف کو متواتر کہا ہے ان ناموں میں علامہ باقر مجلسی کا نام نامی بھی ہے اور انکی عبارت کا حسب ذیل فقرہ قابل دید ہے وہ فرماتے ہیں۔

وعندی ان الاخبار فی هذا الباب متواترة معنی وطرح جمیعها یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار راسا بل ظنی ان الاخبار فی هذا الباب لا یقصر عن اخبار الامامة فکیف

میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں معنی متواتر ہیں اور ان سب روایتوں کو ترک کر دینے سے ہمارے تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہیگا بلکہ میرا علم یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں لہذا اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا اعتبار

یثبتونها بالخبر — نہ تو مسئلہ امامت بھی روایتوں سے ثابت نہ ہو سکیگا۔

(۵) علامہ محسن کاشی تفسیر صافی کے دیباچہ میں تحریف قرآن کی بحث میں روایات نقل کر کے فرماتے ہیں۔

المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغيره من الروايات من طريق اهل البيت عليهم السلام ان القرآن الذي بين اظهرنا ليس بتمامه كما انزل على محمد صلى الله عليه وآله بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو مغير ومحرف وانه قد حذف عنه اشياء كثيرة منها اسم علي في كثير من المواضع ومنها غير ذلك وانه ليس ايضا على الترتيب المرضي عند الله وعند رسوله وبه قال علي بن ابراهيم

ان تمام حدیثوں کا اور انکے علاوہ جسقدر حدیثیں اہلبیت علیہم السلام کی سند سے نقل کی گئی ہیں انکا مطلب یہی ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان میں ہے وہ پورا جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے خلاف ہے اور کچھ مغیر و محرف ہے اور یقینا اس میں سے بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں جیسے علی کا نام بہت سے مقامات سے اور علاوہ اسکے اور ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قرآن کی ترتیب بھی خدا اور اسکے رسول کی پسند کی ہوئی ترتیب نہیں ہے انھیں سب باتوں کے قائل ہیں علی بن ابراہیم قمی۔

(۶) دور آخر کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی جنکو شیعوں کے امام والا مقام مولوی حامد حسین آیۃ اللہ فی العالمین فرماتے ہیں۔ عماد الاسلام میں لکھتے ہیں۔ کما نقلہ فی الاستقصاء

قال آية الله في العالمين احله الله دار السلام في عماد الاسلام بعد ذكر نبذ من احاديث التحريف المأثورة عن سادات الانام عليهم الاف التحية والسلام مقتضى تلك الاخبار ان التحريف في الجملة في هذا القرآن الذي بين ايدينا -

آیۃ اللہ فی العالمین یعنی مولوی دلدار علی اپنی کتاب عماد الاسلام میں بعد نقل کرنے چند احادیث تحریف کے جو سرداران خلق یعنی آئمہ اثنا عشر علیہم الآف التحیۃ والسلام سے منقول ہیں فرماتے ہیں کہ نتیجہ ان روایات کا یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ تحریف اس قرآن میں جو ہمارے سامنے ہے بلحاظ زیادہ ہو جانے بعض حروف کے اور کم ہو جانے بعض

بحسب زیادۃ بعض الحروف
نقصانہ بل بحسب بعض الالفاظ و
بحسب الترتیب فی بعض المواقع
قد وقع بحیث لا یشک فیہ مع تسلیم
تلک الاخبار۔

حروف کے بلکہ بعض الفاظ کے اور بلحاظ ترتیب کے
بعض مقامات مین یقیناً واقع ہو گئی اس طرح کہ
ان روایتون کے تسلیم کے بعد تحریف قرآن مین
شک نہین کیا جا سکتا اسکے بعد مولوی دلدار علی نے
تحریف کی صورتین لکھی ہین جو خاتمہ مین نقل ہونگی)

(۷) امام الشیعہ مولوی حامد حسین استقصاء الافحام مجلد اول صفحہ ۹ مین فرماتے ہین۔
"ورود روایات تحریف قرآن بطریق اہل حق صفحہ ۱۰ مین ہے" اگر بیچارہ شیعیے بمقتضاے احادیث کثیرہ اہل بیت طاہرین مصرحہ بوقوع نقصان در قرآن حرف تحریف ونقصان بر زبان آرد ہدف سہام طعن وملام ومورد استہزاو تشنیع گردد" صفحہ ۶۴ مین ہے "اگر اہل حق از حافظان اسرار الہی وحاملان علوم جناب رسالت پناہی کہ ہداۃ اسلام وائمہ انام اند روایت کنند احادیثے را کہ دال ست براینکہ در قرآن شریف مبطلین واہل ضلال تحریف نمودند وتنقیص وتخفیف بعمل آوردند واصل قرآن کما انزل نزد حافظان شریعت موجود ست کہ درین صورت اصلا بر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نقصے وطعنے عائد نمی شود فریاد وفغان آغاز کنند وکلمات ناشائستہ دور از کار کہ ادنی عاقلی نمی زیبد بر زبان آرند"

ف عبارات منقولہ بالا سے حسب ذیل امور معلوم ہوے (۱) روایات تحریف قرآن شیعون کی ان اعلیٰ ترین معتبر کتابون مین ہین جن پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے (۲) روایات تحریف کثیر ومستفیض بلکہ متواتر ہین (۳) روایات تحریف رد کر دی جائین تو شیعون کا فن حدیث بیکار وبے اعتبار ہو جائے (۴) تحریف قرآن کی روایتین کتب معتبرہ شیعہ مین دو ہزار سے زائد ہین (۵) تحریف قرآن کی روایتین مسئلہ امامت سے کم نہین ہین۔ معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ مین جس درجہ ضروری مسئلہ امامت ہے اسی درجہ تحریف قرآن بھی ضروری ہے حضرت علی اور دوسرے ائمہ کی امامت کا ماننا جیسا فرض ہے اسی درجہ کا فرض قرآن کو محرف ماننا بھی ہے۔ جو شخص قرآن کو محرف نہ مانے وہ از روے مذہب شیعہ ویسا ہی گنہگار وبددین اور مذہب شیعہ سے خارج ہوگا جیسا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا منکر۔

(۶) یہ روایات قرآن کے محرف ہونے اور پانچون قسم کی تحریف سے ملوث ہونے پر ایسی صاف

اور واضح دلالت کرتی ہین کہ ہمین شک نہین ہو سکتا۔

ان عبارات مین دو اقرار تو بالکل واضح ہین یعنی ان روایات کے کثیر و متواتر ہونے کا اور ان کے تحریف پر دلالت کرنے کا۔ تیسرا اقرار یعنی معتقد تحریف ہونے اس درجہ کا واضح نہین ہے اسلئے اور عبارتین درج ذیل ہین۔

(۷) واما اعتقاد مشايخنا رحمهم الله في ذلك فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن يعقوب الكليني طاب ثراه انه كان يعتقد التحريف والنقصان في القرآن لانه روى روايات في هذا المعنى في كتابه الكافي ولم يتعرض لقدح فيها مع انه ذكر في اول الكتاب انه كان يثق بما رواه فيه وكذلك استاذه علي بن ابراهيم القمي فان تفسيره مملو منه وله غلو فيه وكذلك الشيخ احمد بن ابي طالب الطبرسي قدس سره فانه نسج على منوالهما في كتاب الاحتجاج

ہمارے بزرگون کا اعتقاد اس بارہ مین یہ ہے کہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی قرآن کی تحریف و نقصان کے معتقد تھے کیونکہ انھون نے اس مضمون کی روایتین اپنی کتاب کافی مین نقل کی ہین اور روایتون پر کوئی جرح نہین کی باوجودیکہ انھون نے آغاز کتاب مین لکھا ہی کہ جتنی روایتین اس کتاب مین ہین ان پر مجھے وثوق ہی اور اسیطرح انکے استاذ علی بن ابراہیم قمی کہ انکی تفسیر بھی روایات تحریف سے پر ہی اور انکو اس عقیدہ مین غلو ہی اور اسیطرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی کہ وہ بھی کتاب احتجاج مین انھین دونون کے طرز پر چلے ہین۔

(۸) علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب کے صفحہ ۲۵ مین لکھتے ہین۔

الاول وقوع التغيير والنقصان فيه وهو مذهب الشيخ الجليل علي بن ابراهيم القمي شيخ الكليني في تفسيره صرح بذلك في اوله وملأ كتابه من اخباره مع التزامه في اوله بان لا يذكر الا ما رواه مشايخه وثقاته و

پہلا قول یہ ہی کہ قرآن مین تغیر و نقصان ہو گیا اور یہی مذہب ہی شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی استاد کلینی کا انھون نے اپنی تفسیر کے شروع ہی مین تصریح کی ہی اور اپنی تفسیر روایات تحریف سے بھردی ہی اور ساتھ ہی اپنی تفسیر کے شروع مین انھون نے یہ پابندی ظاہر کی ہی کہ وہی روایتین ذکر کرونگا جو میرے اساتذہ اور معتبر لوگون نے

ومذهب ثقة الاسلام الكليني رحمه الله على ما نسبه اليه جماعة لنقله الاخبار الكثيرة الصريحة في هذا المعنى في كتاب الحجة خصوصاً في باب النكت والنتف من التنزيل وفي الروضة من غير تعرض لردها او تاويلها واستظهر المحقق السيد محسن الكاظمي في شرح الوافية مذهبه من الباب الذي عقده فيه وسماه بابه لم يجمع القرآن كله الا الائمة عليهم السلام فان الظاهر من طريقته انه انما يعقد الباب لما يرتضيه قلت وهو كما ذكره فان مذاهب القدماء تعلم غالبا من عناوين ابوابهم و به صرح ايضا العلامة المجلسي في مرآة العقول۔

روایت کی ہین۔ اور یہی مذہب ہے ثقۃ الاسلام کلینی رحمہ اللہ کا جیسا کہ ایک جماعت نے انکی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ انھون نے اس مضمون کی بہت سی صریح روایتین کافی کی کتاب الحجہ خصوصاً باب النکت والنتف من التنزیل مین اور روضہ مین نقل کی ہین اور ان روایات کو نہ رد کیا نہ انکی کچھ تاویل کی اور محقق سید محسن کاظمی نے شرح وافیہ مین کلینی کا مذہب اس باب سے ثابت کیا ہے جو انھون نے کافی مین منعقد کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے باب لم یجمع القرآن کلہ الا الائمۃ علیہم السلام کیونکہ انکے طریقہ سے ظاہر ہے کہ وہ اسی مضمون کے لیے باب قائم کرتے جو مضمون انکو پسند ہوتا ہے مین کہتا ہون کہ محقق کاظمی کا کہنا ٹھیک ہے متقدمین کا مذہب اکثر انکے بابون کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور کلینی کے مذہب کی تصریح علامہ مجلسی نے بھی مرآۃ العقول مین کی ہے۔

اسکے بعد حسب ذیل نام اپنے اکابر علمائے متقدمین کے صاحب فصل الخطاب نے درج کیے ہین۔ الثقۃ الجلیل محمد بن الحسن الصفار مصنف کتاب البصائر۔ الثقۃ محمد بن ابراہیم النعمانی شاگرد کلینی مصنف کتاب الغیبۃ۔ الثقۃ الجلیل سعد بن عبداللہ القمی جنھون نے اپنی کتاب ناسخ و منسوخ مین ایک باب تحریف قرآن کا بھی قائم کیا ہے

جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار کے انیسوین مجلد مین انکی تصریح کی ہے۔ السید علی بن احمد الکوفی مصنف کتاب بدع المحدثہ اجلۃ المفسرین و اثنتہم الشیخ الجلیل محمد بن مسعود العیاشی مصنف تفسیر عیاشی، الشیخ فرات بن ابراہیم الکوفی۔ الثقۃ الثقۃ محمد بن العباس الماہیار شیخ المتکلمین متقدم النوبختیین ابو سہل اسمعیل بن علی بن اسحاق بن سہل بن نوبخت مصنف الکتب کثیرہ۔ اسحاق الکاتب جنھون نے امام مہدی کو دیکھا ہے خدا امام ممدوح کی مشکل جلد آسان کرے۔ رئیس الطائفہ جنکے معصوم ہونے کے اکثر یا بعض لوگ قائل ہین یعنی ابو القاسم حسین ابن روح بن ابی بحر نوبختی جو شیعون کے اور امام مہدی کے درمیان مین تیسرے سفیر تھے۔ العالم الفاضل المتکلم حاجب بن لیث بن سراج الشیخ الجلیل الثقۃ الاقدم فضل بن شاذان۔ الشیخ الجلیل محمد بن حسن الشیبانی مصنف تفسیر نہج البیان۔ الشیخ الثقۃ احمد بن محمد بن خالد برقی مصنف کتاب المحاسن۔ محقق طوسی نے فہرست مین اور نجاشی نے اپنے اسماء الرجال مین انکی تصانیف مین کتاب التحریف کو شمار کیا ہے۔ الثقۃ محمد بن خالد جو شیخ سابق الذکر کے والد تھے۔ الشیخ الثقۃ علی بن الحسن بن فضال جنکی کوئی غلطی علم حدیث مین ظاہر نہین ہوئی محمد بن الحسن الصیرفی۔ احمد بن محمد سیار۔ الشیخ حسن بن سلیمان الحلی تلمیذ الشہید۔ الثقۃ الجلیل محمد بن عباس بن علی بن مروان ماہیار۔ ابو الطاہر عبد الواحد بن عمر القمی۔ محمد بن علی بن شہر آشوب۔ شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی جنھون نے تحریف قرآن کے متعلق دس حدیثون سے زیادہ روایت کی ہین۔ اسکے بعد مصنف فصل الخطاب لکھتے ہین وھو مذھب جمھور المحدثین الذین عثرنا علی کلماتھم یعنی یہی مذہب جمہور محدثین کا جنکے کلمات پر ہم کو اطلاع ہوئی۔ مولی محمد صالح۔ الفاضل السید علی خان۔ مولی محمد مہدی نراقی الاستاذ الاکبر البہبہانی۔ محقق کاظمی۔ شیخ ابو الحسن الشریف شیخ علی بن محمد المقابی سید جلیل علی طاؤس۔ الشیخ الاعظم محمد بن محمد بن نعمان المفید۔

یہ ایک مختصر فہرست اطلاع ناظرین کے لیے درج کیگئی تاکہ جناب حائری صاحب ودیگر علمائے شیعہ کی غلط بیانی اپنی آنکھون سے دیکھ لین۔

حقیقت یہی ہے کہ تمام محدثین اور بڑے بڑے اکابر مذہب شیعہ کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ نہ کوئی شیعہ تحریف قرآن کا منکر ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ انکے مذہب کی بنیاد ہی عداوت قرآن پر ہے۔

شیعون مین گنتی کے صرف چار آدمی ازراہ تقیہ تحریف قرآن کے منکر ہو گئے ہین۔ شریف مرتضی۔ شیخ صدوق۔ ابو جعفر طوسی۔ شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان جب علماے شیعہ کو سنیون کے مقابلہ مین ضرورت پیش آتی ہے یا اپنے مسلمان ثابت کرنے کی ہوس خام پیدا ہوتی ہے تو انھین چار مین سے کسی نہ کسی کا قول پیش کر دیتے ہین اور بڑی صفائی سے کہدیتے ہین کہ ہمارے اوپر بالکل بیجا الزام ہے ہم تو تحریف قرآن کے قائل نہین ہین۔ چنانچہ حائری صاحب نے بھی اپنے رسالہ موعظہ تحریف قرآن مین یہی کارروائی کی ہے۔ ناواقف شخص بیشک اس کارروائی سے دھوکہ کھا جاتا ہو مگر جو لوگ مذہب شیعہ سے واقف ہین انکے سامنے یہ کارروائی نہین چل سکتی۔

اب بعونہ تعالی ان چارون شخصون کے اقوال اور انکی حقیقت و صلیت کا اظہار کیا جاتا ہے

واضح ہو کہ جب بانیان مذہب شیعہ عداوت قرآن کا حق ادا کر چکے راویان قرآن یعنی صحابہ کرام کو بھی بخیال خود خوب مجروح کیا پھر اس پر بھی صبر نہ آیا اور تحریف قرآن کی دو ہزار سے زیادہ روایتین حضرت علی و امام باقر و صادق کے نام سے تصنیف کرکے اپنی کتابون مین درج کر دین سمجھے تھے کہ اب دین اسلام مٹ چکا مسلمان قرآن مجید کی طرف سے ضرور شک مین پڑ جائینگے۔

مگر خدا کی قدرت نہ اسلام مٹا اور نہ قرآن مجید مین کسیکو شک پیدا ہوا مسلمان تو مسلمان غیر مسلمون نے بھی ان روایات تحریف کو گوز شتر سے بدتر سمجھا اور انکو بھی قرآن شریف کے محرف ہونے کا وہم نہ پیدا ہوا۔ مثلاً سر ولیم میور جو صوبہ متحدہ کے لفٹنٹ گورنر تھے باوجود متعصب عیسائی ہونیکے اور باوجود اسکے کہ مسلمانون کیطرف سے اُن کی انجیلون کو محرف کہا جاتا ہے تو بھی وہ قرآن کو محرف نہ کہہ سکے اور اپنی کتاب لائف آف محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مین لکھ گئے۔ **یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے**

اور اسمین ایک حرف کی بھی تحریف نہین ہوئی - ہم ایک بڑے ہی مضبوط ایمان سے دعوے کر سکتے ہین کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت مین ہی اور آخر کار ہم اپنی بحث کو ون ہیم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہین وہ فیصلہ یہ ہی کہ ہمارے پاس جو قرآن ہی ہم کامل طور سے اسمین ہر لفظ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا سمجھتے ہین جیسا کہ مسلمان اسکے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہین "

بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ چارون طرف سے نفرین وملامت کی بوچھار ہونے لگی اور واقعی اس سے بڑھ کر ننگ حرامی کیا ہو گی کہ جس دین کا نام لیتے تھے اسی کی جڑ کاٹنا شروع کی اسلام کو کیا مٹاتے خود ہی اسلام سے خارج ہو گئے۔ خدا کے نور کو جو شخص بجھانے کی کوشش کرتا ہے اسکو بھی پھل ملتا ہے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکو پف زند ریشش بسوزد

بالآخر شریف مرتضےٰ کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح یہ کلنک کا ٹیکہ مٹانا چاہیے لہٰذا انھون نے تقیہ کر کے تحریف قرآن کا انکار کر دیا مگر افسوس کہ انھون نے ایک ایسے کام کا ارادہ کیا جس مین کامیابی محال تھی - وہ اپنے قول کی کوئی دلیل مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق نہ پیش کر سکے نہ اپنی تائید مین کوئی روایت ائمہ معصومین کی لاسکے نہ روایات تحریف کا کوئی جواب دے سکے بلکہ انکار تحریف کی دُھن مین وہ باتین لکھ گئے جو انکے مذہب کے لیے سم قاتل تھین اور وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے قرآن پر ایمان کا دعویٰ بغیر مذہب شیعہ کی بیخکنی کے ممکن نہ تھا۔

تلاش وتتبع سے معلوم ہوا کہ گنتی کے چار شخص اکابر قدمائے شیعہ مین ہین جنھون نے از راہ تقیہ قرآن شریف کی تحریف کا انکار کیا اور ہر قسم کی تحریف سے انکو پاک بتلایا۔

اول شریف مرتضےٰ دوم شیخ صدوق سوم ابوجعفر طوسی چہارم شیخ ابوعلی طبرسی مصنف

تفسیر مجمع البیان۔ ان چار کے سوا قدمائے شیعہ مین کسی نے ازراہ تقیہ بھی تحریف قرآن کا انکار نہین کیا۔ فصل الخطاب صفحہ ۳۲ مین ہے الثانی عدم وقوع التغیر والنقصان فیہ وان جمیع ما نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ھو الموجود فی ایدی الناس فیما بین الدفتین والیہ ذھب الصدوق فی عقائدہ والسید المرتضی وشیخ الطائفۃ فی التبیان ولم یعرف من القدماء موافق لھم یعنی دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن مین تحریف و کمی نہین ہوئی اور یہ کہ جسقدر قرآن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ لوگون کے ہاتھون مین دو دفتیون کے بیچ مین موجود ہے اور اسی طرف گئے ہین صدوق اپنے کتاب عقائد مین اور سید مرتضے اور شیخ الطائفہ (ابو جعفر طوسی) تبیان مین۔ اور متقدمین مین کوئی ان کا موافق معلوم نہین ہوا۔ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۴ مین ہے والی طبقتہ (ای المرتضی) لم یعرف الخلاف صریحا الا من ھذہ المشائخ الاربعۃ یعنی شریف مرتضی کے طبقہ تک مسالہ تحریف قرآن کی صراحۃ مخالفت سوا ان چار بزرگوارون کے اور کسی سے معلوم نہین ہوئی۔

یہ چارون اشخاص اول تو ازراہ تقیہ تحریف کا انکار کر رہے ہین انکے انکار کے ازراہ تقیہ ہونیکی روشن دلیل تین ہین اول یہ کہ وہ اپنی سند مین کوئی حدیث امام معصوم کی نہین پیش کرنے پیش کرسکتے تھے اور نہ ان دو ہزار احادیث ائمہ کا کچھ جواب دیتے ہین لہذا معلوم ہوا کہ یہ انکار اصلی عقیدہ نہ تھا دوم یہ کہ وہ قائلین تحریف کو کافر کیا معنی گمراہ بھی نہین کہتے اگر واقعی ان چارون کا اصلی عقیدہ یہی ہوتا جو وہ زبان سے کہ رہے ہین تو قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات دین مین سمجھتے اور قائل تحریف کو ہماری طرح کافر جانتے سوم یہ کہ یہ چارون صاحبان قرآن شریف کے محفوظ ہونے کو صحابہ کرام کی مساعی جمیلہ اور انکی حمیت دینی اور قوت ایمانی سے ثابت کرتے ہین بھلا اگر انھون نے تقیہ نہ کیا ہوتا تو صحابہ کرام کے ان اوصاف کا اقرار کرتے۔

کیا اگر کوئی مرزائی کہے کہ مین مرزا غلام احمد کو نہ نبی مانتا ہون نہ مجدد تو کیا یہ قول صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ یا کوئی خارجی کہے کہ مین حضرت علی سے حسن ظن و محبت رکھتا ہون

تو اسکی بات قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔

بہر کیف خواہ ان چار اشخاص کا انکار از راہ تقیہ ہو یا نہو مگر جب کہ مازاد از دو ہزار احادیث ائمہ معصومین کی انکے قول کے خلاف ہیں اور انکے موافق ایک ٹوٹی پھوٹی روایت بھی نہیں اور پھر اسپر طرہ یہ کہ انکی دلیل مان لیجائے تو مذہب شیعہ فنا ہوا جاتا ہے لہذا انکا انکار ہرگز ہرگز از روئے مذہب شیعہ قابل اقتدا نہیں ہو سکتا نہ اسکی بنا پر شیعوں کو منکر تحریف کہنا کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

اب ان چاروں شخصوں کے اقوال اور انکے دلائل سنیے اور انصاف کیجیے۔

تفسیر مجمع البیان کے فن خامس میں ہے۔

ومن ذلک الکلام فی زیادۃ القرآن ونقصانہ فانہ لایلیق بالتفسیر فاما الزیادۃ فمجمع علی بطلانہ واما النقصان فقد روی فیہ جماعۃ من اصحابنا وقوم من حشویۃ العامۃ ان فی القرآن تغییرا ونقصانا والصحیح من مذہب اصحابنا خلافہ وہو الذی نصرہ المرتضی رحمہ اللہ واستوفی الکلام فیہ غایۃ الاستیفاء فی جواب المسائل الطرابلسیات وذکر فی مواضع ان العلم بصحۃ نقل القرآن کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع العظام والکتب المشہورۃ

اور منجملہ اسکے قرآن میں زیادتی اور کمی کی بحث ہے مگر یہ بحث تفسیر کی کتابوں میں ذکر کرنے کے لائق نہیں کیونکہ قرآن میں زیادتی نہونے پر تو سب کا اجماع ہے رہی کمی تو اسکے متعلق ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اور حشویہ عامہ کی ایک قوم نے یہ روایت کی ہے کہ قرآن میں کچھ تغیر تبدل اور کچھ کمی ہو گئی ہے مگر ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب اسکے خلاف ہے اور اسی کی تائید شریف مرتضے نے کی ہے اور انھوں نے مسائل طرابلسیہ کے جواب میں اسکے متعلق پوری بحث کی ہے اور انھوں نے کئی مقام پر ذکر کیا ہے کہ قرآن کے صحت کے ساتھ منقول ہونے کا علم ایسا قطعی ہے جیسا شہروں کے وجود اور بڑے بڑے حادثوں اور واقعات اور مشہور

واشعار العرب المسطورة فان العناية
اشتدت والدواعي توفرت على
نقله وحراسته وبلغت حدا لم
تبلغه فيما ذكرناه لان القرآن
معجز النبوة وماخذ العلوم الشرعية
والاحكام الدينية وعلماء
المسلمين قد بلغوا في حفظه و
حمايته الغاية حتى عرفوا كل
شئ اختلف فيه من اعرابه و
قراءته وحروفه فكيف يجوز
ان يكون مغيرا ومنقوصا مع
العناية الصادقة والضبط الشديد
وقال ايضا قدس الله روحه
ان العلم بتفصيل القرآن وابعاضه
في صحة نقله كالعلم بجملته وجرى
ذلك مجرى ما علم ضرورة
من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه
والمزني فان اهل العناية بهذا
الشان يعلمون من تفصيلهما كما
يعلمون من جملتهما حتى لو ان مدخلا
ادخل في كتاب سيبويه بابا في النحو
ليس من الكتاب لعرف وميز وعلم
انه ملحق وليس من اصل الكتاب

کتابوں اور عرب کے لکھے ہوے اشعار کا علم
کیونکہ قرآن کے نقل وحفاظت کے اسباب
بہت تھے اور اس کثرت کے ساتھ تھے کہ
مذکورہ بالا چیزوں میں نہ تھے کیونکہ قرآن معجزہ
نبوت ہے اور علوم شرعیہ واحکام دینیہ کا
ماخذ ہے اور علماے مسلمین قرآن کی حفاظت
میں انتہا تک پہونچ چکے ہیں یہانتک کہ قرآن
کے جس جس مقام میں اعراب اور قراءت
اور حروف کا اختلاف ہے سب اُنھوں نے
معلوم کر لیا ہے پس باوجود ایسی سچی توجہ
اور سخت حفاظت کے کیونکر ممکن ہے کہ قرآن
میں تغیر تبدل اور کمی ہو جاے نیز شریف مرتضی
نے کہا ہے کہ قرآن کی ہر ہر آیت اور اسکے ٹکڑوں
کے صحیح النقل ہونے کا علم بھی ویسا ہی قطعی ہے
جیسا اُسکے مجموعہ کے صحیح النقل ہونے کا۔ اور
یہ علم اس درجہ میں ہو جس درجہ میں کتب تصنیف
کا علم جیسے سیبویہ اور مزنی کی کتاب کہ اس
فن کے لوگ اسکے ہر ہر جملہ کو اسیطرح جانتے
ہیں جسطرح اسکے مجموعہ کو یہانتک کہ اگر کوئی
شخص کتاب سیبویہ میں ایک باب نحو کا
بڑھا دے جو اصل کتاب میں نہو تو یقیناً
پہچان لیا جائیگا اور امتیاز کر لیا جاے گا
اور معلوم ہو جائیگا کہ وہ الحاقی ہے اصل کتاب کا

وكذلك القول فی كتاب المزنی و
معلوم ان العناية بنقل القرآن و
ضبطه اصدق من العناية بضبط
كتاب سيبويه ودواوين الشعراء
وذكر ايضاً رضی الله عنه ان القرآن
كان على عهد رسول الله صلى الله عليه
وآله مجموعاً مؤلفاً على ما هو عليه
الآن واستدل على ذلك بأن
القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه
فی ذلك الزمان حتى عين على
جماعة من الصحابة فی حفظهم له و
انه كان يعرض على النبی صلى الله عليه
وآله ويتلى عليه وان من الصحابة مثل
عبد الله بن مسعود وابی ابن كعب
وغيرهما ختموا القرآن على النبی
صلى الله عليه وآله عدة ختمات وكل
ذلك يدل بادنى تأمل على انه كان
مجموعاً مرتباً غير مبتور ولا مبثوث وذكر
ان من خالف فی ذلك من الامامية والحشوية
لا يعتد بخلافهم فان الخلاف فی ذلك
مضاف الى قوم من اصحاب الحديث نقلوا
اخباراً ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها
عن المعلوم المقطوع على صحته انتهى

نہیں ہو یہی حال کتاب مزنی کا بھی ہے اور
سب کو معلوم ہو کہ نقل وحفاظت قرآن کی
طرف توجہ بہ نسبت حفاظت کتاب سیبویہ کے
اور شعرا کے دیوانوں میں بہت کامل تھی
نیز شریف مرتضےٰ نے لکھا ہے کہ قرآن رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں مجموع ومرتب
تھا جیسا کہ وہ اب ہو اور اسکی دلیل یہ بیان
کی ہو کہ قرآن اس زمانہ میں پورا پڑھا جاتا تھا
اور حفظ کرایا جاتا تھا یہانتک کہ صحابہ کی ایک
جماعت حفظ قرآن میں نامزد ہوگئی ہو اور قرآن
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جاتا
تھا اور آپکو پڑھ کر سنایا جاتا تھا اور یقیناً صحابہ
میں مثل عبد اللہ بن مسعود وابی بن کعب کے
بہتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو کئی کئی
ختم قرآن کے سنائے تھے اور یہ سب باتیں
ایک تھوڑے غور کے ساتھ یہ بتا رہی ہیں کہ
بیشک قرآن مجموع مرتب تھا نہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور نہ پراگندہ تھا
اور شریف مذکور نے یہ بھی لکھا ہو کہ جو لوگ امامیہ اور
حشویہ میں اسکے مخالف ہیں انکا خلاف لائق
اعتبار نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں ایک جماعت
محدثین نے اختلاف کیا ہو انھوں نے چند
ضعیف روایتیں نقل کر کے انکو صحیح سمجھ لیا حالانکہ
ایسی روایتوں کی بنا پر قطعی خبر نہیں چھوڑی جا سکتی

تفسیر مجمع البیان کی اسی عبارت کو جناب حائری صاحب نے درمیان سے قطع و برید کر کے نقل کیا ہے اور ناواقفوں کو فریب دیا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں۔

یہ لطیفہ بھی قابل تماشا ہے کہ جناب حائری صاحب کا دعوی یہ ہے کہ "شیعہ مسلمان قطعًا تحریف قرآن کے قائل نہیں" دیکھو رسالۂ موعظۂ تحریف صفحہ ۵۶ مگر آگے چلکر صفحہ ۵۹ میں آپ اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اخباری شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں اور اخباری کے معنی آپ اہل حدیث غیر مقلد بیان کرتے ہیں پھر انھیں قائلین تحریف میں اپنے شیخ الاسلام کلینی اور انکے استاد قمی اور طبرسی مصنف احتجاج کو بھی شمار کرتے ہیں۔ یہ کھلا ہوا تناقض نہیں تو کیا ہے۔ کوئی انسے پوچھے کہ یہ بزرگوار جنکو خود آپ قائل تحریف مان رہے ہیں شیعہ تھے کہ نہیں اگر تھے اور یقینًا تھے تو آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ قطعًا قائل تحریف نہیں خود آپ کے قول سے غلط ہو گیا۔ ایسی تناقض اور بے علمی کی باتیں اس رسالہ میں بہت ہیں۔

مجمع البیان کے علاوہ تین کتابوں کی عبارتیں حائری صاحب نے اور نقل کی ہیں ان عبارتوں میں بھی انھیں منکرین تحریف کا قول ہے لیکن مجمع البیان میں پورے بسط و تفصیل کے ساتھ مع دلائل ہے اور ان میں دلیل نہیں ہے لہذا ہم اسی عبارت مجمع البیان پر اکتفا کر کے شریف مرتضی کے دلائل کا حال اور انکا نتیجہ حوالہ قلم کرتے ہیں۔

(۱) شریف مرتضی قرآن میں زیادتی نہونے پر اپنے فرقہ کا اجماع بتا رہے ہیں یہ ایسا صریح جھوٹ ہے کہ سوا شیعوں کے کسی مذہب کا عالم ایسے دروغ بے فروغ کی جرات نہیں کر سکتا اس کا جھوٹ ہونا روایات احتجاج وغیرہ کے علاوہ جو اوپر منقول ہوئیں خود حائری صاحب کی نقل کردہ عبارت قوانین الاصول سے ظاہر ہے وہ عبارت یہ ہے فعن اکثر الاخباریین انہ وقع فیہ التحریف والزیادۃ والنقصان وھو الظاہر من الکلینی وشیخہ علی بن ابراہیم القمی والشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی صاحب الاحتجاج یعنی اکثر محدثین سے منقول ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی بیشی بھی ہوئی اور کمی بھی اور یہی ظاہر ہے کلینی اور انکے استاد علی بن ابراہیم قمی سے اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی مصنف احتجاج سے۔ پس جب اکثر محدثین اور اتنے بڑے بڑے اکابر شیعہ کو قرآن میں

بیشی کیے جانے کا قائل آپ خود مان رہے ہین تو شریف مرتضی کا یہ کہنا کہ قرآن مین بیشی نہ ہونے پر سب شیعون کا اجماع ہے جھوٹ ہوا یا نہین۔

(۲) شریف مرتضی قرآن مین کمی کی روایتون کا وجود اپنے یہان مانکر کہتے ہین کہ ہمارا صحیح مذہب اسکے خلاف ہے۔ یہ بھی غلط ہے صحیح ہونے کا کیا مطلب صحیح تو وہی قول ہو سکتا ہے جسکی تائید معصوم کی حدیث سے ہوتی نہ وہ قول جو زائد از دو ہزار احادیث معصوم کے خلاف ہو۔

(۳) شریف مرتضی اپنی روایات تحریف کو لکھتے ہین کہ ضعیف ہین محدثین نے انکو صحیح خیال کرکے انکے موافق عقیدہ بنالیا۔ یہ قول بھی کس قدر پُرفریب ہے ان روایتون کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ بیان کرنی چاہیے تھی باقاعدہ راویون پر جرح کرتے یا اور کوئی نقص سند مین بتاتے بغیر اسکے کسی روایت کو ضعیف کہدینا کسی کے نزدیک قابل قبول نہین ہوتا۔ اچھا بالفرض یہ روایتین جو دو ہزار سے زائد ہین سب ضعیف ہین تو شریف مرتضی کوئی صحیح روایت ایسی پیش کر دیتے کہ فلان امام معصوم نے فرمایا ہے کہ قرآن مین تحریف نہین ہوئی صحیح نہ سہی کوئی ضعیف ہی روایت اس مضمون کی اپنی کتابون مین دکھلا دیتے مگر یہ بات انکے امکان مین نہ تھی۔

(۴) شریف مرتضی کہتے ہین کہ قرآن کی حفاظت کے اسباب بہت تھے قرآن معجزہ نبوت اور ماخذ دین تھا صحابہ بڑے محافظ دین تھے قرآن کی حفاظت مین بے انتہا اور بے مثل کوشش کرتے تھے بہت سے صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے پورے قرآن کے حافظ تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کئی کئی ختم سنا چکے تھے اور آپ کے زمانہ مین لوگون کو درس قرآن دیتے تھے صحابہ کے اس بے مثل اہتمام و کوشش کے سامنے قرآن مین تحریف ہو جانا محال ہے۔

حضرات شیعہ خصوصا حائری صاحب ایمان سے ارشاد فرمائین کہ کیا واقعی شیعون کا عقیدہ صحابہ کرام کے متعلق یہی ہے جو شریف مرتضے نے بیان کیا۔ آیا مذہب شیعہ صحابہ کرام کو ایسا دیندار اور دین کا محافظ قرآن کا نگہبان مانتا ہے۔

یقیناً شریف مرتضیٰ کی یہ تقریر مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے شیعہ مذہب تو صحابہ کرام کو معاذ اللہ دشمن دین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ پورے قرآن کا حافظ سوا ائمہ کے نہ کوئی تھا اور نہ ہو سکتا ہے اور کہتا ہے کہ صحابہ کرام ہرگز قرآن کے نگہبان نہ تھے۔ اور کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن کے محرف ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے نہ محفوظ رہنے کے کیونکہ تمام صحابہ دشمن دین تھے اور صاحب قوت و شوکت تھے مومن صرف چار پانچ تھے اور وہ ہر طرح سے عاجز اور کمزور بے دست و پا تھے۔

شریف مرتضیٰ کی یہ تقریر بالکل مذہب اہلسنت کے مطابق ہے صحابہ کرام کے یہ فضائل اہلسنت کا عقیدہ ہیں نہ شیعوں کا۔ اسی وجہ سے خود علمائے شیعہ نے بھی شریف موصوف کے قول کو رد کر دیا ہے حائری صاحب کو لازم تھا کہ اس رد کو بھی نقل کرتے اور اسکا جواب دیتے مگر یہ ایمانداری انکی وضع کے خلاف تھی خیر۔

علامہ محمد بن محسن کاشی تفسیر صافی میں شریف موصوف کے قول کو اس طرح رد کرتے ہیں۔

اقول لقائل ان یقول کما ان الدواعی کانت متوفرۃ علی نقل القرآن وحراستہ من المؤمنین کذلک کانت متوفرۃ علی تغییرہ من المنافقین المبدلین للوصیۃ المغیرین للخلافۃ لتضمنہ ما یضاد رایہم والتغییر فیہ ان وقع فانما وقع قبل انتشارہ فی البلدان واستقرارہ علی ما ھو علیہ الآن والضبط الشدید انما کان بعد ذلک فلا تنافی بینہما بل لقائل انہ ما تغیر فی نفسہ وانما التغییر فی

میں کہتا ہوں کہ ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جسطرح قرآن کی حفاظت کے اسباب ایمانداروں کیطرف سے زیادہ تھے اسیطرح منافقوں کیطرف سے جنہوں نے وصیت رسول کو بدل دیا خلافت کو متغیر کر دیا قرآن کے محرف ہو جانیکے اسباب زیادہ تھے کیونکہ قرآن انکی رائے کے خلاف تھا اور قرآن میں تحریف اگر ہوئی ہے تو قبل اسکے کہ وہ شہروں میں پھیلے اور حالت موجودہ پر قرار پکڑے اور یہ سخت حفاظت بعد اسکے ہوئی ہے پس اس سخت حفاظت اور تحریف قرآن میں کچھ منافات نہیں بلکہ ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اصل قرآن میں تحریف نہیں ہوئی تحریف صرف

كتابتهم اياه وتلفظهم به فانهم ما حرفوا الا عند نسخهم من الاصل وبقي الاصل على ما هو عليه عند اهله وهم العلماء به فما هو عند العلماء ليس بمحرف وانما المحرف ما اظهروه لاتباعهم واما كونه مجموعا في عهد النبي صلى الله عليه وآله على ما هو عليه الآن فلم يثبت وكيف كان مجموعا وانما كان ينزل نجوما وكان لا يتم الا بتمام عمره صلى الله عليه وآله واما درسه وختمه فانما كانوا يدرسون ويختمون ما كان عندهم لا تمامه

انکے لکھنے اور تلفظ مین ہوئی کیونکہ انھون نے صرف اصل سے نقل کرتے وقت تحریف کی اور اصل قرآن اپنی حالت پر اپنے اہل یعنی علماے قرآن و ائمہ اہل بیت کے پاس موجود ہے پس جو قرآن ائمہ کے پاس ہے وہ محرف نہین ہے محرف تو وہ ہے جسکو جامعین قرآن نے اپنے پیرووں کے لیے ظاہر کیا۔ اب رہا یہ کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے وقت مین جمع ہو چکا تھا جیسا کہ اب ہے یہ بات ثابت نہین اور اسوقت مین کیسے جمع ہو سکتا تھا کیونکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اور اسکا اختتام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے عمر کے اختتام پر موقوف تھا۔ رہا قرآن کا درس اور ختم تو جسقدر انکے پاس تھا اسی کا درس ختم کرتے تھے نہ پورے کا۔

یعنے شریف مرتضے کا قول رد ہو گیا جو دلائل انھون نے پیش کیے تھے وہ مذہب شیعہ کی رو سے بالکل غلط ثابت ہوے۔

علامہ خلیل قزوینی نے بھی صافی شرح کافی مین شریف مرتضی کے اس قول کو رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ۔

دعوی اینکه قرآن همین ست که در مصاحف مشهوره است خالی از اشکال نیست و استدلال برین باهتمام اصحاب و اهل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک ست بعد اطلاع بر عمل ابی بکر و عمر و عثمان۔

اس بات کا دعوی کرنا کہ قرآن یہی ہے جو مصاحف مشہورہ مین ہے مشکل ہے اور اسپر صحابہ و اہل اسلام کے اہتمام سے جو انھون نے حفاظت قرآن مین کی استدلال کرنا نہایت کمزور ہے بعد اس امر کے معلوم کر لینے کے کہ ابوبکر و عمر و عثمان نے کیا کیا کام کیے

اور علامہ نوری طبرسی نے فصل الخطاب مین بہت بسط کے ساتھ منکرین تحریف کے قول کو رد

کیا ہے اور اُنکے دلائل کو توڑا ہے خاصکر شیخ صدوق کی تو بہت سی خبریں لی ہیں اور آخر میں صاف لکھدیا ہے کہ تحریف کے انکار میں جو دلیل پیش کیجاتی ہے وہ مذہب شیعہ کیلئے سم قاتل ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

قلت انه لشدة حرصه على اثبات مذهبه يتعلق بكل ما يحتمل فيه تائيد لمذهبه ولا يلتفت الى لوازمه الفاسدة التي لا يمكنه الالتزام به فان ما ذكره من الشبهة هي الشبهة التي ذكرها المخالفون بعينها واوردها على اصحابنا المدعين لثبوت النص الجلي على امامة مولنا علي عليه السلام واجابوا عنها بما لا يبقى معه ريب وقد احياها بعد طول المدة غفلة او تناسيا عما هو مذكور في كتب الامامة۔

میں کہتا ہوں کہ صدوق اپنے مذہب کے ثابت کرنیکا اتنا سخت حریص ہے کہ جس بات میں ذرا سا بھی احتمال اپنے مذہب کی تائید کا پاتا ہے اُس کو لے لیتا ہے اور اسکے نتائج فاسدہ کیطرف توجہ نہیں کرتا کہ ان نتائج کو تسلیم کرنا اسکے امکان میں نہیں۔ جو اعتراض اُسنے تحریف قرآن پر کیا ہے بعینہٖ وہی اعتراض ہے جو مخالفین ہمارے اصحاب پر حضرت علی کی امامت پر نص جلی موجود ہونے کے متعلق کیا کرتے ہیں اور ہمارے اصحاب نے انکے اعتراض کا جواب ایسے عمدہ دلائل سے دیا ہے کہ پھر کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا مگر صدوق وغیرہ نے ایک زمانہ دراز کے بعد پھر اس اعتراض کو زندہ کر دیا اور جو کچھ کتب امامت میں لکھا ہوا ہے اس سے غفلت یا فراموشی اختیار کی۔

واقعی علامہ نوری نے بالکل صحیح لکھا اگر منکرین تحریف کی دلیل صحیح ہو اور صحابہ ایسے کامل ایماندار اور محافظ دین مان لیے جائیں کہ انکی دینداری اور حفاظت دین کے بھروسہ پر قرآن میں تحریف کا ہونا محال ہو تو پھر خلافت کے معاملہ میں بھی ماننا پڑیگا کہ اگر رسول نے حضرت علی کو خلیفہ بنایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ ایسے دیندار اور دین کے جان نثار حکم رسول کے خلاف کسی دوسرے کو خلیفہ بناتے علی ہذا فدک اگر حضرت فاطمہ کا حق ہوتا تو کبھی یہ دیندار جماعت رسول کے بیٹی کی حق تلفی نہ کرتی غرض صحابہ کے تمام مظالم کے افسانے بے بنیاد ہو جائینگے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سنی ہو جاؤ و سنیوں کیطرح صحابہ کرام کی دینداری اور تقدس کا عقیدہ رکھو

اور شیعون کی تمام روایات کو زور و بہتان سمجھو تو قرآن پر ایمان ہو سکتا ہے ورنہ نہین۔

مومن قرآن شدن بارفض دون — این خیال ست و محال ست جنون

الحمد للہ کہ یہ بحث پوری ہو چکی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اصلی مذہب شیعون کا یہی ہے کہ قرآن شریف محرف ہے کمی بیشی تغیر تبدل الفاظ و حروف کا اور آیات و سور بلکہ کلمات کی ترتیب کا خراب ہونا غرض ہر قسم کی تحریف آمین ہے جو شیعہ تحریف کا انکار کرتا ہے وہ تقیہ کر رہا ہے۔

حائری صاحب اگر شیعون کی پیشانی سے اس داغ کو مٹانا چاہتے ہین تو ہماری اس تحریر کا جواب لکھین اور اپنا وعدہ پورا کرین اور جواب مین انکو تین کام کرنا ضروری ہین۔

اول یہ کہ زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی جو انکی کتابون مین ہین جنکو محدثین شیعہ متواتر و مستفیض کہتے ہین انکے غیر معتبر ہونے کی کوئی ایسی معقول وجہ بیان کرین جو انکے اصول حدیث کے مطابق ہو اور ان روایات کے غیر معتبر ہونے سے کوئی اثر انکے فن حدیث پر خصوصاً روایات امامت پر نہ پڑنے پائے۔

دوم یہ کہ اپنی کتابون سے کچھ معتبر حدیثین ائمہ معصومین کی پیش کرین جنمین اس مضمون کی تصریح ہو کہ قرآن مین تحریف نہین ہوئی اگر کوئی صحیح روایت نہ دستیاب ہو تو کوئی ضعیف ہی روایت دکھلا دین۔

سوم ایک فتوی تیار کرین کہ جو شخص تحریف قرآن کا قائل ہو وہ کافر ہے اور قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج اور ان علما و اکابر شیعہ کو جو تحریف قرآن کے قائل تھے جنمین اصحاب ائمہ و سفرائے امام غائب بھی ہین کافر نہ سہی گمراہ تو لکھدین اور اس فتوی پر اپنی مہر کرکے شائع کر دین اور اچھا ہو کہ دوسرے مجتہدین شیعہ مقیم لکھنو وغیرہ سے بھی اس فتوے پر تصدیقی مہرین کرا دین۔

بغیر ان تین کامون کے صرف یہ کہدینا کہ ہم تحریف کے قائل نہین ہین کسیطرح لائق سماعت نہین ہو سکتا بلکہ بدیہیات کا انکار اور بے حیائی کی دلیل ہوگا۔

رسالہ النجم لکھنؤ

نمبر ۹ ۲۱ شوال ۱۳۳۲ھ فہرست مضامین ۲ اگست ۱۹۱۴ء جلد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

النجم - لکھنؤ - پنجشنبہ

۲۱ - شوال سنہ ۱۳۲۳ھ

تہنیت عید کی گو تمام اہل اسلام کے لیے عام ہو مگر مستحق اسکے وہی برگزیدہ لوگ ہین جنھون نے رمضان کا مہینا اسکی مقررہ عبادتون کے ساتھ ختم کیا ہو۔ عید کی نماز مین وہ کس خوشی سے حاضر ہوتے اور اُنکے دلون کو آج کیسی فرحت ہی۔ اسکا اندازہ دوسرا شخص نہین کر سکتا۔

ہم اپنے احباب کو تو عید کی تہنیت دے رہے ہین۔ لیکن خود اپنی کیا حالت عید مین رہی ؟ بالتفصیل اسکو لکھنا اسوقت مناسب نہین۔ مگر مختصر یہ ہی کہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آج پہلی نماز عید الفطر کی تھی جو بغیر اُنکے پڑھی گئی۔ مسجد مین انکے بیٹھنے کی جگہ خالی تھی اور دل مین اسوقت یہ خیال تھا کہ پارسال آج کے دن بوجہ شدت تپ کے وہ پیادہ پا آنے سے معذور تھے تو مین اصرار کرکے اُنکو پالکی پر لایا تھا۔

خیر دنیا کا یہی حال ہی۔ جو لوگ آج روے زمین پر ہین وہ کل زیر زمین ہون گے۔ جنکے لیے آج خوشی کے سامان ہو رہے ہین کل اُنکے غم مین لوگ رو رہے ہونگے۔

حضرت والد مرحوم کا ظل ہمایون جس وقت سے اُٹھا اُسوقت سے معلوم ہوا کہ ایک بڑی نعمت تھی جو مفقود ہو گئی۔ یہ عجب خاصیت انسان کی ہی کہ جب تک نعمت قائم رہتی ہی اُس وقت تک اُسکی قدر نہین کرتا زائل ہو جانے کے بعد اوسکی آنکھین کھلتی ہین مگر پھر کیا نتیجہ۔

النجم کے ہمدرد صحاب

خوش ہین کہ النجم کی اشاعت باقاعدہ وقت پر آ گئی ہی۔ اپنی دلی مسرت کے اظہار مین جن اصحاب نے

خطوط لکھے ہیں اُنکا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اب سال حال قریب ختم کے ہے۔ صرف دو ماہ اس سال میں باقی ہیں۔ ذی قعدہ ذی الحجہ
نیا سال محرم سے شروع ہوگا اُسوقت سالانہ چندہ کے ویلو جملہ خریداروں کے نام روانہ ہونگے
اگر موجودہ تعداد خریداران اُسوقت قائم رہ گئی تو البتہ النجم کی حالت زیادہ درست ہو جائیگی
اور تمام نظم و نسق اسکے اپنی بہتری پر آجائینگے۔

جن حضرات کو النجم کے ساتھ ہمدردی ہے اُنکو چاہیے کہ جدید خریداران کی بہم رسانی میں
سعی بلیغ کریں تاکہ اگر سالانہ چندہ کے کچھ وی پی واپس بھی آئیں تو جبر نقصان ہو جائے۔

ترجمہ اسد الغابہ اور مناظرہ کی جو جلد تا تمام رہ گئی تھی اسکا مکمل جدید خریداران
کی خدمت میں سال تمام پر بطور انعام پیش کیا جائے گا۔

رسالہ آیہ استخلاف

الحمد للہ کہ یہ رسالہ ارباب نظر کو بہت پسند آیا۔ بعض احباب نے جو اہل علم ہونے کے ساتھ ان
مباحث میں ید طولی رکھتے ہیں اس رسالہ کی تعریف و توصیف اور نیز اس ناچیز کی متعلق جو کلمات
قدردانی کے رقم فرمائے ہیں یہ ناچیز ہرگز اپنے کو اُنکے لائق نہیں سمجھتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس رسالہ
کو دیکھنے کے بعد ہر شخص اس امر کا یقین حاصل کر سکتا ہے کہ بلاشبہ حضرات خلفای ثلثہ رضی اللہ عنہم
کی حقیت خلافت قرآن کریم سے ثابت ہے

میری خاص طور پر سفارش ہے کہ ذی مقدرت اصحاب اس رسالہ کے متعدد نسخے خرید فرماکر
اپنے احباب میں تقسیم کریں اور جہاں تک ممکن ہو اسکو شیعوں کی نظر تک پہونچائیں انشاء اللہ
خالی از نفع نہ ہوگا۔ رسالہ کا حجم ۲۰ صفحہ ہے اور قیمت صرف ار۔ ایک روپے کے بیس نسخے اور
سو نسخے ۔ دفتر النجم سے طلب فرمائیے۔

زہد و رقائق

تمہید وصف خلفای اربعہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

بعد تحمید حضرت سبحان
اور نعت رسول عالیشان
وصف اصحاب مصطفیٰ ہے ضرور
سب کے سب تھے خدا کے مظہر نور

سب خدا کے تھے مرضی و مقبول
سب سے راضی ہے خدا و رسول
جان نثاران راہ حق تھے سب
سب کے سب تھے سراسر دین کے سبب

بے اجر لے دین تکمیل تھے
وا کن عقدہ ہائے مشکل تھے
کیسے کیسے کیے نمایاں کام
زور بازو تھا قوت اسلام

کیسے کیسے کیے جدال و قتال
سر کفار کر دیے پامال
کیسے کیسے کیے ہیں جنگ جہاد
کافروں کے فرو کیے ہیں فساد

سرفرازوں کو دم میں پست کیا
بت پرستوں کو حق پرست کیا
چھا گیا روم و شام ملک اسلام
شرک کو نکالا ہوا توحید تمام

بہر حق سب کی تھی نکوکاری
سب پہ نازل ہو رحمت باری
سب کی تعریف کبریا نے کی
سب کی توصیف مصطفیٰ نے کی

سب کا جنت مقام منزل ہے
سب پہ رحمت خدا کی نازل ہے
انہیں سے چار ہیں بلند مقام
جو خلیفہ تھے بعد خیر انام

صاحب تقویٰ و صدق و علم و حیا
چاروں اچھی صفت ہیں [illegible]
فیضیاب تھے جو حق تعلیم
آسمان ہدیٰ کے ہیں وہ نجوم

پہلے صدیق بعد ان کے ہیں عمر
پھر ہیں عثمان بعد ان کے حیدر
اسی ترتیب سے خلافت ہے
اسی ترتیب سے فضیلت ہے

پہلے صدیق سب سے ہیں افضل
بعد صدیق کے ہے فضل عمر
بعد فاروق فضل عثمان ہے
صاحب علم پر نمایاں ہے

بعد عثمان فاضل و افضل
سب صحابہ میں ہیں علی اکمل
ہیں علی ولی زوج بتول
مرشد خلق و جانشین رسول

یہی چاروں ہیں شہرۂ آفاق
وعدۂ آخرت میں ہیں مصداق
زینت مسند خلافت ہیں
حق کے یہ چاروں خلیفہ حضرت

بیچ منکروں کے قہر ہیں ہر بار
یہی چاروں ہیں شرف جنت کی
ہیں یہ چاروں عناصر ملت
انھیں چاروں سے ہو گئی ہے درست

ہیں یہ چاروں مظہر حق کی صفت
ان کی قرآن میں ہے صفت مذکور
جن کی تفصیل ان میں ہے مذکور
اپنے سر تھے یہ ہو گئی سب کو

لکھتے تھے نمونہ از خروار
اندکے از صحابہ بسیار
ہے بیان پر اسی قدر کافی
ہے اثبات مدعا وافی

سورۂ فتح کا رکوع اخیر
دیکھ لے ہر کوئی جوان ہے پیر
سب صحابہ کی اس میں ہے صفت
خاص لیکن انہیں کی ہے مدحت

درج ترتیب ان کی ہے تفصیل
تھا مراد ان میں جلیل
وصف صدیق کا نشست ہے
کافروں پر عمر کی شدت ہے

حال عثمان بعد منعم رحما
اس صفت میں ہیں تجلیات ہی
رکعا سجدا سے علی صادق
ہیں جناب علی ستودہ صفات

جان قرآن سے ہو معلوم	معانی قرآن سے ہو معلوم	اب حدیث نبی کروں تو تم	

اخرج الترمذی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الہجرۃ وصحبنی فی الغار واعتق بلالا من مالہ رحم اللہ عمر یقول الحق وان کان مرا ترکہ الحق وما لہ من صدیق رحم اللہ عثمان تستحیی منہ الملئکۃ رحم اللہ علیا اللہم ادر الحق معہ حیث دار

صاحب ترمذی ہیں یون ناقل	سند اسکی علی سے ہو حاصل	کہ فرمائے حبیب خدا	ہے یہ حضرت ابوبکر ...
کہ ہے صدیق پر خدا رحمت	اور ہے دور اس سے ہر زحمت	اپنی نور نگاہ دختر خاص	دی مجھے عقد میں ...
بیٹی مرکب مجھے وہ لے آیا	دار ہجرت میں مجھکو پہونچایا	غار میں بھی رہی رفاقت کی	اُسنے ہر طرح سے خدمت کی
مال سے اپنے مول لیکر شاد	کیا اُسنے بلال کو آزاد	ہووے فاروق پر بھی رحمت	اُسپہ رحمت کرے خدای حق
راست گفتاری اسکا شیوا ہی	کافرون کے لیے وہ کڑوا ہی	اسکی گفتگو کیسی ہی سچی ہے	اسلیے ہیں کوئی دوست ...
رکھے عثمان پہ بھی رحمت	ہیں افزون بہت بس حیا کی صفت	ہے ملائک کو سقدر حیا اسکی	اس سے شرماتے ہیں ملائک بھی
ہو علی پر بھی رحمت باری	رحمت حق علی پہ ہو طاری	ای مرے کردگار ای داور	پھیر حق سبطرف ہو ...

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارحم امتی بہا ابوبکر واقوٰہم فی دین اللہ عمر واصدقہم حیاء عثمان واقضاہم علی بن ابی طالب

اخرجہ ابو عمر فی اول الاستیعاب

کرتے ہیں بو سعید یون آگاہ	کہ یہ فرماتے تھے رسول اللہ	کہ ابوبکر ہے یہ رحمت	خاص تر امت میں رحم کی ہے صفت
اور اقوی ہے دین حق میں عمر	اور عثمان حیا میں کامل تر	اور ہے اقضا ابن ابیطالب	اسد اللہ ہیں وہ غالب

اخرج احمد من حدیث عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطلع علیکم من تحت ہذا الصور رجل من اہل الجنۃ قال فطلع ابوبکر رضی اللہ عنہ فہنأناہ بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال یطلع علیکم من تحت ہذا الصور رجل من اہل الجنۃ فطلع عمر رضی اللہ عنہ قال فہنأناہ بما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فطلع عثمان رضی اللہ عنہ فہنأناہ بما قال رسول اللہ صلی

علیہ وسلم ثم قال یطلع علیکم من تحت ہذہ الصورۃ رجل من اہل الجنۃ اللہم ان شئت جعلتہ علیا [illegible] فقال فطلع علی رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت جابر ستودہ خصال
نقل کرتے ہیں ایک انکا حال

اک روز فخر رسل حبیب خدا
مع اصحاب بیٹھے تھے یکجا

سامنے ایک نخل خرما تھا
آپ نے دیکھکر ادھر یہ کہا

نخل خرما کے سایہ میں ہوکر
ابھی آئیگا ایک شخص ادھر

جنتی ہے وہ مرد نیک سرشت
ہیں ہوا واقف یہ دوم اہل بہشت

کہہ چکے جب یہ افتخار بشر
آگے صدیق اسطرف ہوکر

کہدیا ہے انکے قول پہ
جنتی ہونیکی بشارت دی

بعد کچھ دیر کے رسول خدا
پھر اوسی طرح سے ہوے گویا

کہ ادھر سے جو کوئی اب آئے
بالیقین وہ بھی اہل جنت ہے

لائے تشریف پھر جناب عمر
ہم بشر ہوے جسکم خبر

قول حضرت کے گویا آگے وہ
خبر خوش سنائی خاطر خواہ

بعد ازین پھر رسول ہر دوسرا
سخن اولین ہوے گویا

پس نظر آئے حضرت عثمان
مخزن شرم جامع قرآن

انکو بھی یا خبر کیا ہے
وہی مژدہ انہیں دیا ہے

بعد ازان پھر رسول الاجبا
خاتم المرسلین صلی اللہ

ہوے گویا یا ویں گفتار
کہ ادھر سے کرے ادھر جو گذار

وہ بھی اہل بہشت ہے ہرگاہ
کہہ کے یہ ہاتھ اٹھائے بہر دعا

اے خدا ہو اگر تجھے منظور
کرے جو شخص اکی بار ظہور

کرنے انکو علی بلطف [illegible]
آئے اس بار امیر ابن عم

تین بار آپ نے دعا یہ کی
لائے تشریف پھر پس علی ولی

یہ احادیث جو ہیں منظوم
وصف چار ملکے [illegible] معلوم

ہوئی منظور [illegible] کی صفت
ہو جدا زیب صفحہ مدحت

سب حدیثیں یہ ہوویں منظور
شاہ صدیق ہے خدا و رسول

پہلے ہو [illegible] صداقت باز
وصف صدیق سے کروں آغاز

مناقب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آفتاب سپہر صدق و یقین
ماہ وسط السماء ملت و دین

یار غار رسول عالیجاہ
ہر دم معرفت کو نور نگاہ

سب صحابہ میں اکرم و اتقی
پیش حق سب سے رتبہ میں اعلی

پیش محبوب حق [illegible] جلال
کل صحابہ میں منظیر و مثال

سب نبیوں کے بعد خیر بشر
سارے عالم سے افضل و بہتر

حضرت مصطفی کے یار رفیق
سب سے [illegible] سابق اور قدیم

خاص سلطان انبیا کے وزیر
رائے صائب مشیر خوش تدبیر

نائب خاص حضرت احمد
جانشین رسول رب صمد

تھی قبر بادشاہ اسم — ہجرۂ عائشہ کے ماہ دوم
نقش آئینہ صاف جسکا ضمیر — طینت احمدی سے جسکا خمیر
قبل اسلام نیک خصلت تھے — ہمہ تن مہر و شفقت تھے
عقل میں عقل زمانہ تھے — سارے اوصاف میں یگانہ تھے
ابتدا سے رفیق احمد تھے — اول سے آل سو محمد تھے
جان نثار نبی تھے پہلے سے — مونس بیکسی تھے پہلے سے
دین رہتا تھا خیال خرد — خطرہ کرتا تھا قلب میں خطیور
کون عاقل ہے انکو سر سجود — انکو حق بنا لیا معبود
انکو حس ہے نہ کوئی حرکت ہے — نہ انھیں کچھ ذرا بھی قدرت ہے
پیش اہل خرد ہے بیخردی — ان بتونکو خدائی کسنے دی
لائق بندگی ہے اور کوئی — خالق دوسرا ہے اور کوئی
چونکہ تھا یہ خیال دامنگیر — بہر یاوری ہوئی تقدیر
خواب میں وہ دکھا دیا احوال

وہ ابوبکر حضرت صدیق — کہا جنکو رسول نے صدیق
اسی جنت کا تھا بنا داش — ابتدا سے تھے وہ مسعود [illegible]
عقل میں نیک خو سراپا خیر — خوش تھا نفس [illegible]
تھے وہ قوم قریش میں ممتاز — ساری قوم انکا [illegible]
پہلے سے دوستی کی تھی بنیاد — پہلے ہی سے انکا دل تھا [illegible]
طلب حق تھی انکو بیں نہاں — بت پرستی سے رہتے تھے نفور
بت پرستی کمال ذلت ہے — لات و عزیٰ کی کب ہے عزت
ہاتھ سے اپنے گڑھے یہ پتھر — نہیں جنکو کچھ نفع و ضرر
اپنے مجبور کو خدا کہنا — اسکی طاعت میں زندگی [illegible]
بہ گئے انکی ہے کہاں سے خطا — کی پرستش تو کیا کسی [illegible]
فی الحقیقت ہے کوئی اور خدا — جس نے پیدا کیے ہیں [illegible]
طالع نیک نے رسائی کی — قدرت حق نے رہنمائی کی
ہوئی بیدار جسکی چشم خیال

بیان خواب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور ایمان لانا اُنکا

حال ایمان حضرت صدیق — اہل ایمان سے یوں ہوا تحقیق
دیکھا صدیق باصفا نے خواب — کون صدیق یار غار جناب
ماہ تاباں نے یوں کیا جو طلوع — سامنے مکہ کے گھر ہوئے پرنور
پھیلی ہر جا ضیائے نور قمر — ہوئے روشن تمام خانہ و در
پھر وہ ٹکڑے قمر کے سب ہوکر — آپ کی گود میں گرے آکر
ایک کا بھی نہ جانے کی تقریر — سانیا سے کہی نہ کچھ تعبیر
چونکہ تعبیر کی ہے لے بیان — ہو ا صدیق کو نہ اطمینان

کہ قریب ہوئے حضور — سید الانبیا حبیب غفور
گر سما سے قمر ہوا نازل — اور ہوا فیض [illegible] داخل
ہو گیا ٹکڑے ٹکڑے وہ سما — [illegible]
کوئی گھر میں نہ گھر باقی تھا — [illegible]
نظر آیا جو اس طرح دیکھا — [illegible] تعبیر خواب کے
[illegible] کر دیے مقال — اعتبار [illegible]
جب تجارت کو ہو تمام — احوال [illegible]

ترجمہ ازالۃ الخفا کا دوسرا حصہ

بفضل خداوندی شائع ہوگیا اور جس قدر خریدار ہیں سب کے نام بذریعہ وی پی روانہ ہوگیا۔ اس حصہ کا حجم پہلے حصے سے دونا ہی آخری ہندسہ اسکا ۳۳۷ ہی۔

اس دوسرے حصہ مین فصل چہارم اور پنجم کامل ہی۔ فصل چہارم کے آخر مین ناچیز مترجم نے بطور ضمیمہ کے تمام اُن صحابہ کے مختصر حالات لکھدیے ہین جن کی روایتین فصل چہارم مین مصنف نے لکھی تہین

تیسرے حصہ مین انشاء اللہ تعالی مقصد اول پورا ہوجائیگا۔ مقصد اول کے کامل ہونے پر ایک نہایت شاندار اور خوشنما ٹائیٹل دیا جائیگا

یقیناً جو لوگ اس کتاب کی خریداری اس وقت نہین کرتے اور تکمیل کے منتظر ہین وہ اخیر مین پچھتائینگے کیونکہ اول تو قیمت کا بڑھ جانا لازم ہی۔ ابھی جس کاغذی کتاب تے مین دیکہا رہی ہو ختم ہونے پر ضرور ہی کہ کم از کم اُسکی قیمت عہ ر ہوجائیگی۔ دوسرے یہ بھی اندیشہ ہی کہ ختم ہونے تک تعداد اشاعت پوری ہوجائے اور جو لوگ ختم ہونیکے منتظر ہین انکو اُسوقت نہایت افسوس کے ساتھہ یہ لکھدیا جائے کہ اب اس کتاب کا کوئی نسخہ باقی نہین رہا

جن لوگون نے اس ترجمہ کو دیکھا ہی اُن سے تو کچھ کہنے کی ضرورت نہین جنھون نے نہین دیکھا اُنکی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہی کہ اس ترجمہ مین حسب ذیل التزامات کیے گئے ہین اصل کتاب حاشیہ پر اور حوشی مین ترجمہ۔ ترجمہ سلیس و صاف اردو۔ حل طلب مقامات کا حل حاشیہ پر۔ کہین مصنف کے استدلال کو مزید قوت پہونچائی گئی ہی۔ کتب شیعہ سے جو عبارت مصنف نے نقل کی ہی اس مین حوالہ صفحہ و سطر کا۔ اسکے علاوہ بہت سی خوبیان ہین جو دیکھنے پر موقوف ہین۔

کتاب چار قسم کے کاغذ پر طبع ہو رہی ہی۔ سفید ولایتی کاغذ ہر حصہ کی قیمت دو روپیے

منیجر النجم لکھنؤ

ایڈیٹر اصلاح کا نمایان فرار

اب سوا اُن لوگون کے جو مصداق صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یبصرون کے ہون۔ جو ٹھیک دوپہر کے وقت آفتاب بے سحاب کو نہ دیکھ سکتے ہون اور کوئی شخص دنیا مین ایسا نہین ہوسکتا جو اس بات کو یقین کامل کے ساتھ نجانتا ہو کہ شیعہ خصوصاً اُنکے علماء مذہب کے باطل ہونے کا یقین کامل رکھتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی واقف کار سُنّی سے بالشافہہ مناظرہ کی ہمت نہین کرتے۔ گزشتہ صدہا واقعات سے قطع نظر کرکے تازہ واقعہ ایڈیٹر اصلاح کا سُننے کے قابل ہے۔

صاحب موصوف نے اس وقت خود بخود یہ دیکھ کر (کہ مین نے علمای شیعہ کو تحریری مناظرہ کا اعلان دیا ہے) بالشافہہ مناظرہ کی مجھے دعوت دی اور صاف تصریح کردی کہ کوئی شرط نہ لگائی جائیگی مگر جب مین نے اسکو منظور کرلیا تو ایسے حواس باختہ ہوے کہ اصلاح جلد ۱۵ نمبر ۱۰ بابت ماہ شوال مین صاف صاف اپنا فرار چھاپ دیا اور ہمیشہ کیلیے مناظرہ سے معافی مانگ لی۔

انشاء اللہ تعالی اس فرار کے تمام حالات مع عبارت ایڈیٹر صاحب اصلاح النجم کے آئندہ نمبر مین ہدیۂ ناظرین ہونگے۔

کفر ابو طالب
اور
مصنف استقصا کی سخافت

النجم کے گزشتہ نمبر میں لکھا گیا تھا کہ مولوی حامد حسین صاحب نے کفر ابو طالب کے متعلق جو بحث استقصا میں لکھی ہے اسکی حقیقت آئندہ نمبر میں ظاہر کیجائیگی لہذا اس وقت اسکے متعلق یہ مضمون ہدیہ ناظرین ہے۔ استقصا مجلد اول بحث قدح احادیث اہلسنت میں رقمطراز ہیں

از انجملہ آنکہ مسلم در صحیح سقیم خود روایات متعددہ کہ دلالت بر عدم نجات پدر بزرگوار جناب وصی سرور مختار قسیم جنت و نار اخراج کردہ و از غایت وقاحت و خباثت بابے مستقل برائے اخراج آن قرار دادہ حیث قال باب بل نفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا طالب حدثنا عبید اللہ بن عمر القواریری ومحمد بن ابی بکر المقدمی ومحمد بن عبد الملک الاموی قالوا حدثنا ابو عوانۃ عن عبد الملک بن عمیر عن عبد اللہ بن الحرث بن نوفل عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ انہ قال یا رسول اللہ ہل نفعت ابا طالب بشیء فانہ کان یحوطک ویغضب لک قال نعم ہو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیان عن عبد الملک بن عمیر عن عبد اللہ بن الحرث قال سمعت العباس یقول قلت یا رسول اللہ ان ابا طالب کان یحوطک وینصرک فہل نفعہ ذلک قال نعم وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح قال وحدثنیہ محمد بن حاتم حدثنا یحیی بن سعید عن سفیان قال حدثنی عبد الملک بن عمیر قال حدثنی عبد العزیز بن الحرث قال اخبرنی العباس بن عبد المطلب ح حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا وکیع عن سفیان بهذا الاسناد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو حدیث ابی عوانۃ وحدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا لیث عن ابن الہاد عن عبد اللہ بن خباب عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ذکر عندہ عمہ ابو طالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل فی ضحضاح من نار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ انتہی۔ و جائے دیگر ہم احادیث متعددہ دال بر ہمین مضمون وارد کردہ بخاری ہم در صحیح خود بابی حضرت ابو طالب از نظر عدم اسلام روایت کردہ و این روایات سخیفہ کہ اہل خوشامد بنی امیہ بغرض تنقیص شان جناب مرتضوی و رفع شان دیگری

وضع کرده اند تا من حیث الاب هم فخر شان ابی بکر ظاهر شود که العیاذ بالله پدر بزرگوار آنجناب صلعم نبود و پدر
خلیفه ایشان مسلمان آورده چون با فترای این تهمت نالائق بر خود جناب امیر علیه السلام راه نیافتند با بی افترا
و انکار نسبت پدر بزرگوار آنجناب دل خود را شاد ساختند گو صاحب تحفه فض الله فاه جمیل انکار نموده
العیاذ بالله خاکش بدهان امر کمی تخییلش انقاش قلب و ارتقاد جگر اهل ایمان ست بجناب امیر علیه السلام منسوب ساز
و حال آنجناب را از غایت وقاحت و بیحیائی و عداوت و نصب مماثل حال شیوخ ثلثه که مسبوق بالکفر
بودند نماید با بجمله افترای احادیث موت حضرت ابی طالب بر کفر و عدم نجات جناب او بر وضح و عیان ست حاجت
سوخته را دان ارتیاب نیست و کافیست در تکذیب این آنچه سبط ابن الجوزی در تذکره آورده حیث قال
ابن سعد بالاسناد المتقدم حدثنی الواقدی قال قال علی لما توفی ابو طالب اخبرت رسول الله صلی الله علیه و سلم فبکی
بکاء شدیدا ثم قال اذهب فاغسله و کفنه و واره غفر الله له و رحمه فقال له العباس یا رسول الله انک لترجو له
فقال ای والله انی لارجو له و جعل رسول الله صلی الله علیه و سلم یستغفر له ایاما لا یخرج من بیته و قال الواقدی قال
ابن عباس عارض رسول الله صلی الله علیه و سلم جنازة عمه ابی طالب فقال وصلتک رحم و جزاک الله خیرا و ابجاده
که جناب رسالتمآب صلی الله علیه و آله و سلم کلمه غفر الله له و رحمه در حق حضرت ابی طالب فرمایند و امید رحمت الهی برای
او بیان نماید و جزای خیر از حق تعالی برای او بخواهد و ایام عدیده استغفار برای او فرماید و اهل سنت بناء
بجهد احادیث عدم نجات و کفر او بر بندند و داد وقاحت و کذب افترا بدهند عجب است که اهل سنت از قصه
غار و دیگر قصص که بعد فرض اینکه بهمان نهج واقع شده که اهل سنت ادعا میکنند بغیر خشیه معاونت و موازرت
دیگر صحابه خصوصا جناب امیر علیه السلام نمیرسد استدلال بر کمال ایمان و فضل و جلالت و خلوص و ایقان ابی بکر
کنند و نفاق و مراد تخیلات بیار ندیا وصف این همه اعانت و کفالت و موازرت و معاونت حضرت
ابی طالب این بزرگ را انکار فروگذیند و از دلائل قاطعه بر کذب افترای این مزخرفات بخاری و مسلم که راه این
بی یقینان زده واضح است که باعتراف اکابر اهل سنت نزد اهل بیت علیهم السلام حضرت ابو طالب شرف اسلام
یافته چنانچه جمال الدین محدث که از اکابر محدثین اهل سنت است در روضة الاحباب گفته که جماعی از اصول
آورده که گفته اهل البیت آنست که ابو طالب مسلمان از دنیا رفته و الله اعلم بالصحة انتهی. پس انکار که

کہ بگذر دعوے اسلام ہوا ردہ و حرف تمسک بذیل اہل بیت نبوی و دامن غیر الثقلان بر زبان می آرد کہ اہل السنۃ نیز بحوری و مغوری ازین نیست کہ باسلام ابی طالب قائل شود و حکم قطعی بکذب و سخافت این مفتریات بخاری و مسلم نماید و نافی عقیدت نجات آنجناب بروش بیدار ددر و براہ نجات و اعتقاد اسلام آن حضرت آرد و اگر از دستار فضی بالخوانی کہ در ذیل حدیث ثقلین و دیگر مقامات صاحب تحفہ و مصنف صواقع سرزدہ ندامت کشیدہ دعاوی لسانی اتباع و تمسک اہل بیت ہم فاز مخطی دادند بازالبتہ مختار اند کہ تصدیق این خرافات و مفتریات سازند و حرف عدم اسلام آن حضرت بر زبان آرند کہ درینصورت بجہت اقرار انحراف از سفینہ اہل بیت علیہم السلام ارسہ مناظرہ بایشان نیست کہ این خود مطلب ما ست کہ این مذہب مستحدث مخالف اہل بیت علیہم السلام ست و علاوہ برین تمام روایاتیکہ مسلم اخراج کردہ متہافت و متناقض است بغایت حسرت زیرا کہ چنانچہ می بینی بعض آن دلالت دارد برانیکہ جناب رسالت مآب قبل روز قیامت دربارہ او شفاعت کردہ واو را از غمرات نار و درک اسفل بسوے ضحضاح جہنم برآوردہ و تخفیف عذاب او بالفعل حاصل شدہ و حدیثیکہ از ابی سعید آوردہ صریحست درانیکہ شفاعت دربارہ ابوطالب بالفعل واقع نشدہ و تخفیف عذاب حاصل نگشتہ بلکہ آن حضرت بطور رجا و تمنی ارشاد فرمودہ کہ شاید شفاعت من روز قیامت نفع باو رساند و از درکات سافلہ بسوے ضحضاح جہنم برآید و این صریحست در عدم وقوع شفاعت و عدم حصول تخفیف عذاب بالفعل فتہافتا و تناقضا۔

ترجمۂ عبارت استقصاء الافحام

از انجملہ یہ کہ مسلم نے اپنی صحیح سقیم مین متعدد روایتین جو جناب وصی مختار قسیم الجنۃ والنار کے والد بزرگوار کے ناجی ہونے پر دلالت کرتی ہین درج کی ہین اور بسبب انتہا درجہ کی بے غیرتی اور ناصبیت کے ایک مستقل باب ان روایتون کے لیے مقرر کیا ہی چنانچہ لکھا ہی۔ باب۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو کچھ فائدہ پہونچایا۔ (بسندہ) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ انھون نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ نے ابوطالب کو کچھ فائدہ پہونچایا وہ آپ کی حمایت کیا کرتے

تھے اور آپ کے لیے غصہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہان وہ دوزخ کے ہلکے مقام مین ہین اور اگر میرا وسیلہ نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے پائین ترین طبقہ مین ہوتے۔" اور (بسندہ) حضرت عباس سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو طالب آپ کی حمایت و نصرت کرتے تھے تو کیا انکو کچھ نفع پہونچے گا؟ حضرت نے فرمایا ہان مین نے انکو آگ کے انبوہ مین دیکھا تو انکو ایک ہلکے مقام مین نکال لیا۔ اور یہی مضمون عبدالعزیز بن حارث نے بھی عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا ہے۔ نیز ایک دوسری سند سے بھی حضرت عباس سے یہ مضمون مروی ہے۔ اور (بسندہ) ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر آگیا تو فرمایا کہ شاید انکو میری شفاعت قیامت کے دن کچھ فائدہ کر جائے۔ اور وہ آگ کے ہلکے مقام مین کر دیے جائین جہان آگ صرف اُنکے ٹخنون تک پہونچیگی کہ جس سے انکا دماغ جوش کریگا۔ انتہی۔ اور دوسرے مقام پر بھی متعدد حدیثین اس مضمون کی مسلم نے درج کی ہین اور بخاری نے بھی اپنی صحیح مین حضرت ابو طالب کا کلمہ اسلام پڑھنے سے انکار کرنا روایت کیا ہے۔ یہ کمزور روایتین بنی امیہ کے خوشامدی لوگون نے گڑھی ہین تاکہ جناب مرتضوی کی شان کو گھٹائین اور بکری (یعنی حضرت ابو بکر صدیق) کی شان کو بڑھائین تاکہ باپ کی طرف سے بھی ابو بکر کی رفعت شان ظاہر ہو کہ معاذ اللہ آنجناب کے پدر بزرگوار مسلمان نہ تھے اور انکے خلیفہ کے والد مسلمان تھے۔ چونکہ خود جناب امیر علیہ السلام پر اس تہمت کے افترا کرنے کی راہ نہ ملی لہذا یہ افترا پردازیان اور دروغ بندیان ان کے والد بزرگوار پر کرکے اپنے دلون کو خوش کر لیا۔ اگرچہ صاحب تمہید خدا اُنکے منہ کو پاک کرے اور دوزخ مین اُنکا ٹھکانا کرے معاذ اللہ خاک اُنکے منہ مین ہو ایک ایسی بات جناب امیر علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے جسکے خیال سے ایمان دار کا جگر و دل کانپتا ہے اپنے نہایت بیحیائی اور عداوت و ناصبیت کے سبب سے آنجناب کے حال کو مثل حال شیوخ ثلاثہ کے کہ پہلے وہ کافر تھے قرار دیا ہے۔

المختصر حضرت ابو طالب کے کافر مرنے اور ناجی نہ ہونے کی حدیثون کا جھوٹ ہونا بالکل

واضح و عیان ہی ہرگز کسی مومن کو اسمین کچھ شک نہین ہوسکتا ۔ ان حدیثون کی تکذیب کیلیے کافی ہی جو کچھ سبط ابن جوزی نے تذکرہ مین لکھا ہی اُنھون نے واقدی سے روایت کی ہی کہ حضرت علی نے بیان فرمایا کہ جب ابوطالب کی وفات ہوئی تو مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی حضرت بہت روئے بعد اسکے فرمایا کہ جاؤ انکو غسل دو اور کفن پہناؤ اور انکو چھپادو (یعنی دفن کردو) اللہ انکی مغفرت کرے اور انپر رحم کرے ۔ تو عباس نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ انکے لیے اُمید رکھتے ہین حضرت نے فرمایا ہان قسم اللہ کی بیشک مین انکے لیے امید رکھتا ہون اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے استغفار کرنا شروع کیا ۔ بہت دنون اپنے گھر سے نہین نکلے ۔ اور واقدی نے کہا ہی کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے جنازہ کے سامنے آئے اور فرمایا کہ اللہ تم کو صلہ رحم کی جزا دے اور اللہ تم کو اچھا بدلا دے ۔ تعجب ہی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کے حق مین غفر اللہ لہ اور رحمہ فرمائین اور انکے لیے بہت اچھی کی امید بیان کرین اور حق تعالی سے انکے لیے جزاے خیر چاہین اور کئی دن انکے لیے استغفار کرین اور اہل سنت پناہ بخدا انکے ناجی نہونے اور کافر ہونے کی روایتین گھڑین اور بیحیائی اور کذب و افترا کی داد دین ۔

تعجب ہی کہ اہل سنت قصۂ غار اور دوسرے قصون سے کہ اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ وہ اسی طرح واقع ہوے ہون جس طرح اہل سنت دعوے کرتے ہین تو بھی دوسرے صحابہ کی خدمت اور نصرت خصوصاً جناب امیر علیہ السلام کی خدمات کے عشر عشیر کو بھی نہین پہونچ سکتے ہین ابوبکر کی بزرگی و خلوص و ایمان پر استدلال کرین اور انکے منافق ہونے کو محالات سے جانین اور حضرت ابوطالب کو باوجودیکہ انھون نے ایسی اعانت اور کفالت اور مدد و معاونت حضرت کی کی ۔ کافر کہین ۔

بخاری و مسلم کے ان مزخرفات کے جنھون نے ان بے یقینون کی مدداری کی ہی جھوٹ ہونے کی قطعی دلیل یہ بھی ہی کہ باقرار اکابر اہل سنت اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک حضرت ابوطالب کو شرف اسلام

[illegible]ل تھا۔ جیسا کہ جمال الدین محدث نے جو اکابر اہل سنت سے ہیں روضۃ الاحباب میں بیان کیا ہے کہ صاحب جامع الاصول نے لکھا ہے کہ اہل بیت کا گمان یہ ہے کہ ابوطالب دنیا سے مسلمان گئے۔ اس روایت کے صحیح پہنچنے کا علم اللہ کو ہے انتہی۔ پس اب جو شخص کہ اسلام کا دعوے رکھتا ہو اور اہل بیت نبوی سے تمسک کا ادعا رکھتا ہو گو دل سے نہ سہی صرف زبانی دعوے ہی سے سہی مثل متاخرین اہل سنت کے اسکو کوئی چارہ اس بات سے نہیں ہے کہ ابوطالب کے اسلام کا قائل ہو جائے اور بخاری و مسلم کی ان گڑھی ہوئی حدیثوں کے جھوٹ ہونے کا قطعی حکم لگا دے اور اگر اس دراز نفسی اور بالاخوانی سے جو بحث حدیث ثقلین اور نیز دوسرے مقامات میں صاحب تحفہ اور مصنف صواقع سے صادر ہوئی نادم ہو کر تمسک اہل بیت کے زبانی دعوے سے بھی فارغخطی دیدیں تو پھر البتہ انکو اختیار ہے کہ ان مزخرفات و مفتریات کی تصدیق کریں اور حضرت ابوطالب کو نامسلمان کہیں کہ اس صورت میں چونکہ سفینۂ اہل بیت سے انحراف کا اقرار کرینگے ہمکو ان کے ساتھ مناظرہ کا خیال نہیں ہے۔ کیونکہ تو ہمارا مقصود یہی ہے کہ یہ مذہب متحدث اہل بیت کرام علیہم السلام کا مخالف ہے۔

علاوہ اسکے تمام وہ روایتیں جو مسلم نے نقل کی ہیں آپس میں انتہا درجہ کی مخالفت و تناقض رکھتی ہیں کیونکہ جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو بعض روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جناب رسالتمآب نے روز قیامت سے پہلے ان کے متعلق شفاعت کی اور انکو آگ کے انبوہ سے اور اسفل السافلین سے ہلکے مقام کی طرف کو نکال لیا اور ان پر عذاب کی تخفیف بالفعل ہو گئی اور جو حدیث کہ ابو سعید سے نقل کی ہے وہ اس بات کو بصراحت بیان کر رہی ہے کہ ابوطالب کی شفاعت ابھی نہیں ہوئی اور انھیں تخفیف عذاب ابھی نہیں حاصل ہوئی بلکہ آنحضرت نے اس بات کی امید بیان فرمائی کہ شاید قیامت کے دن میری شفاعت انکو فائدہ پہونچائے اور اسفل السافلین سے جہنم کے ہلکے مقام میں وہ نکل آئیں۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت ابھی نہیں ہوئی اور تخفیف عذاب ابھی نہیں حاصل ہوئی۔ پس دونوں میں تخالف و تناقض ہو گیا۔

جواب باصواب

بتوفیق الٰہی کتاب انتصار الاسلام مین اسکا جواب نہایت مبسوط و مفصل دیا گیا ہو اور جیسا کہ اس کتاب مین التزام کیا گیا ہو کوئی لفظ استقصا کا بے جواب نہین چھوڑا گیا۔ لیکن یہان اسکے ملخص پر اکتفا کیجاتی ہو کہ وہ بھی اہل زیغ کے احراق قلوب کے لیے کافی ووافی ہو۔

واضح ہو کہ صاحب استقصا نے سب سے پہلے تو کفر ابو طالب کی حدیثون کے وضع کرنے کی غرض و غایت اپنی عقل سخیف سے ایجاد فرمائی ہو اسکے بعد ان حدیثون کے موضوع ہونے کی چار دلیلین ارشاد فرمائی ہین اور تلبیس و تدلیس مین اپنی مہارت کا نمونہ دکھایا ہو۔ اب ترتیب وار ان سب کی حالت بیان کیجاتی ہو۔

مولوی حامد حسین صاحب کے حامی خاکساران کے فرزند دلبند دیکھین کہ وہ کتاب استقصا جس کا شیعون مین اس قدر غلغلہ ہو جسکی تعریف مین مجتہدین ایران نے زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہین کس قدر قابل شرم کارروائیون کا مجموعہ ہو جو نہ صرف اپنے مصنف کی قابلیت بلکہ انکی دیانت پر بھی پوری روشنی ڈالتی ہو۔

مولوی حامد حسین احادیث کفر ابو طالب کے وضع کرنے کی علت یہ بیان کرتے ہین کہ بنی امیہ کے خوشامدیون نے یہ حدیثین اس لیے گھڑی ہین کہ جناب مرتضوی کی شان کو گھٹائین کہ ان کے باپ مومن نہ تھے اور حضرت صدیق کی شان کو بڑھائین کہ انکے باپ مومن تھے۔

جواب اسکا **اولاً** یہ کہ اگر خوشامد بنی امیہ کی منظور ہوتی تو کچھ حدیثین انکی تعریف مین گڑھی جاتین۔ حضرت معاویہ کی تعریف مین کوئی حدیث موضوع کیجاتی۔ کفر ابو طالب کو خوشامد بنی امیہ سے کیا تعلق؟ اور **ثانیاً** یہ کہ ابو طالب کے کفر سے شان مرتضوی مین ذرا نقصان نہین آتا نہ ابو قحافہ کے مومن ہونے سے شان صدیقی مین کچھ رفعت پیدا ہوتی ہو۔ یہ خیالات آپکو یہودیون سے میراث مین ملے ہین آپ ہی کو مبارک رہین۔ اہل اسلام تو فرمان

خداوندی کے تابع ہین نہ باپ کے کفر کو بیٹے کیلیے موجب نقص سمجھتے ہین نہ بیٹے کے کفر کو باپ کے لیے۔ علی ہذا نہ باپ کے اسلام کو بیٹے کیلیے باعث فضیلت جانتے ہین نہ بیٹے کے اسلام کو باپ کے لیے کل نفس بما کسبت رہینۃ بہت سے انبیا کے باپ کافر تھے اور بہت سے انبیا کی اولاد کافر تھی یہ کوئی چیز موجب منقصت و فضیلت نہین۔

اب دیکھیے کہ مولانا حامد حسین صاحب کفر ابی طالب کی حدیثون کی موضوعیت کے کیا دلائل پیش فرماتے ہین۔

پہلی دلیل:۔ یہ کہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے حق مین کلمۂ ترضی و ترحم منقول ہے اگر ابوطالب مومن نہ ہوتے تو یہ کلمہ جو خاص مومن کے لیے ہے انکے حق مین ارشاد نہ ہوتا۔

جواب اس کا **اولاً** یہ کہ مآل اس دلیل کا یہ ہے کہ تذکرہ کی حدیث چونکہ کفر ابیطالب کی حدیثون کی معارض ہے لہذا کفر ابی طالب کی حدیثین موضوع ہین۔ پس یہان دو لطیفے ہین۔ لطیفہ اول یہ کہ تعارض کو محدثین نے علت وضع احد المتعارضین نہین قرار دیا۔ ائمہ محدثین کی دو ایک عبارتین سنیے۔

فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث مین ہے "وللجوزقانی ایضا کتاب الاباطیل اکثر فیہ من الحکم بالوضع بمجرد مخالفۃ السنۃ قال شیخنا وہو خطاء الا ان تعذر الجمع" – **ترجمہ** – اور جوزقانی کی بھی ایک کتاب الاباطیل ہے جس مین انھون نے بہت سی حدیثون کو محض اس سبب سے موضوع کہدیا ہے کہ دوسری حدیثین انکے خلاف تھین، ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ یہ انکی غلطی ہے (تعارض علت وضع نہین) مگر یہ کہ تطبیق ناممکن ہو۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی قول سدد بحث حدیث سدوا الابواب کلہا الا باب علی مین لکھتے ہین۔ "قول ابن الجوزی انہ باطل وانہ موضوع دعوی لم یستدل علیہا الا بمخالفۃ الحدیث الذی فی الصحیحین وہذا اقدام علی رد الاحادیث الصحیحۃ بمجرد التوہم ولا ینبغی الاقدام علی الحکم بالوضع الا عند عدم امکان الجمع ولا یلزم من تعذر الجمع فی الحال ان لا یمکن بعد ذ

اذ وقف کل ذی علم علیم وطریق الجمع فی مثل ہذا ان لا یحکم علی الحدیث بالبطلان بل یتوقف فیہ الی ان یظہر لغیرہ ما لم یظہر۔ ترجمہ۔ ابن جوزی کا اس حدیث کو باطل اور موضوع کہنا ایک ایسا دعوی ہے جسپر کوئی دلیل انھون نے پیش نہین کی سوا اس حدیث کی مخالفت کے جو صحیحین مین ہے۔ مگر یہ محض وہم کی بنا پر احادیث صحیحہ کا رد کرنا ہے۔ موضوع کہنے کی جرات کرنا ہرگز نہ چاہیے مگر جبکہ تطبیق نا ممکن ہو اور فی الحال تطبیق کے دشوار ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ آیندہ بھی تطبیق نہ ہو سکے کیونکہ ایک سے ایک کو زیادہ علم ہوتا ہے ایسے مواقع مین احتیاط یہ ہے کہ حدیث کو باطل نہ کہا جائے بلکہ اس مین سکوت کیا جائے یہان تک کہ دوسرے کو وہ بات ظاہر ہو جائے جو اسکو ظاہر نہین ہوئی۔

اور عقلاً بھی تعارض کو علت وضع نہ ہونا چاہیے بلکہ غایت ما فی الباب موجب توقف و سکوت ہونا چاہیے کما لا یخفے لطیفۂ دوم یہ ہے کہ اگر تعارض علت وضع ہوتا تو مقتضائے عقل یہ تھا کہ اعلی کی مخالفت کی وجہ سے ادنی کو موضوع قرار دیتے نہ کہ ادنی کی مخالفت سے اعلی کو مگر مولوی صاحب نے ادنی کی مخالفت سے اعلی کو موضوع قرار دیا۔ تذکرہ کی روایت سے جسکی صحت مین بھی کلام ہے۔ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث کو جو صحیح کے اعلی رتبہ مین ہے موضوع قرار دیتے ہین۔ ان ہذا لشیء عجیب۔ مولوی حامد حسین صاحب ان دونون لطیفون کا ارتکاب بحث قدح احادیث مین بکثرت کیا ہے ناچار مولوی صاحب کی دلیل اسوقت پوری ہو سکتی ہے جب یہ ثابت کر دین کہ کلمۂ ترضی و ترحم ہمیشہ سے مومنین کیلیے مخصوص تھا حالانکہ مولوی صاحب اسکو ثابت نہین کر سکتے بلکہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابتدا مین کلمۂ ترضی و ترحم مومنین کیساتھ مخصوص نہ تھا اس کلمہ کی تخصیص مومنین کے ساتھ اس آیۂ کریمہ سے ہوئی۔ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لہم انہم اصحٰب الجحیم۔ اور اس آیت کے نازل ہونے کا سبب خاص یہی ہے کہ آنحضرت نے ابو طالب کیلیے باوجود انکے مشرک ہونے کے استغفار کیا اور فرمایا کہ جبتک ممانعت نہ ہوگی استغفار کرونگا جب یہ آیت نازل ہوئی تب آپ نے ابو طالب کیلیے استغفار ترک کر دیا۔ اس تحقیق سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ہم کی حدیثین اور کفر ابو طالب کی حدیثون مین مطلق تعارض نہین ہے کیونکہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کیلیے کلمۂ ترضی استعمال فرمایا اسوقت یہ کلمہ مخصوص مومنین کے ساتھ نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے قصے سے کہ اُنھوں نے اپنے مشرک باپ کے لیے استغفار فرمایا - جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے
پیدا مستنبط ہوتا تھا کہ کافروں کے لیے بھی استغفار جائز ہے - چنانچہ حق تعالیٰ نے آیہ کریمہ مذکورہ کے بعد
اس شبہہ کو بھی رفع فرما دیا ہے کہ ماکان استغفار ابراہیم الاٰیۃ یعنی ابراہیم نے جو اپنے باپ کیلیے استغفار
کی وہ محض وفاے وعدہ کے لیے تھا - اور وعدہ کر لینے کا سبب سوا حضرت ابراہیم کی نرم دلی اور رقت
و رحمت کے کچھ نہ تھا - یعنی کسی حکم خداوندی کی بنا پر نہ تھا - خدا نے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک
کرنے کا حکم دیا ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں - مگر یہ نیک سلوک صرف دنیا تک محدود ہے بعد
اونکے مرنے کے انکے لیے استغفار کا حکم نہیں ہے -

دوسری دلیل بھی نہایت عجیب غریب ہے اور مولوی حامد حسین صاحب کی دقیقہ شناسی کو
ظاہر کر رہی ہے - مولوی صاحب تعجب نکریں - ہم ابو طالب کی خدمات کو بھی اُنکے منافق نہونے کی دلیل
قرار دیتے ہیں - آج تک ابو طالب کو کسی سنی نے منافق نہیں کہا شاید مولوی صاحب کے نزدیک منافق کافر میں کچھ
فرق نہیں - اگر ابو طالب سے اظہار ایمان و اسلام وقوع میں آتا تو ہم انکی خدمات سے انکا مومن
مخلص ہونا ثابت کرتے مگر افسوس تو یہ ہے کہ ابو طالب سے اظہار ایمان ثابت ہی نہیں - باقی رہا مولوی
حامد حسین صاحب کا یہ کہنا کہ ابو بکر صدیق کی خدمات دوسرے صحابہ کی خاصکر جناب امیر کی خدمات
کی عشر عشیر بھی نہیں ہیں - منجملہ ان انکار بدیہیات کے ہے جو اُن سے بکثرت صادر ہوئے ہیں -

تیسری دلیل جس پر مولوی حامد حسین کو بڑا ناز ہے اور اسکو دلیل قطعی فرماتے ہیں یہ ہے کہ اقرار
اکابر اہل سنت اہلبیت کے نزدیک ابو طالب مسلمان تھے - لہذا یا تو اہل سنت تمسک اہل بیت کا دعویٰ
چھوڑ دیں یا اسلام ابی طالب کے قائل ہو کر بخاری و مسلم کی ان حدیثوں کو موضوع کہیں ؟

جواب اسکا اوّلاً یہ کہ مولوی حامد حسین صاحب کا یہ کہنا کہ اکابر اہل سنت نے اس امر
کا اقرار کیا ہے کہ اہل بیت کے نزدیک ابو طالب مسلمان تھے بالکل جھوٹ ہے - روایت کا نقل کر لینا اور
چیز ہے اور اقرار کرنا اور چیز ہے - چنانچہ خود مولوی حامد حسین اور نیز دوسرے علماے شیعہ نے اس امر
کی تصریح کی ہے کہ کسی روایت کا نقل کر لینا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ ناقل اس روایت کے مضمون

کی تصدیق کرتا ہو۔

ثانیاً یہ کہ اس روایت کی صحت مین کلام ہے کیونکہ جامع الاصول سے یہ روایت بغیر مذکور اسم منقول ہے۔ مولوی حامد حسین صاحب کو لازم تھا کہ اس روایت کی سند نقل کرتے یا اس سے احتجاج کرتے بغیر سند روایت سے احتجاج کرنا اور پھر اسپر اس قدر ناز کرنا مولوی حامد حسین صاحب ہی کا کام ہے **ثالثاً** اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ جامع الاصول کی یہ روایت صحیح ہے تو یقیناً اہل بیت سے بعض اہل بیت مراد ہونگے اسلیے کہ حضرت علی مرتضی اور دیگر حضرات سے بسند صحیح کفر ابی طالب منقول ہے۔ پس جبکہ خود اہل بیت مین ابو طالب کی بابت دو قول ہو گئے تو کفر ابی طالب کی حدیثین ہرگز مخالف مذہب اہل بیت نہین کہی جاسکتین نہ کفر ابی طالب کا قائل تمسک اہل بیت کے دعوے مین کاذب کہا جاسکتا ہے۔ **رابعاً** اگر بفرض محال یہ بھی مان لیا جائے کہ روایت جامع الاصول مین لفظ اہل بیت سے جمیع اہل بیت مراد ہین تو بھی کفر ابی طالب کی حدیثین منسوخ نہین ہوسکتین کیونکہ مآل اس استدلال کا زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ جامع الاصول کی روایت احادیث کفر ابی طالب کی معارض ہو جائے اور اوپر معلوم ہو چکا کہ تعارض علت نسخ نہین ہے۔ **خامساً** روایت جامع الاصول احادیث کفر ابی طالب کی معارض نہین ہوسکتی اس لیے کہ کفر ابی طالب کی حدیثین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہین اور روایت جامع الاصول کی اہل بیت سے منقول ہے معلوم نہین یہ اہل بیت گروہ صحابہ سے ہین یا غیر صحابہ سے۔ بہرکیف حدیث مرفوع کی ہمرتبہ نہین ہوسکتی اور تعارض کیلیے شرط ہے کہ دونون حدیثین ہمرتبہ ہون۔ **سادساً**۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع سے ثابت ہوچکا کہ ابو طالب بحالت کفر دنیا سے گئے تو اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے جسمین یہ بیان ہے کہ اہل بیت کا مذہب اسکے خلاف تھا تو یقیناً اہل بیت سے غلطی ہوگئی۔ اور ہرگز انکا قول نہ مانا جائے گا۔

اہل سنت ہرگز اس معنی مین تمسک اہل بیت کے مدعی نہین جو معنی شیعہ مراد لیتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان اس معنی مین سوا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی سے تمسک کا

دعویٰ کرے یا اُس سے تمسک کو جائز سمجھے۔ ہم اہل سنت بفضل خداوند ذوالجلال حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسیکو واجب الاطاعۃ نہیں جانتے۔ کسی کے قول وفعل کو سوا آپ کے حجت شرعیہ مستقلہ خیال کرتے ہیں۔ ہمارے ائمہ کرام برملا پکار کر کہہ چکے کہ ان احد الا ویوخذ من قولہ ویترک الا صاحب ہذہ القبۃ الخضراء یعنی کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکے بعض اقوال ماخوذ اور بعض متروک نہ ہوں سوا اس گنبد سبز (اشارہ بجانب روضۂ مقدسہ) کے رہنے والے کے صلی اللہ علیہ وسلم۔

اہل سنت اگر کسی کے قول کو مانتے ہیں تو محض اس وجہ سے کہ اُسکے قول کو بیقین یا بظن غالب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل کے مطابق معلوم کرلیتے ہیں۔ لیکن جہاں کہیں کسی کے قول کا مخالف قول رسول ہونا معلوم ہو جائے تو بحمد اللہ تعالیٰ فوراً اسکے قول کو ترک کر دیتے ہیں۔ چاہے وہ کتنے ہی بڑے درجہ کا شخص کیوں نہ ہو۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اہل سنت نے کتنے مواقع میں اسی باعث سے حضرت فاروق اعظم کے قول کو ترک کیا ہے۔ پس اسی طرح اگر اہل بیت کا یہ قول کسی وجہ سے بمقتضائے بشریت خلاف قول رسول ہوگیا تو اہلسنت اسکو ہرگز نہ لیتے اور نہ انھوں نے اس قسم کے تمسک کا کبھی دعویٰ کیا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ کفر ابوطالب کی حدیثیں خود باہم متعارض ہیں لہذا موضوع ہیں۔

جواب اسکا اوّلاً یہ کہ سابقاً واضح ہو چکا کہ تعارض علتِ وضع نہیں ہے۔ تعارض کو علت وضع قرار دینا اصول حدیث سے ناواقفیت بلکہ عقل سلیم سے بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ ثانیاً یہ کہ ان احادیث میں باہم ہرگز تعارض نہیں ہے۔ ذکی فہم مولوی صاحب نے تعارض کا حکم صرف اس سبب سے لگایا کہ بعض روایات میں ابوطالب کا اسفل سے ضحضاح کی طرف نکالا جانا بصیغۂ ماضی مذکور ہے اور بعض میں بصیغۂ مستقبل مگر افسوس ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب اتنا نہ سمجھے کہ یہ اختلاف بہت ادنیٰ توجہ سے مرتفع ہوسکتا ہے چنانچہ منجملہ بہت سی وجوہ تطبیق کے ایک وجہ یہ ہے کہ جن روایات میں صیغۂ مستقبل ہے وہ اصل قرار دیجائیں اور جن میں صیغۂ ماضی ہے ان میں بوجہ اس واقعہ کے یقینی ہونے کے صیغۂ ماضی کا استعمال قرار دیا جائے

جیسا کہ قرآن کریم میں واقعات قیامت کو بصیغۂ ماضی بیان فرمایا گیا ہے۔ یا جن روایات میں صیغۂ ماضی ہے ان میں عذاب قبر کی تخفیف مراد لیجائے اور جن میں صیغۂ مستقبل ہے ان میں عذاب جہنم کی تخفیف مراد لیجائے
اصل مضمون کا جواب بقدر کفایت ہو چکا۔ اب مولوی صاحب کی زبان درازیوں کا جواب (مثلاً انھوں نے علامۂ ابو شکور سالمی مصنف تمہید کی نسبت ایک کلمۂ بددعا کا استعمال فرمایا ہے وغیرہ) دینا بالکل فضول ہے۔ اس قسم کے ناپاک کلمات استعمال کر کے مولویصاحب نے اپنی قبر انگاروں سے بھری کسی دوسرے کا کیا نقصان کیا۔

ایک لطیفہ یہ بھی سننے کے قابل ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب (جنکی قابلیت کی بڑی دھوم ہے) اپنی اس کتاب میں جو کچھ لکھتے ہیں وہ اکثر اُنکے ذہن ثاقب کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے پیشتر کسی کا فرسودہ ہوتا ہے۔ خیر یہاں تک کچھ مضائقہ نہ تھا۔ طرہ تو یہ ہے کہ اُس مضمون کا جواب علمای اہل حق کی طرف سے ہو چکا ہوتا ہے اُس سے بالکل چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ چنانچہ کفر ابو طالب کے متعلق ہمت ۱۰۰ جامع الاصول سے استدلال بھی مولویصاحب کا طبعزاد نہیں ہے۔ مولوی دلدار علی صاحب صوارم میں کر چکے تھے۔ اور مولانا سیف اللہ بن اسد اللہ ملتانی علیہ الرحمہ اسکا جواب شافی تنبیہ السفیہ میں دے چکے تھے۔ عبارت تنبیہ السفیہ کی ہدیۂ ناظرین ہے۔

قولہ ابن الاثیر در جامع الاصول گفتہ اہل البیت یزعمون ان ابا طالب مات مسلماً انتہی بیدوا نیست کہ اہل سنت را خلاف نیست درآنکہ حضرت ابو طالب تصدیق قلبی نبوت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم و کمال محبت و حمایت و نصرت آنجناب داشتند، اختلاف در اینست کہ اقرار ہم از ایشان ثابت شدہ یا نہ، حضرت عباس ادعای فرمودند کہ در آخر زمن از ایشان جا مل بسیار خواندن کلمہ شنیدہ ام لیکن آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودند کہ من نشنیدم و در بخاری موجود است کہ ایشان در منتہای کلام ہمین گفتند کہ ہو علی ملۃ عبد المطلب و مصدق این قول حضرت علی مرتضی است کرم اللہ وجہہ کہ در صحاح اہل سنت مرویست کہ ایشان بعد وفات ابو طالب بحضور آنحضرت آمدہ عرض کردند کہ یا رسول اللہ ان عمک الضال قد مات آن حضرت فرمودند قم فوارہ یعنی برخیز و او را در زمین بپوشان پس ہر گاہ حضرت مرتضی مصدق قول اہل سنت

دیگر از مخالفت بقیۂ اہل بیت باکے ندارند فان المتبوع ہو الافضل الاعلم منہم ۔ وما شیعہ را حکم میکنیم کہ اگر در مسئلہ یا در روایتے قول امام باقر با قول زید شہید مخالف افتد کدام قول را ترجیح باید داد حالانکہ ہر دو از اہل بیت اند بلا شبہہ "

ترجمہ - مولوی ملدار علی صاحب کا قول ہو کہ ابن اثیر نے جامع الاصول مین کہا ہو کہ اہل بیت کا خیال ہو کہ ابو طالب مسلمان مرے انتہی " جاننا چاہیے کہ اہل سنت کا اس بارہ مین خلاف نہین ہو کہ حضرت ابو طالب کو تصدیق قلبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حاصل تھی اور وہ نہایت محبت اور حمایت و نصرت آنجناب کی کیا کرتے تھے - اختلاف اس مین ہو کہ آیا اقرار بھی ان سے ثابت ہو یا نہین؟ حضرت عباس دعوے کرتے تھے کہ اخیر وقت مین مین نے بہت غور کے ساتھ کلمۂ شہادت انکو سنا - لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے نہین سنا - اور بخاری مین موجود ہو کہ ابو طالب نے بالکل اخیر وقت یہ کہا کہ مین ملت عبد المطلب پر ہون " اور اسکی تائید حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے قول سے بھی ہوتی ہو جو اہل سنت کی صحیح روایات مین منقول ہو کہ وہ بعد وفات ابو طالب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا - آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ انکو زمین کے نیچے چھپا دو - پس جبکہ حضرت مرتضی اہل سنت کے قول کی تصدیق کرتے ہین تو پھر دوسرے اہل بیت کی مخالفت کی کیا پرواہ ہو - کیونکہ اہل بیت مین جو سب سے اعلی و افضل ہو وہ ہمارا مقتدا ہو - اور ہم شیعون ہی کو حکم قرار دیتے ہین کہ اگر کسی مسئلہ یا کسی روایت مین امام باقر کا قول زید شہید کے قول کے خلاف ہو جائے تو کس قول کو ترجیح دینا چاہیے - حالانکہ دونوں اہل بیت سے ہین "

تحفہ تنبیہ السفیہ نہایت پایہ کی کتاب ہو - تحفہ اثنا عشریہ کے جو جوابات شیعون نے لکھے ہین انکے دو مستقل جواب میرے پاس ہین اور دونون نہایت ہی نفیس ہین - اول تنبیہ السفیہ بجواب صوارم دوسرا رجوم الشیاطین بجواب نزہہ - آخر الذکر جواب مولنا امداد علی صاحب متوطن کا بلی کی تصنیف ہو - جزاہا اللہ خیر الجزاء -

سیرت نبوی علیہ السلام اور والیۂ بھوپال دامت بالاقبال

الکلام کی مختصر کیفیت

(سلسلہ کیلیے گذشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

(۸) نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے صفحہ ۱۱۱ مین فرماتے ہین -

"کسی چیز سے روکنے یا کسی چیز کے حکم دینے کی دو طریقے ہین ایک یہ کہ اس چیز کے فوائد و نقصانات بیان کیے جائین اور یہ بتایا جائے کہ وہ شے مقصود بالذات نہیں ہو بلکہ امر و نہی کا اصلی سبب، اسکا مفید یا مضر ہونا ہو دوسرا طریقہ یہ ہو کہ یہ کہا جائے، کہ خود وہ شے بالذات موجب ثواب یا عقاب ہو - جیسا کہ بعض دعاؤن کی نسبت لوگون کا خیال ہو کہ اگر اسکے الفاظ، ادل بدل ہوجائین تو دعا مین تاثیر نہیں رہتی پہلا طریقہ اگرچہ زیادہ حکیمانہ اور اصول عقل کے زیادہ موافق ہو لیکن یہ طریقہ عام نہین ہو سکتا - اگر امر و نہی کا مدار اسپر رکھا جائے تو ایک ایک عامی کو اوامر و نواہی کے دقائق اور باریکیان سمجھانی پڑینگی اور یہ بالکل ناممکن ہو اسکے علاوہ کسی کام کے کرنے کیلئے عام طبائع پر جس قدر اس بات کا اثر پڑتا ہو کہ خدا نے اس کام کا حکم دیا ہو، اور خدا اسکی تعمیل سے خوش ہوتا ہو، اس قدر اس بات کا اثر نہین پڑسکتا کہ وہ چیز فی نفسہ اچھی ہو - فرض کرو اگر تعزیرات ہند کے بجائے اخلاقی کتابین جاری کیجائین جنمین یہ لکھا ہو کہ چوری - ڈکیتی - رہزنی - بری باتین ہین اسلیے ان سے بچنا چاہیے - تو کیا یہ اخلاقی کتابین جرائم کے گھٹانے مین وہ کام دینگی جو تعزیرات ہند دے رہی ہو؟ اس بنا پر انبیا افعال کی ترغیب و ترہیب کے لیے زیادہ تر یہی دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہین - یعنی بجائے اسکے کہ اوامر اور نواہی کے وجوہ اور اسباب بتائین - وہ ان افعال کو بالذات موجب ثواب و عقاب بتلاتے ہین، اور ثواب و عقاب کو صرف خدا کی خوشنودی اور ناراضی پر محمول کرتے ہین - وہ نماز روزہ - زکوۃ کے حکم دینے مین عام لوگون سے یہ نہین کہتے کہ ان ارکان کے ادا کرنے مین یہ فائدے ہین بلکہ یہ کہتے ہین کہ ان چیزون سے خدا خوش ہوتا ہو اور انکے نہ ادا کرنے مین وہ ناراض ہوتا ہو ور

دراصل عوام کو کسی چیز کیطرف راغب کرنے کا صرف یہی موثر طریقہ ہی۔"

ف مولوی صاحب کی اس تقریر بلیغ سے معلوم ہوا کہ اوامر و نواہی کے ترویج کے دو طریقے ہو سکتے تھے۔ ایک یہ کہ ان کے فوائد بیان کیے جائیں۔ دوسرے یہ کہ خدا کی رضا مندی اور نارضامندی کا حوالہ دیا جائے۔ انبیا نے چونکہ عام طبائع کے مناسب دوسرے طریقے کو سمجھا اس لیے اسی کو اختیار کیا۔

اب فرمائیے یہ نبوت کا انکار نہیں تو اور کیا ہی۔ قرآن تو ہمکو یہ تعلیم کرتا ہی کہ تبلیغ احکام اور اسکے طریقے انبیا علیہم السلام کی عقل کے تجویز کیے ہوے اور ان کے اختیاری نہیں ہوتے بلکہ جیسا انکو خدا کی طرف سے حکم ملتا ہی ویسا کرتے ہیں۔ بسا اوقات انبیا علیہم السلام تبلیغ کے کسی طریقہ کو نامناسب خیال کرتے ہیں مگر حکم خدا سے مجبور ہو کر انکو وہی خاص طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہی

مولوی صاحب کی اس عبارت سے صاف مترشح ہوتا ہی کہ وہ انبیا علیہم السلام کو اپنے مزعومی مصلحان قوم کے مثل سمجھتے ہیں کہ وہ جس چیز کو اچھا سمجھتے ہیں اسکو رائج کرنے کی جو عمدہ تدبیر انکی سمجھ میں آتی ہی کرتے ہیں۔ خدا کی رضامندی و نارضامندی فی الواقع کوئی چیز نہیں ہی لیکن اگر ایسا نہ کہا جاتا تو اوامر و نواہی کی ترویج نہو سکتی۔

تعزیرات ہند کی مثال مولویصاحب نے پیش تو کر دی مگر اتنا نہ سمجھے کہ یہ مثال یہاں بالکل بے موقع ہی۔ تعزیرات ہند ایک محسوس چیز ہی اس لیے اسکا اثر زیادہ تر قرین قیاس ہی۔ اور یہاں جس طرح احکام کے مصالح غیر محسوس ہیں اسی طرح خدا کی رضامندی و نارضامندی بھی غیر محسوس ہی پھر یہ کہنا بھی بالکل خلاف تجربے کے اور سراسر مخالف عقل سلیم کے ہی کہ "اخلاقی تعلیمیں جرائم کے گھٹانے میں وہ کام دیگی جو تعزیرات ہند دیتی ہی"

تمام عالم جانتا ہی کہ خوف سے وہ کام نہیں نکل سکتا جو عمدہ تعلیم سے نکل سکتا ہی۔ جن لوگوں کو عمدہ اخلاقی تعلیم دی گئی ہو جس قدر وہ جرائم سے دور رہتے ہیں اس قدر وہ لوگ ہرگز دور نہیں رہ سکتے جو تعزیرات ہند کے ذریعہ سے ڈرائے گئے ہوں۔

اس عبارت کے خاتمہ پر مولوی صاحب نے ایک حاشیہ چڑھایا ہو۔ جسمین رقم فرماتے ہین کہ
"یہ اصول شاہ ولی اللہ صاحب کی اُس تقریر سے ماخوذ ہو جو اُنھون نے حجۃ اللہ البالغہ کے
صفحہ ۹ مین لکھی ہو۔"

یہ فقرہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ حضرت محدث دہلوی نے یہ ملحدانہ تقریر کیونکر لکھی۔ نہایت
بیتابی کے ساتھ نظر آگے بڑھی تو دیکھا کہ خود مولوی صاحب لکھ رہے ہین کہ "لیکن شاہ صاحب نے
اس اصول کو فلاسفۂ اسلام کی طرف منسوب کیا ہو چنانچہ لکھتے ہین وذہب فلاسفۃ الاسلام الخ"
اب کوئی شخص مولوی صاحب سے پوچھے کہ جب آپ خود جانتے تھے کہ حضرت محدث دہلوی
فلاسفہ کا مذہب نقل کر رہے ہین تو آپ نے اسکو انکی تقریر کیون کہا؟ یہ تو ویسا ہی ہو جیسا کوئی ملحد
کہے کہ "خود قرآن سے معلوم ہوتا ہو کہ بعث بعد الموت کوئی چیز نہین ہو لیکن قرآن نے اسکو کفار
کی طرف منسوب کیا ہے"

آگے چل کر مولوی صاحب یہ بھی لکھتے ہین کہ گو شاہ صاحب نے یہان اس مضمون کو فلاسفہ
کی طرف منسوب کیا ہو۔ مگر دوسرے مقام پر اپنا مسئلہ بیان کیا ہو مگر اس دوسرے مقام کی عبارت
جو مولوی صاحب نے نقل کی اس سے مولوی صاحب کے تراشیدہ مضمون کو کوئی تعلق نہین۔ وہان
شاہ صاحب یہ نہین کہتے کہ انبیا ایسا اور ایسا کرتے ہین بلکہ یہ فرماتے ہین کہ خدا کی طرف سے
ایسا ایسا کیا جاتا ہو۔ شاید مولوی صاحب یہ فرمائین کہ خدا کی طرف براہ راست نسبت کرنا معاذ اللہ
انبیا کی تضعیف کے باعث ہو باقی مضمون تو ایک ہو۔

سیرت نبوی مین بھی ایسے ہی لطائف ہونگے اور ضرور ہونگے تو واقعی وہ ایک
بے نظیر چیز ہوگی

(۹) مولوی صاحب کی ایک عادت یہ بھی ہو کہ اپنے دعوے کی سند مین اکثر ایسی عبارتین
نقل کر دیتے ہین جن سے ان کا دعوے ثابت نہین ہوتا۔ منجملہ اس قسم کے بہت سے مقامات کے اس
جگہ صرف وہی چند مقام نقل کیے جاتے ہین جو صریح مغالطہ کی تعریف مین آجاتے ہین۔ مثلاً ایک

صفحہ ۱۱ سے منقول ہوا کہ مولوی صاحب نے جس تقریر کو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا ہے وہ تقریر انکی نہیں ہے۔ بلکہ فلاسفہ کی ہے۔ اور شاہ صاحب کی جو عبارت مولوی صاحب نے نقل کی ہے اس میں صاف تصریح اس امر کی موجود ہے کہ یہ مذہب فلاسفہ کا ہے۔

اور **مثلاً** مولوی صاحب نے صفحہ ۲۱۳ سے صفحہ ۲۱۸ تک وحی والہام کی حقیقت بیان فرمائی ہے اور ایسی عمدہ حقیقت اسکی بیان فرمائی ہے کہ اس حقیقت کی بنا پر نبوت اور وحی محض ایک فرضی اور خیالی چیز رہ جاتی ہے۔ خیر۔ بیان اس سے کچھ بحث نہیں۔ ہمیں یہ دکھانا ہے کہ مولوی صاحب جو عبارتیں اپنے اس مضمون کے ثبوت میں پیش فرماتے ہیں اُن میں صریح مغالطہ سے کام لیا ہے۔ مولوی صاحب نے صاحب مقاصد وغیرہ کی نقل کر کے صفحہ ۲۱۸ میں تحریر فرمایا ہے کہ "حکیم ابو نصر فارابی ابو علی سینا وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے لیکن ہمنے ان کی تصریحات اسلیے نقل نہیں کیں کہ یہ لوگ مذہبی حیثیت سے مقتدا تسلیم نہیں کیے جاتے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ مذہبی مقتداؤں کی ہیں۔ حالانکہ مقاصد کی عبارت میں صاف تصریح موجود ہے کہ فی الرؤیا والوحی والالہامات والمعجزات والکرامات علی رای الحکماء "یعنی اشیاے مذکورہ کی حقیقت بنا بر مذہب حکما ہے۔ اس تصریح سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ صاحب مقاصد وغیرہ نے اس عنوان کے تحت میں لکھا ہے وہ مذہب حکما کا ہے۔ مقتدایان مذہب کا نہیں ہے۔

اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ حکما کون لوگ ہیں تو آپ کو مولوی صاحب کی کارروائی پر زیادہ استعجاب لاحق ہوگا سنیے۔ مولوی صاحب صفحہ ۴۵ میں خود ہی بتاتے ہیں کہ حکما کون لوگ ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"حکمای اسلام" یعنی فارابی۔ ابن سینا۔ ابن رشد" آپ فرمایے کہ مولوی صاحب نے کیسی کارروائی کی ؟ انھیں حکیم فارابی و ابن سینا کے اقوال نقل کر لیے اور کہدیا کہ یہ مقتدایان مذہب کے اقوال ہیں فارابی و ابن سینا کے اقوال نہیں ہیں۔ انکے اقوال ہمنے اسلیے نقل نہیں کیے

اور وہ مذہبی مقتدا نہ تھے - اگر فریب و مغالطہ اسکا نام نہین ہو تو وہ کیا چیز ہو جس کو فریب و مغالطہ کہہ سکین -

سیرت نبوی مین اگر ایسی لطیف کارروائیان مولوی صاحب کرین گے تو مخالفین سلام مولوی صاحب کو خوب داد دین گے -

(۱۰) معاد اور عذاب و ثواب کی حقیقت بیان کرتے ہوے صفحہ ۱۳۹ مین رقم فرماتے ہین

معاد اور عذاب و ثواب سزا و جزا کے متعلق تمام اہل مذاہب کا یہ خیال تھا اور آج بھی ہو کہ انسان جب خدا کے احکام کی تعمیل نہین کرتا تو خدا اُس سے ناراض ہوتا ہو اور دنیا چونکہ دار العمل ہو اس لیے یہان تو انسان کو سزا نہین ملتی - لیکن جب قیامت مین خدا مسند حکومت پر متمکن ہوگا - تو تمام معاملات اُسکے حضور مین پیش ہون گے اور خدا حسب مراتب لوگون کو اُنکی نافرمانیون کی سزا دیگا - اسی طرح جن لوگون نے اطاعت اور فرمانبرداری کی ہو انکو صلے اور انعامات ملین گے -

یہ خیال عام طبائع کے بالکل مناسب ہو اور عام لوگون کو نیکی کی طرف مائل کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے اس سے بہتر کوئی طرز نہین ہو سکتا -

لیکن یہ عذاب و ثواب کی اصلی حقیقت نہین ہو بلکہ اصل حقیقت کے عام فہم کرنے کا ایک پیرایہ ہو - اصل حقیقت یہ ہو کہ جس طرح عالم جسمانیات مین اسباب و علل اثر اور موثر کا سلسلہ ہو مثلاً سنکھیا قاتل ہو - گلاب محرک نزلہ ہو - املتاس مسہل ہو - اسی طرح یہی سلسلہ روحانیات مین بھی قائم ہو - نیک و بد جس قدر افعال ہین اُنکا نیک یا بد اثر روح پر مترتب ہوتا ہو اچھے کامون سے روح کو انبساط ہوتا ہو - بُرے افعال سے انقباض، آلودگی، اور نجاست کی کیفیت پیدا ہوتی ہو اور یہ وہ نتائج ہین جو اس سے جدا نہین ہو سکتے "

ف مولوی صاحب کی اس تقریر سے تمام شریعت درہم برہم ہو گئی - جو اصل حقیقت معاد اور عذاب و ثواب کی مولوی صاحب نے بتائی وہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

مشرکین مکہ سے بیان کرتے تو یہ شور و شر نہ ہوتا۔ وہ ہرگز اس حقیقت کا انکار نہ کرتے نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ لوگ ستاتے نہ مکہ سے نکالتے نہ یہ خونریز لڑائیاں ہوتیں کافر کہتے تھے کہ ہمارا جسم جب سڑ گل گیا تو پھر وہ کس طرح زندہ ہو سکتا ہے؟ من یحیی العظام وہی رمیم۔ ءاذا کنا عظاما نخرۃ۔ کافر جب یہ شبہات پیش کرتے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے کہ یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ یعنی ان ہڈیوں کو وہی زندہ کریگا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ ای وربی انہ لحق یعنی قسم اپنے پروردگار کی یہ جسم نہ حق ہے۔ اگر کافروں سے کہہ دیا جاتا کہ جسم کا اعادہ نہ ہوگا جو کچھ عذاب وثواب ہوگا وہ روح پر ہوگا اور روح پر بھی عذاب وثواب کے یہ معنی ہیں تو ہرگز اُن میں سے کوئی بھی انکار نہ کرتا سب خوشی سے مان لیتے۔

خیر۔ اب مولوی صاحب کی منقولہ بالا عبارت کے نتائج سنیے۔

ف مولوی صاحب کی عبارت منقولہ سے چند امور معلوم ہوے۔

اول یہ کہ قرآن مجید میں احادیث میں معاد اور عذاب وثواب کے متعلق جو کچھ بیان ہوا وہ اصل حقیقت نہیں ہے۔ **دوم** تمام مذاہب کا متفقہ عقیدہ اس بارہ میں غلط ہے۔ **سوم** معاد جسمانی نہ ہوگا عذاب وثواب جو کچھ ہوگا روح پر ہوگا۔ **چہارم** دوزخ وجنت کوئی چیز نہیں عذاب وثواب اُن اثرات کا نام ہے جو اعمال سیئہ یا حسنہ کی تاثیرات سے روح پر مرتب ہوں گے **پنجم** ثواب بھی روح کے انبساط کا ہے اور عذاب نام روح کے انقباض کا **ششم** خدا کی رضامندی وناراضی بھی بے اصل چیز ہے عذاب وثواب خاصہ اعمال کا ہے **ہفتم** قیامت کوئی چیز نہیں کیونکہ جب معاد جسمانی نہ ہوا اور عذاب وثواب نام انقباض وانبساط روح کا ٹھیرا تو حقیقت قیامت کچھ نہ رہی مولویصاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ عوام کے طبائع کو نیکی کی طرف مائل کرنے کیلیے اس سے بہتر کوئی [illegible] نہیں جو اصل حقیقت کے خلاف ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ مولویصاحب نے عوام کے طبائع کا کیوں لحاظ فرمایا اور اصل حقیقت کو اُردو زبان میں بیان کردیا۔ باقی آیندہ

بدن الخنزیر من وجوب نزح الماء کلہ عند وقوع البعیر والذی اعمل علیہ وافتی بہ ولا ینافی ذلک الخبر الاول من قولہ ع

پس ان دونون حدیثون مین جو اونٹ کے گرنے سے کل پانی کے نکالنے کا حکم ہو اسی پر مین عمل کرتا ہون اور اسی پر فتوے دیتا ہون اور یہ بات پہلی حدیث کے منافی نہین ہو جس مین سائل نے ایک کنویں کی بابت سوال کیا ہو کہ اس مین گدھا اونٹ گر جائے (تو کیا کیا جائے اور امام نے جواب دیا کہ کر پانی نکالنے کی بالکل ضرورت نہین ہو) کیونکہ یہ بات محال نہین ہو کہ امام علیہ السلام نے خاص گدھے کے متعلق جواب دیا ہو اور اونٹ کے متعلق اس وجہ سے جواب نہ دیا ہو کہ سائل امام سے اونٹ کے متعلق سن چکا ہو کہ کل پانی نکالنا واجب ہو۔ **باقی** رہی شراب تو جب اُسکا کوئی حصہ بھی کوئیں مین گر جائے تو کل پانی کنوین کا نکالنا چاہیے جیسا کہ ان دونون حدیثون مین ہو۔ اسکی تائید اُس روایت سے بھی ہوتی ہو جو محمد بن علی بن محبوب نے یعقوب بن یزید سے اُنھون نے ابن عمیر سے اُنھون نے معاویہ بن عمار سے اُنھون نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ جس کنوئیں مین بچہ پیشاب کرے یا اُس مین پیشاب یا شراب گر جائے (تو کیا کیا جائے) امام نے فرمایا کہ کل پانی نکال ڈالا جائے۔ پس اس حدیث مین جو پیشاب کا ذکر شراب کے ساتھ ہو یہ اُسی وقت کے لیے ہو جبکہ پانی کا کوئی وصف بدل جائے کیونکہ اگر پانی کا کوئی وصف نہ بدلا ہو تو پھر ایک خاص مقدار پانی کی نکالی جائیگی جسکو ہم بیان کرینگے۔ **باقی** رہی وہ حدیث جسکو حسین بن سعید نے محمد بن زیاد سے اُنھون نے کردویہ سے روایت کیا ہو کہ وہ کہتے تھے مین نے ابو الحسن علیہ السلام سے پوچھا کنوین کی بابت کہ اس مین ایک قطرہ خون کا یا نبیذ کا

عند سوال السائل عن الحمار والجمل لا یمتنع ان یکون علیہ السلام اجاب بحکم الحمار وعول فی حکم الجمل علی ما سمعہ من وجوب نزح الماء کلہ فاما الخمر فانہ ینزح الماء کلہ اذا وقع فیہا شیء منہ علی ما فی الخبرین ویؤید ذلک ایضاً ما رواہ محمد بن علی بن محبوب عن یعقوب بن یزید عن ابن ابی عمیر عن معاویۃ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی البئر یبول فیہا الصبی او یصب فیہا بول او خمر فقال ینزح الماء کلہ فما تضمن ہذا الخبر من ذکر البول مع الخمر محمول علی ما اذا تغیر احد اوصافہ لانہ اذا لم یتغیر فانہ ینزح منہ مقدار بعینہ نذکرہ فیما بعد

فاما ما رواہ الحسین بن سعید عن محمد بن زیاد عن کردویہ قال سألت ابا الحسن علیہ السلام عن البئر یقع فیہا قطرۃ دم او نبیذ

مسكر او بول او خمر قال ينزح منها ثلثون دلوا وما رواه محمد بن احمد بن يحيى عن ابي اسحاق عن نوح بن شعيب الخراساني

عن بشير عن حريز عن زرارة قال قلت لابي عبد الله عليه السلام بئر قطر فيها قطرة دم او خمر قال الدم والخمر والميت ولحم الخنزير في ذلك كله واحد ينزح منه عشرون دلوا فان غلبت الريح نزحت حتى تطيب فان هذين الخبرين مع ضعفهما محمولان ... انما هما من اخبار الآحاد ولا يعارض بها الاخبار التي قدمناها ولان النجاسة معلومة بحصول الخمر فيها وليس نعلم تطهيرها الا بنزح جميع الماء فينبغي ان يكون العمل عليه ويحتمل ان يكون الخبر مختصا بحكم البول لان بول الرجل يوجب نزح اربعين دلوا على ما بيناه في تهذيب الاحكام وذكر حكم الدم والميتة ولحم الخنزير فيكون اضافة الخمر الى ذلك وهما من الراوي

باب البئر يقع فيها الكلب والخنزير ...

یا کسی نشہ دار چیز کا یا پیشاب کا یا شراب کا گر جائے (تو کیا کرنا چاہیے) امام نے فرمایا کہ اُس سے تیس ڈول نکال ڈالے جائیں اور وہ حدیث جو محمد بن احمد بن یحیی نے ابو اسحاق سے اُنھوں نے نوح بن شعیب خراسانی سے اُنھوں نے بشیر سے اُنھوں نے حریز سے اُنھوں نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ کسی کنوئیں میں ایک قطرہ خون کا یا شراب کا گر جائے (تو کیا کرنا چاہیے) امام نے فرمایا کہ خون اور شراب اور مُردار اور سور کا گوشت غرض ان سب چیزوں میں بیس ڈول نکالے جائیں پھر بھی اگر بُو باقی رہ جائے تو کل پانی نکال ڈالا جائے یہاں تک کہ بد بو جاتی رہے پس ان دونوں حدیثوں پر عمل نہیں ہو کیونکہ یہ دونوں حدیثیں اخبار احاد سے ہیں اُن حدیثوں کی معارض نہیں ہو سکتیں جو ہم پہلے بیان کر چکے اور یہ وجہ[1] بھی ہے کہ اُس کنوئیں کے پانی کا شراب گر جانے کے سبب سے نجس ہو جانا یقینی ہے اور طہارت کا یقین بغیر کل پانی نکالے نہیں ہو سکتا پس چاہیے کہ کل پانی نکالنے پر عمل کیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث پیشاب ہی کے ساتھ خاص ہو کیونکہ آدمی کے پیشاب سے چالیس ڈول کا نکالنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ ہم کتاب تہذیب الاحکام میں بیان کر چکے ہیں اور یہی حکم خون کا اور مُردار کا اور سور کے گوشت کا بھی ہے شراب کا ذکر اس مقام پر راوی کا وہم ہو۔

باب - وہ کنواں جس میں کُتّا اور سور یا مثل اُنکے کوئی چیز گر جائے۔

[1] یہ ایک عقلی وجہ ہے معلوم ہوا کہ عقل کے ذریعے سے حدیث معصوم رد کیجاتی ہے ۱۲

اخبرني الشيخ رحمه الله عن احمد بن محمد عن ابيه عن الحسين بن الحسن بن ابان عن الحسين بن سعيد عن القاسم عن علي قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الفارة تقع في البئر قال سبع دلاء قال وسألته عن الطير والدجاجة تقع في البئر قال سبع دلاء والسنور عشرون او ثلثون او اربعون دلوا والكلب وشبهه وبهذا الاسناد عن الحسين بن سعيد عن عثمان بن عيسى عن سماعة قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الفارة تقع في البئر او الطير قال ان ادركته قبل ان ينتن نزحت منها سبع دلاء وان كان سنورا او اكبر منه نزحت منها ثلثين دلوا او اربعين دلوا وان انتن حتى يوجد ريح النتن في الماء نزحت البئر حتى يذهب النتن من الماء فاما ما رواه الحسين بن سعيد عن ابن ابي عمير عن ابن اذينة عن زرارة ومحمد بن مسلم وبريد بن معاوية العجلي عن ابي عبد الله عليه السلام

مجھے شیخ رحمہ اللہ نے احمد بن محمد سے اُنھوں نے اپنے والد سے اُنھوں نے حسین بن حسن بن ابان سے اُنھوں نے حسین بن سعید سے اُنھوں نے قاسم سے اُنھوں نے علی سے روایت کرکے خبر دی کہ وہ کہتے تھے میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے چوہیا کی بابت پوچھا کہ وہ کنوئیں میں گر جائے (تو کیا کرنا چاہیے) امام نے فرمایا سات ڈول نکالنا چاہیے وہ کہتے تھے میں نے پرندوں اور مرغی کی بابت پوچھا کہ وہ کنوئیں میں گر جائیں تو امام نے فرمایا کہ سات ڈول نکالنا چاہیے اور بلی میں تیس ڈول یا بیس ڈول یا چالیس ڈول۔ یہی حکم کتے اور اسکے مثل کا ہے۔ اور اسی سند سے حسین بن سعید سے مروی ہے وہ عثمان بن عیسی سے وہ سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے چوہیا کی بابت پوچھا کہ وہ کنوئیں میں گر جائے یا کوئی پرندہ گر جائے تو امام نے فرمایا کہ اگر قبل اسکے کہ وہ پانی بدبودار ہو تم کو موقع مل جائے تو سات ڈول اُسمیں سے نکال ڈالو اور اگر بلی ہو یا اُس سے بڑا کوئی جانور ہو تو تیس ڈول یا چالیس ڈول نکال ڈالو اور اگر اُسمیں بدبو آنے لگے یہاں تک کہ پانی میں محسوس ہو تو کل پانی نکال ڈالو یہاں تک کہ پانی سے بدبو دور ہو جائے۔

لیکن وہ حدیث جو حسین بن سعید نے ابن ابی عمیر سے اُنھوں نے ابن اذینہ سے اُنھوں نے زرارہ سے اور محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ عجلی سے اُنھوں نے

سلہ معلوم نہیں یہ تردید امام نے کیوں فرمائی ایک حکم معین کیوں نہ دیا اور تردید بھی بیس میں۔ منہ

نیز اسی روایت میں بیس ڈول کی تعداد ذکر کی معلوم نہیں یہ راوی کا سہو ہے یا خود امام کیطرف سے ہے

وابي جعفر عليهما السلام في البئر تقع فيها الدابة والفارة والكلب والطير فيموت قال يخرج ثم ينزح من البئر دلاء ثم يشرب منه

وتوضأ منه عن القاسم
عن ابان عن ابي العباس
الفضل البقباق قال سألت
ابو عبد الله عليه السلام عن
البئر تقع فيها الفارة او الدابة
او الكلب او الطير فيموت قال
يخرج ثم ينزح من البئر دلاء
ثم يشرب منه ويتوضأ وعن
سعد بن عبد الله عن ايوب
بن نوح النخعي عن محمد بن
ابي حمزة عن علي بن يقطين
عن ابي الحسن موسى بن جعفر
عليه السلام قال سألته
عن البئر تقع فيها الحمامة
والدجاجة او الفارة او
الكلب او الهرة فقال يجزيك
ان تنزح منها دلاء فان
ذلك يطهرها ان شاء الله
فاول ما في هذه الاخبار

ابو عبد اللہ اور ابو جعفر علیہما السلام روایت کی ہے کہ کنوئیں میں اگر کوئی جانور یا چوپایا کتا گرجائے تو امام نے فرمایا کہ پہلے وہ جانور نکالا جائے پھر کنوئیں سے کچھ ڈول نکال ڈالے جائیں بعد اسکے کنوئیں کا پانی پیا جائے اور اس سے وضو کیا جائے۔ نیز حسین بن سعید سے مروی ہے انھوں نے قاسم سے انھوں نے ابان سے انھوں نے ابو العباس یعنی فضل بقباق سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کنوئیں کی بابت پوچھا کہ اس میں چوپایا کوئی جانور یا کتا یا پرندہ گر کر مر جائے (تو کیا کیا جائے) امام نے فرمایا پہلے وہ چیز نکالی جائے پھر کوئیں سے کچھ ڈول نکال ڈالے جائیں بعد اسکے اسکا پانی پیا جائے اور اس سے وضو کیا جائے **اور** سعد بن عبد اللہ نے ایوب بن نوح نخعی سے انھوں نے محمد بن ابی حمزہ سے انھوں نے علی بن یقطین سے انھوں نے ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہتے تھے میں نے ان سے کنوئیں کی بابت پوچھا جیسے کبوتر یا مرغی یا چوہیا یا کتا یا بلی گر جائے (تو کیا کیا جائے) تو امام نے فرمایا کہ یہ بات کافی ہے کہ اس کنوئیں سے چند ڈول نکال ڈالے جائیں بس اسی سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ کنواں پاک ہو جائیگا۔ **پس** حاصل ان حدیثوں کا یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے سوال کے بعض اجزا کا جواب دیا یعنی صرف چوہے اور پرندہ کے متعلق اور باقی مسائل چونکہ مشہور تھے اسلیے جواب [illegible]

ملاحظہ ہو تاویل نہایت عجیب و غریب ہے ہرگز کوئی صاحب عقل اسکو باور نہیں کر سکتا کہ سائل کے جواب میں جو عبارت ہو اسکو سائل کے سوال کے بعض اجزا سے مخصوص کر دیا جائے [illegible]

احد شيئين اما ان يكون عليه السلام اجاب عن حكم بعض ما تضمنه السؤال من الفارة والطير وعول في حكم الباقي على [illegible]



نمبر ۳ — فہرست مضامین — ۷- ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۹ھ — ۱۰- نومبر سنہ ۱۹۱۱ء — جلد ۸

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

النجم لکھنؤ یوم شنبہ

۷ - ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ

[illegible]

النجم مین شیعون کی تردید کیون اختیار کیگئی؟ اس سے ناظرین واقف ہین۔ شیعون کی جو کوششین رد اہل سنت مین مسلسل کئی سال سے جاری تھین وہ کسی سے پوشیدہ نہین۔ اگرچہ اُن کوششون کی طرف اہل سنت کو التفات نہ تھا۔ بعض کو اس وجہ سے کہ وہ اس فرقہ کو لاشی محض سمجھتے تھے۔ اور بعض اس وجہ سے کہ وہ سرے سے مذہب کو کچھ سمجھتے ہی نہین۔ لیکن عند العقل شیعون کی کوششین ہرگز قابل فروگذاشت کے نہ تھین۔

رسالۂ شیعہ کے لائق اور ضرورت سے زیادہ مہذب اڈیٹر صاحب اپنے رسالہ مین کئی سال سے ایک ناول لکھ رہے ہین جسکا نام اُنھون نے "عالم برزخ مین ابا جان" رکھا ہے۔ اس ناول مین صحابۂ کرام سے لیکر اسوقت تک کے بزرگان دین وعلمای شرع متین کی توہین وتہجین کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ ناظرین النجم کی خواہش تھی کہ ایک ناول ہماری طرف سے بھی نکلے جسمین شیعون کے ائمہ اور اصحاب ائمہ سے لیکر اسوقت تک کے مجتہدین کے حالات دلچسپ پیرایہ مین دکھائے جائین۔ مگر اس خیال سے کہ سچے واقعات کو کذب کا لباس پہنانا کچھ اچھا نہ معلوم ہوا۔ مین اسکو مناسب نہ سمجھا۔ لیکن ہفتہ گزشتہ مین ایک حامی اسلام نے ایک ناول کا درمیانی حصہ بھیجا ہے جو اُنھون نے خاص اسی مقصد کے لیے تیار کیا ہے مجھے پسند آیا اور نمونہ کے طور پر اس نمبر مین اُسے شائع کرتا ہون۔ امید ہے کہ ناظرین خوش ہونگے۔ اگر ناظرین کو اس ناول سے دلچسپی ہو تو میرا ارادہ ہے کہ اسکے چار صفحے ہر نمبر مین شائع کر دیے جائین۔

اڈیٹر صاحب اصلاح کا نمایان فرار

فرار وہ مکروہ ایسی مذموم صفت ہے جسکو ہر شخص برا جانتا ہے خواہ وہ کسی قوم و مذہب کا ہو۔ اہل حق کے سامنے اہل باطل کا فرار ایک ضروری اور بدیہی امر ہے۔ مگر ایسا صاف صریح فرار جو اسوقت اڈیٹر اصلاح سے ظاہر ہوا ہے کسی اہل باطل سے کم سرزد ہوا ہوگا۔ بلا [illegible] ضرورت اور بے وجہ اسوقت اڈیٹر اصلاح نے اپنے کو اس فرار قبیح مین مبتلا کیا۔

لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے۔ مذہب شیعہ ایک نہایت عجیب و غریب مذہب ہے حجت و برہان سے مغلوب ہو جانا۔ اہل حق کے سامنے سے فرار کر جانا اس مذہب مین نہایت عمدہ چیز سمجھا جاتا ہے۔ حتی کہ مذہب حق کی پہچان ان لوگون نے یہی رکھی ہے کہ وہ حجت و برہان سے مغلوب ہو جایا کرے۔ اور یہ کوئی نئی بات اس مذہب کی نہین ہے دوسرے قبائح کو بھی اس مذہب مین یہی عزت دیگئی ہے۔ جب کذب و دروغ کو اس مذہب مین وہ رتبہ ملا کہ اہم واجبات مین قرار دیا گیا۔ اور دین کے نو حصے کذب و دروغ مین رکھے گئے اور ایک حصہ باقی عبادات نماز روزہ وغیرہ مین۔ تو سمجھ لیجئے کہ دوسرے قبائح کا کیا حال ہوگا ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

خیر ہمین اس قصہ سے کوئی مطلب نہین۔ ہم اس وقت اڈیٹر اصلاح اور انکے ہمنوا [illegible] کو مبارکباد دیتے ہین کہ انکے وجود باجود نے مذہب شیعہ کی حقیقت مین ایک [illegible] اضافہ کیا۔ لہذا یہ فرار انکو مبارک ہو۔ حکیم سبحان علیخان اور مفتی محمد قلی کے بعد آقائے اصلاح نے مناظرہ سے فرار عملی کرکے بتا دیا کہ مذہب شیعہ مین وہی خواص اب بھی موجود ہین جو زمانہ گذشتہ مین تھے۔

اب اس فرار کا ذکر کچھ تفصیل کیساتھ سنئے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ انجمن [illegible] مین یہ [illegible] علمای شیعہ کسی طرح بالمشافہ مناظرہ مین نہین آتے۔ مگر گھر مین جھگڑا [illegible]

لکھنے مین بڑے مشاق ہین۔ یہ اعلان دیا گیا کہ اچھا تو تحریری ہی مناظرہ کر لو۔ جس مسئلہ کو اپنے مذہب مین سب سے زوردار سمجھو اُسی سے ابتدا کرو اور طرفین کی تحریر بلفظہٖ جواب النجم مین بھی چھپا کرے اور کسی شیعی رسالہ مین بھی مثل اصلاح و شیعہ وغیرہ کے۔ اب دیکھین کہ زمین کو آسمان دن کو رات لکھنے مین تمہین کیسے پناہ ملتی ہے۔ اور انکار بدیہیات کی مشق کیا کام دیتی ہے۔ اعجاز غالب آتا ہے یا سحر" النجم کے اس اعلان کو دیکھکر ایڈیٹر اصلاح نے اپنے دل مین یہ خیال کیا کہ شاید اب مدیر النجم کا دل بالمشافہ مناظرہ سے سیر ہوگیا۔ لہذا آپ نے فوراً بالمشافہ مناظرہ کی مجھے دعوت دی جسکے الفاظ یہ تھے "پس اگر آپ کو بغیر کسی شرط کے مناظرہ منظور ہے تو آپ کھجوہ آیئے مین خود پولیس کو اطلاع دیکر انتظام کرا لونگا" مین نے بتوسط ایک شیعہ خریدار اصلاح کے ایڈیٹر اصلاح کو ایک رجسٹری شدہ خط بھیجا کہ تاریخ مقرر کیجیے۔ انشاء اللہ تعالی مین اُس تاریخ مین کھجوہ پہونچ جاؤنگا۔ اس خط کا جواب کئی ماہ بعد ایڈیٹر اصلاح نے دیا۔ جسمین کچھ مضامین تخویف و ترہیب کے اور کچھ دلکش کلمات کے بعد یہ مرقوم تھا کہ سال بھر مین جس وقت آپ کا جی چاہے آیئے۔ صرف یوم عید شجاع کو مستثنی کیا تھا۔ اور ماہ رمضان کو لکھا تھا کہ سنیون کے دنیا کمانے کا زمانہ ہے لہذا اسکے بعد مناظرہ ہوگا۔ یہ تحریرات النجم مین شائع ہو چکی ہین۔ چونکہ رمضان کا زمانہ شروع ہو چکا تھا لہذا ارادہ ہوا کہ بعد رمضان اس مناظرہ کا اعلان دیا جائیگا کہ جو لوگ شریک ہونا چاہتے ہین شریک ہون۔ اور مخفی طور پر اس امر کی تدبیر کیگئی کہ ایڈیٹر صاحب اصلاح کسی پوشیدہ طریقہ سے حکام ضلع کو بدظن کرکے مناظرہ کو رکوا نہ سکین رمضان کا مہینا ختم ہوا۔ ۷ شوال کا النجم بوجہ تعطیل عید الفطر کے حسب دستور قدیم نہ نکلا۔ ۲۱ شوال کے پرچہ مین یہ اعلان شائع ہوتا اور مناظرہ کی تاریخ مقرر کیجاتی۔ کیونکہ ایڈیٹر اصلاح نے تعیین تاریخ کا اختیار مجھے دیدیا تھا۔ اپنی طرف سے تو اُنھون نے تمام سال کی اجازت باستثنائے عید شجاع کے دی تھی۔ لیکن قبل اسکے کہ ۲۱ شوال کا النجم شائع ہو آپ نے اصلاح ۱۳؍ مین ہمیشہ کیلیے مناظرہ سے فارغخطی لکھدی جس کے آخری فقرات بلفظہٖ حسب ذیل ہین:۔

"بہر حال اگر آپ کو مناظرہ کرنا ہے تو پندرہ شوال تک آپ تشریف لایئے۔ ورنہ تضیع اوقات سے

کیا فائدہ - ہان ایک جودہ حکم کا اپنے ساتھ ضرور لایئے جس مین ایک عالم علماے مسلم الثبوت اہل سنت سے ہو مثل شمس العلماء مولوی شبلی صاحب یا مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی یا جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محل اور منشی گنگاپرشاد صاحب ورما اگر تشریف لائین تو خرچ آمد ورفت مین دونگا اور تا زمانہ قیام فقیر خانہ کے مہمان رہین گے اب نہ کسی تحریر کی ضرورت ہے نہ مہلت کی - اڈیٹر النجم کو ان حکمون کے ساتھ ۱۵ شوال تک آجانا چاہیے - ورنہ ہمیشہ کیلیے زبانی مناظرہ سے استعفا دینا چاہیے - والسلام علی من اتبع الہدیٰ

آپ ذرا اہل انصاف کہین کہ اس سے زیادہ حیا وغیرت کا نمونہ دنیا مین کہین مل سکتا ہے - خود ہی مجھے دعوت دی اور لکھا کہ بغیر کسی شرط کے یہ مناظرہ ہوگا اور جب دیکھا کہ وقت سر پر آگیا تو شرائط لگا دین - اور شرائط بھی ایسی جو امکان سے باہر - پہلی شرط یعنی ۱۵ شوال تک لکھنؤ پہونچ جانا گو مناظرہ کے معاہدہ کے خلاف تھا - کیونکہ نہ ابھی مناظرہ کا اعلان ہوا تھا نہ کوئی انتظام - لیکن تاہم مین پوری کر سکتا تھا - ایسے کہ ۱۵ شوال سے دو دن پہلے مجھے پرچہ اصلاح مل گیا تھا لیکن شرط دوم تو کسی طرح میرے امکان مین نہ تھی - دو حکم - اور ان مین بھی ایک ایڈیٹر ہندوستانی جو آریہ ہونے کے علاوہ اہل سنت سے کھلی ہوئی مخالفت رکھتا ہے - یہ لوگ میرے محکوم نہین میرے مطیع و تبع نہین -

خود ہی تعیین تاریخ کا مجھے اختیار دیا اور اپنی طرف سے تمام سال کی توسیع کی - پھر جب دیکھا کہ وقت آگیا تو خود ہی تاریخ مقرر کر دی - اس بے نظیر فرار پر ایڈیٹر اصلاح جس قدر فخر کرین بجا ہے درست ہے -

ہمیشہ کے لیے زبانی مناظرہ سے استعفا یعنی معافی چاہتے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ مین آپکو مجبور کرکے مناظرہ کرا لینے پر قادر نہین ہون - لہذا اسکو چاہے آپ معاف کر دینے پر محمول کرلین - ورنہ عند العقل والشرع یہ جرم آپکا ہرگز معاف کرنے کے قابل نہین ہے -

یقیناً مناظرہ مین حقیقت مذہب اہل سنت کی روز روشن کی طرح آشکار ہو جاتی - اسکے بعد آپ کو ہرگز لازم نہ تھا کہ آپ مذہب شیعہ ترک کرکے مذہب اہل سنت اختیار کرتے - مگر عام بندگان خدا کا اندیشہ تھا کہ جو لوگ دھوکہ مین گرفتار تھے اور مذہب شیعہ کو حق سمجھ کر انھون نے اختیار کیا تھا انکے

کیا فائدہ - ہان ایک جوڑہ حکم کا اپنے ساتھ ضرور لائیے جس مین ایک عالم علماے مسلم الثبوت اہل سنت سے ہو مثل شمس العلماء مولوی شبلی صاحب یا مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی یا جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محل اور منشی گنگا پرشاد صاحب ورما حکم ہو تشریف لائین تو خرچ آمدورفت مین دونگا اور تا زمانۂ قیام فقیر خانہ کے مہمان رہین گے اب نہ کسی تحریر کی ضرورت ہے نہ مہلت کی - اڈیٹر النجم کو ان حکمون کے ساتھ ۱۵ شوال تک آجانا چاہیے - ورنہ ہمیشہ کیلیے زبانی مناظرہ سے استعفا دینا چاہیے - والسلام علی من اتبع الہدیٰ

آپ ذرا اہل انصاف دیکھین کہ اس سے زیادہ حیا وغیرت کا نمونہ دنیا مین کہین مل سکتا ہے - خود ہی مجھے دعوت دی اور لکھا کہ بغیر کسی شرط کے یہ مناظرہ ہوگا اور جب دیکھا کہ وقت سر پر آگیا تو شرائط لگا دین - اور شرائط بھی ایسی جو امکان سے باہر - پہلی شرط یعنی ۱۵ شوال تک لکھنؤ پہونچ جانا گو مناظرہ کے معاہدہ کے خلاف تھا - کیونکہ نہ ابھی مناظرہ کا اعلان ہوا تھا نہ کوئی انتظام - لیکن تاہم مین پوری کر سکتا تھا - بشرطیکہ ۱۵ شوال سے دو دن پہلے مجھے پرچۂ اصلاح مل گیا تھا لیکن شرط دوم تو کسی طرح میرے امکان مین نہ تھی - دو حکم - اور ان مین بھی ایک اڈیٹر ہندوستانی جو آریہ ہونے کے علاوہ اہل سنت سے کھلی ہوئی مخالفت رکھتا ہے - یہ لوگ میرے محکوم نہین میرے مطیع و تبع نہین -

خود ہی تعیین تاریخ کا مجھے اختیار دیا اور اپنی طرف سے تمام سال کی توسیع کی - پھر جب دیکھا کہ وقت آگیا تو خود ہی تاریخ مقرر کر دی - اس بے نظیر فرار پر اڈیٹر اصلاح جس قدر فخر کرین بجا ہے درست ہے - ہمیشہ کیلیے زبانی مناظرہ سے استعفا یعنی معافی چاہتے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ مین آپکو مجبور کر کے مناظرہ کرا لینے پر قادر نہین ہون - لہذا اسکو چاہے آپ معاف کر دینے پر محمول کرین - ورنہ عند العقل و الشرع تو یہ جرم آپ کا ہرگز معاف کرنے کے قابل نہین ہے -

بشرط نفس مناظرہ مین حقیت مذہب اہل سنت کی روز روشن کی طرح آشکار ہو جاتی - اسکے بعد آپ کو گو لازم نہ تھا کہ آپ مذہب شیعہ ترک کر کے مذہب اہل سنت اختیار کرتے - مگر عام بندگان خدا کا یہ نفع تھا کہ جو لوگ دھوکہ مین گرفتار تھے اور مذہب شیعہ کو حق سمجھ کر انھون نے اختیار کیا تھا انکے

اس نفع عام کے تلف کرنے پر تنہا مجھ سے معافی مانگنا کس قدر لغو اور بیہودہ ہی۔

مگر یاد رکھیے آپ اور آپکے ہم مذہب چاہے اس فرار کو اپنے مذہب کی حقیت کی دلیل سمجھین اور موافق حدیث امام کے یہ خیال کرین کہ اہل باطل کو خدا حجت وبرہان کی تلقین کرتا ہی۔ لیکن تمام دنیا کے عقلا آپ کے اس فرار سے یہ نتیجہ ضرور بالضرور نکالینگے کہ آپ کو خود اپنے مذہب کے باطل ہونے کا یقین کامل حاصل ہی اور آپ خوب جانتے تھے کہ مناظرہ ہوا تو مذہب شیعہ کا باطل ہونا ثابت ہوجائیگا اور بہت سے مخفی اسرار اس مذہب کے فاش ہوجائینگے۔ اسی سے آپ نے فرار کیا۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

زہد ورقائق

اس سلسلہ مین حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالی کی مثنوی کا اقتباس کئی نمبر سے ہدیۂ ناظرین ہو رہا ہی۔ بعض احباب نے اس نظم کو بہت پسند کیا۔ یہانتک کہ انکا یہ اصرار ہی کہ یہ مثنوی چھپ جانا چاہیے بعض احباب نے پیشگی درخواستین بھیجدی ہین۔ لہذا ارادہ کیا گیا ہی کہ اسکو علیحدہ بصورت رسالہ طبع کردیا جائے انشاء اللہ تعالی یہ مثنوی عنقریب چھپکر ہدیۂ ناظرین ہوگی۔ اسوقت اسی مثنوی سے قصہ ہجرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا جاتا ہی جو آیندہ نمبر مین ختم ہوجائیگا۔ اسکے بعد اس سلسلہ مین دوسرے مفید مضامین درج کیے جائینگے۔

قصۂ ہجرت خیر البشر

صلی اللہ علیہ وسلم

قصۂ ہجرت حدیث غار — اس طرح راویان نیک شعار
دیکھنا چاہتا ہو کوئی اگر — کرسکے کتاب سے سیر
باعث ہجرت اسمین ہے تحریر — آیۂ غار کی یہ ہے تفسیر

انکو گوئی مین بشرح وبسط تمام — جسکی وحی آتی نے دی کلام
مختصر اسمین کرتا ہون منظوم — تاکہ احوال غار ہو معلوم
ابتدا مین رسول پیغمبر — خاص کر کے یہان تھے جلوہ گر

کیونکہ مکہ ہی آپکا تھا وطن
بانیِ کعبہ کی دعا تھے آپ
آپ مکہ ہی میں ہوئے پیدا
جب خدا کے ہوئے پیمبر آپ
وہیں تشریف وجدانیہ ہوئی
وہیں پایا یقین جو ہوئے داخل
وہیں دشمن تھے درپے ایذا
آیا دن کافروں کی سختی کا
قوم انصار تھی وہ با اعزاز
وہ جہانگا جو مل گیا رہبر
ہوئے چھ شخص داخل اسلام
انکو گھر کا طواف تھا مقصود
آئے تھے بہر طوف بیت حرام
دل پہ آئے تصورات ایمن
ہوئے رخصت حضور آخر
پہونچے اپنے گھر پیش نبی جاں
ذکر کرتے تھے سب حضور کا
پھیلا افسانہ ہو گیا مشہور
سو پھر حج کا انتظار رہا
ہو گئی ختم عمر مہجوری
ان نبوت کا بارعواں باب

وہی مولد تھا اور وہی مسکن
وارث بیت کبریا تھے آپ
وہیں پائی تمام نشو و نما
رہے تیرہ برس وہیں پر آپ
وہیں معراج آسمانیہ ہوئی
زمرۂ سابقین میں شامل
تھے شگفتہ وہیں بستان خدا
ہوا پیدا سبب یہ ہجرت کا
سرفراز مدینہ و ممتاز
لائے ایمان خدائی احد پر
کر گئے نقش جب یہیں پیغام
صاحب خانہ تھا یہاں خود موجود
گھر کے مالک نے دیا انعام
ملکے پارس سے ہو گئے کندن
کر گئے حاضری کا وعدہ پھر
دولت دین حق سے مالا مال
آپکے خلق کا نبوت کا
تھا ہر اک گھر میں ذکر خیر حضور
سال کا کٹنا ناگوارا ہوا
آئے وہ دن کہ وعدہ وفا کی
ہوا دین کا دوچند پھر چرچا

آپ تھے خاتم رسل جلیل
آپ مصباح حضرت خلیل
وہیں فرمان رہبری کا ملا
طلوع وہیں پہ ہوئے طلوع قریب
دعوت دین حق کی آغاز
یہیں کفار کا تھا شور و شر
بڑھ گیا حد سے جب جفا و جور
بہر تحصیل حج بیت رب
دعوت دین سے بہرہ مند ہوئے
چاق چوبند ہو گئے بیم و رنج
حج کے آنے کا مزہ پایا
لگ گیا انکو صاحب خانہ
اپنے گھر سے نہ پھیر خالی ہاتھ
پایا جب یہ شرف سعادت کا
جا کے داخل ہوئے مدینہ میں
جو کوئی انکے پاس آتا تھا
وہ جب اپنے گھر کو جاتے تھے
دیکھنے والے ہی تھے عشاق
گیا آخر کو جب سال گزر
حج کے ایام پھر قریب ہوئے
آئے بارہ مدینہ کے احباب

قرۃ العین خاص اسمٰعیل
ذات مطلق کے نور مطلق تھے
وہیں منصب پیمبری کا ملا
ہوئی حاصل وہیں معراج قریب
وہیں اسلام لائے اہل نیاز
وہیں ہر دم تھا شور و شر
غیرت حق نے کی مدد
ہوئی حاضر مدینہ کی بھی
چھوڑا باطل کو حق پسند ہوئے
لائے ایمان ہر ایک شخص
نعمت دین کا ذائقہ پایا
گھر میں داخل ہوئے وہ
زاد رہ نقد دین کا پایا
گیا رہوار
نور ایمان کا لیکے سینہ میں
شرف اندوز ہو کے جاتے تھے
اپنے گھر والوں کو سناتے تھے
لوگ آمادہ ہو گئے مشتاق
ہوئے ایام انتظار بسر
ست کے جی ادھر نصیب ہوئے
سات غیر اور پانچ وہ اصحاب

سال انھی میں ۱۲ تھے جو بیان
قبلہ دین پہ لائے تھے ایمان

یہ بھی ایمان سے بہرہ مند ہوئے
دولت دین سے مستند ہوئے

کہ کسی شخص کو بلطف فزوں
بھیجدیں کہ چلے ساتھ حضور

علم قرآن کی بھی کرے تعلیم
دعوت دین کرے بحکم علیم

کیا ابن عمیر کو ہمراہ
نام تھا انکا مصعب سجاد

کیا مصعب نے امر دین جاری
اور سعد مین سے وہ انصاری

دیکھے اسلام کے جو خیر و حصول
کیا اکثر نے دین حق کو قبول

بس بتایید حضرت قادر
ستر انصار پھر ہوئے حاضر

یہی ہر اک نے بار بار کیا
عہد و پیمان استوار کیا

جان و دل سے ہیں ہم آپکے ساتھ
آزما لیجیے ہماری بات

گر چڑھائی کرینگے اہل کفر
ہم لڑائی میں بھی نہیں قاصر

جان و مال ان پہ کرینگے نثار
ہیں وہ دشمن اگر تو ہم غمخوار

آپ نے اذن عام فرمایا
لطف و شفقت کو کام فرمایا

یاں سے ہجرت سوئے مدینہ کریں
انکو کارو نصیب بدی کریں

سب بتدریج ہو گئے راہی
نہوئی دشمنوں کو آگاہی

نہ پسند آیا یوں چلے جانا
کہ نہیں ہے یہ کام مردانہ

آپنے زیب تن کیے ہتھیار
کیا تلوار کو گلے کا ہار

سوئے کفار پھر کیا یہ خطاب
پوچھنے والے ہوں تو ملے جواب

جوش مردی اگر کسی میں ہو
روک لے مجھکو جسکے جی میں ہو

کرے عورت کو اپنی بے شوہر
اور اطفال کو بغیر پدر

ایسی تھی دل خراش تقریر
کام کرتی تھی مثل شمشیر

یہ جو سات آدمی مدینہ آئے
پے ایمان تو مرید آئے

کی ہر اک نے حضور سے بیعت
اور یوں عرض کی بصد رخصت

وہ سکھیں طریقہ اسلام
جاری ہر جا ہوں دین کے احکام

خوش ہوئے سنکے یہ جناب رسول
عرض نے پایا اوج قبول

پھرے اہل مدینہ با دل شاد
لائے مصعب کو ساتھ حسب مراد

ہوگئے جاری دین کے احکام
ہوا شائع طریقہ اسلام

جب ہوا سال کا تیرہواں سال
تھا ترقی پہ دین کا اقبال

داعی حق نے دینکی دعوت کی
لائے اسلام سب نے بیعت کی

گر مدینہ میں لائے تشریف
ہوگی لیکن حضور کو تکلیف

وان نہیں دشمنوں کا خوف و خطر
ہونگے ہم ہر طرح سے سینہ سپر

جان و دل سے کرینگے ہم نصرت
ہونگے ہرگز نہ قاصر از خدمت

جبکہ انصار نے دم بیعت
کیا یہ عہد اور ہوئے رخصت

کہ صحابی سے یہاں نہ رہیں
کثرت ظلم کافران شریر

نکلے چھپ کے یہ جان بچائی
تھے کفار سے امان نہ پائی

لیک فاروق ذی جگر کی ہجرت
رنگ فاروقیت کی تھی حرکت

ہوا جوش شجاعت و غیرت
کرکے صرف دلیری و ہمت

جیسے جاتا ہو کوئی بہر طواف
کیا کعبے کا پہلے آکے طواف

عزم اپنا نہیں چھپاتا ہوں
میں عمر ہوں مدینہ جاتا ہوں

لیک سکا ہے خیال ضرور
جسکو دعویٰ ہو نیز منظور

وہ کرے آکے سامنا میرا
نہیں آسان مقابلہ میرا

سننے والوں کو غیرت آتی تھی
جان ہیبت سے نکلی جاتی تھی

پر تحمل میں نے ٹالدیا — تنگ سب انسی میں ڈالدیا
کون فاروق کا مقابل تھا — شیر کے آگے کون بزدل تھا
عزم رفتن کیا دلیرانہ — گئے سوئے مدینہ مردانہ
ایک صدیق دوسرے حیدر — رہے حاضر حضور پیغمبر
رنج تھا اُسکے کافروں کو سوا — تھا انہیں سے زیادہ سکو بلا
پس انہیں بھی یہ بات تھی منظور — کہیں ہو جاؤں کافروں سے دور
جب رسول خدا سے ذکر آیا — آپ نے لطف سے یہ فرمایا
تم ہو قابل مری رفاقت کے — تم سزاوار ہو معیت کے
سنی تقریر جب یہ حضرت کی — اور بشارت ملی رفاقت کی
تھا یہی میں دعا اُسکا — دور رہنا پسند اُسے کب تھا
بارے آئی وہ ساعت مسعود — پھر ہجرت ہوئی تھی موعود
یعنی کفار مکہ کو تھا عناد — تھی شب و روز فکر تازہ فساد
شورت کے لیے ہوے یکجا — دار ندوہ مقام شوریٰ تھا
مشورت تھی ہر اک کو یہ منظور — فکر اس کام میں تھی انکی ضرور
شمع دین کو بجھائیے کیونکر — قید دین کو مٹائیے کیونکر
غایۃ مشورت تھی بس یہ بات — تھے اسی فکر میں وہ سب دن رات
ہو گیا اس گروہ میں در تھا — اہل شوریٰ میں ہو گیا تھا
تھا کیا شورت کا دفتر باز — تا نہ افشا کسی پہ ہو یہ راز
مجکو معلوم ہے وہ سب احوال — میرے آنیکا کچھ کرو نہ خیال
نہیں احمد سے مجکو کچھ سروکار — ساکن نجد ہوں میں تجربہ کار
اسکے فرش ہے وہ کسب لعنت — اسکے آگے تھے بھاری بخت

جو سب سمجھے سو تم نہ سمجھے — خیر کچھ کو نہیں شعور نہ سمجھے
جب ذرا بھی کوئی خبر نہ ہوا — سو تو جو سوء شعور نہ ہوا
الغرض سب چلے گئے اصحاب — صرف مکہ میں رہ گئے احباب
چونکہ صدیق تھے رفیق خاص — جان نثار و معین با اخلاص
انسے ہر بات میں یگانگی تھی — سب کی تکفیر سے کھٹکتے تھے
کیا سامان سفر کا سب طیار — تھا جو کچھ زاد و راحلہ درکار
کیوں عجلت سے ہجرت ہو — کیا عجب ہے مری بھی ہجرت ہو
حکم کا انتظار ہے مجکو — رہنمایان اگر ادھر ہو مجکو
خوش ہوئے وہ حبیب خاص الخاص — یار غار رسول با اخلاص
تھی حضوری بجان و دل منظور — پس وہ تھے منتظر بحکم حضور
پیشتر وہ ہو گئے وہ سب — ہو ہجرت کا قصد بھی
اک دن وہ گروہ ناہنجار — کافران قریش کے سردار
خاص تھا بہر مشورہ وہ مقام — دار ندوہ اسی سبب تھا نام
حق پرستی ہو کیونکر مسدود — دین اسلام کا ہے زور وجود
ذات احمد ہے یہ سارا فساد — منہدم کس طرح ہو بنیاد
ناگہ ابلیس مورد لعنت — بنکے اک پیر مرد کی صورت
یوں جو ابلیس کا گذر ہوا — اہل شوریٰ کو ہوا
تب یہ ابلیس نے کیا اظہار — جن خیالوں میں تم ہو مشورہ کار
رائے میں تم بھی سنو — بعد ازاں مشورہ وہ
تجربہ ہے یہ میرا سینہ — ہو نہیں کار آزمودہ
حال شوریٰ کا کر دیا اظہار — اپنے کلمے لگانے سامنے بٹھا

عالمِ برزخ مین واویلا

[illegible]

یہ وہ زمانہ ہی کہ چرند و پرند شجر و حجر۔ زہرہ و مشتری۔ شمس و قمر۔ اور کچھ انھین پر موقوف و منحصر نہین ہی کل مخلوق ارضی و سماوی اعتراف نبوت و رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلمۂ شہادت ادا کر رہی ہی۔ خلقت انسانی کے وہ فائز المرام افراد جن کی نسبت اُس معبود حقیقی نے جس کے فہم و ادراک سے عقول انسانی و ملکوتی عاجز و درماندہ ہین *ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔ فرمایا ہی۔ ہر وقت و ہر حالت مین اس بات کے منتظر رہتے ہین کہ جہان ہمارے پیارے نبی ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کا قطرہ ٹپکے وہان اپنا خون گرا دین۔

اخلاق محمدی نے ہر ایک قلب کو مسخر کر لیا ہی۔ سوائے منافقین کے جسکو دیکھو مرنے سے کم تک اسلام کا سچا مطیع و منقاد ہی۔ تابعداری اور فرمانبرداری کا جو حق ہی اُسکو مطیع الامر ون نے پورے طور سے ادا کر کے بتا دیا ہی کہ ہم سچے جان نثار ہین۔ دریا مین ڈھکیل دو تو انکار نہین ہے آگ مین پھاندنے کا حکم دو تو عذر و تامل نہین۔ علاوہ ازین جان فروشی کے اس قسم کے دعوے محض قول حد تک محدود نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ میدان عمل مین بارہا امتحان دیے ہین۔ اُنکو حب اسلامی نے اتفاق و اتحاد مین باوجود کثرت قالب یکجان بنا دیا ہی۔ ہر شخص کی ایک ہی غرض ہی اور بس۔

اگرچہ معاندین و مخالفین نے جن کے ظاہری و باطنی حواس بفحوای ** ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ۔ بیکار و معطل ہو چکے ہین۔ زور و قوت کے ہر ایک پہلو سے سعی و کوشش کر کے چاہا کہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزنما اثر کو نقصان پہونچا کے ترقی اسلام کا سدباب کر دین

* راہ بتاتی ہے ڈر والون کو جو یقین کرتے ہین بن دیکھے۔

** اللہ نے (منکرون کے) دلون پر اور کانون پر مہر کردی ہے اور آنکھون پر پردہ (ڈالدیا) ہے۔

مگر تائید غیبی کے مقابلہ میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ؎ اور آیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا

وعدہ خداوندی بغیر پورا ہوئے نہ رہا۔

یہ انسان ضعیف البنیان کی خام خیالی ہے کہ خلاف قضا و قدر اپنی تدبیروں کی دھن میں [illegible]

ہے۔ اسوقت مسلمانوں کی جماعت کا نعم بنیان مرصوص کی مصداق ہے۔ کوئی قوت اس جماعت کو

تتر بتر نہیں کر سکتی۔ جس مرسل صادق نے اپنی زبان مبارک سے کل مومن اخوۃ کی [illegible]

کر اس جماعت کی شیرازہ بندی کر دی ہے وہ ان میں موجود ہے۔ اُسکے اثر حقہ کو کوئی بشری طاقت مٹا

نہیں سکتی۔ اُسکے دربار نصفت شعار میں اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ غریب۔ امیر۔ شاہ و فقیر کا ایک درجہ ہے [illegible]

کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔ جسکو دیکھو ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔

جو شقی ازلی تھے یا جن کے دلوں کو رشک و حسد کی آگ نے جلا کر خاک کر دیا تھا وہ اپنی عداوت

مخالفتوں کا قریب قریب کمال ذلت و خواری اور بے انتہا نقصانوں کے ساتھ اکثر نتیجہ بھگت چکے

ہیں۔ اور جو کچھ باقی ہیں اُنکو یقین ہی نہیں بلکہ حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہے۔ کہ ہماری [illegible]

تعصب اور کھلی ہوئی عداوت نے مسلمانوں کے غیظ و غضب کو جوش دلا کر انتقام پر آمادہ کر دیا ہے

اور ہماری بیجا مخالفت اُنکے زور و قوت کو ترقی دلا رہی ہے۔

حالت منافقین

سال نہم ہجری فتح مکہ کے بعد کفار مکہ کی طاقت کا چراغ گل ہو گیا۔ گروہ مخالفین و معاندین

جس نے بصدق دل اسلام قبول کر لیا بچ گیا۔ ورنہ سب تلوار کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ [illegible]

مکہ میں کوئی کافر و مشرک باقی نہیں رہا۔ بہت سے منافقین بھی فی النار و السقر ہو چکے ہیں۔ مگر

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول مع اپنے چند خاص رفقا کے ہنوز زندہ ہے [illegible]

جو لوگ حاشیہ اسلام سے ناواقف ہیں ان تمہ یافتہ منافقین نے اُنکو ذلیل و یقین بنا رکھا ہے۔ [illegible]

؎ اور تو نے دیکھا [illegible] کے دین (اسلام) میں لوگ فوج فوج داخل ہو رہے ہیں۔

ابن ابی مدام رشک وحسد کی نگاہ سے ترقی اسلام کو دیکھ کے سینہ کباب رہتا ہے۔ جب کسی موقع پر مسلمانوں کو اتفاقیہ کوئی نقصان پہونچ جاتا ہے اُسوقت اُسکی مسرت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ باوجودیکہ اس شقی ازلی نے بیشمار ایسے واقعات معائنہ کیے ہیں جو صداقت نبوت اور حقانیت اسلام پر آفتاب سے زیادہ روشنی ڈالنے والے ہیں۔ مگر اس شقاوت شعار کے تاریک قلب پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ البتہ آتش رشک وحسد کو ضرور اشتعال ہوتا رہا۔ اور وجہ اسکی وہی ہے یعنی دنیاوی رفعت ومنزلت کے چھن جانے سے ہمیشہ نعل در آتش رہتا تھا۔ اگر اسکی تدبیر سے مسلمانوں کو ایذا یا کوئی نقصان پہونچتا ہے تو بدنصیب اپنے دلی عداوت کا انتقام تصور کرتا ہے۔ مگر فی زمانہ دلی حزن والم تپ دق سے مبدل ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کمبخت اب مدینہ مکان سے بہت کم باہر آتا ہے۔

شروع شوال ۵ھ ہے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بستر علالت پر پڑا ہوا ہے۔ اور اب اُسکو یقین ہوتا جاتا ہے کہ موت کے چنگل سے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اسی باعث جو لوگ تیمارداری کو آتے ہیں اُن سے عبداللہ بن ابی کے طرز تکلم کا جس قدر بھی حصہ ہوتا ہے وہ مایوسانہ انداز لیے ہوتا ہے۔

عبداللہ بن ابی کی عیادت اور باہمی مکالمہ

آج ۵ ماہ شوال ۵ھ ہجری ہے۔ ثعلبہ بن حاطب۔ وبّار بن عامر و جذام بن خالد و عبادہ بن حنیف و نجاد بن عثمان۔ گروہ منافقین کے ارکان اعلی سے پانچ افراد ابن ابی کی تیمارداری کو موجود ہیں۔ ہر شخص کی زبان پر یہی کلمہ ہے "کہو دوست کیا حال ہے"

ابن ابی۔ کچھ نہ پوچھو۔ مرتا ہوں۔

جذام۔ نہیں جی۔ تم بھی کیا برا کلمہ منہ سے نکالتے ہو۔ بخار ہے جاتا رہیگا۔

ابن ابی۔ آہ بخار نہیں پیام اجل ہے جو جان لیکے ٹلیگا۔

جذام۔ سب وہم ہے۔

ابن ابی۔ کیا تمکو شک ہے۔ سچ جانو میرے دل و جگر کو صدمات نے اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ زندہ رہنے کی توقع کر سکون۔

بجاد۔ یارا سوقت تو تم بہت بیٹے پن کی گفتگو کرتے ہو کیا آج رات کو کوئی خواب دیکھا ہے۔

ابن ابی۔ مین سچ کہتا ہون۔ بیٹے پن کی گفتگو نہین کرتا۔ آہ تم خود دیکھ رہے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہے ہین۔ تم بجاے خود جو جی مین آئے سمجھا کرو۔ مگر مجھسے تو ہرگز نہین دیکھا جاتا۔

ثعلبہ وابن عامر۔ ہونھ۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنی تدبیرون اور فکرون سے خالی نہین ہین

ابن ابی۔ یہی تو صریح غلطی ہے۔ کہ ہمکو اپنی تدبیرون اور فکرون پر باوجودیکہ اسوقت تک کوئی ایسی کارگر نہین ہوئی۔ تعلی وناز بیجا ہے۔

ثعلبہ۔ یہی خیالات تو ہمت کو مٹانے اور حوصلہ مندی کا خون کرنیوالے ہین۔ اپنا تو یہ قول ہے کہ ہمت نہ ہارنا چاہیے۔ اگرچہ کامیابی نہو اور ہر ایک تدبیر اُلٹی پڑے۔ مگر جب ہم ایک کام کے پیچھے لگے ہین گے۔ ممکن نہین کہ حسب مراد کار برآری نہو۔

ابن ابی۔ میرا یہ منشا نہین ہے کہ حوصلہ مندی و جرأت کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ اور بالکل خموشی اختیار کر کے مسلمانون کی طرف سے غافل ہو جائین۔ نہین۔ بلکہ مین نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا ہے میرے دل و جگر مین ناسور پڑ گئے ہین۔ میرا کام تمام ہو چکا ہے۔ اور اسکو مبالغہ پر محمول نکیا جائے۔ واقعی امر یہی ہے جیسا مین نے عرض کیا۔ مجھکو زیادہ صدمہ یہی ہے کہ جس قدر تدبیرین ہم لوگ کرتے ہین سود مند ہونا تو درکنار سخت تر مضر پڑتی ہین۔

ابن عامر۔ یہ ارشاد آپ کا بالکل صحیح ہے۔ مگر فی الحال ابو عامر کی تحریرون سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب مسلمانون کی قوت و جمعیت کا قلع قمع ہوا چاہتا ہے۔ کیونکہ جو معاملہ تبوک پر پیش آیا ہے اُسنے رومیو نکو دیوانہ کر دیا ہے۔ اُنکے جوش انتقام کی کوئی انتہا ہی نہین۔ اُنھون نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک مسلمانون کا استیصال نکرلین اُسوقت تک بیفکری کے ساتھ خورد و نوش اور راحت و آرام حرام

ابن ابی۔ اول تو سب غلط۔ اور اگر کچھ اصلیت تسلیم ہی کر لیجائے تو ان خبرون کو طفل تسلی سے زیادہ اہمیت نہین دیجا سکتی۔

جذام۔ میرے پیارے دوست! کیا تم نے شام کے نصاریٰ کی حالت کو عرب کے یہود و نصاریٰ پر قیاس کر لیا ہی۔ قسم ہی خدا کی وہ اپنی دُھن کے پکے ہین۔ اُنکے پاس بیشمار دولت ہی۔ اُن کی جنگی فوجون کا شمار نہین ہی۔ اُنکے بہادر اور سرفروش سوائے مارنے اور مرجانے کے اور کچھ سیکھے ہی نہین۔ اُنکی جنگی نقل و حرکت باقاعدہ ہی۔ وہ میدان رزم کے طریقون سے پورے طور پر واقف و ماہر ہین۔ عرب کے خانہ جنگیون سے اُنکو کوئی مناسبت نہین ہی۔ اُنکے آلات حرب جن کو فتح کی کنجیان کہنا چاہیے، بیشمار پڑے ہین۔ ہر ایک جنگجو لوہے کی مجسم تصویر ہی۔

ابن ابی۔ یہ سب خواب و خیال کی باتین ہین۔ میرے جراحت قلب کے اندمال کو ہرگز کافی نہین ہو سکتین۔ آپ لوگ میرے اس قول کو لکھ رکھین۔ جب تک ابن عبد المطلب صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھون مین اسلام کی باگ ہی مسلمانون کو دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہین کر سکتی اور نہ بر سر پیکار ہو کر انکو کسی قسم کا نقصان پہونچا سکتی ہی۔ یہ میرا خیال اور دعوے کمال تجربہ کی بنا پر ہی۔

ثعلبہ۔ گو مین آپکے قول و خیال کی تردید نہین کر سکتا۔ مگر ابو عامر نے مجھکو یہی لکھا ہی کہ تم لوگون کو اپنے مذہب پر قائم رہنا بہت ضروری ہی۔ چند ہزار مسلمان لاکھون اور کروڑون مخالفون کا مقابلہ نہین کر سکتے۔ اگرچہ روم و شام کے نصاریٰ کو عرب کے باشندون سے کوئی تعرض نہ تھا مگر مسلمانون نے خود پیش قدمی کر کے انکو جوش دلایا ہی۔ اسکے سوا ابو عامر نے یہ بھی لکھا ہی کہ ارض فلسطین کے نصاریٰ نے اپنے وفد بقائے اسلام متفقہ کوشش کرنے کی نیت سے سلطنت ایران مین بھی روانہ کیے ہین۔ اور انکو بھی اسلامی خطرہ کی اہمیت کا یقین دلایا ہی۔

ابن ابی۔ افسوس تم نے سب کچھ اپنی آنکھون سے دیکھ لیا ہی۔ اور دیکھ رہے ہو۔ اور پھر بھی بچون کی سی باتین کرتے ہو۔ سنو۔ اسلام نے جو اخوۃ قائم کی ہی۔ اسکے لیے نہ آلات حرب کار آمد ہین اور نہ دنیا بھر کی دولت سے کام نکل سکتا ہی۔ ایران و طہران کے مجوسیون روم و شام کے نصاریٰ

سے اگر نفاق بھی کر لیا تو کیا۔ واللہ سب بیکار۔ اس لیے کہ جو قومی عصبیت آج اس جماعت کو
میسر ہے وہ دنیا کی کسی قوم کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیا تم لوگون نے کسی تدبیر کو اٹھا رکھا ہے بولو۔
انصاف سے جواب دو۔ ابتدا ہی پر نظر ڈالو۔ کیا اس قلیل جماعت کے نیست و نابود کر دینے
کیلیے تمام عرب کے بہادر و سوما کم تھے۔ بتاؤ۔ انھون نے مخالفت کر کے کیا نمایان کام کیا۔

عبادہ۔ یہ ارشاد آپ کا بہت درست اور سچا ہے۔ اسکی بابت ہم سب بالاتفاق کہہ سکتے ہین کہ
جو قومی عصبیت مسلمانون نے اسوقت حاصل کی ہے اسکی نظیر کیا اب نہین بلکہ فی زمانہ نایاب ہے۔

ابن اُبی۔ اسی لیے مین نے یقین کر لیا ہے کہ اگر تمام دنیا کے جنگجو متفق ہو جائین تو مسلمانون کا
کچھ نہین بگاڑ سکتے۔ ہان چند تدبیرین ایسی ہین کہ جنکو مین نے شب و روز کی فکرون مین مبتلا
رہ کر اپنے ذہن مین قائم کر لیا ہے۔ وہ کسی طرح پٹ نہین پڑ سکتین۔ اگرچہ یہ بھی مین نے خوب
اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے کہ مین اپنی زندگی مین مسلمانون کو ذلیل و خوار نہین دیکھ سکتا۔ میرا پیمانہ عمر
لبریز ہو چکا۔ میری زندگی کے دن بہت کم باقی ہین۔ اب مین زندہ نہین رہ سکتا۔ البتہ اگر محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات تک زندہ رہجاتا تو آپ لوگ ملاحظہ فرماتے کہ مین کیسا کارنمایان کرتا
لیکن سوائے حسرت و افسوس کے اور کچھ چارہ کار نہین ہے۔ صبح شام کا مہمان ہون۔

ثعلبہ (قطع کلام کر کے) منہ فال بد کہ اور دعا ل بد۔ ان واہیات خیالات سے تمکو اپنا دماغ
پاک و صاف کر کے اپنے احباب شل۔ خزرج۔ زید۔ ثعلب۔ نعقب۔ ابوجبیہ۔ ودیعہ۔ اور
عامر کے رونون بیٹون کی محنتون اور کوششون پر اظہار مسرت کرنا چاہیے۔

ابن اُبی۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ جس حالت مین تمکو یہ عقدہ حل ہو چکا کہ مخالف کی
ظاہری مخالفت مسلمانون کے نقصان کا باعث نہین ہو سکتی۔ پھر بھی انھین بے سود کوششون مین
تضیع اوقات کرنا حماقت نہین تو کیا ہے۔ اب تو تمکو صبر کر کے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے
مسلمانون کی آئندہ نسلون مین نفاق و شقاق کی بنیاد قائم ہو کے اتفاق و اتحاد کو ملیا میٹ
کر دے۔ اور جو قومی عصبیت آج نظر آ رہی ہے اسکا انحصار صرف قصہ کہانیون تک محدود ہو جائے

میرے دوستو! تم غور کرکے دیکھو۔ اگر بنے دوا دوش کرکے جدال وقتال کے اسباب بہم پہونچا بھی لیے تو اسکا کوئی مفید نتیجہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات مین بسیاط سو قائم کرکے کوئی جنگجو قوم مسلمانون سے عہدہ برآ نہین ہوسکتی ہے۔ اور میرا یہ خیال ہے کہ اگر اخوۃ اسلامی یونہین موجود رہی جیسی کہ قائم کی گئی ہے تو ایک روز وہ بھی آنیوالا ہے کہ مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک مسلمانون کی حکومت کا سکہ بیٹھ جاویگا۔ ہان اگر اخوۃ اسلامی اور عصبیت قومی کی چولین ڈھیلی پڑگئین تو پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہیگا۔ اب مین جن تفکرات مین مبتلا ہون اور جن امور کا انصرام اپنے مرنے سے پہلے چاہتا ہون وہ بھی ملاحظہ ہون۔

جاریہ بن عامر۔ آپ ارشاد فرمائین۔ ہم بہت غور کے ساتھ سنینگے۔ بلکہ آپ کی مجوزہ تدابیر پر عمل بھی کرین گے۔

ابن اُبی۔ میری رائے ہے کہ روش سابقہ کو جنگ کے سلام کرلینا چاہیے۔ اور آئندہ بھول سے بھی اُن تدبیرون کو کام مین نہ لانا چاہیے جنکا بارہا تجربہ سے بے سود وغیر مفید ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ فی الحال ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمکو ایک انجمن قائم کرنا چاہیے جسکی تمام کارروائیان مخفی ہون اور چند اصول انجمن کے لیے ایسے ایجاد کیے جائین کہ حسب موقع و محل تدریج جنکے اجرا ہونے سے مسلمانون مین تفریق کی بنیاد قائم ہوجائے۔ اگر حزم و احتیاط کیساتھ ہمارے مجوزہ اصولون پر عمل کرنیوالے میسر آجائینگے تو ایک دن مسلمان اپنی آنکھون سے دیکھ لین گے کہ وہ خود اپنے ہاتھون سے اپنے پاؤن مین کلھاڑی مار کر گرفتار ہوتے ہین آپ کو معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قومی عصبیت اور حب اسلامی قائم رکھنے کی غرض سے مدام اپنے اصحاب کو یہ وعید سناتا رہتا ہے کہ اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم۔ بس کارکنان انجمن کا یہ فرض ہوگا کہ جہان تک ممکن ہو۔ مسلمانون مین نزاع اور جھگڑے پیدا کرکے اتحاد کو مٹائے تاکہ وتذہب ریحکم کی وعید پوری ہوجائے۔ یعنی تم

[illegible] حکم مانو اللہ کا اور اسکے رسول کا اور آپس مین نہ جھگڑو پھر بزدل ہوجاؤگے اور جاتی رہیگی ہوا تمھاری۔

ہر طرح سے جانچ کر لی ہی۔ ظاہری مخالفت اور تعصب اسلام کی ترقی کا اصلی راز ہے کیونکہ اس سے مسلمانون مین جوش اور اشتعال پیدا ہوتا ہی۔ اور سب اکیلے ہو کے مقابلہ کے لیے طیار ہو جاتے ہین۔ ہان غافل بناکے اور دوست بنکے جو کچھ بھی مسلمانون کو نقصان پہونچایا جائیگا اُس مین ہرگز ناکامی نہ ہوگی۔ اس لیے مین نے مدتون اس بات پر غور کرکے یہ فیصلہ کیا ہی کہ جس قدر کوشش کیجائے وہ دو باتون کے متعلق ہو۔ اول اسلامی اتحاد مین اس درجہ فتور ڈالا جائے کہ پھر کسی تدبیر سے باہمی صفائی و مصالحت نہ ہو سکے دوم جس طریق اور ترکیب سے ممکن ہو مسلمانون کو اسلامی اصول سے غفلت بے رغبتی اختیار کرانے مین انتہا سے زائد سعی کی جائے۔ اس صورت مین پیشین گوئی بالکل مناسب حال مسلمانون کے ہوگی٭ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم آیندہ جو تجویز آپ صاحبان کے ذہن مین آئی ہو اسکو بھی اسوقت ظاہر کر دینا مناسب ہی۔

چونکہ عبداللہ بن اُبی نے جو تدبیر سوچی ہی حصول مقصد کے باب اسکے تیر بہدف ہونے مین کوئی شک ہی نہ تھا۔ اس لیے بالاتفاق جملہ سامعین کی زبان سے بیساختہ یہ کلمہ نکلا۔

صدقت یا ابا حباب۔ اے حباب کے باپ تو سچ کہتا ہی"

ثعلبہ۔ بس اب زیادہ تاب انتظار نہین ہی۔ جس حالت مین آپ نے یہ تجویز ٹھہرائی ہی کہ ایک انجمن قائم کی جائے تو اُسکے واسطے جن اصول کی ضرورت ہوگی یقین ہی وہ بھی آپ نے تجویز کر لیے ہونگے۔ لہذا اُنکو بھی بعجلت بیان فرمائیے۔

ابن اُبی (داڑھی پر ہاتھ پھیر کے) ہان۔ مین نے تفرقہ اندازی کے اصول قائم کرنے مین اپنی جانب سے کوئی کمی اُٹھا نہین رکھی۔ مگر قبل اس سے کہ وہ مسالا پیش خدمت احباب کیا جائے۔ اول ایک مختصر تمہید ملاحظہ ہو جائے۔

اُسکا علم تو جملہ احباب کو ہی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قول ہی کہ انک میت وانہم میتون

٭ اللہ اپنی مہربانی اور نگہبانی سے کسی قوم کو محروم نہین کرتا جو ہمیشہ اسکی طرف سے رہی ہی جب تک وہ اپنی چال اسکے [illegible]

خطاب خداوندی خاص میری نسبت ہی۔ پس جس سال کے ماہ مین اور ماہ کے (نا) مبارک دن مین یہ واقعہ پیش آئے۔ اُسکا علم نہ مجھکو ہی اور نہ آپ کو۔ چونکہ یہ ایک امر شدنی ہی۔ اسلیے اوس نادر موقع کے لیے ہم کو پہلے سے طیاری کر لینا مناسب ہی۔ اب اگر یہ سوال کرو کہ وہ طیاری کس قسم کی ہو؟ اُسکو مین اُس دستور العمل مین بتاؤنگا جو اُس خفیہ انجمن کے واسطے تجویز کیا ہی۔ فی الحال سب امور سے اول یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہی کہ جسوقت واقعۂ وفات پیش آئیگا۔ ضرور کوئی جانشین اور خلیفۂ رسول مقرر کیا جائیگا۔ ہوشیاری اور چالاکی اسکا نام ہی کہ اُس کارآمد اور زرین موقع کو ہاتھ سے نہ دیا جائے (ٹھنڈی سانس بھر کے) افسوس مین زندہ نہ ہونگا۔

بجاد و ثعلبہ - ہونہہ - پھر وہی بدفالی کا کلمہ مُنہ سے نکالتے ہو۔

ابن اُبی - آہ - مین سچ کہتا ہون - میرا کام تمام ہو چکا ہی - زمانہ مفارقت دائمی بالکل قریب آگیا ہی - مگر ہرچہ بادا باد - وہ کام کر کے جاؤنگا جسکا دفعیہ مسلمانون سے قیامت تک نہ ہو سکے گا - جاریہ - اگر حسب خواہش آپ کے کاربرآری ہوئی تو میرے دوست ایسا مرنا ہرگز قابل تاسف نہین بلکہ ہزار زندگی سے بہتر ہی۔

ابن ابی - یہ سچ ہی - مگر اُسوقت کہ مجھکو میری مرضی کی مطابق کام کرنیوالا بھی میسر ہو جائے -

جذام - آپ ارشاد تو فرمائین - کام کا آدمی بھی تلاش کر لیا جائیگا - من جد وجد

ابن اُبی - اچھا ملاحظہ ہو - کارکنان انجمن کے لیے اصول ذیل کا پابند ہونا ضروری ہی -

اول - بروقت تقرری جانشین پیغمبر ہمارا یا ہمارے کارکن کا یہ فرض ہی کہ بمقابلۂ جانشین کوئی زید و بکر دعویدار خلافت پیدا کیا جائے - اور یہ کام اس خوبی سے انجام دیا جائے کہ کارکنان انجمن کی ادنی ادنی کارروائی کی نسبت بھی کسیکو بدگمانی کا موقع نہ ملے

دوئم - چونکہ ہم بارہ رفیق ہین اور گو ذنبات ہماری بہت ہی مگر بدنامی کا ٹیکہ ہمین بارہ آدمیون کے ماتھون پر لگایا گیا ہی - اس لیے جو لوگ ہماری انجمن مین داخل ہو کے ہمارے صور ...

کی اشاعت کا پختہ وعدہ کریں اُنکا نشان شناخت فرشتہ عشر مقرر کیا جائے - جب تک مسلمانوں
میں مخفین کے پہلو بہ پہلو ہمارا اشعار بھی اپنی تیزی رفتار دکھاتا رہے - باقی شایع کنندگان [illegible]
کی لیاقت قابل تحسین و مدح اُسوقت سمجھی جائیگی کہ یہ الامتیاز شعار کو آیندہ نسلیں بخوشی
ساتھ قبول کرکے اختیار کریں -

سوم جہاں تک ممکن ہو کذب و دروغ کا مرتبہ صدق و راستی سے بالاتر ثابت کرکے
شایع کیا جائے - بلکہ اسکو تدابیر مناسب سے اسلام کا ایک اہم مسئلہ قرار دیا جائے - تاکہ ار
کنان انجمن کو اپنے اقوال و افعال میں تبدل و تغیر کرنے کی گنجایش اور آسانی رہے - اور
مخالفین کو کسی وقت افراد انجمن خفیہ کو ملزم بنانے کا کوئی پہلو نہ مل سکے - اور جب کذب اور
دروغ شامل حسنات کردیا گیا تو اُسکا نام تقیہ رکھنا چاہیے - یہی حصار تقیہ مخالف کے طعن
و تشنیع سے بچانے کیلیے ازبس کارآمد ہوگا -

چہارم - کارکنان انجمن کو پورے طور سے اُس فریق کی طرفداری کا فرضی ثبوت ہر
ایک فعل و حرکت سے دینا ہوگا جسکو مدمقابل جانشین بنایا جائے - مگر طرفداری اس طریقہ سے
کیجائے کہ مدعی مفروضہ کو مطلق علم نہ ہو - ورنہ موجب خرابی ہو - کیونکہ ہماری بیجا طرفداری کا راز
آشکارا ہوگیا تو سب بنا بنایا کام بگڑ جائیگا - وجہ یہ کہ اِسوقت اخوۃ اسلامی کی جڑیں مضبوط و مستحکم
اسقدر ہوگئی ہیں کہ اُنپر حملہ کرنے میں عجلت سے کام لیا گیا تو ہرگز کارپرداری نہوگی - یہ تصور نکرنا
کہ مسلمانوں کی قومی عصبیت کا استیصال جلد ہوجائیگا - ہاں اگر بسہولت اور کمال اخفا سے
کارروائی جاری رکھی گئی تو ضرور کارکنان انجمن کی کوشش بارآور ہوگی -

پنجم - اوامر و نواہی کے متعلق اپنے اختیارات کو وسعت دیجائے - اس تدبیر کے اختیار
کرنے سے تفرقہ پردازی کی بنیاد قائم کرنے میں بہت بڑی امداد ملیگی - اسکے سوا دو جہات زیادہ

ق مدینہ منورہ میں منافقین کا بہت بڑا گروہ تھا مگر بارہ منافقوں نے شدت نفاق سے ایسی شہرت حاصل کی تھی کہ خاص جناب
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے حق میں ارشاد فرمایا - ان فی امتی اثنا عشر منافقا لا یدخلون الجنۃ ولا یجدون ریحہا حتی یلج الجمل فی سم الخیاط [illegible]

زیادہ اور بالخصوص کاہل و بیکار لوگون پر یہ افسون بجد مفید و موثر ہوگا۔ اور اُنکی کمپت سے ہماری جماعت کو خوب ترقی ہوگی۔ مگر اس اصول کی ذمہ داری وہی شخص کر سکیگا جو اُنھون کی تحریکت ہوگی۔

ششم۔ تفرقہ پردازی کی بنا قائم کرنے کی غرض سے جو مسئلہ زیر بحث لایا جائے اُسکی وثیق جواب کہ مفید مطلب و مقصد ہو مرجع بنانے کے لیے موضوع حدیثین پیش کیجائین۔ اس غرض کے حاصل کرنے کے واسطے یہ ترکیب زیادہ کارآمد ہوگی کہ احادیث موضوعہ کا ذخیرہ پہلے سے تیار رکھا جائے۔ تاکہ ضرورت کے وقت دعوی فوراً حل ہو سکے

ہفتم۔ جس قدر اسلامی اصول و مسائل ہین اُن مین بھی پورے طور سے غور کر کے حتی الامکان تبدل و تغیر سے کام لیا جائے۔ مطلب یہ کہ آیات قرانی مین غلط تاویلین کر کے ہر ایک مسالہ کی صورت بگاڑدی جائے۔ اور جس حد تک اپنے مطالب و مقاصد کے اثبات مین الفاظ و معانی قرانی مین گنجائش تحریف کی مل سکے اُس سے فائدہ اُٹھانے مین ہرگز تامل نکیا جائے۔ کیونکہ اس قسم کی ترکیبون سے مسلمانون مین باہم خوب سر پھٹول ہوگی اور جدا جدا فرقہ بندیان ہوجائینگی۔ اور یہی ہمارا اصل مقصد ہے کہ تخریب اسلام کی صورتین پیدا ہون۔

ہشتم۔ ہمارے راز اور بھید اس درجہ مخفی رکھے جائین کہ ہرگز کسی غیر شخص کو علم نہو یاد رکھو۔ ہان جنکی نسبت یقین کلی ہو جائے کہ خفیہ انجمن کے اغراض و مقاصد کے شیوع مین اُنکی تعلیم فرد اکمل نہجائے اُنکو ان اصول کے اجراء پر مامور کرنے کی خاطر منتخب کیا جائے۔ ہر کس و ناکس جسمین قابلیت رازداری کی نہو ان قواعد سے ہرگز واقف نکیا جائے۔ البتہ بکمال ہوشیاری عامیون کے عقائد مین فتور پیدا کرنا ہر تدبیر ممکنہ سے کارکنان انجمن کا فرض منصبی ہے

نہم۔ چند واعظ اور منادا ایسے طیار کیے جائین جنکے زہد و تقوی کا لوگو نپر اثر پڑیگا اُنکا یہ کام ہوگا کہ ہنگام وفات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قبائل عرب کو ورغلان کر بعض ارکان اسلامی سے انکار کرادین۔ تاکہ باہمی نزاع ہو کے خون خرابہ کی نوبت آجائے۔

دہم - ایک زمانہ وہ بھی ہوگا کہ بعض نادان جوشیلی طبیعت والونکی حماقت سے
ان رازہاے مخفیہ کا افشا ہوجائیگا - اور نوبت بحث و مباحثہ تک ہوچکیگی - جب ایسا [illegible] وقت آئے تو بحث باحثہ سے ہمیشہ گریز کیجائے - کیونکہ اس سے ہمارے رازون کی
بالکل پردہ دری ہوجائیگی اور اسرار مخفیہ پر بُرا اثر پڑے گا - اور جو لوگ ہمارے معتقد ہونگے
ان مین بدظنی پھیل جائیگی - اور جو اغراض اُنسے وابستہ ہونگی اُنپر پانی پھر جائیگا -
باقی خم ٹھونک کے مقابلہ پر آنے کے واسطے بہت شد و مد کے ساتھ دعوی کیا جائے اور صورت
بھی بنائی جائے - مگر موانع ایسے پیدا کیے جائین کہ مقابلہ کی نوبت ہی نہ آئے - لیکن اس
نامبارک وقت سے بچنے کے لیے ہمیشہ تنبیہ و تاکید سختی کے ساتھ کرتے رہین - کیونکہ ہماری
کارستانیون کی اصلی ترقی کا وہی ہوگا کہ جسمین ہمارے راز مخفی رہین گے -

یازدہم - شعبدہ بازی اور کہانت کا عوام کالانعام پر خوب اثر ہوتا ہے - اس لیے جہانتک
ممکن ہو ایسے کرتبون سے بھی اپنی ہوا باندھنے مین کام نکالا جائے - یہ تدبیر اعجاز سے کم
کم موثر نہوگی - بلکہ ناواقف جاہل اعجاز و کرامت ہی تصور کرین گے

دوازدہم - مالی طاقت کو ہر حالت مین ترقی دیجائے - اس سے غریب لوگون کی
جماعت قابو مین رہ سکتی ہے - اور تمام مشکلات سخت سے سخت اسکی بدولت دور ہوجاتی
ہین - غرض روپیہ مشکل کشا ہے - اور ایسے اخراجات جو ضروری ہین - اگر پہلے سے روپیہ
جمع رہیگا انمین بھی وقت پر کوئی دقت پیش نہ آئیگی - بلکہ یہ بہتر ہوگا ایک بیت المال قائم
کرلیا جائے تاکہ بہنگام ضرورت کشادہ دلی روپیہ صرف کیا جائے -

اگرچہ چند امور اور بھی میرے خیال مین ہین مگر اسقدر اہم نہین ہین کہ فی الحال اُن کو
شامل اصول کرلیا جائے - البتہ جو شخص کارکن ہوگا اُسکے روبرو قابل تذکرہ ضرور ہین - اب
آپ لوگ بھی بنظر غائر ملاحظہ فرمائین - اور جو امر لائق اصلاح ہو اُسکی اصلاح مین دریغ نکیا جائے
اور کم و بیشی کا اختیار ہے - کیونکہ اب نہ وہ پہلا وقت ہے اور نہ مسلمان ایسے کمزور ہین - بلکہ تم

خود دیکھ رہے ہو کہ ہر بات مین ترقی ہو رہی ہے - اس لیے تدابیر سابقہ مسلمانون کو کچھ نقصانات و مضرت نہین پہونچا سکتی ہین - اس لیے انکو خیرباد سنا دینا ہی مناسب ہے -

ان اصولون کو سُن کے جملہ منافقین کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے - جب تک عبداللہ ابن اُبی خاموش نہین ہوا سب اُسکے مُنہ کو حیرت سے تکتے رہے - اسکے خاموش ہوتے ہی دفعۃً نعرۂ خوشی بلند ہوا - پھر ثعلبہ بولا -

ثعلبہ - میرے دوست - تمھاری رائے تمھارے اصول موتیون مین تولنے کے قابل ہین قسم ہے خدا کی انکے اجرا کے بعد اسلامی مَطلع بغیر مکدّر ہوئے نہ رہیگا -

بجاد - خدا علیم ہے - تمھاری تجویز بالکل صحیح و درست ہے - اور یہ وہ اصول ہین جنکے اجراء اور عمل درآمد کے بعد ضرور اسلامی بنیاد کھوکھلی ہو جائیگی اور مسلمانون مین باہم اختلاف و افتراق پیدا ہو جانا امر یقینی ہے -

جذام - واللہ - اسلامی ترقی کا سیلاب ایکدم رُک جائیگا - کیونکہ مسلمانون کو باہمی تنازعات ہی سے مہلت نہ ملیگی -

عباد - بربّ کعبہ - گو ان اصولون کی اشاعت کے وقت ہم موجود نہون گے - مگر ہمارے منشاء دلی کے مطابق انکے اثر مترتب ہونے سے ہماری روحین قبرون مین مسرت اندوز ہونگی -

جاریہ - حقیقت یہ ہے کہ جمعیت اسلامی کو تہ و بالا کر دینے کیلیے ان اصول سے بڑھکر اور کوئی تدبیر مُیسّر نہین آسکتی - مگر ان اصولونکو عملی جامہ پہنانے کے واسطے ایک ایسا شخص تلاش کرکے بہم پہونچایا جائے - جسکی طباعی - ذہانت و فطانت کسی وقت اور کسی حالت مین مجبوریونکو خیال مین نہ لائے - بلکہ اسکی غیر معمولی ہوشیاری ان اصولون مین چار چاند لگادے -

ابن اُبی - بیشک - یہ ارشاد آپ کا بجا اور درست ہے - تاوقتیکہ کوئی انتہا کا چالاک و شقی شخص مُیسّر نہ آئیگا - ان اصول کی تکمیل غیر ممکن ہے - مگر یہ آپ کی سعی و کوشش پر منحصر ہے خلاصہ یہ کہ ایک ایسا شخص بہم پہونچاؤ یا طیار کرو کہ جسکی مکاری اور شیطنت معلم الملکوت سے بڑھ چڑھکر ہو

اسکے سوا میرا خیال یہ بھی ہے کہ اگر کسی چالاک یہودی کو جو اپنے مذہبی علوم میں بھی دستگاہ کامل رکھتا ہو منتخب کیا جائے۔ تو بہت مناسب ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے مسائل گڑھ گڑھ کے اسلامی عقائد میں ملا دیگا۔ اور اس ترکیب سے بآسانی صورت اختلاف پیدا ہونے کی قوی امید ہے۔

ثعلبہ۔ واللہ۔ مجھے آپ کے خیال کی تائید میں ہرگز تامل نہیں ہے۔ ضرور ایسا ہی ہونا چاہیے۔

جذام۔ اسکی انجام دہی میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔

سجاد۔ اس ذمہ داری سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سو دو سو برس تک زندہ رہنے کی کوئی دستاویز آپ کے ہاتھ آگئی ہے۔

جذام۔ یہ مقدار عمر تو آپ نے میرے لیے اس کام کی اہمیت کا اعتراف فرماتے ہوئے بہت ہی کم تجویز فرمائی ہے۔ میں تو قیامت تک زندہ رہنے کی دستاویز پیش کرنیوالا ہوں۔

ثعلبہ۔ میرے عزیز دوستو! یہ گفتگوے مذاق تو اور کسی وقت مناسب کے لیے اٹھا رکھو سردست کار مرجوعہ کے متعلق غور و تامل ہو کے معاملہ کا تصفیہ قابل اطمینان ہو جانا ضروری ہے۔

جذام۔ مذاق نہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں۔ جو اصول میرے دوست نے قائم کیے ہیں۔ یہ میرے ہی زندہ رہنے کے واسطے دستاویز نہیں ہیں بلکہ تمام احباب کی دائمی زندگی کا فرمان واجب الاذعان تصور کرنا چاہیے۔

ثعلبہ۔ یہ آپ کا فرمانا بجا ہے۔ مگر اسی حالت میں کہ ان اسرار مخفیہ پر عمل درآمد کرنیکے لیے غیر معمولی قابلیت کا انسان میسر آجائے۔

جذام۔ میری نگاہ میں ایسا ایک شخص جو ہمارے اصول اور ارادوں کی تکمیل میں ہماری وسعت خیال سے زیادہ کام کر گزرے بچ گیا ہے۔ اس لیے میں نے اپنی ذمہ داری کا اظہار کیا ہے۔ اور جس وقت نام بتا کر آپ کو یاد دلاؤنگا۔ ممکن نہیں کہ میرے انتخاب پر جملہ احباب صاد نہ کر دیں۔

عباد۔ تو کیا ابھی نام بتانے میں کچھ وقفہ درکار ہے۔ یا کسی ساعت۔ گھڑی۔ پل کا انتظار؟

جذام۔ نہین یہ بات نہین۔ بلکہ مین دیکھتا ہون کہ کسی کا ذہن اُسطرف منتقل ہوتا ہی یا نہین
اچا سنیئے۔ وہ عبداللہ المعروف بہ ابن السودا ہی۔ جو مجھسے نیزہ بازی سیکھنے آتا
ہی۔ لیجیے اب یہ ممکن نہیں کہ آپ صاحب میری رائے سے اتفاق نہ کرین

ثعلبہ۔ وہ تو میرا اچھا پوجھا ہی۔ زہر کا بجھا ہوا ہی۔ غضب کا پتلا ہی۔ اور نہایت درجہ تیز
و ذہین۔ وہب بن سبا یہودی کا لڑکا جو صنعا کا۔ رہنے والا تھا۔

ابن اُبی۔ مین نے بھی اُسے چند مرتبہ دیکھا ہی اُسکے بشرہ سے چالاکی و ہوشیاری عیان
ہی۔ اسوقت اُسکا تذکرہ ہونے سے خود بخود میرے دل کو مسرت ہوئی۔ اس لیے اب مین
اُس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا جسکا دعوے میرے دوست جذام نے کیا ہی حق الیقین کے
ساتھ اقرار کرتا ہون۔

بجاد و عباد۔ سچ پوچھو تو یہ نہایت اعلی درجے کا انتخاب ہی۔ اُس کی صورت کہے
دیتی ہی کہ عیار زمانہ بنے گا۔

ابن عامر۔ بے شک۔ اُسکے جوش غضب سے مین بھی واقف ہون۔ جس وقت بنی قریظہ
کے یہودیون کا مسلمانون کے ہاتھون قتل عام ہوا ہی۔ اُسوقت اس لڑکے کی عمر تنہا بارہ
برس کی ہوگی۔ یہ دیکھ کے کہ اُسکی قوم کے آدمی قتل ہو رہے ہین۔ بخلاف اظہار رنج و الم
اُسکے چہرہ سے غضب و غصہ نمودار تھا۔ بار بار دانت پیس رہا تھا اور کہتا تھا ”ای زمین و
آسمان کے حقیقی مالک۔ ای بنی اسرائیل کے سچے خدا۔ مجھکو اپنے ان خاص بندون کا عوض
و انتقام لینے کی توفیق عطا فرما۔ آہ۔ بڑا ظلم ہی۔ یہ بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیے جاتے ہین“
مین نے یہ کلمات اُسکی زبانی سُنے تو پوچھا ”تم کیا کرو گے“ بولا۔ ابھی تو مین کچھ نہین کہتا کہ
کیا کرونگا۔ مگر بدلہ پر دسترس ہونا شرط ہی۔ پھر کیا اُسوقت کسی قسم کی پہلو تہی کرونگا۔ تو میں
وہ معاوضہ لیا ہوکہ دیکھنے والے عش عش کرتے تھین“ غرض مین نے اُسی روز سے سمجھ لیا کہ
یہ لڑکا اپنے عنفوان شباب مین مسلمانون کے حق مین ضرور مضرت رسان ثابت ہوگا۔ اب

اسوقت اُسکا تذکرہ پیش آنے اور اُسکے انتخاب سے مجکو اپنے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ بڑا زبردست ہے - اُسکے کاٹنے کا منتر ہی نہین -

جذام - ابن السوداکی علمی لیاقت بھی اعلی درجہ کی ہے - نظم و نثر مین وہ رتبہ حاصل کیا ہے کہ بڑے بڑے شاعر و ادیب اُسکی فصیح و بلیغ تقریرون کے ششدر و حیران رہجاتے ہین - اپنی مذہبی تعلیم کا بھی اُسکو شوق ہے یقین ہے چند روز مین اُسکی قابلیت اعلی پیمانہ پر پہونچ جائیگی۔

ابن ابی - بس بس - ابن السوداکیلیے زیادہ تعریف اور مدح سرائی کی ضرورت نہین وہ ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لیے ازبس موزون ہے - اُسکے اندر بیشک ایسی قابلیت ہے اگر اپنے منشا کے مطابق اُسکو طیار کر لیا تو مسلمانون کی قومی عصبیت کا شیرازہ ہرگز قائم نہ رہیگا

جذام - اُسکو تو آپ طیار ہی تصور فرمائین - صرف وہ چار باتین جو تجربہ سے متعلق ہین اوسکو سمجھا دی گئین تو سمجھ لینا ابھی تو آفت ہے پھر قیامت ہو جائیگا -

ابن ابی - یہی میرا مقصد ہے - خواہ کیسا ہی لائق و ہوشیار آدمی کیون نہو مگر بغیر تجربہ کے سب بیکار ہے - اس لیے اُسکو پہلے سے وہ ضروری امور جتا کر جو ہنگام اجراے اصول ہر حالت مین رکھنا پڑینگے - اُسوقت اطمینان ہوگا -

جذام - کل اسی وقت پھر سب حضرات تشریف لائین - مین ابن السوداکو لا کے جلسۂ احباب مین پیش کرونگا - وہ بہت خوشی سے اس کام کی سرانجام دہی پر کمربستہ ہو جائیگا - اور جو جو امور اُسکو بتائے جائینگے ہرگز فراموش نکریگا -

غرض یہ سب امور طے ہو جانے کے بعد ہر شخص ابن ابی کو صحت کی امید دلا کے رخصت ہو گیا۔ اسکے اظہار کی کوئی ضرورت نہین کہ ابن السودا جو آئندہ ابن سبا مشہور ہو کر مسلمانون مین تفرقہ اندازی کا باعث ہو اُسکی ابتدائی تاریخ سے ناظرین کو مطلع کیا جائے - البتہ آئندہ جو مسلمانون کے حق مین اس ظالم نے کانٹے بوئے اور جنکی کھٹک آج تک اتحاد اسلامی کے تلوون مین موجود ہے وہ آئندہ ضبط تحریر مین لایا جائیگا

راقم - یکے از ناظرین النجم

الکلام کی مختصر کیفیت

(۱۱) اس کتاب الکلام مین شمس العلما صاحب نے اس امر کی بڑی کوشش کی ہے کہ مسلمانون مین آزادی کو رواج دین - اور آزادی بھی صرف اعمال ہی تک محدود نہ رہے بلکہ عقائد بھی اُسی رنگ مین رنگ جائین - ہر شخص اپنی سمجھ اور عقل سے اپنے لیے عقائد تجویز کر لے چنانچہ الکلام صفحہ ۱۳۴ مین مولوی صاحب نے اسپر بڑا زور دیا ہے - اور اسی کو اسلام کی تعلیم قرار دیا ہے - چنانچہ فرماتے ہین -

سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی فکر اور اجتہاد سے عقائد قائم کرنے چاہییں یا دوسرون کی تقلید اور پیروی سے اسلام سے پہلے جس قدر مذہب تھے سب مین، ائمہ دین کے سوا باقی تمام لوگ تقلید پر مجبور تھے - عیسائیون مین **پوپ** یہودیون مین **احبار**، پارسیون مین **دستور**، ہندوون مین **رشیون** اور **منیون** کے سوا کوئی **شخص** مذہبی عقیدہ کے متعلق کچھ بھی نہ کہہ سکتا تھا - نہ معقولات کے متعلق، اپنی رائے قائم کر سکتا تھا -

اسلام نے اس قسم کی تقلید کو شرک فرما دیا اور کہا کہ

اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ (توبہ آیت ۳۱)	عیسائیون اور یہودیون نے خدا کو چھوڑ کر اپنے احبار اور رہبانون کو خدا بنا لیا ہے

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل کتاب نے بڑے تعجب سے کہا کہ ہم لوگ، احبار اور رہبان کو خدا کہان سمجھتے ہین !!! آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بطریق (پادری) جس چیز کو حلال کر دیتا ہے، حلال ہو جاتی ہے اور جس چیز کو حرام کر دیتا ہے، حرام ہو جاتی ہے "

اسلام نے اس قسم کی جو آزادی دی، اس کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ مین گو نہایت اختلاف مراتب تھا، لیکن عقائد مین کوئی شخص کسی کا مقلد نہ تھا، ایک جاہل بدو بھی عقائد مین بڑے بڑے صحابہ کی تقلید نہین کرتا تھا، بلکہ اپنی سمجھ اور عقل سے کام لیتا تھا اسی کا اثر ہے کہ گو زمانہ مابعد مین جب اسلام کو تنزل ہوا تو تقلید کا رواج شروع ہوا لیکن یہ مسئلہ آج تک مسلم رہا کہ لایجوز التقلید فی العقاید یعنی عقائد مین تقلید جائز نہین - اسلام کی یہی ہدایت تھی جو ہزار برس کے بعد **لوتھر** کے خیال مین آئی اور جسکی بنا پر اس نے دنیا کو **پوپ** کی غلامی سے آزادی دلائی - یورپ مین ہر قسم کی مذہبی آزادی کی بنیاد درحقیقت گویا اسلام کی اسی ہدایت پر قائم ہوئی اور قائم ہے "

ف - اس عبارت کو دیکھکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مولوی صاحب کا منشا کیا ہے - مولوی صاحب چاہتے ہین کہ یورپ کی سی مذہبی آزادی مسلمانون مین آجائے - جب ہر شخص اپنے لیے اپنی سمجھ سے عقائد تجویز کریگا اور سلف کی پیروی اس بارے مین نکیجائیگی تو کیا اسکا نام الحاد نہ ہوگا؟ تقلید کی ممانعت کا مطلب تو یہ ہے کہ عقائد کو ہر شخص تحقیق کے ساتھ اختیار کرے - یعنی عقاید اسلامیہ کو انکے دلائل کے ساتھ جانے - نہ یہ کہ انکو بازیچہ طفلان بنا دے -

آیت کا حوالہ بھی بے جوڑ ہے - تحلیل و تحریم کا اختیار اور چیز ہے اور تقلید اور چیز - یہ بالکل غلط ہے کہ صحابہ مین باہم اختلاف عقائد تھا اور ایک جاہل بدو بھی اپنی عقل اور سمجھ سے اپنے لیے عقائد تجویز کرتا تھا کسی صحابی سے اخذ نہ کرتا تھا -

(۱۲) مولوی صاحب کی یہ بھی خواہش ہے کہ حدود شرعیہ دنیا سے موقوف ہوجائین - اور صرف حدود ہی پر موقوف نہین بلکہ جو حکم جس وقت جسکا جی چاہے یہ کہ کر ٹال دے کہ یہ حکم فلان زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا - اب فرمائیے - اگر یہ بھی الحاد نہین ہے تو الحاد کس چیز کا نام ہے؟

الکلام صفحہ ۱۱۳ مین مولوی صاحب فرماتے ہین :-

"اوپر بیان ہو چکا ہو کہ پیغمبر جس قوم مین مبعوث ہوتا ہو اُسکی شریعت مین اُس قوم کی عادات اور خصوصیات کا خاص طریقہ پر لحاظ ہوتا ہو لیکن جو پیغمبر تمام عالم کے لیے مبعوث ہو، اُسکے طریقۂ تعلیم مین یہ اصول چل نہین سکتا، کیونکہ نہ وہ تمام دنیا کی قومون کے لیے الگ الگ شریعتین بنا سکتا ہو نہ تمام قومون کی عادات اور خصوصیتین باہم متفق ہو سکتی ہین۔ اسلیے وہ پہلے اپنی قوم کی تعلیم و تلقین شروع کرتا ہو اور انکو محاسن اخلاق کا نمونہ بناتا ہو، یہ قوم اُسکے اعضا اور جوارح کا کام دیتی ہو۔ اور اُسی کے نمونہ پر وہ اپنی تلقین کا دائرہ وسیع کرتا جاتا ہو، اُسکی شریعت مین اگرچہ زیادہ تر وہ قواعد کلیہ اور اصول عام ہوتے ہین جو قریباً تمام دنیا کی قومون مین مشترک ہوتے ہین، تاہم خاص اُسکی قوم کی عادات اور خصوصیات کا لحاظ زیادہ ہوتا ہو لیکن جو احکام اُن عادات اور حالات کی بنا پر قائم ہوتے ہین اُنکی پابندی مقصود بالذات نہین ہوتی اور نہ اُنپر چندان زور دیا جاتا ہو۔"

پھر صفحہ ۱۱۵ مین فرماتے ہین:-

اس اصول سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ شریعت اسلامی مین چوری۔ زنا۔ قتل وغیرہ کی جو سزائین مقرر کی گئی ہین اُن مین کہان تک عرب کے رسم و رواج کا لحاظ رکھا گیا ہو الخ یہ کہ اُن سزاؤن کا بعینہا اور بخصوصہا پابند رہنا کہان تک ضروری ہو"

ف۔ صاف صاف تصریح ہو گئی کہ بہت سے احکام شرعیہ کسی خاص قوم سے مخصوص ہوتے ہین اور چوری۔ زنا۔ قتل وغیرہ کی سزاؤن کو اسی ذیل مین داخل کر کے اُڑا دیا۔ افسوس ہو کہ شریعت کی راز دانی جس قدر مولوی صاحب مین ہو، صحابۂ کرامؓ مین نہ تھی۔ اسی وجہ سے صحابۂ کرام کے عہد مین ممالک عجم مفتوح ہوے اور اُنھون نے وہان بھی یہی سزائین جاری رکھین۔ آگے چل کر مولوی صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا حوالہ دیا ہو کہ یہ خرافات ہمنے اُنھین سے اخذ کی ہین۔ مگر حاشا و کلا حضرت محدث دہلوی، مولوی صاحب کے اِس الزام سے

بری ہیں۔ اُنکے مضمون میں اس اتحادی مضمون کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اُنھون نے لکھا
ہے کہ "جن احکام میں کسی قوم کی خصوصیت ہوتی ہے اُن احکام میں آیندہ نسلوں کیلیے شارع
کی طرف سے تشریع نہیں ہوتی"۔ پس اُنھوں نے چوری وغیرہ کی سزاؤں کو اسمین داخل نہیں کیا
اور انھوں نے ایک حد قائم کردی کہ جن احکام میں خصوصیت ہوگی اُن احکام میں شارع
کی طرف سے آیندہ نسلوں کو کوئی حکم نہ ہوگا۔ معلوم ہوگیا کہ جن احکام میں ایسا نہ ہو وہ حکم
عام ہیں۔

(٣) مولوی صاحب نے اس امر کی بھی کوشش کی ہے کہ مخالفینِ مذہب اسلام کے ساتھ
دوستی اور محبت کے رشتے قائم کیے جائیں۔ غالباً اس سے مقصود یہ ہوگا کہ بغیر اس تدبیر کے
جمیت اسلامیہ کی بنیاد متزلزل نہ ہوگی۔ خیر جو کچھ بھی مقصد ہو مگر اسمین شک نہیں کہ مولوی صاحب
کا یہ مضمون قرآن اور حدیث کی تصریحات کثیرہ کے برخلاف ہے۔ خود مولوی صاحب کو بھی احساس
ہوا کہ مسلمان میرے اس مضمون پر اعتراض کرینگے۔ چنانچہ جہان آپ نے مضمون مذکورہ بالا
رقم فرمایا ہے اُسکے حاشیہ میں لکھتے ہیں :۔

"قرآن مجید میں بہت سی آیتیں اس قسم کی موجود ہیں جن میں یہ حکم ہے کہ غیر مذہب والوں
سے دوستی اور محبت نہ رکھو، اور انھیں آیتوں کو ہمارے ظاہر بین علماء ہر موقع پر پیش کرتے
ہیں لیکن وہ آیتیں اُن کافروں سے مخصوص ہیں جو مسلمانوں سے مذہبی لڑائی لڑتے
ہیں۔ چنانچہ خود خدا نے اس آیت کے بعد تصریح فرمادی اور فرمایا کہ انما ینھٰکم اللہ عن الذین
قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم یعنے خدا تو اُن
لوگوں سے دوستی رکھنے کو منع کرتا ہے جو تم سے مذہب کے بارے میں لڑے اور تم کو
تمھارے گھروں سے نکالدیا اور تمھارے نکال دینے پر اعانت کی"

{ملاحظہ ہو الکلام صفحہ ٢٣١}

باقی آئندہ

من مذهبه او غيره من الاخبار التي شاعت عنهم عليهم السلام والثاني ان لا يكون في ذلك تناف لان تراد منها دلاء فجمع الجمع وهو ما زاد على العشرة وما يتفق ان يكون المراد به بعض الدلاء حسب تضمنه الاخبار الاولة ولو كان المراد بها دون العشرة لكان جمعه ياتي على افعل دون فعال على انه قد حصل العلم بحصول النجاسة ونزح اربعين دلوا يزيل حكم النجاسة ايضا وذلك معلوم وما دون ذلك طريقه اخبار الآحاد فينبغي ان يكون العمل على ما قلناه فاما ما رواه الحسين بن سعيد عن ابن ابي عمير عن جميل بن دراج عن ابي اسامة عن ابي عبد الله عليه السلام في الفارة والسنور والدجاجة والكلب والطير قال فاذا لم يتفسخ او لم يتغير طعم الماء فيكفيك خمس دلاء وان تغير الماء فخذ منه حتى يذهب الريح فهذا الخبر يحتمل وجهين احدهما ما الذي ذكرناه في الاخبار الاولة وهو

کیونکہ ان کا مذہب اس بارے میں مشہور تھا[1] یا دوسری احادیث ائمہ علیہم السلام کی اس بارے میں شائع تھیں - دوسرے یہ صورت بھی ہے کہ ان احادیث میں باہم منافات نہ ہو کیونکہ الفاظ دلاء جمع کثرت ہے اور جمع کثرت وہ جمع ہے جس کے افراد دس سے زیادہ ہوں - لہذا ممکن نہیں ہے کہ اس سے چالیس ڈول مراد ہوں جیسا کہ پہلی حدیثوں سے معلوم ہوا اور اگر دس سے کم ڈول مراد ہوتے تو اسکی جمع افعل کے وزن پر آتی : فعال کے وزن پر علاوہ اسکے نجاست کے حصول کا علم ہو چکا اور چالیس ڈول نکالنے سے اس نجاست کے زوال کا علم ہو جائیگا اور چالیس ڈول سے کم کی روایتیں اخبار احاد ہیں لہذا چاہیئے کہ عمل اسی پر ہو جو ہم نے بیان کیا لیکن وہ حدیث جو حسین بن سعید نے ابن ابی عمیر سے انھوں نے جمیل بن دراج سے انھوں نے ابو اسامہ سے انھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے چوہیا اور بلی اور مرغی اور کتے اور پرندے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جب یہ چیزیں پھٹی نہ ہوں یا پانی کا مزہ نہ بدلا ہو تو تم کو پانچ ڈول نکال ڈالنا چاہیے اور اگر پانی کا مزہ بدل گیا ہو تو اتنا پانی نکالو کہ بو جاتی رہے - پس یہ حدیث دو باتوں کا احتمال رکھتی ہے ایک تو وہی جو پہلی حدیثوں کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں - وہ

[1] تو یہ نہایت عجیب و غریب ہے جیسا کہ سابقا بیان ہوا - اچھا اگر یہی بات ہوتی اور سائل کو امام کا مذہب اس بارے میں معلوم ہوتا یا دوسری احادیث ائمہ علیہم السلام اسکو پہنچی ہوتیں تو وہ سوال میں ان اشیا کو کیوں شامل کرتا - کیا سائل کو امام کا امتحان لینا مقصود تھا ؟

ان يكون اجاب عن حكم الدجاجة والطير والثاني ان يحمل على انه اذا وقع فيها الكلب فخرج منها حيا فانه يخرج منها بعض الدلاء [illegible] سبع دلاء وليس في الخبر انه مات فيها والذي يدل على ذلك ما اخبرنا به الحسين بن عبد الله عن احمد بن محمد بن يحيى عن ابيه عن محمد بن علي بن محبوب عن العباس بن معروف عن عبد الله بن المغيرة عن ابي مريم قال حدثنا جعفر عليه السلام قال كان ابو جعفر عليه السلام يقول اذا مات الكلب في البئر نزحت وقال جعفر عليه السلام اذا وقع فيها ثم اخرج منها حيا نزح منها سبع دلاء وقوله عليه السلام اذا مات الكلب في البئر نزحت محمول على انه اذا تغير احد اوصاف الماء فان ذلك يوجب نزح جميعه واذا لم يتغير كان الحكم فيه ما قدمناه فاما ما رواه محمد بن احمد بن يحيى عن احمد بن الحسن بن علي بن فضال عن عمرو بن سعيد عن مصدق

یہ کہ امام نے صرف مرغی اور پرندہ کا حکم بتایا۔ دوسری بات یہ کہ ہم اس حدیث کو اس صورت پر محمول کریں جبکہ کنویں میں کتا گر جائے اور اس سے زندہ نکل آئے تو اس سے یہ مقدار سات ڈول تک نکالا جائے کیونکہ حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ جانور اس میں مر گیا تھا۔ اس مطلب کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ہم سے حسین بن عبد اللہ نے بیان کی وہ احمد بن محمد بن یحیی سے وہ اپنے والد سے وہ عبد اللہ بن مغیرہ سے وہ ابو مریم سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم سے جعفر علیہ السلام نے بیان کیا کہ ابو جعفر علیہ السلام فرماتے تھے کہ جب کتا کنویں میں گر جائے پھر اس سے زندہ نکل آئے تو اس سے سات ڈول نکالنا چاہیے۔ اور امام کا یہ فرمانا کہ جب کتا کنویں میں گر جائے تو کل پانی نکالنا چاہیے۔ یہ اس صورت کے لیے ہے جبکہ پانی کا کوئی وصف بدل جائے۔ اس صورت میں البتہ کل پانی نکالنا واجب ہے۔ لیکن اگر پانی کا وصف نہ بدلا ہو تو اسکا وہی حکم ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے۔ لیکن وہ روایت جو محمد بن احمد ابن یحیی سے روایت کی ہے وہ احمد بن حسن بن علی بن فضال سے وہ عمرو بن سعید سے وہ مصدق

سلہ یہ بڑی عجیب وغریب تاویل ہے جو مصنف نے اوپر کی حدیثوں میں ذکر کی ہے تعجب ہے کہ جو لوگ امام کے معتقد ہوں، جنکا ایک ایک لفظ قانون الٰہی کا حکم رکھتا ہو۔ انکے کلام میں ایسی مشتبہ اور مغالطہ آمیز باتیں پائی جائیں جس سوال میں دس چیزوں کی بابت پوچھا گیا ہو اس کے جواب میں ایک حکم عام جو سب چیزوں پر منطبق ہوتا ہو دیدیا جائے تو یقیناً سائل اپنی کل اشیائے مسئول عنہا پر اس جواب کو منطبق کریگا۔ اب اگر مجیب کی مراد صرف بعض اشیا تھیں تو کہا جائیگا کہ مجیب یا تو بے تمیز تھا یا فریبی تھا، معاذ اللہ سنہ ۱۲

ابن صدقة عن عمار الساباطي عن ابي عبد الله عليه السلام قال سئل عن بئر يقع فيها كلب او فارة او خنزير قال ينزف كلها

في هذا الخبر في حديث ابي
مريم من قوله اذا مات الكلب
في البئر نزحت ان يحمل على
انه اذا تغير احد اوصاف الماء
من اللون والطعم والرائحة
واما مع عدمه فالحكم ما ذكرناه
فاما ما رواه محمد بن احمد بن يحيى
عن الحسن بن موسى الخشاب
عن غياث بن كلوب عن اسحاق
بن عمار عن جعفر عن ابيه ان عليا
عليه السلام كان يقول الدجاجة
ومثلها يموت في البئر ينزح منها
دلوان او ثلثة واذا كانت
شاة وما اشبهها فتسعة او عشرة
فلا ينافي ما قدمناه لان هذا
الخبر شاذ وما قدمناه مطابق
للاخبار كلها ولانا اذا عملنا
على تلك الاخبار يكون قد عملنا
على هذه الاخبار لانها داخلة

فيها ولو عملنا على هذا الخبر احتجنا ان نسقط تلك جملة ولان العلم يحصل بزوال النجاسة مع العمل بتلك الاخبار ولا يحصل مع

ابن صدقہ سے وہ عمار ساباطی سے وہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام سے کنوین کی بابت پوچھا گیا کہ اس میں کتا یا چوہیا یا سور گر جائے (تو کیا کیا جائے) امام نے فرمایا کہ کل پانی نکالڈالنا چاہیے۔

پس مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ کتے کا کنوین میں مرجانا اس صورت پر محمول ہے جب پانی کا کوئی وصف بدل جائے - خواہ رنگ خواہ مزا خواہ بو - لیکن جبکہ پانی کا کوئی وصف نہ بدلا ہو تو حکم وہی ہے جو ہم بیان کر چکے - لیکن وہ حدیث جو محمد بن احمد بن یحیی نے حسن بن موسی خشاب سے انھوں نے غیاث بن کلوب سے انھوں نے اسحاق بن عمار سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ مرغی اور اسکے مثل کوئی جانور کنوین میں گر کر مر جائے تو اس سے دو یا تین ڈول نکالے جائیں اور اگر بکری اور اسکے مثل کوئی جانور ہو تو نو یا دس ڈول نکالے جائیں - پس یہ روایت گذشتہ روایات کے منافی نہیں ہے - کیونکہ یہ روایت شاذ ہے اور جو حدیثیں ابھی میں بیان ہوئیں وہ دوسری حدیثوں کے مطابق ہیں اور یہ وجہ بھی ہے کہ جب ہم ان حدیثوں پر عمل کرینگے تو ان حدیثوں پر بھی عمل ہو جائیگا کیونکہ یہ حدیثیں ان میں داخل ہیں اور اگر ہم اس حدیث پر عمل کرینگے تو ضرور ان حدیثوں پر عمل نہ ہوگا اور یہ وجہ بھی ہے کہ ان حدیثوں پر عمل کرکے زوال نجاست کا علم ہو جاتا ہے اور ان حدیثوں پر عمل کرکے یہ علم حاصل نہ ہوگا۔

الاول بهذا الخبر باب البئر يقع فيها الفارة والوزغة والسام ابرص اخبرني الشيخ ابو عبد الله عن احمد بن محمد عن ابيه عن الحسين بن الحسن بن ابان عن الحسين بن سعيد عن حماد وفضالة عن معاوية بن عمار قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الفارة والوزغة تقع في البئر قال ينزح منها ثلث دلاء وعنه عن فضالة عن ابن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام مثله فاما ما رواه الحسين بن سعيد عن القاسم عن علي قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الفارة تقع في البئر قال سبع دلاء وعنه عن عثمان بن عيسى عن سماعة قال سألته عن الفارة تقع في البئر او الطير قال ان ادركته قبل ان ينتن نزحت منها سبع دلاء فالوجه في هذين الخبرين ان نحملها على ان الفارة اذا كانت قد تفسخت فانه ينزح منها سبع دلاء والخبران الاولان نحملهما على انها اخرجت قبل

باب کنوین مین اگر چوہیا او مینڈھک اور چھپکلی گر جائے۔

مجھے شیخ ابو عبد اللہ نے احمد بن محمد سے انھون نے اپنے والد سے انھون نے حسین بن حسن بن ابان سے انھون نے حسین بن سعید سے انھون نے حماد اور فضالہ سے انھون نے معاویہ بن عمار سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے مین نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے چوہیا اور مینڈک کی بابت پوچھا کہ وہ کنوین مین گر جائین (تو کیا کیا جائے) امام نے فرمایا اس سے تین ڈول نکال ڈالے جائین۔ اور نیز حسین بن سعید سے مروی ہے وہ فضالہ سے وہ ابن سنان سے وہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اسی کے مثل روایت کرتے ہین۔ **لیکن** وہ حدیث جو حسین بن سعید نے قاسم سے انھون نے علی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے مین نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے چوہیا کی بابت پوچھا کہ وہ کنوین مین گر جائے تو امام نے فرمایا کہ سات ڈول نکال ڈالو۔ اور نیز حسین بن سعید سے مروی ہے وہ عثمان بن عیسی سے وہ سماعہ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے کہا مین نے امام سے چوہیا کی بابت پوچھا کہ وہ کنوین مین گر جائے (تو کیا کیا جائے) امام نے فرمایا کہ اگر قبل اسکے کہ وہ بدبودار ہو تمکو موقع مل جائے تو سات ڈول نکال ڈالو۔ **پس** ان دونون حدیثون کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو اس صورت پر محمول کرین جبکہ وہ چوہیا پھٹ جائے اس صورت مین البتہ سات ڈول نکالے جائینگے اور پہلی دونون حدیثون کو اس صورت پر محمول کرین جبکہ وہ نکال ڈالی جائے قبل اسکے کہ